

# گلہیاںِ اقبال

علامہ محمد اقبال

# گلیاتِ اقبال اردو

علامہ محمد اقبال

ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی



© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ!

## *Kulliyat-e-Iqbal*

by

*Allama mohd. Iqbal*

Year of 1st Edition 2005

ISBN 81-8223-111-6

Price Rs. 90/-

کلیاتِ اقبال  
علامہ محمد اقبال

۲۰۰۵ء

۹۰ روپے

عقیف آفسیٹ پرنٹرز، دہلی

نام کتاب

مصنف

سن اشاعت اول

قیمت

مطبع

*Published by*

**EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE**

3108, Vakil Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6 (India)

Ph : 23216162, 23214465, Fax : 091-011-23211540

E-mail : ephdelhi@yahoo.com

# کیمیایِ اقبال

اردو



## ترتیب

۱	بانگ درا
۲۹۳	بالِ جبریل
۴۶۳	ضربِ کلیم
۶۴۳	ارمغانِ حجاز (اردو)
۶۹۳	اشاریہ



## اعتذار

کلام اقبال کے اب تک جتنے ایڈیشن شائع ہوئے وہ سب کے سب انجینس پریس سے طبع ہوتے رہے ہیں، جنہیں حضرت علامہ مرحوم نے خود اپنی نگرانی میں تیار کروایا تھا۔ اس لحاظ سے یہ پیشین حضرت علامہ کے دوسرے تبرکات کی طرح عزت و حرمت کا مقام رکھتی ہیں اگرچہ کثرت استعمال کے باعث ان کی حالت ابتر ہو گئی ہے انہیں ترک کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا۔ ہر دفعہ انہیں شگاری کے غار سے مزین کر کے کام لیا جاتا رہا لیکن اب ان کی حالت یہ ہو گئی ہے کہ سنگ سازی بھی انہیں اس قابل نہیں بنا سکتی کہ مزید طباعت کے لیے استعمال کی جاسکیں۔ اس لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ از سر نو کتابت کروائے نئی پیشین تیار کی جائیں۔

علامہ مرحوم نے کتابت کے لیے جو خاص اہتمام بخوڑ رکھے تھے اُن کا اندازہ کچھ منظر ہی کر سکتے ہیں۔ اس دور کے بہترین خوش نویس جناب صوفی عبد المجید صاحب پریس رقم کے عجب زاور حضرت علامہ کے کمال شوق کی بدولت حسن کتابت طباعت کا جو مرقع تیار ہوا تھا اس کا ٹیل تو میرے لیے ٹکن تھا تاہم میں نے تا بہ مقدور کوشش کی ہے کہ جدید کتابت طباعت شاعر شرق کے کلام کے شایان شان ہو میری کاوشوں کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے لیکن مجھے اس اہ میں جن دشواریوں سے دوچار



ہونا پڑا وہیں ہی جاتا ہوں۔

سب کٹھن منزلِ صحتِ کلام کی تھی، جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے بار بار کی سنگساری کے باعث طباعت کی کچھ غلطیاں رُوپذیر ہو گئی تھیں جنہیں اولیں نسخوں سے مقابلہ کر کے درست کیا گیا۔ اس کے باوجود بعض مقامات ایسے تھے جن کی تصحیح کے لیے مجھے خاصی سرگردانی کرنی پڑی۔ بالآخر میں نے علامہ مرحوم کے دیرینہ رفیق اور مخلص ہم نشین مولانا غلام رسول قہرے رُحوم کیا۔ مولانا نے نہ صرف ان مقامات کی تصحیح میں میرا ہاتھ بنایا بلکہ شروع سے لیکر کتابت کے آخری مرحلے تک جس شفقت اور محبت گمیری رہنمائی کی اُس کا بیان الفاظ کی گرفت سے باہر ہے حقیقت یہ ہے کہ مولانا تہر کی رہنمائی کے بغیر اس عظیم مہم سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا تھا۔ افسوس کہ مولانا اپنی اور میری محنت کا ثمرہ دیکھنے سے پہلے ہی خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی رُوح اس سے ستر انداز ہوئی ہوگی۔

آخر میں شکریہ سیکرٹری نیاز احمد کا شکر یہ ادا کرنا میرا خوش گوار فریضہ ہے جنہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں اور پورا تجربہ اس مہم کو کامیاب بنانے میں صرف کیا۔ انہوں نے ایک نیا شریکِ حیات بڑھ کر ایک ہمدرد اور مخلص دوست کی حیثیت سے یہ فریضہ انجام دیا ہے۔ خدا ان کو سلامت رکھے اور عظیم عطا فرمائے۔

جاوید اقبال

# بانگِ درا

(مجموعہ کلام اُردو)

علامہ اقبال

ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی



## فہرست

شمار	نظم	صفحہ	شمار	نظم	صفحہ
	حصہ اول (۱۹۰۵ء تک)	۱۹	۱۳	خفتگانِ خاک سے استفسار	۳۸
			۱۴	شمع و پروانہ	۴۰
۱	مسالہ	۲۱	۱۵	عقل و دل	۴۱
۲	گلِ رنگیں	۲۴	۱۶	صدائے درد	۴۲
۳	عہدِ طفلی	۲۵	۱۷	آفتاب (ترجمہ گایتیری)	۴۳
۴	مرزا غالب	۲۶	۱۸	شمع	۴۴
۵	ایر کوہسار	۲۷	۱۹	ایک آرزو	۴۶
۶	ایک مکڑ اور مکیختی	۲۹	۲۰	آفتابِ صبح	۴۸
۷	ایک پتار اور گھری	۳۱	۲۱	دردِ عشق	۵۰
۸	ایک گائے اور بکری	۳۲	۲۲	گلِ پژمرده	۵۱
۹	بچے کی دعا	۳۴	۲۳	ستید کی لوحِ تربت	۵۲
۱۰	ہمدردی	۳۵	۲۴	ماونو	۵۳
۱۱	مال کا خواب	۳۶	۲۵	انسان اور برہمِ قدرت	۵۴
۱۲	پرندے کی فریاد	۳۷	۲۶	پیایمِ صبح	۵۶

نظم	صفحہ	شمار	نظم	صفحہ	شمار
عشق اور موت	۲۷	۵۷	ابر	۲۵	۹۱
زبد اور زندگی	۲۸	۵۹	ایک پرندہ اور جگنو	۲۶	۹۲
شاعر	۲۹	۶۱	بچہ اور شمع	۲۷	۹۳
دل	۳۰	۶۱	کنارہ راوی	۲۸	۹۴
موج دریا	۳۱	۶۲	انتجائے مسافر	۲۹	۹۶
رخست اسے بزمِ جہاں !	۳۲	۶۳	غزلیات	۵۰	۹۸ ۱۰۸
ظلی شیرِ خوار	۳۳	۶۶	حصہ دوم ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۹ء تک		
تصویر درد	۳۴	۶۸			
نالہ فراق	۳۵	۷۷	محبت	۵۱	۱۱۱
چاند	۳۶	۷۸	حقیقتِ حسن	۵۲	۱۱۲
بلال	۳۷	۸۰	پیام	۵۳	۱۱۳
سرگذشتِ آدم	۳۸	۸۱	سوامی رام تیرتھ	۵۴	۱۱۴
ترانہ ہندی	۳۹	۸۲	علی گڑھ کالج کے نام	۵۵	۱۱۴
جگنو	۴۰	۸۴	انترِ صبح	۵۶	۱۱۵
صبح کا ستارہ	۴۱	۸۵	حسن و عشق	۵۷	۱۱۶
ہندوستانی بچوں کا قومی گیت	۴۲	۸۷	..... کی گود میں بی دیکھ کر	۵۸	۱۱۷
نسبِ اشوالہ	۴۳	۸۸	کلی	۵۹	۱۱۸
داغ	۴۴	۸۹	چاند اور تارے	۶۰	۱۱۹

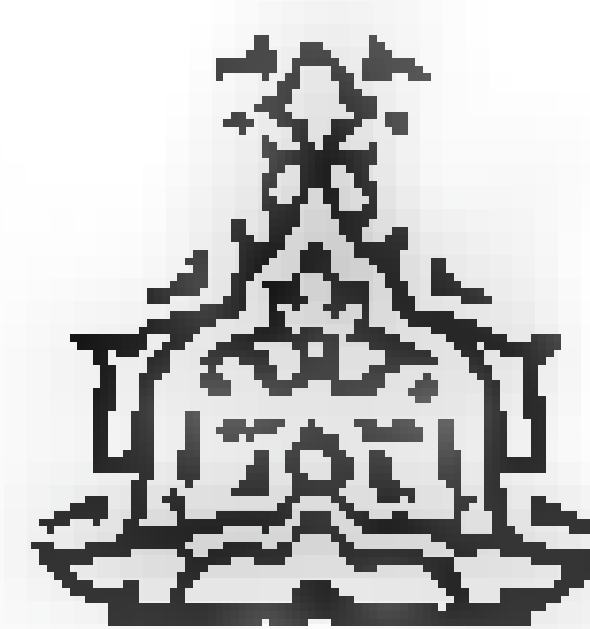


شمار	نظم	صفحہ	شمار	نظم	صفحہ
۶۱	وصال	۱۲۰	۱۲۰	ستارہ	۱۲۰
۶۲	سلیبی	۱۲۱	۱۲۸	دو ستارہ	۱۲۸
۶۳	عاشق بہر حاجی	۱۲۲	۱۲۹	مورستار شادی	۱۲۹
۶۴	کوشش نامہ	۱۲۳	۱۳۰	نمود صبح	۱۳۰
۶۵	نواسے غم	۱۲۴	۱۳۱	تفصیل پرشد امیسی شاعر	۱۳۱
۶۶	عشرتِ امروز	۱۲۵	۱۳۲	فلسفہ غم	۱۳۲
۶۷	انسان	۱۲۶	۱۳۳	پچول کا ٹکڑہ عینا ہونے پر	۱۳۳
۶۸	جلوہ حسن	۱۲۷	۱۳۴	ترانہ ملی	۱۳۴
۶۹	ایک شام	۱۲۸	۱۳۵	وختیت	۱۳۵
۷۰	تمنائی	۱۲۹	۱۳۶	ایک حاجی مدینے کے راستے میں	۱۳۶
۷۱	پیامِ عشق	۱۲۹	۱۳۷	قطعہ	۱۳۷
۷۲	فراق	۱۳۱	۱۳۸	شکوہ	۱۳۸
۷۳	جدِ نقاد کے نام	۱۳۲	۱۳۹	چاند	۱۳۹
۷۴	صقلیہ	۱۳۳	۱۴۰	رات اور شاعر	۱۴۰
۷۵	غزلیات	۱۳۵ تا ۱۳۲	۱۴۱	بزمِ انجم	۱۴۱
	حصہ سوم (۱۹۰۰ء سے ...)		۱۴۲	سیرِ فلک	۱۴۲
			۱۴۳	نصیحت	۱۴۳
۷۶	بلاواِ سلامیہ	۱۳۵	۱۴۴	رام	۱۴۴

صفحہ	نظم	شمار	صفحہ	نظم	شمار
۲۵	شبنم در ستارے	۴	۱۷۸	مژ	۹۵
۲۱۶	میں صدقہ در نہ	۱۱۳	۱۷۹	انسان	۹۶
۲۱۷	غلام تیرا در تیرے	۱۱۴	۱۸۰	خطاب پر نوجوانان اسلام	۹۷
۲۱۹	ایک مکالمہ	۱۱۵	۱۸۱	غزۂ شوال یا بدلِ عید	۹۸
۲۲۰	میں اور تو	۱۱۶	۱۸۳	شمع اور شاعر	۹۹
۲۲۱	تفہیم پر شعر ابوطالب کلیم	۱۱۷	۱۹۵	سلم	۱۰۰
۲۲۲	شبِ دلخالی	۱۱۸	۱۹۷	حضور رسالت مآب میں	۱۰۱
۲۲۳	ارتقاء	۱۱۹	۱۹۸	شفا خانہ عجباز	۱۰۲
۲۲۴	سندھیت	۱۲۰	۱۹۹	جواب شکوہ	۱۰۳
۲۲۵	تہذیبِ حاضر	۱۲۱	۲۰۸	ساقی	۱۰۴
۲۲۶	والدہ مرحومہ کی یاد میں	۱۲۲	۲۰۹	تعلیم اور اس کے نتائج	۱۰۵
۲۳۷	شعاعِ آفتاب	۱۲۳	۲۰۹	قربِ سلطان	۱۰۶
۲۳۸	عرفی	۱۲۴	۲۱۰	شاعر	۱۰۷
۲۳۸	ایک خط کے جواب میں	۱۲۵	۲۱۱	نورِ سحر	۱۰۸
۲۳۹	نامک	۱۲۶	۲۱۲	دعا	۱۰۹
۲۴۰	کفر و اسلام	۱۲۷		عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب	۱۱۰
۲۴۱	بلالؓ	۱۲۸	۲۱۳	میں	
۲۴۲	مسلمان اور تسلیمِ جدید	۱۲۹	۲۱۳	فاطمہ بنت عبد اللہ	۱۱۱



شمار	نظم	صفحہ شمار	نظم	صفحہ شمار
۱۳۰	پیسوئوں کی نندودی	۲۴۳	۱۳۵	سکیمپینہ
۱۳۱	انفجیریں بر شد صاحب	۲۴۴	۱۳۶	میں اور تو
۱۳۲	فردوس میں ایک مکالمہ	۲۴۳	۱۳۷	اسی ہی
۱۳۳	مذہب	۲۴۶	۱۳۸	در پرزہ خلافت
۱۳۴	جنگِ یروشک کا ایک واقعہ	۲۴۷	۱۳۹	جہاں
۱۳۵	مذہب	۲۴۸	۱۴۰	نقصہ یاد
۱۳۶	پرستہ در شجر سے امید بہار رکھ	۲۴۸	۱۴۱	خلو ش اسد
۱۳۷	شبِ معراج	۲۴۹	۱۴۲	غزلیات
۱۳۸	پھول	۲۴۹	۱۴۳	ظرافتِ ناز



# و س ا چ

## از شیخ عبدالقادر پیر سربطان سابق مدیر مخزن

کسے خبر تھی کہ غالب مرحوم کے بعد ہندوستان میں بچہ کوئی ایسا شخص پیدا ہوگا جو اردو شاعری کے جسم میں ایک نئی روح بھونک دے گا اور جس کی بدولت غالب کا بے نظیر تخیل اور زلال انداز بیان پھر وجود میں آئیں گے اور ادیبوں کے فروغ کا باعث ہوں گے مگر زبان اردو کی خوش اقبال دیکھیے کہ اس زمانے میں اقبال سا شاعر اسے نصیب ہوا جس کے کلام کا ساتھ ہندوستان بھر کی اُردو داں دنیا کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے اور جس کی شہرت روم و ایران بلکہ فرنگستان تک پہنچ گئی ہے۔

غالب اور اقبال میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ اگر میں شائع کا قائل ہوتا تو ضرور کہتا کہ مرزا اسد اللہ خاں غالب کو اردو اور فارسی کی شاعری سے جو عشق تھا، اس نے ان کی روح کو مد میں خارج بھی چین نہ لینے دیا اور عجب سبور کیا کہ وہ پھر کسی جسدِ خاکی میں جلوہ افروز ہو کر شاعری کے چین کی آبیاری کرے اور اس نے پنجاب کے ایک گوشہ میں جسے سیالکوٹ کہتے ہیں دوبارہ جنم لیا اور محمد اقبال نام پایا۔

جب شیخ محمد اقبال کے والد بزرگوار اور ان کی پیاری ماں اُن کا نام تجویز کر رہے ہوں گے تو قبولِ دعا کا دقت ہو گا کہ اُن کا دیا ہوا نام اپنے پرے مہنوں میں صیح ثابت ہوا اور ان کا اقبال سندھیا ہندوستان میں تحصیلِ علم سے فارغ ہو کر انگلستان پہنچا۔ وہاں کبرج میں کامیابی سے دقت ختم کر کے جرمنی گیا اور علمی دنیا کے اعلیٰ مدارج طے کر کے واپس آیا شیخ محمد اقبال نے یورپ کے قیام کے زمانہ میں بہت سی فارسی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اس مطالعہ کا خلاصہ ایک محققانہ کتاب کی صورت میں شائع کیا جسے فلسفہ ایران

کی مختصر تاریخ کن چاہیے۔ اسی کتاب کو دیکھ کر جو منی داؤں نے شیخ محمد اقبال کو ڈاکٹر کا علمی درجہ دیا۔ سرکار  
انگریزی کو جس کے پاس مشق کی زبانوں اور علوم کی نسبت براہ راست تدریس کے ذرائع کافی نہیں، جب  
ایک عمر کے بعد معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کی شاعری نے عالمگیر شہرت پیدا کر لی ہے تو اس نے بھی  
ازراہ استدلالی سرکار ممتاز خطاب انہیں عطا کیا۔ اب وہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے نام سے مشہور ہیں۔  
لیکن ان کا نام جس میں یہ لفظ خدا داد ہے نہ نام کا نام ہے اور تخلص کا تخلص ان کی ڈاکٹری اور سرکاری  
زیادہ مشہور اور مقبول ہے۔

سیالکوٹ میں ایک کالج ہے جس میں علمائے سلف کی یادگار اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ایک  
بزرگ مولوی سید میر حسن صاحب علوم ہستی کا درس دیتے ہیں۔ مجال میں انہیں گورنمنٹ سے خطاب  
شمس العالی ملتا ہے۔ ان کی تعلیم کا یہ خاصہ ہے کہ جو کوئی ان سے فارسی یا عربی سیکھے اس کی طبیعت  
میں اس زبان کا صحیح مذاق پیدا کر دیتے ہیں۔ قباں کو بھی اپنی ابتدا سے عربی مولوی سید میر حسن  
سازادہ طبیعت میں علم ادب سے مناسبت قدرتی طور پر موجود تھی۔ فارسی، عربی کی تحصیل مولوی  
صاحب موصوف سے کی سونے پر ہما کا ہو گیا۔ ابھی اسکول میں ہی پڑھتے تھے کہ کلام نوزوں زبان  
سے نکلنے لگا۔ پنجاب میں اردو کا رواج اس قدر ہو گیا تھا کہ ہر شہر میں زبان دان اور شعر و شاعری کا چرچا  
کم و بیش موجود تھا۔ سیالکوٹ میں بھی شیخ محمد اقبال کی طباطبائی کے دنوں میں ایک چھوٹا سا شاعر ہوتا  
تھا۔ اس کے لیے اقبال نے کبھی کبھی غزلیں لکھنی شروع کر دی۔ شعرائے اردو میں ان دنوں نواب مرزا خان  
صاحب داغ دہلوی کا بہت شہرہ تھا اور نظام دکن کے استاد ہونے سے ان کی شہرت اور بھی بڑھ گئی تھی۔  
لوگ جواں کے پاس جا نہیں سکتے تھے ان خط و کتابت کے ذریعہ دور ہی سے ان سے شاگردی کی نسبت  
پیدا کرتے تھے۔ غزلیں ڈاک میں ان کے پاس جاتی تھیں اور وہ اصلاح کے بعد واپس بھیجتے تھے۔ پچھلے  
زمانہ میں جب ڈاک کا یہ انتظام نہ تھا کسی شاعر کو اتنے شاگرد کیسے میسر آ سکتے تھے۔ اب اس سہولت کی وجہ



سے یہ حال تھا۔ سیکڑوں آدمی اس سے غائبانہ مندر رکھتے تھے اور انھیں اس کام کے لیے ایک عمارت اور محکمہ رکھنا پڑا تھا۔ شیخ محمد اقبال نے بھی انھیں خط لکھا اور پند نہاں اصلاحات کے لیے بھیجیں۔ اس طرح اقبال کو اردو زبان و ادب کے لیے جی ایسے استاد سے نسبت پیدا ہوئی جو اپنے وقت میں زبان کی خوبی کے لحاظ سے فن نزل میں بنایا سمجھا جاتا تھا۔ اس ابتداء کی مثال کوئی نہیں دے سکتا۔ تو یہ جو نہ تھیں جن سے بعد ازاں علامہ اقبال نے شہرت پائی مگر جناب داغ بچان کے لیے کہ پنجاب کے ایک در افتادہ ضلع کا یہ خطاب غور کوئی مضمون نزل گو نہیں۔ انھوں نے جلد کہہ دیا کہ کلام میں احمدی کی سنجائش بہت کم ہے اور یہ سلسلہ قلمی بہت دیر قائم نہیں رہا۔ البتہ اس کی یاد دونوں طرف لگتی۔ داغ کا نام اردو شاعری میں ایسا پائے جاتا ہے کہ اقبال کے دل میں داغ سے اس شخص اور غائبانہ تعلق کی بھی قدر ہے اور اقبال نے داغ کی زندگی ہی میں مشہور نام کا وہ درجہ حاصل کر لیا تھا کہ داغ مرحوم اس بات پر فخر کرتے تھے کہ اقبال بھی ان لوگوں میں شامل ہے، جن کے کلام کی انھوں نے اصلاح کی۔ مجھے خود دکن میں ان سے ملنے کا اتفاق ہوا اور میں نے خود ایسے فخریہ کلمات ان کی زبان سے سنے۔

سیکڑوں کے کالج میں ایف اے کے درجہ تک تعلیم تھی۔ بی اے کے لیے شیخ محمد اقبال کو لاہور آنا پڑا۔ انھیں علم فلسفہ کی تحصیل کا شوق تھا اور انھیں لاہور کے مائتدہ میں ایک نہایت شوقی استاد ملا جس نے فلسفہ کے ساتھ ان کی مناسبت دیکھ کر انھیں خاص توجہ سے پڑھانا شروع کیا۔ پروفیسر آرنلڈ صاحب جواب سٹراٹس آرنلڈ ہو گئے ہیں اور انگلستان میں مستقیم میں غیر معمولی قابلیت کے شخص ہیں۔ قوت تحریر ان کی بہت اچھی ہے اور وہ علمی جستجو اور تلاش کے طریقہ جدید سے خوب واقف ہیں انھوں نے چاہا کہ اپنے شاگرد کو اپنے مذاق اور اپنے طریقہ عمل سے متاثر دیں اور وہ اس ارادہ میں بہت کچھ کامیاب ہوئے۔ پہلے انھوں نے علی گڑھ کالج کی پروفیسری کے زمانہ میں اپنے دوست مولانا شبلی مرحوم کے مذاق علمی کے پیچھے کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی۔ اب انھیں یہاں ایک اور جوہر قابل نظر آیا جس کے چمکانے کی آرزو ان کے دل میں پیدا ہوئی اور جو دوستی اور محبت استاد اور شاگرد میں پہلے دن سے پیدا ہوئی

وہ آخر شمس شارد کو اس وقت کے چھپے چھپے انگلستان سے لٹی اور وہاں یہ رشتہ اور بھی مضبوط ہوا اور آج تک قائم ہے۔ آرمیڈڈ فوش سے لہ میری محنت ٹھکانے لگی اور میرا شارد ملی دنیا میں میرے لیے بھی باعث شہرت افزائی ہوا اور اقبال حریف ہے کہ جس مذاقی کی بنیاد سید میر حسن نے ڈالی تھی اور جسے میان میں داغ کے غائبانہ تعارف نے بڑھایا تھا، اس کے آخری مرحلے آرمیڈ کی شفقتانہ دہبری سے عے ہوئے۔

اقبال کو اپنی علمی منازل طے کرنے میں اچھے اچھے رہبر ملے در بڑے بڑے علماء سے سابقہ پڑا۔ ان لوگوں میں کبرج دیویوہی کے جو اکثر سیکٹ لیکچرر تھے، پراڈن، نپلسی اور ساری قابل ذکر ہیں۔ پروفیسر نکلسن تو ہمارے شکر یہ کے خاص طور پر مستحق ہیں، کیونکہ انھوں نے اقبال کی مشہور فارسی نظم ”سربخود“ کا انگریزی ترجمہ کر کے اور اس پر دیباچہ اور حواشی لکھ کر یورپ اور امریکہ کو اقبال سے روشناس کیا۔ سی ملج ہندوستان کی ملی دنیا میں جتنے نامور اس زمانہ میں موجود تھے مثلاً مولانا شبلی مرحوم، مہاراجا حالی مرحوم، اکبر مرحوم، سب سے اقبال کی ملاقات اور خط و کتابت رہی، اور ان کے اثرات اقبال کے کلام پر دور اقبال کا اثر ان کی شبانہ پر پڑا رہا۔ مولانا شبلی سے بہت سے خطوط میں، اور حضرت اکبر نے نہ صرف خطوں میں بلکہ بہت سے اشعار میں اقبال کے کمال پر، عزائم کیا ہے اور اقبال نے اپنی نظم ”میں ان بانگلوں کی جا بجا تعریف کی ہے۔“

ابتدائی شمس کے دنوں کو تھپڑ کر اقبال کا اردو کلام بیسویں صدی کے آغاز سے کچھ پہلے شروع ہوتا ہے۔ ۱۹۰۱ء سے غالباً دو تین سال پہلے میں نے انھیں پہلی مرتبہ لاہور کے ایک شاعر میں دیکھا۔ اس بزم میں ان کو ان کے چند ہم جماعت کھینچ کر لے آئے اور انھوں نے کہہ سن کر ایک غزل بھی پڑھوائی۔ اُس وقت تک لاہور میں لوگ اقبال سے واقف نہ تھے۔ چھوٹی سی غزل تھی۔ سادہ سے الفاظ۔ زمین بھی شکل نہ تھی۔ مگر کلام میں شوخی اور مبہمانہ پن موجود تھا۔ بہت پسند کی گئی۔ اس کے بعد دو تین مرتبہ پھر اسی شاعرہ میں انھوں نے غزلیں پڑھیں اور لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک ہونہار شاعر میدان میں آیا ہے۔ مگر یہ شہرت پہلے پہلے لاہور کے کالجوں کے طلبہ اور بعض ایسے لوگوں تک محدود رہی جو تعلیمی مشاغل سے تعلق رکھتے تھے۔ اتنے میں

ایک دینی شخص تھا مہولی جس نے شاہیہ شریک ہونے سے انکار کر کے خدائے کی اس میں  
 مانا ہے۔ شیخ محمد اقبال نے اس کے ایک جلسہ میں اپنی دو نظمیں میں ”کوہ ہمالہ سے طالب ہے پڑھ کر  
 سنا“ اس میں اندریزی خیالات تھے اور غامبی بنائیں کہیں پر پڑھائی یہ کہ دین پرستی کی چاشنی اس  
 میں تھوڑی تھی۔ اتفاق نہ نہ و ضرورت وقت کے موافق ہونے کے سبب بہت مقبول ہوئی اور کئی طرف سے  
 فرمائشیں ہونے لگیں کہ اسے شائع کیا جائے۔ مگر شیخ صاحب یہ غدار کے کہ ابھی نظر ثانی کی ضرورت ہے  
 اسے چنے ساتھ لے گئے اور وہ اس وقت پہنچنے نہ پائی۔ اس بات کو غور ابھی حرمہ گرا تھا کہ میں نے ادب  
 اردو کی ترقی کے لئے رسالہ مخزن جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ اس اثنا میں شیخ محمد اقبال سے میری دوستانہ  
 ملاقات پیدا ہو چکی تھی۔ میں نے ان سے وعدہ دیا کہ اس رسالہ کے تحت نظم کے لیے دو نئے نام کی نظمیں  
 مجھے دی جائیں گے۔ پہلا رسالہ شائع ہونے لگا کہ میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے کوئی نظم مانگی۔  
 انہوں نے کہا ابھی کوئی نظم تیار نہیں میں نے کہا۔ ”بالہ“ وہی نظم دے دیجیے اور دوسرے مہینے کے لیے  
 کوئی اور لکھیے۔ انہوں نے اس نظم کے دینے میں پس پشیم کی۔ کیونکہ انہیں یہ خیال تھا کہ اس میں کچھ  
 خامیاں ہیں۔ مگر میں دیکھ چکا تھا کہ وہ بہت مقبول ہوئی۔ اس لیے میں نے زبردستی وہ نظم ان سے لے لی۔  
 اور مخزن کی پہلی جلد کے پہلے نمبر میں جو اپریل ۱۹۰۷ء میں نکلا شائع ہوئی۔ یہاں سے گویا اقبال کی اردو شاعری  
 کا پہلا نمبر پر آغاز ہوا، درشت یہ نام جب وہ ولایت گئے پسند کیا جاری رہا۔ اس ترجمہ میں دو نمبر مخزن  
 کے نمبر کے لیے کوئی نہ کوئی نظم لکھنے لگے اور جوں جوں ان کی شاعری کا حال معلوم ہوتا گیا یا ہوا مختلف  
 رسالوں اور اخباروں سے فرمائشیں آنے لگیں اور انہیں اور مجھ سے درخواستیں کرنے لگیں کہ ان کے سالانہ  
 جلسوں میں لوگوں کو وہ اپنے کلام سے محظوظ کریں۔ شیخ صاحب اس وقت طالب علمی سے فارغ ہو کر گورنمنٹ  
 کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے تھے اور دن رات علمی صحبتوں اور مشاغل میں بسر کرتے تھے طبیعت زوردار پر تھی شعر  
 کہنے کی طرف تہاں وقت مائل ہوتے تو غنیمت کی آمد ہوتی تھی۔ ایک ایک نشست میں ہشاد شعر ہوجاتے تھے  
 ان کے دوست اور جنس طالب علم جو پاس ہوتے۔ پیشل کاغذ لے کر لکھتے جاتے اور وہ اپنی دھن میں کہتے جاتے



میں نے اس زمانہ میں انہیں کبھی کاغذ قدم کے رقعہ سن کرتے نہیں دیکھا۔ موزوں الفاظ کا ایک دریا بہتا یا ایک حشر بڑا معلوم ہوتا تھا۔ ایک خاص کیفیت رقت کی غوماں بر ملا دی ہوتی تھی جسے اشعار سرلی آواز میں ترنم سے پڑھتے تھے۔ بخود دہر کر تے اور دوسروں کو جہ میں لاتے تھے۔ یہ عجیب خصوصیت ہے کہ حافظ ایسا پایا ہے کہ جتنے شعر اس طرح زبان سے نکلیں اور وہ ایک مسلسل نظم کے ہر قوسب کے سب دوسرے وقت اور دوسرے دن، اسی ترتیب سے حافظہ میں محفوظ ہوتے ہیں۔ پس ترتیب سے دو کئے گئے تھے۔ اور درمیان میں خوردہ نہیں قبضہ بھی نہیں کرتے۔ مجھے بہت سے شراک بنم نشینی کا موقع ملا ہے اور بعض کو میں نے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ رگاب کسی اور میں نہیں دیکھا۔ اقبال کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ ہر موزوں مطلع و حسب فرمائش شعر کہنے سے قاصر ہے۔ جب صحبت خود مال نظم موز جتنے شعر چاہے کہہ دے۔ مگر یہ کہ ہر وقت اور ہر موقع پر حسب فرمائش وہ کچھ کہہ سکے۔ یہ قریب قریب ناممکن ہے۔ اسی لیے جب ان کا نام نکلا اور فرمائشوں کی جہ۔ یہ تو انہیں اکثر فرمائشوں کی تعمیل سے انکار ہی کرنا پڑا۔ اسی طرح انہوں اور مجالس کو بھی دو غوماں جواب سی دیتے رہتے۔ غصہ لاہور کی غم حمایت اسلام کو بہتر وجود کے سبب ہر موقع ملا کہ اس کے راز جلسوں میں کہنی سنا تو اقبال نے اپنی نظم سنانی جو خاص اسی جلسہ کے لیے لکھی جاتی تھی اور جس کی لہر دو پہیے سے کرتے رہتے تھے۔

اول اول جو نظمیں جلسہ عام میں پڑھی جاتی تھیں۔ تحت اللفظ پڑھتی جاتی تھیں اور اس طرز میں بھی ایک لفظ تھا۔ مگر بعض دوستوں نے ایک مرتبہ جلسہ عام میں شیخ محمد اقبال سے یہ اصرار کیا کہ وہ نظم ترنم سے پڑھیں۔ ان کی آواز قدرتا بلند اور خوش آئند ہے۔ طرز ترنم سے بھی خاصہ واقف ہیں۔ ایسا ماں بندہ کر سکوت کا عالم پیدا اور لوگ جھومنے لگے۔ اس کے دو نتیجے ہوئے۔ ایک یہ کہ ان کے لیے تحت اللفظ بڑھنا مشکل ہو گیا جب کبھی پڑھیں لوگ اصرار کرتے ہیں کہ سنے سے پڑھا جائے اور دوسرا یہ کہ پہلے تو خواص ہی ان کے کلام کے قدر دان تھے اور اس کو سمجھ سکتے تھے۔ اس کشش کے سبب عوام بھی کھینچ آئے۔ لاہور میں جلسہ حمایت اسلام میں جب اقبال کی نظم پڑھی جاتی ہے تو دس دس ہزار آدمی ایک وقت میں جمع ہوتے

میں اور جب تک نظم پڑھی جائے لوگ دم بخود بیٹھے رہتے ہیں جو سمجھتے ہیں وہ مجھ کو درجہ نہیں سمجھتے وہ بھی محو ہوتے ہیں۔

۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۷ء تک اقبال کی شاعری کا ایک دوسرا دور تھا جو ہوا یہ دو زمانہ ہے جو  
خوش نے یورپ میں بسر کیا۔ گروہاں انہیں شاعری کے لیے نیا شامہ وقت ملا اور ان نظموں کی تعداد جو وہاں  
کے قیام میں لکھی گئیں خود ہی سے مراد ہیں۔ ایک خاص زمانہ وہاں کے مشاہدات کا نظر آتا ہے۔ اس  
زمانے میں دو بڑے نعیران کے خیالات میں آئے۔ ان تین سالوں میں سے دوسرا ایسے تھے جن میں  
بھی وہیں قیام تھا اور انہیں طاق کے موقعے ملے رہتے تھے۔ ایک دن شیخ محمد اقبال نے مجھ سے کہا  
کہ ان کا ارادہ مستم ہو گیا ہے کہ وہ شاعری کو ترک کر دیں۔ قسم کھالیں کہ نہ نہیں کہیں گے اور جو وقت  
شاعری میں صرف ہوتا ہے اسے کسی اور مفید کام میں نہ صرف کریں گے۔ میں نے ان کی شاعری  
ایسی شاعری نہیں سمجھی تھی کہ چاہیے بلکہ ان کے کام میں وہ تاثیر ہے جس سے ممکن ہے کہ ہماری  
درماندہ قوم اور ہمارے کم نصیب ملک کے امراض کا علاج ہو سکے اس لیے ایسی مفید خدا و طاقت کو بکا  
کرنا درست نہ ہوگا۔ شیخ صاحب کچھ قائل ہوئے کچھ نہ ہوئے اور یہ قرار پایا کہ آئندہ صاحب کی رائے پر آخری  
فیصلہ چھوڑا جائے۔ اگر وہ مجھ سے اتفاق کریں تو شیخ صاحب اپنے ارادہ ترک شعر کو بدل دیں اور اگر وہ  
شیخ صاحب سے اتفاق کریں تو ترک شعر اختیار کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ علمی دنیا کی خوش قسمتی تھی کہ آئندہ  
صاحب نے مجھ سے اتفاق رائے کیا اور فیصلہ یہی ہوا کہ اقبال کے لیے شاعری کو چھوڑنا جائز نہیں اور  
جو وقت وہ اس شغل کی فکر کرتے ہیں وہ ان کے لیے بھی مفید ہے اور ان کے ملک و قوم کے لیے بھی مفید ہے ایک  
تغیر جو ہمارے شاعر کی طبیعت میں آیا تھا اس کا توڑیں خاتمہ ہوا۔ مگر دوسرا تغیر ایک چھوٹے سے آغاز سے  
ایک بڑے انجام تک پہنچا یعنی اقبال کی شاعری نے فارسی زبان کو اردو زبان کی جگہ اپنا ذریعہ  
اظہار و خیال بنالیا۔

فارسی میں شعر کہنے کی رغبت اقبال کی طبیعت میں کئی اسباب سے پیدا ہوئی ہوگی اور میں سمجھتا ہوں کہ

انہوں نے اپنی کتاب حالات مسکون کے متعلق کہنے کے لیے جو سب مبینہ کی اس کو بھی ضرور اس تغیر مذاق میں دخل ہو گا۔ اس کے علاوہ وہ جوں جوں ان ہستیاء علم فلسفہ کے متعلق رہ سوتا یا اور ذہنی خیالات کے ظہار کو بھی پایا تو انہوں سے دیکھا کہ فارسی کے مقابہ میں اردو کا سرمایہ بہت کم ہے اور فارسی میں کسی فائدے سے اور جملے مانچے میں ڈھکے ہوئے ایسے جتنے ہیں جن کے مطابق اردو میں فائدے ڈھکے آسان نہیں۔ اس لیے وہ فارسی کی طرف مائل ہو گئے۔ مگر بنا بہر حق حیرت سے واقعہ ہے کہ فارسی گوئی کی ابتدا ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ ایک دوست کے پاس مدعو تھے جہاں ان سے فارسی اشعار سنائے کی فرمائش ہوئی اور چونکہ وہ فارسی شعر بھی کہتے ہیں یا نہیں۔ انہیں اختلاف برپا ہوا کہ انہوں نے سوائے ایک اور شعر بھی کہنے کے فارسی لکھنے کی کوشش نہیں کی مگر کچھ ایسا وقت تھا اور اس فرمائش نے ایسی تحریک ان کے دل میں پیدا کی کہ دعوت سے واپس آکر سب سے پہلے فارسی وقت وہ شاید فارسی اشعار کہتے رہے اور جب اٹھتے ہی جو کچھ سے ملے تو آواز غزلیں فارسی میں تیار تھیں جو انہوں سے زبان بگھٹے سنائیں۔ ان غزلوں کے کہنے سے انہیں اپنی فارسی گوئی کی قوت کا حال معلوم ہوا جس کا یہیہ خیال ہے اس طرح اتنی نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد واپس سے واپس آنے پر کچھ کہیں۔ وہ ان کی تھیں جی کہتے تھے۔ مگر طبیعت کا رُش فارسی کی طرف ہو گیا۔ یہ ان کی شاعری کا تیسرا دور ہے جو مشرق کے بعد سے شروع ہوا اور جواب تک چل رہا ہے۔ اس عرصہ میں اردو میں بھی بہت سی شاعری اور اچھی اچھی شاعری کی دوسری شمع لگی۔ مگر اصل کام جس کی طرف وہ منوجہ ہو گئے۔ وہ ان کی فارسی مشنوی اسرار خودی تھی۔ اس کا خیال دیر تک ان کے دماغ میں رہا اور رفتہ رفتہ دماغ سے صفحہ قرطاس پر اترنے لگا اور آخر ایک مستقل کتاب کی صورت میں ظہور پذیر ہوا جس سے اقبال کا نام ہندوستان سے باہر بھی مشہور ہو گیا۔

فارسی میں اقبال کے قلم سے تین کتابیں اس وقت تک نکلی ہیں: "اسرار خودی"، "رموز بے خودی" اور "پیام شرق"۔ ایک سے ایک بہتر۔ پہلی کتاب سے دوسری میں زبان زیادہ سادہ اور عام فہم ہو گئی ہے اور تیسری دوسری سے زیادہ سلیس ہے۔ جو لوگ اقبال کے اردو کلام کے دلدادہ ہیں وہ فارسی نظموں کو



فارسی گوئی کا ایک اثر قباں کے اردو کلام پر یہ ہوا ہے کہ جنشیں اردو میں ذورِ سوم میں لکھی گئی ہیں ان میں سے اکثر میں فارسی ترکیبیں اور فارسی بندشیں پختے سے بھی زیادہ ہیں اور بعض جگہ فارسی اشعار پر نہیں کی گئی ہے۔ گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اشعارِ علم جو فارسی کے میدان میں گھوم زن ہے اس کی باگ کسی قدر تکلف کے ساتھ اردو کی طرف ٹوٹتی جا رہی ہے۔

اقبال کا اردو کلام جو وقتاً فوقتاً سنہ ۱۹۰۳ء سے یکے آج تک رسالوں اور اخباروں میں شائع ہوا اور انجمنوں میں پڑھا گیا، اس کے مجموعے کی اشاعت کے بہت لوگ خواہاں تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے احباب بار بار اتھاٹا کرتے تھے کہ اردو کلام کا مجموعہ شائع کیا جائے۔ مگر نئی وجوہات سے آج تک مجموعہ اردو شائع نہیں ہو سکا۔ خاصہ یہ کہ شکر ہے کہ آخراپ شائقین کلام اردو کی یہ دیرینہ آرزو برآئی۔ اور اقبال کی اردو نظموں کا مجموعہ شائع ہوتا ہے۔ جو دو صد ہائے صفحوں پر مشتمل ہے اور تین حصوں پر منقسم ہے۔

سے بیکر آج تک کا اردو کلام ہے۔ یہ دعویٰ سے کہا جاسکتا ہے کہ اردو میں آج تک کوئی ایسی کتاب اشعار کی موجود نہیں ہے، جس میں خیالات کی یہ فراوانی ہو اور اس قدر مطالب و معانی یکجا ہوں اور کیوں نہ ہو ایک صدی کے چارہ حصے کے مطالعے اور تجربے اور مشاہدے کا پتھر اور سیر و سیاحت کا نتیجہ ہے بعض نظموں میں ایک ایک شعر اور ایک ایک منہ۔ ایسا ہے کہ اس پر ایک مستقل مضمون لکھا جاسکتا ہے۔ مختصر مضمون جو بطور دیباچہ لکھا گیا ہے اس میں مختلف نظموں کی تشبیہ یا مختلف اوقات کی نظموں کے باہم مقابلہ کی گنجائش نہیں۔ اس کے لیے اگر ہوسکتا تو میں کوئی اور موقع تلاش کروں گا۔ سرِ دست میں صاحبانِ ذوق کو سارے کمال دیتا ہوں کہ اردو کلیاتِ اقبال ان کے سامنے رسالوں اور علامہ سکنس کے اوراق پریشاں سے نکل کر ایک مجموعہ و پسندیدگی کی شکل میں جلوہ گر ہے اور یہ سب سے کہ جو ٹولہ مدت سے اس مقام کو یکجا دیکھنے کے مشتاق تھے، وہ اس مجموعہ کو شوق کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور دل سے اس کی قدر کریں گے۔

آخر میں اردو شاعری کی طرف سے میں یہ درخواست قابلِ مہلت سے کرتا ہوں کہ وہ اپنے دل و دماغ سے اردو کو وہ حصہ دیں جس کی وہ مستحق اور محتاج ہے۔ خود انہوں نے غالب کی تعریف میں چند بند لکھے ہیں جن میں ایک شعر میں اردو کی حالت کا صحیح نقشہ کھینچا ہے۔

گیسوئے اردو ابھی منت پذیرِ شان ہے  
تمتع یہ سودائی دل سوزی پروانہ ہے

ہم ان کا یہ شعر پڑھ کر ان سے یہ کہتے ہیں کہ جس احساس نے یہ شعرا ان سے نکلوایا تھا اس سے کام لے کر اب وہ پھر کچھ عرصہ کے لیے گیسوئے اردو کے سنوارنے کی طرف توجہ ہوں اور ہمیں موقع دیں کہ ہم اسی مجموعہ اردو کو جو اس قدر دیر کے بعد چھپا ہے، ایک دوسرے کلیاتِ اردو کا پیش خیمہ بنائیں۔



# حصہ اول

(..... ۱۹۰۵ء تک)





# حصہ اول

ہم

اے بھالہ! اے فکیل کشور ہندوستان؛ چو تاسے تیری پشانی کو جھک کر آسمان  
 تجھ میں کچھ پیدا نہیں دیر نیہ دزی کے نشان تو جواں ہے گردشِ شام و سحر کے درمیان  
 ایک جلوہ تھا کلیمِ طورِ سینا کے لیے  
 تو تجلی ہے سراپا چشمِ بنیا کے لیے

استخوان پہ بٹس ہرے کوستان ہے تو پاساں اپناستے تو دیور ہندستان ہے تو  
 شعلہ آدل نکاح جس کا ہوا وہ دیوں ہے تو سکونے خلوت گاؤں دہن کشانساں ہے تو

برف نے بانہ تھی ہے تہا فضیلت تیرے سر

خندہ زن ہے جو کلاؤ مہر عالم تاب پر

تیری عمر رفتہ کی اک آن ہے غم کہن وادیوں میں تیری کالی گشتائیں خمیہ زن  
 چوہیں تیری شریا سے ہیں سدر گرم سخن تو زیں پراور پھنسا سے فلک تیرا وطن

چشمہ دامن ترا آئینہ سیال ہے

دامن موج ہوا جس کے لیے رمال ہے

اب کے ہاتھوں میں ہوا ہے اس کے واسطے نازیانہ سے دیار برق سدر کوہ سارنے  
 اے ہمالہ کوئی بازی گاہ ہے تو بھی جسے دست قدرت نے بنایا ہے غماصر کے لیے

ہائے کیا فرط طرب میں جھوٹا جاتا ہے ابر

فیل بے زنجیر کی صورت اڑ جاتا ہے ابر

جنش موج نسیم صبح گوارہ بنی جھومتی ہے نشہ ہستی میں ہر گل کی کلی  
 یوں بان بول سے گویا ہے اس کی خاموشی دست پنچپیں کی جھٹک میں نے نہیں دیکھی کبھی

کہہ رہی ہے میری خاموشی ہی افسانہ مرا

کنج خلوت خانہ قدرت ہے کاشانہ مرا

آتی ہے ندی فرا کوہ سے گاتی ہوئی      کوثر و نسیم کی موجوں کو شہنائی ہوئی  
آئینہ سا شاہِ قدرت کو دکھائی ہوئی      سنگِ رود سے گاہِ بچتی گاہِ ٹکراتی ہوئی

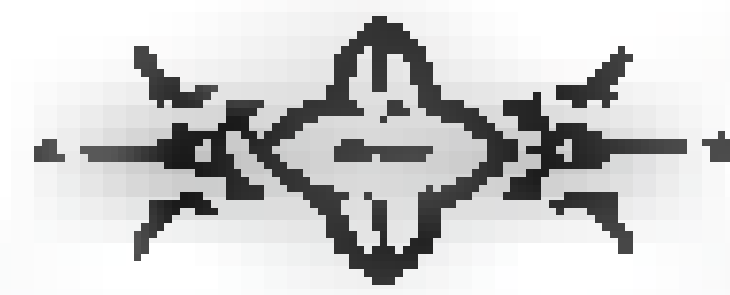
چھیڑتی جا اس عراق و نشیں کے ساز کو  
اے مسافر! دل سمجھتا ہے تھی اواز کو

یہی شب بھولتی ہے آکے جبِ لبِ سا      دامنِ دل کھینچتی ہے آفتاروں کی صدا  
و دشمنیِ شام کی جس پر تکم ہوتا      وہ دختوں پر قلمِ کرا کا سماں چھایا ہوا

کانپتا پتھر ہے کیا رنگِ شفق کہسار پر  
خوشنما لگتا ہے یہ نازہ تر سے رخسار پر

اے حمالہ! داستانِ اُس وقت کی کوئی بنا      مسکن آجائے انسان جب بنا دامنِ ترا  
کچھ بتا اس سیدِ حسی سادی زندگی کا ماجرا      داغ جس پر غارِ رنگِ تکلف کا نہ تھا

ہاں دکھائے اے تصورِ پیر و بیچ و شام تو  
دور پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو



## گلِ رنگین

تو شناساتے غراشِ عقدہ شکل نہیں اے گلِ رنگین ترسے پہو میں شاید اں نہیں  
زیبِ محفل ہے شرابِ شورشِ محفل نہیں یہ فراغتِ بزمِ ہستی میں مجھے محفل نہیں

اس چین میں ہیں سدا پاسور و سازِ آرزو

اور سیریِ زندگانی سے گدازِ آرزو

تو زلفِ شاخ سے تنجد کو مرا آئیں نہیں یہ نقشِ غیر از کاوِ چشم صورت ہیں نہیں  
اے یہ دستِ بنا جو اے گلِ رنگین نہیں کس طرح تنجد کو یہ بجاؤں کہ میں گل چیں نہیں

کامِ مجھ کو دیدہ حکمت کے الجھیروں سے کیا

دیدہ بلبل سے ہیں کرتا ہوں نطسٹ اور ترا

سوزِ بانوں پر بھی خاموشی تجھے منظور ہے راز وہ کیا ہے ترے سینے میں جو مستور ہے  
بہری صورت تو بھی اک برکِ یاسِ طلوع ہے ہیں چین سے دور ہوں تو بھی چین دور ہے

مظنن ہے تو پریشاںِ مشلِ پورہتا ہوں میں

زخمی ششیرِ ذوقِ جستجو رہتا ہوں میں

یہ پریشانی مری ساءِ جمعیت نہ ہو یہ جگر سوزی چرخِ خانہِ حکمت نہ ہو  
نا توانی ہی مری سدا یہ قوت نہ ہو رشکِ جامِ حجمِ مرا آئینہِ تحیرت نہ ہو



یہ تلاشِ مثلِ شمعِ جہاں افروز ہے  
توسنِ ادراکِ انساں کو حسِ اہم آموز ہے

## طفسِ عہدِ ملی

تختِ دیارِ زمین و آسماں میرے لیے      وسعتِ آغوشِ مادرِ اک جہاں میرے لیے  
حقِ برانِ جنبشِ نشانِ طغیانِ میرے لیے      حرفِ بظلیبِ تخی خود میری باں میرے لیے  
دردِ طفسِ ملی میں اگر کوئی رلاتا تھا مجھے  
شورشِ زنجیرِ در میں لطفِ آتھا مجھے  
تکتے رہنا تھے اودھ پودے تک سوتے تھے  
پوچھا رہے تھے اس کے کود و صحرا کی خبر  
اور وہ حیرتِ دروغِ منہایتِ امیر پر  
آنکھ دقفِ دیدِ تخی، لبِ نعلِ گفتار تھا  
دل نہ تھا میرا سدا پا ذوقِ استفسار تھا



## مرزا غالب

فکرِ انساں پر تیری ہستی سے یہ روشن ہوا      سب پر مرچِ تنخیں سل و سالی تاکج  
تجہ سرا پارِ روح تو، بزمِ سخنِ پیکرِ ترا      زیبِ نخل بھی رہا، نخل سے پنہاں بھی رہا  
دید تیری آنکھ کو اس حسن کی منظور ہے

بن کے سوزِ زندگی ہر شے میں ہو متور ہے

مخملِ ہستی تیری ربط سے سبے سرمایہ دار      جس طرح ندی کے انعموں سے سکوتِ کوہِ سار  
تیرے فردوسِ نخل سے سبے قدرت کی بہار      تیری کشتِ فکر سے اگتے ہیں عالمِ سہزاد وار  
زندگیِ مشعر ہے تیری شوخیِ تحسیر میں  
تابِ گویائی سے جنبش ہے لبِ تصویر میں

لفظ کو سونا زہیں تیرے لبِ اعجاز پر      محو حیرت ہے ثریا رفعت پر واز پر  
شاہدِ مضمونِ صدق ہے تیرے انداز پر      خندہ زن ہے غنچہ دلی گلِ شیراز پر  
آہ تو اُجڑی سوتی دلی میں راہِ بید ہے  
گلشنِ دبیر میں تیرا رسمِ خواہید ہے

لطفِ گویائی میں تیری ہمسری ممکن نہیں      ہو نخل کا نہ جب تک فکرِ کامل ہم نشین

ویر - جرمنی کا مشہور شاعر گوٹے اس جگہ مدون ہے۔

ہائے آب کیا ہو گئی بندہاں کی سرسبزیاں ! آہ اے نظارہ آموز نگاہ نکستہ ہیں !

گیسوئے اردو ابھی مشت پذیر شاہ ہے

شمع یہ سودائی دل سوزنی پڑا نہ ہے

اے جہان آباد اے گوارہ غم و ہنر ہیں سراپا نامہ خاموش تیرے بام و در

فترے فترے میں تھے خوابید ہیں شمس و مہر یوں تو پوشیدہ ہیں تیری خاک میں لاکھوں گھر

دفن تجھ میں کوئی فخر و زکا را کیا بھی ہے؟

تجھ میں پناہ کوئی موتی آباد کیا بھی ہے؟

## ایر کو ہمار

ہے بلندی سے فلک بوس نشیمن میرا ایرکسار ہوں گل پاش ہے امن میرا

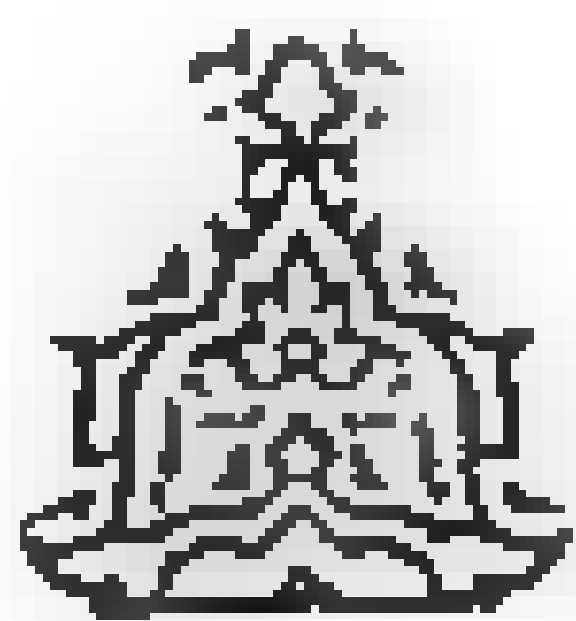
کبھی صحرائے گمراہی گھڑا رہے مکن میرا شہر دیرانہ مرا بجز مرا ، بن میرا

کسی دادی ہیں جو منظور ہو سونا مجھ کو

سبز کوہ ہے محل کا بچھونا مجھ کو

مجھ کو قدرت نے سکھایا ہے درافشاں ہونا ناقہ شاد رحمت کا حدی خواں ہونا

غم زدے دیں افسردہ دہشتاں ہوں      رونقِ بزمِ جوانان کستاں ہوں  
 بن کے بیسوزنِ بستی پہ بکھرتا ہوں  
 ثنائیہ مودِ جہنم سے سناٹا ہوں  
 دور سے دیدہ امید کو ترستا ہوں      کسی بستی سے جو ناموش گزرتا ہوں  
 سیر کرتا ہوں دم سب جو آتا ہوں      بالیاں نہر کو گر داب کی پہناتا ہوں  
 سبز مرغِ خوشی کی آئینہ میں  
 زادہ بھڑوں پروردہ خورشید میں  
 چشمہ کوہِ کوہی شورشِ قلم میں نے      اور پرندوں کو کیسا محوِ ترنم میں نے  
 سر پہ سبزہ کے کھڑے ہو کے کہا تم میں نے      غنچہ گل کو دیا ذوقِ تبسم میں نے  
 فینس ستیرے غونے میں شبتانوں کے  
 جھونپڑے دارن کسار میں ہفتانوں کے





## ایک مکڑا اور مکی

(ماخوذ)

## بچوں کے لیے

اَلک دُنیا سنی مکتی سے یہ کہنے لگا مکڑا  
 لیکن مری کٹیا کی نہ جاائی کبھی قسمت  
 غیروں سے نہ ملیے تو کوئی بات نہیں ہے  
 او جو مرے لئے میں تو عزت ہے یہ میری  
 مکتی نے سنی بات جو مکڑے کی تو بولی

اس راہ سے جوتا ہے لہر روز تمہارا  
 جھوٹے سے کبھی تم نے یہاں پاؤں رکھا  
 اپنوں سے مگر چاہیے یوں کھینچ کے زربنا  
 وہ سامنے بیٹھتی ہے جو منظور ہو آنا  
 حضرت! کسی نادان کو دیکھ گایہ جھوکا!

اس جال میں مکتی کبھی آنے کی نہیں ہے

جو آپ کی بیٹھتی ہے چڑھتا ہے نہیں اُترا

مکڑے نے کہا: واو! فریبی بھگے بھگے  
 منشور تمہاری بھگے خاطر مکتی، ورنہ  
 اُرتی جونی آتی ہو خدا جاسے کہاں سے  
 اس گھر میں کئی تم کو دکھانے کی ہیں چیزیں  
 شکے ہوئے لہر اڑوں پہ باریک ہیں پردے

تم سا کوئی نادان زمانے میں نہ ہوگا  
 کچھ فائدہ اپنا تو مرا اس میں نہیں تھا  
 خیر جو بگے گھر میں تو ہے اس میں بُرا کیا؟  
 باہر سے نظر آتا ہے چھوٹی سی کٹیا  
 دیواروں کو آئینوں سے ہے میں نے سجایا

مہمانوں کے آرام کو مانہ ہیں بچپونے  
 ہر شخص کو سہارا یہ تیر نہیں ہوتا  
 کفّی نے کہا نہیں یہ سب ٹھیک ہے تین  
 میں آپ کے گم آؤں یہ اسی نہ رکھنا  
 ان نرم بچپونوں سے خدا مجھ کو بچا ہے  
 سو جائے کوئی نہ یہ تو کچھ اٹھ نہیں سکتا !

مکڑے نے کہا دل میں اپنی بات جو اس کی  
 سو کا منہ نہ دے سکتے ہیں جہاں میں  
 یہ سونے کے کتھی سے کہا اس نے بڑی بی !  
 ہوتی ہے اُسے آپ کی صورتِ محبت  
 انہیں میں کہ میرے کی چپکتی ہوئی کنیاں  
 یسین یہ پوشاک یہ خوبی یہ سفائی !  
 کتھی نے سنی جب یہ خوشامد تو یہ بھی  
 انکار کی عادت کو سمجھتی ہوں براہیں  
 یہ بات کہی اور اڑی اپنی جگہ سے  
 پھانسیوں کے کس طرح یہ محبت ہے دانا  
 دیکھو جسے دنیا میں خوشامد کا سبب بنا  
 اللہ نے بخشا ہے بڑا آپ کو ترس !  
 جو جس نے کبھی ایک نظر آپ کو دیکھا  
 سر آپ کا اللہ نے کتھی سے سبب یا  
 پھر اس پر قیامت ہے یہ اتنے بڑے گانا  
 بولی کہ نہیں آپ سے محب کو کوئی کھٹکا  
 سچ یہ ہے کہ دل توڑنا اچھا نہیں ہوتا  
 پس آئی تو مڑے نے چل کر اسے پکڑا

بھوکا تھا کئی روز سے اب ہاتھ جو آئی  
 آرام سے کھسکے بیٹھے کے مکھی کو اڑایا

## ایک پہاڑ اور گلہری

(ماخوذ از امیرسن)

## بچوں کے لیے

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا اک ٹہسری سے  
 ذرا سی چیز ہے۔ اس پر غرور کیا کہنا!  
 خدا کی شان ہے، چیز چیز بن جائیں!  
 نرمی بساط ہے کیا میری شان کے آگے؟  
 جو بات مجھ میں ہے تجھ کو شبہ نہ سب کہاں  
 کہا یہ سن کے گلہری نے منہ سنبھال ڈرا  
 جو میں بڑی نہیں تیری طرح تو کس پہاڑ!  
 ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے  
 بڑا جہان میں تجھ کو بنا دیا اُس نے  
 قدم اٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تجھ میں  
 جو تو بڑا ہے تو مجھ سا ہنر دکھا مجھ کو  
 نہیں ہے چیز بگٹی کوئی زمانے میں

تجھے ہوشم تو پانی میں جا کے دب گئے  
 نینتیں اور یہ سمجھ، شمعور کیا کہنا!  
 جو بے شعور ہوں یوں تمہیں بن جائیں!  
 زمیں ہے پست مری آن بان کے آگے  
 بھلا پہاڑ کہاں، جانور غریب کہاں!  
 یہ کچی باتیں ہیں دل سے انہیں نکال ڈرا!  
 نہیں ہے تو بھی تو آخر مری طرح چھوٹا  
 کوئی بڑا، کوئی چھوٹا ایسا کی حکمت ہے  
 مجھے درخت پہ چڑھنا رکھا دیا اُس نے  
 نرمی بڑائی ہے! خوبی ہے اور کیا تجھ میں  
 یہ چھال سب ہی ذرا توڑ کر دکھ مجھ کو  
 کوئی بڑا نہیں قدرت کے کارخانے میں

# ایک گائے اور بکری

(ماخوذ)

## بچوں کے لیے

اک چرواہا: بھری بھری خنکسین  
کیسے اس بھار کا بوجھ بھریں  
تھے اندروں کے بے شمار دخت  
ٹھنڈی ٹھنڈی سوائیاں آتی تھیں  
سہی اندی کے پاس اک بکری  
جب ٹھہر کر ادھر ادھر دیکھیا  
پہلے جھک کر اسے سلام کیا  
کیوں بڑی بی! مزاج کیسے ہیں!  
کت رہی بنے بڑی خنکسلی اپنی

تنہی سراپا بسا جس کی زمیں  
بہ طرف صاف تیاں تھیں روں  
اور پسپیل کے سایہ دار دخت  
ظاہروں کی سدا نہیں آتی تھیں  
چرتے چرتے کہیں سے آنکلی  
پاس اک گائے کو کھڑے پایا  
پھر سینے سے یوں کلام کیا  
گائے بولی کہ خنکسرا چلتے ہیں  
سے نصیبت ہیں زندگی اپنی



جان پر آہنی سہ، کیا کیے !  
 بختی بوجھ سنگ کی نشان کو ہیں  
 زبردست نہیں شریروں کا  
 آدمی سے کوئی جسد نہ کرے  
 دودھ کم دوں تو بڑ بڑاتا ہے  
 جھکنا دُش سے غلام کرتا ہے !  
 اس کے بچوں کو پائنتی ہوں ہیں  
 بدستہ سبکی کے یہ بڑائی ہے  
 سن کے بکریں یہ عاجز اسارا  
 بات چیتی ہے بے مزہ انگلیتی  
 یہ چرگہ یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہو،  
 ایسی نرستیاں ہیں نصیب کہاں !  
 یہ مرنے آدمی کے دم سے ہیں  
 اس کے دم سے ہے اپنی آبادی  
 شوخ کاناہوں ہیں سبے خشکا  
 ہم پر احسان ہے بڑا اس کا

اپنی قسمت بڑی ہے، کیا کیے !  
 رو رہی ہوں بڑوں کی جان کو ہیں  
 پیش آیا لکھن انبیہوں کا  
 اس سے پاؤں پرستے خدا نہ کرے  
 ہوں جو دلی، تو بیچ کھاتا ہے  
 کوئی سبزیوں سے ام کرتا ہے !  
 دودھ سے جان دالتی ہوں ہیں  
 میرے امہ اتھری، بانی سب !  
 بولی، ایسا گلہ نہیں اچھا  
 ہیں کہوں گی گھر خدا لگتی  
 یہ مہری لٹا کس در پہ سایا  
 یہ کہاں ہے زباں غیب کہاں !  
 لطف ماسے ہی کے دم سے ہیں  
 قدھم کو بھلی، کہ آزادی ؟  
 داں کی گزران سے بچا ہے خدا !  
 ہم کو زیب نہیں لگا۔ اس کا

دست در آرام کی اگر سمجھو آدمی کا کبھی سکھ نہ کرو  
 گھٹے سُنکر یہ بات شرمائی آدمی کے گھٹے سے پست تائی  
 دل میں پرکھا بھلا بُرا اُس نے اور کچھ سوچ کر کس اس نے  
 یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی  
 دل کو نلتی ہے بات بکری کی !

## بچے کی دُعا

(ماخوذ)

## بچوں کے لیے

سب پر آتی ہے دُعا بن کے تفت میری زندگی شمع کی صورت ہو حنایا میری !  
 دُور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے ہر جگہ میرے چپکنے سے جالا ہو جائے !  
 ہو کے دم سے یونہی میٹھے دُشمن کی زینت جس طرح بھول سے ہوتی ہے تمہیں کی زینت  
 زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب ! علم کی شمع سے ہو محب کو محبت یارب !  
 سو مرا کام غمخسریوں کی حمایت کرنا در دُشمن دُشمن ضعیفوں سے محبت کرنا  
 مرے اُٹھ! بُرائی سے بچانا مجھ کو نیک ہو راہ ہو اس ہ پہ چلانا مجھ کو

## ہمدردی

(مانتو ڈازویم کوپر)

## بچوں کے لیے

ٹہنی پکشی شب کی تنہا  
 کہتا تھا کہ رات سہ پہر آئی  
 پہنچوں کس طرح آتشیاں تک  
 سن کر بلبل کی آواز اری  
 حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے  
 کیا غم ہے جو رات ہے اندھیری  
 اللہ نے دی ہے مجھ کو شعل  
 بلبل بخت کوئی ادا کس بیٹیا  
 اڑنے چگنے میں دن گزارا  
 ہر چیز چھپا گیا اندھیرا  
 جگنو کوئی پاس ہی سے بولا  
 کیسے اہوں اگرچہ میں ذرا سا  
 میں راہ میں روشنی کروں گا  
 چمکا کے مجھے دیا بنایا

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے

آتے ہیں جو کام دوسروں کے



# ماں کا خواب

(نثر)

## بچوں کے لیے

میں سوئی جواک شب دیکھ یہ خواب  
یہ دیکھا کہ میں سباری ہوں کہیں  
لڑنا تھا اور سے مرا بال بال  
جو کچھ جو مسئلہ پائے آگے بڑھی  
زمرد سی پوشاک پہنے ہوئے  
دھوپ پہ پہنے آگے پیچھے واں  
ایسی سوچ میں تھی کہ میرا پر  
دو پیچھے تھا ورنہ سبز چٹا نہ تھا  
کہا میں نے پہچان کر میری جہاں  
جدائی میں رہتی ہوں میں بے قرار  
نہ پروا حساسی دار تم نے کی  
جو بچے نے دیکھا مرا ہیج و تاب

بڑھا اور جس سے مرا غم طراب  
اندھیرا ہے اور راہ ملتی نہیں  
قدم کا تھا دہشت سے اٹھنا محال  
تو دیکھا قطار ایک لڑکوں کی تھی  
ٹپے سرب کے ہاتھوں میں جلتے ہوئے  
خدا جانے جانا تھا ان کو کہاں  
مجھے اس جماعت میں آیا نظر  
دیا اس کے ہاتھوں میں جلتا نہ تھا  
مجھے چھوڑ کر آگئے تم کہاں؟  
پروٹی ہوں ہر روز اشکوں کے کنار  
ٹپے چھوڑا اچھی وقت تم نے کی  
دیا اس نے منہ پھیر کر یوں جواب



رلاتی ہے تجھ کو بدلتی مری      نہیں اس میں کچھ بھی تبدلتی مری  
 کیسے دیکھو دیکھ چپ رہا      دیا پھر دکھا کر یہ کہنے لگا  
 سمجھتی ہے تو ہو گیا کیا اسے؟  
 ترے آنسوؤں نے بجایا اسے!

## پرندے کی فریاد

### بچوں کے لیے

آتا ہے یاد محب کو گزرا ہوا زمانہ      دو باغ کی بہاریں دسب کا چھانا  
 آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی      اپنی خوشی سے آنا اپنی خوشی سے جانا  
 گنتی ہے پوٹل پڑا تا ہے یاد جس دم      شبنم کے آنسوؤں پر کلیوں کا مس کرنا  
 وہ پیاری پیاری صورت کاٹنی کی صورت      آباد جس کے دم سے تھا میرا شہیانہ

آتی نہیں مدین اس کی مرے نفس میں

ہوتی مری ربانی اے کاش میرے بس میں

کیا بد نصیبوں میں گھر کو ترس رہا ہوں      ساتھی تو ہیں وطن میں نہیں قید میں پڑا ہوں  
 آتی بہار کلیاں پھولوں کی سنس رہی ہیں      میں اس اندھیرے گھر میں قسمت کو ڈر رہا ہوں

اس قید کا الہی دکھڑا کسے سناؤں  
 ڈربے ہیں نفس میں میں غم سے مر نہ جاؤں  
 جب سے چمن چٹا ہے یہ حال ہو گیا ہے  
 دل غم کو کھار ہا ہے غم دل کو کھار ہا ہے  
 گانا سے سمجھ کر خوش ہوں نہ سننے والے  
 دُکھے ہوئے دلوں کی فریاد یہ سدا ہے  
 آزاد محب کو دے ارقید کرنے والے  
 میں بے زباں ہوں قیدی تو چھوڑ کر دُنا لے

## خفا کاں خاک سے انفجار

مہر روشن چھپ گیا، اگنی نقاب رُسے شام  
 یہ سید پوشی کی تیاری کسی کے غم میں ہے  
 کر رہا ہے آسماں جادو لبِ گفت پر  
 غوطہ زن دریائے خاموشی میں سہے موج ہوا  
 دل کہ ہے بیانی الفت میں دنیا سے نفور  
 شازہ بستی پہ ہے بکھرا ہوا گیسوے شام  
 مغل قدرت مگر خورشید کے ماتم میں ہے  
 ساحر شب کی نظر ہے دیدہ بیدار پر  
 ہاں، گراک دور سے آتی ہے آوازِ درا  
 کھینچ لایا ہے مجھے ہنگامہ عالم سے دور

منظرِ حرمِ انجمنی کا تماشا شانی ہوں میں  
ہم نشینِ خشتگانِ نیک تہنشیانی ہوں میں

تھم ڈرا بیانی دل! بیٹھ جانے دے مجھے  
اے مے غفلت کے مستوا کہاں رہتے ہو تم؟  
وہ بھی حیرت خانہ امردز و فردا ہے کوئی؟  
اومی داں بھی حصارِ غم میں ہے محسوس کیا؟  
واں بھی جل مرا ہے سوزِ شمع پر پرواز کیا؟  
یاں تو اک مسرع میں پہلو سے نکل جاتا ہے دل  
رشتہ پرندیاں کے جان کا آزار ہیں  
اس جہاں میں اک محیشت اور سوا فدا ہے  
کیا وہاں بھی ہر دستان بھی ہر ترمن بھی ہو؟  
ننگے چلتے ہیں ہاں بھی اشیاں کے واسطے؟  
واں بھی انساں اپنی اصلیت بگکانے ہیں کیا؟  
اور اس بستی پر چار آنسو گرانے دے مجھے  
کچھ کہو اس دس کی آخرت ہاں رہتے ہو تم  
اور پیکارِ غنایہ کا تماشا ہے کوئی؟  
اس لایت میں بھی ہے انساں کا دل مجبور کیا؟  
اس چمن میں بھی گل ڈوبل کا ہے افسانہ کیا؟  
شعر کی گرمی سے کیا واں بھی گل جالتے دل؟  
اُس گلستاں میں بھی کیا ایسے بکھیلے خار ہیں؟  
روح کیا اُس دیں میں اس فکر سے آزاد ہے؟  
مافائے دلے بھی ہیں؟ اندیشے رہزن بھی ہے؟  
خشتِ گل کی فکر ہوتی ہے کہاں کے واسطے؟  
استیاز غلت و آئیں کے ڈیلے ہیں کیا؟

واں بھی کیا فسارِ بیل پر چین روتا نہیں؟

اس جہاں کی طرح واں بھی دردِ دل ہوتا نہیں؟

باغ ہے فردوس یا اک منزلِ آرام ہے؟  
یا رخ ہے پردہ حسنِ ازل کا نام ہے؟

یہ دُعا، بیتِ روزی کی آیتِ ترکیب ہے؟  
 کیا خوش فہم کے اس پس میں پڑا ہے؟  
 غمِ اس کے دل کی بہت بُر ہے؟  
 دیتے تھے کیا ہے دلِ مجبور بھی؟  
 نتیجہ ہیں ہاں بھی روت و آرام کیا؟  
 تو وہ کشتِ بھی تار کی سے کیا محمور ہے؟  
 اُن کے شعلوں میں نہاں غمِ تارِ بے ہے؟  
 موت کتنے ہیں جسے بل میں کیا راز ہے؟  
 علمِ انساں کی لایت میں بھی کیا محمور ہے؟  
 لہنِ ترائی کہہ رہے ہیں یادِ باں کے طور بھی؟  
 داں بھی انساں سے قلیلِ ذوقِ استفہام کیا؟  
 یا حجت کی تحبِ بی سے سراپا نور ہے؟

مہم تباد و رازِ جو اس گنبدِ گرداں میں ہے  
 موت اک چھتیا ہوا کا ٹاڈا دلِ انساں میں ہے

## شمعِ ویرانہ

پروانہ تجھ سے کتنا ہے لے شمعِ اپنا کیوں؟  
 بیابانِ وارِ کشتی سے تیری ادا سے  
 کتنا ہے یہ طوافِ تری جلوہ گاہ کا  
 آزارِ موت میں اسے آرامِ جاں سے کیا؟  
 یہ جاں بے قرار ہے تجھ پر نشا کیوں؟  
 آدابِ عشق تو نے کھائے ہیں کیا اسے؟  
 بچو بکا ہوا ہے کس تری برقِ نگاہ کا؟  
 شعلے میں تیرے زندگیِ جاوداں سے کیا؟

غمِ خائے جہاں میں جو تیری خمیہ نہ ہو  
 اس تفتہ دل کا نخلِ تمستہ ہر آنہ ہو  
 گر ناترے حضور میں اس کی نماز ہے  
 ننھے سے دل میں لذتِ سوز و گداز ہے  
 کچھ اس میں جوشِ عاشقِ حسنِ قدیم ہے  
 چھوٹا سا طور تو، یہ ذرا سا کلیم ہے  
 پروانہ اور ذوقِ تماشاے روشنی  
 کیرا ذرا سا اور تماشاے روشنی

## عقل و دل

عقل نے ایک دن یہ دل سے کہا  
 ہوں نہیں پر گزشتہ ک پر  
 کامِ دنیا میں رہبری ہے مرا  
 ہوں مفتر کتابِ ہستی کی  
 بوند اک خون کی ہے تو لبِ کمن  
 دل نے سن کر کہا یہ سب سچ ہے  
 رازِ ہستی کو تو سمجھتی ہے  
 بھولے بھٹکے کی رہنما ہوں میں  
 دیکھ تو کس قدر رسا ہوں میں  
 مثلِ خضرِ غیبۂ پاپا ہوں میں  
 منظرِ شانِ کبریا ہوں میں  
 غیرتِ لعلِ بے بہا ہوں میں  
 پر مجھے بھی تو دیکھ کیا ہوں میں  
 اور آنکھوں سے دیکھتا ہوں میں



ہے تجھ واسطے مُٹنا ہے سے  
 اور باطن سے آشتی ہوں میں  
 علم تجھ سے تو معرفت مجھ سے  
 توحید اچھو خدا نما ہوں میں  
 علم کی انتہا ہے بے تابی  
 اس مرض کی مگر دوا ہوں میں  
 شمع تو مثلِ صداقت کی  
 حسن کی بزم کا دیا ہوں میں  
 تو زمان و مکان سے رشتہ پیا  
 ظاہر و آشتی ہوں میں

کس بلندی پر ہے تمام ترا  
 عرش ربِ علیل کا ہوں میں

### صدائے درد

بل رہا ہوں کن نہیں پڑتی کسی پہلو مجھے  
 ہاں ڈوب دے اے محبتِ آب گنگا تو مجھے  
 سرزمینِ اپنی قیامت کی نفاق انگیز ہے  
 وصل کیسیاں تو اک قربِ فراق انگیز ہے  
 بدلے یک نگہ کے یہ نا آشتی ہے غصہ  
 ایک ہی خرم کے انوں میں حدائی ہے غصہ  
 جس کے پہلوں میں انوت کی ہوا آئی نہیں  
 اس چمن میں کوئی شغفِ نعمہ پیرائی نہیں

لذتِ قربِ حقیقی پرستِ ابا ہوں میں  
 خستِ لاطِ موجد و ساحل سے گھبرا ہوں میں

دارِ خرمین مناسبے شاعرِ بسزیاں      ہونہ خرمین ہی تو اس دانے کی ہستی پھر کہاں  
 حسن ہو کسِ خودِ نابیب کوئی دل ہی نہ ہو      شمع کو جلنے سے کیا طلب جو محفل ہی نہ ہو  
 ذوقِ گویائی خمرِ شئی سے بدست کیوں نہیں      میرے آئینے سے یہ جو ہر کلمت کیوں نہیں  
 کب زباں کھولی ہماری لذتِ گفتار نے  
 پھونکٹا لاجبِ چین کو آتشِ پیکار نے

## آفتاب

(ترجمہ گایتری)

اے آفتاب! روح و روانِ جہاں ہے تو      شیرازہ بندِ دستِ کون و کماں ہے تو  
 باعث ہے تو وجودِ عدم کی نمود کا      ہے ہر تیرے دم سے چمن ہست و بود کا  
 قائم یہ غمضروں کا تماشائِ تجھی سے ہے      ہر شے میں زندگی کا تقاضا تجھی سے ہے  
 ہر شے کو تیری جلوہ گری سے ثبات ہے      تیرا یہ سوز و ساز سراپا حیات ہے  
 وہ آفتاب جس سے زمانے ہیں نور سے      دل ہے خرد سے دلچِ رواں ہے شعور سے  
 اے آفتاب! ہم کو ضیاءِ شعور دے      چشمِ خرد کو اپنی تحبسی سے نور دے

بے غم نس وجود کا سا، سدا راز تو      یزدن ساکنانِ شیب و سدا راز تو  
 تیرا مسرتی سدا بانداریں      تیری نمود سلسلہ کو بسا ریں  
 ہر چیز کی حیات کا پرورگار تو      زائیدگان نور کا ہے تاجدار تو  
 نے بہتہ کوئی نہ کوئی بہتہ تری  
 آزاد قیدِ اول و آخر قید تری

## شمع

بزمِ جہاں میں ہیں بھی ہوں اے شمع اور مند      فیاض درگاہِ صفتِ دانہ سپند  
 دی عشق نے حرارت سوزِ دہن تجھے      اور گل فروشِ اشکِ شفق توں کیا مجھے  
 ہو شمع بزمِ شیش کہ شمع مزار تو      ہر حال اشکِ غم سے رہی نمکین تار تو  
 یک ہیں تری نظر صفتِ عاشقانِ راز      میسر ہی نگاہِ مایہ آشوبِ امتیاز  
 کہے ہیں بگدسے ہیں ہے کیاں تری ضیا      ہیں امتیازِ دیر و سرم میں بچپنا ہوا  
 ہے نشانِ آہ کی ترسے دوسریا میں  
 پوشیدہ کوئی دل ہے تری جلو گاہ میں؟

جلتی سے تولاہ برقی تجلی سے دُور ہے      سید و تیرے سوز کو سمجھے کہ نور ہے  
تو جل رہی ہے اور تجھے کچھ بسر نہیں      بیجا ہے اور سوزِ دروں پر نطس نہ نہیں  
میں جو نثرِ فطراب سے سیلاب دار بھی      آگاہِ فطرابِ دل بے متِ ابر بھی  
نمایہ بھی کوئی ناز کسی بے نیاز کا

احساسِ دکا دیا مجھے اپنے گداز کا

یہ آگہی مری مجھے رکھتی ہے بے قرار      خوابیدہ اس شر میں ہیں آتش کد سے ہزار  
یہ آئینہ یارِ رفعت دیتی اسی سے بنے      گل میں مہکِ شراب میں مستی اسی سے بنے

بستانِ وکیل و گل و بو سے یہ آگہی

اصلِ کشائشِ من و تو ہے یہ آگہی

صبحِ ازل جو حسن ہوا دستانِ عشق      آوازِ کن ہوئی تپشِ آموزِ جانِ عشق  
چہ کم تھا کہ گلشنِ کن کی ہر بار دیکھ      ایک آنکھ لیکے خواب پریشاں ہزار دیکھ  
مجھ سے جسے پوچھ حجابِ وجود کی      شامِ فراقِ بسج تھی یہی مود کی  
وہ دن کہنے کہ قید سے ہیں آشنا نہ تھا      زیبِ درختِ طور مرا آشنایا نہ تھا  
قیدی ہوں درِ فنس کو چمن جانتا ہوں میں      غربت کے غمکے کو چمن جانتا ہوں میں

یادِ وطنِ فسر دگی بے سبب بنی

شوقِ نطس کبھی کبھی ذوقِ طلب بنی

اے شمع! اٹھ اے فریبِ خیال دیکھ  
مغموں فراق کا ہوں ثریا نشاں ہوں میں  
باندھا مجھے جو اس نے تو چاہی مری نمود  
گوہر کوشتِ خاک میں رہنا پسند ہے  
چشمِ غایبِ نگر کا یہ سارا تصور ہے  
یہ سلسلہ زمان و مکان کا کس نہ ہے  
منزل کا اشتیاق ہے گم کردہ راہ ہوں  
عتیادِ آپ حلقہءِ دایمِ ستم بھی آپ!  
میں حسن ہوں کہ عشق سرا پاکداز ہوں!

مسعودِ ساکنِ فلک کا مال دیکھ  
آہنگِ طبعِ نغمہ کون ذکاوت ہوں میں  
تحریر کر دیا سہرِ دیوانِ بہت و بود  
بندش اگرچہ سنتِ سنوں بند ہے  
عالمِ نادرِ جبِ لہو و زوئی شاد ہے  
طوقِ گلے حسنِ مت شاد ہے  
اے شمع! میں اسیرِ فریبِ نگاہ ہوں  
بامِ حرم بھی بظاہرِ بامِ حرم بھی آپ!  
کھلتا نہیں کہ ناز ہوں میں یا نیر ہوں!

ہاں آٹھ اے لبِ ہونہ رازِ کہن کہیں  
پھر چھڑنے جاسے قصہءِ دار و رسن کہیں

## ایک آرزو

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب!  
شورش سے بھاگتا ہوں دل ٹھونڈتا ہے میرا

کیا لطفِ انجمن کا جب دل ہی بچ گیا ہو  
ایسا سکوت جس پر تقریر بھی مند ہوا



مرتا ہوں خاموشی پر، یہ رزوبے میری  
 آزاد فکر سے ہوں معرکت میں دن گزاروں  
 مذمت سرد کی ہو چہ یوں کہے چھوڑاں میں  
 گل کی کلی چٹاک کر پینہ دے کسی کا  
 ہوا تھکا کا سر حانا سبزہ کا ہو بچھوٹا  
 مانوس اس قدر ہو صورت سے میری مجلس  
 نصف پائنتے دنوں جانب بڑے ہر ہر کہوں  
 ہو دل فریب ایسا کہ سار کا نطفہ ارد  
 آغوش میں زمیں کی سویا ہوا ہو سبزہ  
 پانی کو چھوڑ ہی ہو چٹاک چٹاک گل کی ٹہنی  
 ہندی لگائے سوچ جب شام کی دہن کو  
 راتوں کو چلنے والے یہ جائیں تھک کے جس دم  
 بجلی چٹاک کے ان کو کٹیا مری دکھائے  
 پچھلے پہر کی کوں، وہ صبح کی نوؤن  
 کانوں پہ ہو نہ میرے دیرو حرم کا احساں  
 بچوں کو آئے جس دم شب بزم و شوکرانے

داہن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو  
 دنیا کے غم کا دل سے کانٹا گل گسیا ہو  
 چشتے کی شورشنوں میں باجا سانچ، با ہو  
 ساغر ذرا سا گویا محب کو جہاں نما ہو  
 شرمائے جس سے جاوت غلوت میں ہوا ہو  
 نکتے سے دل میں اس کے کھٹکنا نہ کچھ مرا ہو  
 ندی کا صاف پانی تصویر سے رہا ہو  
 پانی بھی موج بس نہ اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہو  
 پھر پھر کے تجاڑیوں میں پانی چٹاک رہا ہو  
 جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو  
 سرخی لیے سنہری ہر پھول کی قسب ہو  
 آئینہ سان کی مہیرا ٹوٹا ہوا دیا ہو  
 جب آسمان پہ ہر سو بادل گھرا ہوا ہو  
 میں اس کا ہمنوا ہوں، وہ میری ہمنوا ہو  
 روزن ہی جھونپڑی کا محب کو سحر نما ہو  
 رونا مرا وضو ہو، نالہ مری دغا ہو

اس خاموشی میں جائیں اتنے بلند ناسے تاروں کے قافلے کو میری صدا دراہو  
ہر درد مند دل کو رونا مارا رلا دے  
بیہوش جو پرے ہیں شاید انہیں جگا دے

## افقِ صبح

شورشِ مہیجائے آسماں سے بالا تہ ہے تو زینتِ بزمِ فلکِ محو جس سے ڈھ ساغر ہے تو  
بودِ رگوشِ غریب کس صبح وہ گوہر ہے تو جس پہ سیما سے افقِ نازاں جو وہ درپوش ہے تو  
صفحہٴ ایام سے داغِ مدا و شب مٹا!  
آسماں سے نقشِ باطل کی طرح کو کب مٹا!  
سن تیرا جب ہوا بامِ فلک سے جلوہ گر آنکھ سے اڑتا ہے یکدم خواب کی مے کا اثر  
نور سے محو رہو جب آتا ہے دامانِ نظر کھولتی ہے چشمِ طفتا ہر کوئی تیری مگر  
ڈھونڈتی ہیں جس کو آنکھیں ڈھٹا مٹا چاہیے  
چشمِ باطن جس سے کل جائے ڈھٹا چاہیے  
شوقِ آزادی کے نہا میں نہ نکلے جو نکلے زندگی بھر قیدِ زنجیرِ عشق میں رہے

زیر و بالا ایک ہیں تیری نگاہوں کے سے      آرزو ہے کچھ اسی چشم تماشا کی مجھے

آنکھ بیدری اور کے غم میں سرشک آباد ہو

اہت یا رقت و آئیں سے دل آزاد ہوا

بستہ رنگِ خوبصورت نہ ہو بیدریِ نیاں      نوحِ انساں قوم ہو بیدریِ وطن میرا جہاں

دیدۂ باطن پر رازِ نظمِ قدرت ہو غیاں      ہوشناسانے فلک شمعِ تجنیس کا دھماکا

عقدِ کواعد کی کاوش نہ ٹپائے مجھے

حسنِ عشقِ ایسی نہ برشے میں نظر آئے مجھے

سدمہ آجانے ہوا سے گل کی پتی کو اگر      اشکِ بن کر بیری آنکھوں کے چپک جانے تر

دل میں جو سورِ محبت کا دو چھوٹا سا شہر      نور سے جس کے ملے از حقیقت کی خبر

نشاہِ قدرت کا آئینہ ہو دل میرا نہ ہوا

سر میں جبرِ ہمدردی انساں کوئی سوانہ ہو

تو اگر رحمت کش ہنگامہ عالم نہیں      یہ فعلیت کا نشان ہے غیرِ غنیمت نہیں

اپنے حسنِ عالم آرا سے جو تو محرم نہیں      ہر ایک ذرہ فنا کس درِ آدم نہیں

نورِ مسجود ملکِ گرم تماشا ہی رہا

اور تو منت پذیرِ صبحِ سندھ ہی رہا

آرزو نورِ حقیقت کی ہمارے دل میں ہے      یللی ذوقِ طلب کا گھرا محسوس میں ہے

کس قدر لذت کشود عشقِ شکل میں ہے      رشتہٴ محالِ ہماری سخی بے محال میں ہے  
 دردِ استغناں سے اکتفا نہ پہاؤ نہیں  
 جستجوئے رازِ قدرت کا شاسا تو نہیں

## دردِ عشق

اے دردِ عشق! ہے گہرا آبِ دار تو      نامحرموں میں دیکھ نہ ہو آشکار تو!  
 پہاں تہ نقابِ تری جلوہ گاہ ہے      طہا ہر رپستِ محفلِ نو کی نگاہ ہے  
 آئی نہی ہوا چمنِ ہست و بود میں      اے دردِ عشق! اب نہیں لذت نمود میں  
 ہاں بخود نمایوں کی تجھے جستجو نہ ہوا      مشتِ پذیرِ نالہٴ طبل کا تو نہ ہوا  
 خالی شرابِ عشق سے لالے کا جام ہو      پانی کی بوندِ گریہٴ شبنم کا نام ہو  
 پہاں درونِ سینہ کہیں راز ہو ترا      اشکِ بگر گداز نہ غمت از ہو ترا  
 گویا زبانِ شاعرِ زنگیں بیاں نہ ہو      آوازِ نئے میں شکوہٴ فرقت نہاں نہ ہو

یہ دردِ نکستہ چپیں ہے کہیں چپ کے بیٹھ رہ

جس دل میں تو مکیں ہے ہیں چپ کے بیٹھ رہ

نافل ہے تجھ سے حیرتِ غمِ آفرید و بکچہ  
جو یا نہیں تری نگہِ نارِ سید و بکچہ  
رہنے لے جتھو پہنِ خیالِ بند کو  
حیرت میں چھوڑ دید و بکچہ کو  
بس کی ہوا تو ہو ایسا پہن نہیں  
قابل تری نو کے یہاں نہیں  
یہ انجمن ہے شتہ تشار و محب  
مقتصد تری نگاہ کا خلوت سراے راز

ہر دل سے خیال کی مستی سے چور ہے  
پتھر اور آج کل کے کلیموں کا طور ہے

## گلِ پُپرہ

کس زبان سے اے گلِ پُپرہ تجھ کو گل کہوں  
کس طرح تجھ کو تمنا سے دلِ عجب کہوں  
تجھ کو بھی موتِ صبا ہوا رہِ جنسِ باں ترا  
نامِ تجھا صحنِ گلستاں میں گلِ خنداں ترا  
تیرے احساں کا نسیم صبح کو اقرار تھا  
باغِ تیرے دم سے گویا بیدار تھا  
تجھ پہ برساتا ہے شبِ غم دیدِ لڑیاں مرا  
ہے نہاں تیری ادا سی ہیں دیریاں مرا  
میری بربادی کی ہے چھوٹی سی اک تصویر تو  
خوابِ میری زندگی تھی جس کی سب سے تعبیر تو  
پچھوئے از نیتان خودِ تکایت می کنم  
بشنو اے گل! از جہاں شکایت می کنم



## سید کی لوح تربت

اے کہ تیری لوح کا عارفش میں ہے سیر  
اس چمن کے نئے سپہ سالاروں کی آزادی تو دیکھ  
شہرِ حواجر ہوا تھا اس کی آبادی تو دیکھ  
فکرِ رستی تھی مجھے جس کی وہ محفل ہے یہی  
صبرِ استغناء کی کھیتی کا مال ہے یہی

نگاہِ تربت ہے مرا گردیدہ وقتِ سحر دیکھ  
چشمِ باطن سے فرا اس لوح کی تحسین دیکھ

مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تسلیم دیں  
وانہ کرنا فرزندِ بندگی کے لئے اپنی زباں  
تو ترک دنیا قوم کو اپنی نہ سکھانا کہیں  
دل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے  
چھپکے سے بیٹھا ہوا ہنگامہ شریباں  
دیکھ! کوئی دل نہ دکھ نہ جائے تری تقریر سے

مخملِ نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ  
رنگِ پر جواب نہ آئیں ان فسانوں کو نہ چھیڑ

تو اگر کوئی مدبر ہے تو سن میری صدا  
سے دلیری دستِ اربابِ ریاست کا غصا  
عرضِ مطلب سے جھجک جانا نہیں یہاں ہے  
نیک بنیت اگر تیری تو کیا پروا ہے تجھے

بندۂ مؤمن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے  
قوتِ فرماں روا کے سامنے برباک ہے

ہوا اگر ہاتھوں میں تیرے خامۂ معجز رقم  
شیشۂ دل ہوا کرتیرا مشالِ جاہمِ جم  
پاک رکھ اپنی زبان تمہیں نہ جانی ہے تو  
ہونہ جاسے دیکھنا تیری صدا ہے آبرو!

سونے والوں کو جگاتے شعر کے غنائے  
خمرِ باطل جلا دے شمشادِ آوائے

## ماہِ نو

ٹٹ کر خود شید کی کشتی ہوئی غرقابِ نیل  
ایک کمرہ تیرا چہرہ تہا ہے رونے اسِ نیل  
مشتِ گہو میں ٹپکتا ہے شفق کا خونِ ناب  
نشرِ قدر سے کیا کہوں ہے فدا آفتاب

چرخ نے بالی چڑائی ہے عروسِ شام کی؟  
نیل کے پانی میں یا مچھلی ہے سیہِ خام کی؟

قافلہ تیرا رواں ہے منتِ بانگِ درا  
گوشِ انس سن نہیں سکتا تری آوازِ پا

خشنہ بڑھنے کا سماں آنکھوں کو دیکھتا ہے تو  
 سہنے تن تیرا کہ دم چا کس دلیں کو بانا ہے تو؟  
 ساتھ لے پیارا ثابت نہاسے چل بجھے  
 غارِ حسرت کی نشتر زبنتی ہے سبیکل بجھے  
 نور کا طالب کس لمحہ آہوں میں بستی ہیں  
 ظلمت سیلاب پاہوں مکتبِ ہستی ہیں

## انسان اور میر کا قدرت

صبح خورشید و خشار کو تو کیسا ہیں نے  
 پر تو ہر کے دم سے ہے اجالا تیرا  
 ہر نے نور کا زیور تجھے پسنا یا ہے  
 گل و گلزار تر سے خلد کی تصویریں ہیں  
 سرخ پوشاک ہے پھولوں کی دختوں کی ہری  
 ہے تر سے خمیر گردوں کی لہریں جبار  
 کیا بھلی لگتی ہے آنکھوں کو شفق کی لالی  
 رتبہ تیرا ہے بڑا شان بڑی ہے تیری  
 بزمِ محمود و بہستی سے یہ چچیا ہیں نے  
 سیم سستیاں ہے پانی تر سے دریاؤں کا  
 تیری مٹل کو سی شمع نے چمکا یا ہے  
 یہ سبھی سورۃ و الشمس کی تفسیریں ہیں  
 تیری مٹل میں کوئی سبز کوئی لال پری  
 بدلیاں لال سی آتی ہیں افق پر جو غنڈ  
 مٹے گلزارِ خمیر شام میں تو نے ڈالی  
 پردہ نور میں ستور ہے ہر شے تیری

صبح اک گیت سر پاس ہے تری ستوت کا  
 زیرِ خورشیدِ نشان تک ہی نہیں ملت کا  
 میں بڑا آباد ہوں اس نور کی بستی میں  
 جل رہا پھر مری نعتِ دیر کا اختر کیوں کر؟  
 نیرستے دوروں خلست میں رفته ہوں میں  
 کیوں سپہ روز سپہ بخت، سپہ کار ہوں میں؟

میں یہ کہتا تھا کہ آواز کہیں سے آئی  
 ہے ترے زور سے ابدت مری بود و نبود  
 انجمنِ حسن کی ہے تو تری تدویر ہوں میں  
 میرے بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا تو نے  
 نورِ خورشید کی محتاج ہے بستی میری  
 ہو نہ خورشید تو دیراں ہو گلستاں میرا  
 آواز سے رازِ غیاں کے نہ سمجھنے والے  
 ہائے غفلت کہ تری آنکھ ہے پابندِ محار  
 باہم گردوں سے دیا صحنِ زمیں سے آئی  
 باغباں سے تری بستی بے گلزارِ وجود  
 عشق کا تو ہے سیفِ تری تفسیر ہوں میں  
 بار جو مجھ سے نہ اٹھا، وہ اٹھایا تو نے  
 اور بے منتِ خورشید چمک بے تیری  
 منزلِ عیش کی جا نام ہو زنداں میرا  
 حلقہٴ دامِ تمنا میں الجھنے والے  
 تازِ زیبِ انتخاب تھے تو ہے مگر گرم نیاز

تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار ہے  
 نہ سپہ روز ہے پھر نہ سپہ کار ہے

## پیامِ صبح

(ماخوذ از لانگ فیلو)

اجارِ جب ہوا رختِ جبینِ شب کی افشاں کا  
 جگایا بیلِ رنگیں نوا کو آتشِ یاس نے میں  
 طلسمِ ظلمتِ شب سورۃِ النور سے توڑا  
 پڑھا خوابِ بیدگانِ دیر پر افسونِ بیداری  
 ہوئی بامِ حرم پر آس کے یوں گویا موزن سے  
 پکاری اس طرح دیوارِ گلشن پر کھڑے ہو کر  
 دیا یہ کم صحرائیں چلوئے قافلے داؤا  
 سوئے گورِ غریباں جب گئی ندوں کی بستی سے  
 نسیمِ زندگی چپِ ملام کی صبحِ خنداں کا  
 کنارے کھیت کے شانہ بلبا باں سے نہ ہمتاں کا  
 اندھیرے میں رُپا یا تاجِ زرِ شمعِ شبستاں کا  
 برہمن کو دیا سپینمِ خورشیدِ درخشاں کا  
 نہیں کھٹکا ترسے دل میں نو دہرِ تاباں کا  
 چٹک اور غنچہ گل! تو موزن ہے گلستاں کا  
 چکنے کو ہے جگنو بن کے ہر ذرہ بیا باں کا  
 تریوں بولی نطفہ را دیکھ کر شہرِ خموشاں کا

ابھی آرام سے لیٹے رہو میں پھر بھی آؤں گی  
 سلا دوں گی جہاں کو خواب سے تم کو جگاؤں گی



# عشق اور موت

(مانعہ دار ٹینیسن)

سہانی نمودِ جہاں کی گھڑی تھی      تبسمِ فشاں زندگی کی کھلی تھی  
کہیں مہر کو تاجِ نذر مل رہا تھا      غمنا چاند کو چپاندنی ہو رہی تھی  
یہ پیر بہنِ شام کو دے رہے تھے      ستاروں کو تعلیمِ تابندگی تھی  
کہیں شاخِ ہستی کو لگتے تھے پتے      کہیں زندگی کی کھلی پھوٹتی تھی  
فرشتے سکھاتے تھے شعبِ نم کو رونا      ہنسی گل کو پہلے پہل آ رہی تھی  
عطا درد ہوتا تھا شاعر کے دل کو      خودی تشنہِ کام مے بیخودی تھی  
اٹھی اول اول گھٹ کالی کالی      کوئی سوچوٹی کو کھوسے کھڑی تھی

زمین کو تھا دعویٰ کہ میں آسماں ہوں

مکان کہہ رہا تھا کہ میں لامکان ہوں

غرض اس قدر یہ نظارا تھا پیارا      کہ لطفِ ارگی ہو سدا پانظارا  
نمک آزماتے تھے پرواز اپنی      حبیبِ نوں سے نورِ ازل آشکارا  
فرشتہ تھا اک عشق تھا نامِ جس کا      کہ تھی رہبری اس کی سب کا سہارا

فرشتہ کہ پیدا تھا بیا بیوں کا  
 چنے سیر فردوس کو مجا رہا تھا  
 یہ پوچھا "ترا نام کیا؟" کام کیا ہے؟  
 ہو اس کے گویا قضا کا فرشتہ  
 اڑاتی ہوں میں خست بستی کے پر سے  
 مری آنکھ میں جادوئے نستی ہے  
 مگر ایک بستی ہے دنیا میں ایسی  
 شراب کے رہتی ہے ناں کے ولے میں  
 میکتی ہے آنکھوں کے بن بن کے آنسو  
 سنی عشق نے لنگو جب قضا کی  
 گری اس مستم کی بجلی اسل بے  
 ناک کا ٹک اور پار سے کہ پار  
 قضا سے ملا راہ میں وہ قضا را  
 نہیں آنکھ کو دیر سیری گوارا  
 اجل ہوں، مرا کام ہے آشکارا  
 بھجاتی ہوں میں زندگی کا شہارا  
 پیامِ فنا ہے اسی کا اشارا  
 وہ آتش ہے میں سامنے اس کے پار  
 وہ ہے نورِ طسلی کی آنکھوں کا تارا  
 وہ آنسو کہ ہو تین کی تلخی گوارا  
 ہنسی اس کے لب پر ہوئی آشکارا  
 اندھیرے کا ہو نور میں کیا گزارا؟

بفت کو جو دیکھا فتن ہو گئی وہ  
 قسب تھی آشکارِ قسب ہو گئی وہ

## نہ ہدا اور نہ ہدی

اک مولوی صاحب کی سنا، ہوں کہانی  
شہرہ تھا بہت آپ کی ہونی منشی کا  
تھے تھے کہ پناہاں تھے توفیق شریعت  
لبریز سے زہد سے تھی دل کی صراحی  
کرتے تھے بیاں آپ کرامات کا اپنی  
ہمت سے ہا کرتے تھے ہمسائے میں میر  
حضرت نے دے ایک شناسا سے یہ پوچھا  
پابندی احکام شریعت میں ہے کیسا؟  
سنا ہوں کہ کافر نہیں ہندو کو سمجھتا  
ہے اس کی طبیعت میں شیخ بھی دُر اس  
سمجھا ہے کہ ہے رال عبادات میں اخل  
کچھ عار سے حسن فردشوں سے نہیں ہے  
گناہ جو ہے شب کو تو سحر کو ہے تلاوت  
لیکن یہ سنا اپنے مریدوں سے ہے میں نے

تیزی نہیں منظور طبیعت کی دکھانی  
کرتے تھے ادب ان کا اعلیٰ و ادانی  
بس طرح کہ الفاظ میں ہنس مروں معانی  
تھی تہ میں کہیں درخشاں خمدانی  
منظور تھی تعداد مریدوں کی بڑحالی  
تھی رند سے زاہد کی ملاقات پرانی  
اقبال کہ ہے ستمی شمشاد معانی  
گو شعر میں ہے رشک کلیم حسدانی  
ہے ایسا عقیدہ و اثر و سلف دانی  
تغییل علیٰ شکم سنو اس کی زبانی  
منصوب ہے مذہب کی مگر خاک اڑانی  
عادت یہ ہمارے شعرا کی ہے پرانی  
اس رزم کے اب تک نہ کھلے ہم پر معانی  
بے داغ ہے مانند سحر اس کی جوانی

جموعہ افسردہ ہے اقبال نہیں ہے  
 زندگی سے بچی آگاہ، شریعت بھی دانت  
 اس شخص کی قسم پر تو حقیقت نہیں کھلتی  
 اللہ بہت ملوں دیا و غلط کو اپنے  
 اس شہر میں جو بات ہو اڑ جاتی ہے سب میں  
 اک دن جو سیر راہ ملے حضرت زاہد  
 فرمایا، شکایت و محبت کے سبب تھی  
 میں نے یہ کہا کوئی گلہ محب کو نہیں ہے  
 خم ہے تسلیم مرا آپ کے آگے  
 گر آپ کو معلوم نہیں میری حقیقت  
 میں خود بھی نہیں اپنی حقیقت کا شناسا  
 مجھ کو بھی مناسب ہے کہ اقبال کو دکھوں

دل و فہم حکمت ہے طبیعت تفتانی  
 پوچھو جو تصوف کی، تو منظور کا ثانی  
 ہو گا یہ کسی اور ہی اسد م کا بانی  
 تا دیر رہی آپ کی یہ سنذبیانی  
 میں نے بھی سنی اپنے احباب کی زبانی  
 پھر چیر گئی باتوں میں وہی بات پرانی  
 تھا فرض مرا راہ شریعت کی دکھانی  
 یہ آپ کا حق تھا زور و قریب مکانی  
 پیری سے تواضع کے سبب میری جوانی  
 پیدا نہیں کچھ اس سے قصور ہمدانی  
 گہرا ہے سر سے بھر خبیالات کا پانی  
 کی اس کی حسدائی میں بہت اشک فشانہ

اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے  
 کچھ اس میں تسخیر نہیں، واللہ نہیں ہے!

## شاعر

قوم کو یا جسم ہے ، افراد ہیں اعضائے قوم  
 منزلِ سعادت کے روپا ہیں ستائے قوم  
 مختلِ نظمِ حکومت چہرہ زیبائے قوم  
 شاعر رئیسِ نواب ہے دیدہ بیائے قوم  
 مبتلا ہے درد کوئی عضو ہو ، روتی ہے آنکھ  
 کس قدر ہمدرد سائے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

## دل

قصہ دار و رسن بازی طفتِ دل  
 یارب اس ساغرِ بریز کی سے کیا ہوگی !  
 برحمت تھا کہ تھی عشق کی بجلی یارب !  
 حسن کا گنج گرا نسا یہ سبجھے مل جاتا  
 عرش کا ہے کبھی کعبہ کا ہے دھوکا اس پر  
 اتھبائے آریخی سرخی افسانہ دل  
 جادو ملک بقا ہے خطِ پیما نہ دل  
 جل گئی مزرعِ ہستی تو آگادانہ دل  
 تو نے مسد بادبانہ کھودا کبھی دیرانہ دل  
 کس کی منزل ہے الہی ! مرا کا شانہ دل



اس کو اپنا ہے جنوں اور مجھے سودا اپنا  
 دل کسی اور کا دیوانہ میں دیوانہ دس  
 تو سمجھتا نہیں اسے زاہر نادان! اس کو  
 رشک صد سجد ہے اک لغزش ستانہ دس  
 خاک کے دُحیر کو اسیر بنا دیتی ہے  
 دو اثر رکھتی ہے خاستہ پرانہ دل  
 عشق کے دامن میں بچس کر یہ رہا ہوتا ہے  
 بوق گرتی ہے تو نیشنل مہرا ہوتا ہے

## موج دریا

منظرب رکھتا ہے میرا دل بتیاب مجھے  
 مین بستی ہے تڑپ عورت سیاب مجھے  
 موج ہے نام مرا، بکھر ہے پایاب مجھے  
 ہونہ نہ بنجیر کبھی سہلے گرداب مجھے  
 آب میں مٹل ہوا جاتا ہے تو سن میرا  
 خارِ ماہی سے نہ اٹکا کبھی دامن میرا  
 میں اچھلتی ہوں کبھی جذبِ دریا سے  
 جوش میں سر کو پٹکتی ہوں کبھی ساحل سے  
 ہوں وہ رہر دکھت ہے مجھے منزل سے  
 کیوں تڑپتی ہوں یہ پوچھے کوئی میرے دل سے  
 زحمتِ تنگی دریا سے گریزاں ہوں میں  
 وسعتِ بکری فرقت میں پریشاں ہوں میں

# رخصت کے بزم جہاں !

(مانخود از امیرسن)

رخصت لے بزم جہاں ! سوئے وطن جاتا ہوں میں  
 آہ اس آباد ویرانے میں گھبراتا ہوں میں  
 بسکہ میں افسردہ دل ہوں درخورِ محنت نہیں  
 تو مرے قابل نہیں ہے میں ترے قابل نہیں  
 قید ہے دربارِ سلطان و شبستانِ وزیر  
 توڑ کر نکلے گا زنجیرِ طلائی کا اسیر  
 گو بڑی لذت تری ہنگامہ آرائی میں ہے  
 اجنبیت سی مگر تیرے شناسائی میں ہے  
 مدّتوں تیرے خود آواؤں سے ہم صحبت رہا  
 مدّتوں بے تاب موجِ بحر کی صورت رہا  
 مدّتوں مٹیٰ ترے ہنگامہ عشرت میں ہیں  
 روشنی کی جستجو کرتا رہا طنہ امت میں ہیں

مد توں ڈھونڈا کیا نطشار و گل خار میں  
 آہ اود یوسف نہ ہاتھ آیا ترسے بازار میں  
 چشم حیراں ڈھونڈتی اب درنظار سے کوسے  
 آرزو ساحل کی مجھ طوفان کے مار سے کوسے  
 چھوڑ کر ماند بوج، تیرا چمن جاتا ہوں میں  
 نصرت لے بزم جہاں سونے وطن جاتا ہوں میں  
 گھر بنایا ہے سکوتِ دامن کھسار میں  
 آہ! یہ لذت کہاں موسیقیِ گفزار میں  
 ہمنشینِ زکس شہلا، رستنی گل ہوں میں  
 ہے چمن سیرا وطن، ہمسایہ بیل ہوں میں  
 شام کو آواز چشموں کی سلاتی ہے مجھے  
 صبح فرش سبز سے کوئل جگاتی ہے مجھے  
 بزم ہستی میں ہے سب کو محفلِ آرائی پسند  
 ہے دل شاعر کو بیانِ کج تنہائی پسند  
 ہے جنوں محب کو کہ گھبرا تا ہوں آبادی میں  
 ڈھونڈتا پھر تا ہوں کس کو کوہ کی وادی میں

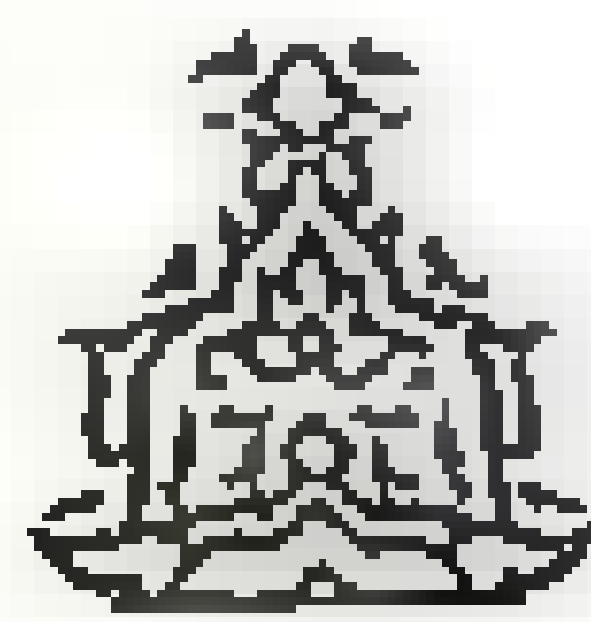
شوق کس کا سبزہ زاروں میں پھرتا ہے مجھے؟  
 اور چشموں کے کناروں پر سلاتا ہے مجھے؟  
 طعنہ زن ہے تو کہ شیدا کج عزت کا ہوں میں  
 دیکھ لے غافل! پیامی بزمِ قدرت کا ہوں میں  
 ہم وطن شمشاد کا، قمری کاغذ ہوں  
 اس چین کی خاموشی میں گوش بر آواز ہوں  
 کچھ جو سنتا ہوں تو اوروں کو سنانے کے لیے  
 دیکھتا ہوں کچھ تو اوروں کو دکھانے کے لیے  
 عاشقِ عزت بے دل، نازاں ہوں اپنے گھر میں  
 خندہ زن ہوں سمندرِ دارا و اسکندر پہ میں  
 لیٹا زیرِ شجر رکھتا ہے جادو کا اثر  
 شام کے تائے پہ جب پڑتی ہے وہ رہ کر نظر  
 علم کے حیرت کدے میں ہے کہاں اس کی نمود؟  
 گل کی پتی میں نظر آتا ہے از بہت نمود!



## طفل سحرار

میں نے چاؤ تجھ سے چھینا ہے تو چاہتا ہے تو  
 مہرباں ہوں میں، مجھے نامہرباں سمجھا ہے تو  
 پھر پڑا روئے گالے نو وارِ دِستِ لیمِ غم  
 چہجہ نہ جائے دیکھنا! باریک ہے نوکِ تسلیم  
 آہ! کیوں دکھ دینے والی شے سے تجھ کو پیار ہے؟  
 کھیں اس کاغذ کے ٹکڑے سے یہ بے آزار ہے  
 گیند ہے تیری کہاں؟ چپینی کی بٹی ہے کدھر؟  
 وہ ذرا سا جانور ٹوٹا ہوا ہے جس کا سر  
 تیرا آئینہ تھا آزادِ غمبارِ آرزو  
 آنکھ کھلتے ہی چمک اٹھا شہرِ آرزو  
 ہاتھ کی جنبش میں، طرزِ دید میں پوشیدہ ہے  
 تیری صورتِ آرزو بھی تیری نوزائیدہ ہے

زندگانی ہے تری آزادِ قیدِ امتیاز  
 تیری آنکھوں پر پیدا ہے حرمتِ درت کا راز  
 جب کسی شے پر بگڑ کر مجھ سے چلتا ہے تو  
 کیا تماشا ہے ردی کا ندے من جاتا ہے تو  
 آہ! اس عادت میں ہم آہنگ ہوں میں بھی ترا  
 تو تلون آشنا، میں بھی تلون آشنا  
 غرضی لذت کا شیدائی ہوں، چلتا ہوں میں  
 جلد آجاتا ہے غفہِ ہمد من جاتا ہوں میں  
 میری آنکھوں کو لہجہ لیتا ہے حسنِ بھری  
 کم نہیں کچھ تیسری نادانی سے نادانی مری  
 تیری صورت گاہ گریبانِ گاہِ خندوں میں بھی ہوں  
 دیکھنے کو نوجواں ہوں ٹھنڈیلِ ناداں میں بھی ہوں





## تصویر درد

نہیں منت کش تابِ تنیدن داستان میری  
 خموشی گشت گو بے بے زبانی بے زباں میری  
 یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری بھل میں؟  
 یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری  
 اٹھائے کچھ ورق لائے نے کچھ زکس نے کچھ گل نے  
 چمن میں ہر طرف بھری ہوئی ہے داستان میری  
 اڑالی قریوں نے، ہلوطیوں نے، عذابیوں نے  
 چمن والوں نے مل کر ٹوٹن طرہِ فغاں میری  
 چپکے آتشِ آنسوؤں کے پروانے کی آنکھوں سے  
 سراپا درد ہوں، ہسرت بھری ہے داستان میری  
 اتنی! پھر مزا کیا ہے یہاں دنیا میں رہنے کا؟  
 حیاتِ جاوداں سی دی نہ مرگِ ناگہاں میری  
 مراد و نا نہیں، رونا ہے یہ سارے گلستاں کا  
 دو گل ہوں میں خزاں ہر گل کی ہے گویا خزاں میری

”دیریں حسرت سراغ دیت افنونِ جبر کس دارم  
 ز فیضِ دل چیدین باغِ دشنِ بے نفس دارم“  
 ریاضِ دہریس نا آشنائے بزمِ شربت ہوں  
 خوشی روتی ہے جس کو میں دہمِ مسرت ہوں  
 مری بگڑی ہوئی قسمتِ کدوئی سے گویائی  
 میں حرفِ زیر لبِ شرمندہ گوشِ سماعت ہوں  
 پریشاں ہوں میں مشتِ خاک لیکن کچھ نہیں کھاتا  
 سکندر ہوں کہ آئینہ ہوں یا ردِ لذت ہوں  
 یہ سب کچھ ہے مگر ہستی مری قصہ ہے قدرت کا  
 سراپا نور جو جس کی حقیقت میں وہ ظلمت ہوں  
 غزنیہ ہوں اچھپایا مجھ کو مشتِ خاک صحرا سے  
 کسی کو کیا خبر ہے میں کہاں ہوں کس کی دولت ہوں؟  
 نظر میری نہیں ’نونِ سیرِ غرہ‘ بستی  
 میں ’دھچوٹی‘ سی دنیا ہوں کہ آپ اپنی ’لایت‘ ہوں  
 نہ صہبا ہوں نہ ساتی ہوں، نہ مستی ہوں نہ پیمانہ  
 میں اس مہیا نہ ہستی میں ہر شے کی حقیقت ہوں



مجھے رازِ دو عالمِ دل کا آئینہ دکھاتا ہے  
 وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنھوں کے آتا ہے  
 عطا ایسا بیاں مجھ کو ہوا نگین سبیا نوں میں  
 کہ بامِ عرش کے حائر ہیں میرے ہمزبانوں میں  
 اثر یہ بھی ہے اک میرے جنونِ فتنہ ساماں کا  
 مرا آئینہ دل ہے قصا کے رازِ دونوں میں  
 رلاتا ہے ترانہٴ اردے ہند و تاراںِ ہمجھ کو  
 کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں  
 دیا رونا مجھے ایسا کہ سب کچھ دے دیا گویا  
 لکھا کھلکا ازل نے مجھ کو تیرے نوحہ خوانوں میں  
 نشانِ برگِ گل تک بھی نہ چھوڑا اس باغ میں بکھپیں  
 تری قسمت سے رزم آرائیاں ہیں باغبانوں میں  
 چھپا کر آتیں میں سج بیدیاں کئی ہیں گردوں نے  
 غنا دلِ باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں  
 سن اے غافلِ صدا میری! ایسی چیز ہے جس کو  
 ڈسیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں



وطن کی فکر کرنا وہاں بہیمیت آنے والی ہے  
 تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں  
 ذرا دیکھ اس کو جو بچہ جو ریا ہے ہونے والا ہے  
 دھرا کیا ہے بجائے سد کہن کی داستانوں میں  
 یہ خاموشی کہاں تک؟ لذتِ فریاد پیدا کر!  
 زمیں پر تو ہوا، اور تیری صدا ہوا آسمانوں میں!  
 نہ سمجھو گے تو رت جاؤ گے۔ اے ہندوستانِ اول!  
 تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں  
 یہی آئینِ قدرت بنے یہی اسلوبِ فطرت ہے  
 جو ہے راہِ عمل میں گامزن، محبوبِ فطرت ہے  
 ہویدا آج اپنے زخمِ نہپساں کر کے چھوڑیں گا  
 لہور و رو کے محفل کو گاستاں کر کے چھوڑیں گا  
 جلنا ہے مجھے ہر شمعِ دل کو سوزِ پنہاں سے  
 تری تاریک راتوں میں چراغاں کر کے چھوڑیں گا  
 مگر غنچوں کی صورت ہوں دلِ درد آشنا پیدا  
 چمن میں مشتِ خاک اپنی پریشاں کر کے چھوڑیں گا

پرونا ایک ہی تسبیح میں ان کبھرے دانوں کو  
 جو شکل ہے تو اس شکل کو آساں کر کے چھوڑوں گا  
 مجھے اے ہم نشین! رہنے دے شغلِ سینہ کا دی میں  
 کہ میں داغِ محبت کو مسایاں کر کے چھوڑوں گا  
 دکھا دوں گا جہاں کو جو مری آنکھوں نے دیکھا ہے  
 تجھے بھی صورتِ آئینہ حیراں کر کے چھوڑوں گا  
 جو ہے پردوں میں نہاں چشمِ بنیاد کچھ لیتی ہے  
 زمانے کی طبیعت کا تقستِ خدا کچھ لیتی ہے  
 کیا رفعت کی لذت سے نہ دل کو آشنا تو نے  
 گذاری عمرِ پستی میں مثالِ نقشب پاتو نے  
 رہا دل بستہ محفلِ مگر اپنی نگاہوں کو  
 کیا بیرونِ محفل سے نہ حیرت آشنا تو نے  
 نہ اکرتا رہا دل کو حسینوں کی اداؤں پر  
 مگر دیکھی نہ اس آئینے میں اپنی ادا تو نے  
 تعصبِ چھوڑنا داں! دہر کے آئینہ خانے میں  
 یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے بُرا تو نے

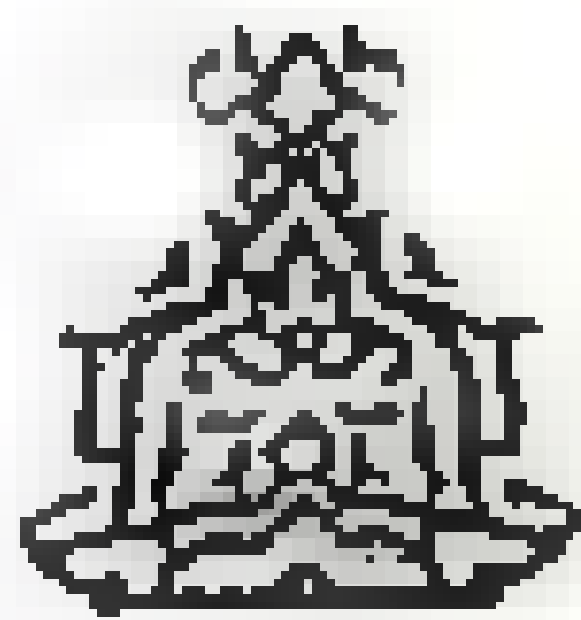
سراپا مالہ بسیدادِ سوزِ زندگی ہو جا!  
 پسند آسا آئرو میں باند رکھی ہے صدا تو نے  
 صفائے دل کو کیا آتشِ رنگِ تعلیق سے  
 کفِ آئینہ پر باند تھی سبے اوداواں خُدا تو نے  
 نہیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پر دُنا ہے  
 غضب ہے سطرِ قرآن کو چلیا کر دیا تو نے!  
 زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل  
 بنایا ہے بتِ پندار کو اپنا خدا تو نے  
 کنوئیں میں تو نے یوسف کو جو دیکھا بھی تو کیا دیکھا  
 ارے غافل! جو مطلق تھا مقید کر دیا تو نے  
 ہو کس بالائے منبر ہے تجھے زمیں بیانی کی  
 نصیحت بھی تری صورت ہے اک افسانہ خوانی کی  
 دکھا دے حسنِ عالم سوز اپنی چشم پر غم کو  
 جو تڑپاتا ہے پروانے کو اڑواتا ہے شبنم کو  
 نرِ لطفِ سارہ ہی اسے والہوسِ مقصد نہیں اس کا  
 بنایا ہے کسی نے کچھ سمجھ کر چشمِ آدم کو



اگر دیکھا بھی اس نے سائے عالم کو تو کیا دیکھا  
 نظر آئی نہ کچھ اپنی حقیقتِ جام سے جم کو  
 شجر ہے فرقہ آرائی، تعصب ہے ثمر اس کا  
 یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلوا تا ہے آدم کو  
 نہ اٹھا جذبہ خورشید سے اک برگِ گلِ تاک بھی  
 یہ رفعت کی تمنا ہے کہ مے اڑتی ہے شبنم کو  
 پھرا کرتے نہیں مجروحِ الفتِ فکرِ درماں میں  
 یہ زخمی آپ کر لیتے ہیں سپید اپنے مرہم کو  
 محبت کے شر سے دل سراپا نور ہوتا ہے  
 ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے  
 دوا ہر دکھ کی ہے مجھ طرح تیغِ آرزو رہنا  
 علاجِ زخیم ہے آزادِ احسانِ رفو رہنا  
 شرابِ بخودی سے تافک پرواز ہے میری  
 شکستِ رنگ سے یکسا ہے میں نے بن کے بورہنا  
 تھے کسی دیدہ گریاں وطن کی نوحہ خوانی میں  
 عبادتِ چشمِ شاعر کی ہے ہر دم با وضو رہنا

بنائیں کس سمجھ کر شاخِ دل پر آشیاں اپنے  
 چمن میں آہِ اکسار دہنا جو ہو بے آبرو رہنا  
 جو تو سمجھے تو آزادی ہے پوشیدہ محبت میں  
 غلامی ہے اسیرِ مستیازِ یاد تو رہنا  
 یہ استغنا ہے پانی میں نگوں رکھتا ہے ساغر کو  
 تجھے بھی چاہئے مثلِ حساب آبِ جو رہنا  
 نہ رہ اپنوں سے بے پروا اسی میں خیر ہے تیری  
 اگر منظور ہے دنیا میں ادبِ گمانہ خو رہنا  
 شرابِ روح پرور ہے محبتِ نفعِ انساں کی  
 سکھایا اس نے مجھ کو مست بے جام و سہو رہنا  
 محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے  
 کیا ہے اپنے بختِ خفستہ کو بیدار قوموں نے  
 بیا بانِ محبت دشتِ غارت بھی، دشن بھی ہے  
 یہ ویرانہ قفس بھی، آشیانہ بھی، چمن بھی ہے  
 محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے صحرا بھی  
 جس بھی کارواں بھی، راہبر بھی، رہزن بھی ہے

مدح کہتے ہیں سب اس کو یہ ہے لیکن مرض ایسا  
 چھپا جس میں علاج گردشِ چرخِ کمن بھی ہے  
 جلا ناول کا ہے گویا سراپا نور ہو جانا  
 یہ پروانہ ہو سوزاں ہو تو شمعِ انجمن بھی ہے  
 وہی اک حسن ہے لیکن نظر آتا ہے ہر شے میں  
 شیریں بھی ہے گویا، بیستوں بھی، کوکبن بھی ہے  
 اجاڑا ہے تیز رفت و آئیں نے قوموں کو  
 کئے اہل وطن کے دل میں کچھ فکرِ وطن بھی ہے؟  
 سکوتِ آموزِ طولِ داستانِ درد ہے ورنہ  
 زباں بھی ہے ہمارے منہ میں اور تابِ سخن بھی ہے  
 "نہیں گدردید کو تہِ رشتہ معنی رہا کردم  
 حکایتِ بردے پایاں، بحثِ اموشی ادا کردم"



## نالہ فراق

(آرٹلڈ کی یاد میں)

جا بسا غرب میں آخرے مکان تیرا کیوں  
اگیا آج اس صدمہ وقت کا سے دل کو یقینیں  
آہِ بشرق کی پسند آئی نہ اس کو سر زمین  
ظلمتِ شب کے خیائے روزِ فرقت کم نہیں

”مازِ آغوشِ داغِ حیرت چیدہ است

بہجوشِ شمعِ کشتہ در چشمِ نگہِ خوابیدہ است“

کشتہ عزت ہوں آبادی میں گھبراہوں میں  
یادِ ایامِ سلف سے دل کو تڑپاتا ہوں میں  
شہر سے سڑا کی شدت میں نکل جاتا ہوں میں  
بہرِ تسکین تیری جانب دڑتا آتا ہوں میں

آنکھ گومانوس ہے تیرے دردِ دیوار سے

اجنبیت ہے مگر پیدل مری رفتار سے

دڑو کیسے دس کا خورشیدِ آشا ہونے کو تھا  
نخلِ میری آرزوؤں کا ہرا ہونے کو تھا  
آئینہ ٹوٹا ہوا غمِ الم نما ہونے کو تھا  
آہِ کیا جانے کوئی میں کیا ہونے کو تھا

ایرِ رحمتِ امن از گلزارِ امن برچیدہ رفت

اندکے بر غنچہ ہائے آرزو باریدہ رفت

تو کس سے اے کلیمِ ذرۂ سینا سے علم ! تھی تری موجِ نفسِ بادِ نشاط، فزائے علم  
 اب کہاں ! شوقِ رہ پیمائی صحرا سے علم تیرے دم سے تھا تارے سر میں بھی سودائے علم  
 "شورِ سیلِ کو کہ باز آراشیں سودا کند  
 خاکِ بنوں را غبارِ غائبِ صحرا کند"

خوں بکا دستِ دشتِ عقدِ تفتید کو توڑ کر پنچوں گا میں پنجاب کی زنجیر کو  
 دیکھتا ہے دیدہ جیسوں تری تصویر کو کیا تہی ہو مگر گردیدہ تفتید کو؟  
 "تابِ گویائی نہیں رکھتا دہنِ تصویر کا  
 خاشی کہتے ہیں جس کو ہے سخنِ تصویر کا"

## چاند

میرے دیرانے سے کوسوں دُور ہے تیرا وطن  
 بے مگر دریائے دل تیری کشش سے موجزن  
 قصد کس محفل کا ہے؟ آتا ہے کس محفل سے تو؟  
 زرد روشاید ہوا رنجِ رہنمائی سے تو؟

آفرینش میں سہرا پاؤ تو، عظمت ہوں میں  
 اس سیرِ روزی پسین تیرا ہمِ قمت ہوں میں  
 آہ میں تبست ہوں سوزِ اشتیاقِ دید سے  
 تو سہرا پاؤ داغِ منتِ خورشید سے  
 ایک سلقے پر اُرفتِ تم تری رفتار ہے  
 میری گردشِ جی مثالِ گردشِ پرکار ہے  
 زندگی کی رہ میں سرگرداں ہے تو، حیراں ہوں میں  
 تو فردزاںِ محفلِ ہستی میں ہے، سوزاں ہوں میں  
 میں رہِ منزل میں ہوں، تو بھی رہِ منزل میں ہے  
 تیری محفل میں جو خاموشی ہے، میرے دل میں ہے  
 تو طلبِ خو ہے، تو میرا بھی یہی دستور ہے  
 چاندنی ہے نورِ تیرا، عشقِ میرا نور ہے  
 انجمن ہے ایک میری جی جہاں رہتا ہوں میں  
 بزم میں اپنی اگر کیت ہے تو آئنا ہوں میں  
 ہر کا پر تو ترے حق میں ہے سینِ مِاجل  
 محو کر دیتا ہے مجھ کو حبِ بوئے حسنِ ازل



پھر کئی اسے مار دیں! میں اور ہوں تو اور ہے  
 درد جس پہلو سے اٹھا ہو وہ پہلو اور ہے  
 گرچہ میں ظلمت سدا پایا ہوں، سدا پایا نور تو  
 سیکڑوں منزل ہے ذوقِ آگہی سے دور تو  
 جو مری بستی کا مقصد ہے مجھے معلوم ہے  
 یہ چمک وہ ہے جہیں جس سے تری سُرم سُن

## ہلالِ رنہ

چمک اٹھا جو ستارہ ترے رعبت کا  
 ہوئی اسی سے تے عنکبوت کی آبادی  
 وہ آسماں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے  
 جس سے تجھ کو اٹھا کر حبِ زمیں لایا  
 تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی  
 کسی کے شوق میں تو نے مرنے ستم کے لیے  
 جفا جو عشق میں ہوتی ہے جفا ہی نہیں  
 ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں  
 نظر تھی صورتِ سلمانِ ادا شناس تری  
 شرابِ دین سے بڑھتی تھی اور پیاس تری

تجھے نظارے کا مثل کھیم سودا تھا      اویس طاقت دیدار تو رستا تھا  
 مدینہ تیسری نگاہوں کا نور تھا گویا      ترے لیے تو یہ سلسلہ ہی طور تھا گویا  
 تری نظر کو رہی دیدیں ہی سرست دید      خاک ڈے کہ قہر پست سے نیا مانید  
 گری و برق تری جہاں ناشکیبا پر      دُخند و زین تری طاقت تھی دستِ تھی پر  
 پیش ز شمشاد رفتند بڑے تو زلفند      چہ برق بسو و بجا شاکِ حاصل تو زلفند  
 اداسے دید سراپاں سب ز تھی تیری      کسی کو دیکھتے رہنا منہ تھی تیری  
 اذانِ زل سے تھے شوق کا ترانہ بنی      نماز اس کے نظارے کا آلِ بہانہ بنی  
 خوشادو وقت کہ یثرب تمام تھا اس کا !  
 خوشادو دور کہ دیدار غماز تھا اس کا !

## مگر شامِ

سنے کوئی مری غربت کی داستان مجھ سے      بھلا یا قصہ سپید ان تو میں میں نے  
 گئی نہ سیری طبیعت و یا فنِ حبت میں      پیا شعور کا جب جامِ آتشیں میں نے

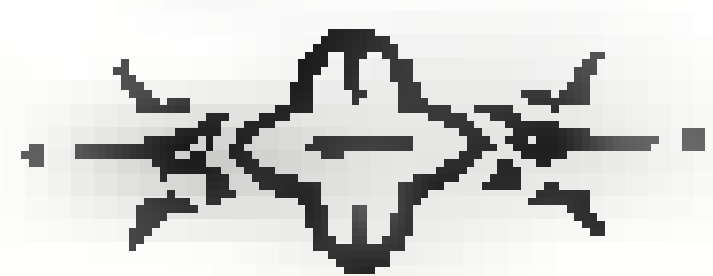
رہی حقیقتِ عالم کی جستجو مجھ کو  
 ملا مزاج تغیر پسند کچھ ایسا  
 نکالا کعبے سے پتھر کی مورتوں کو کبھی  
 کبھی میں ذوقِ تکلم میں طور پر پھنپ  
 کبھی صلیب پہ اپنوں نے مجھ کو دکھایا  
 کبھی میں غارِ حیرت میں چپا رہا برسوں  
 سنایا ہند میں آکر سڑور تانی  
 دیارِ ہند نے جس دم مری صدا نہ سنی  
 بنایا ڈروں کی ترکیب سے کبھی عالم  
 لہو سے لال کیا سیکڑوں زمینوں کو  
 سمجھ میں آئی حقیقت جب ستاروں کی  
 ڈرا سکیں نہ کلیسا کی مجھ کو تلواریں  
 کشش کا راز ہویدا کیا زمانے پر  
 کیا اسیرِ شعاؤں کو . برقِ مضطر کو  
 مگر خیر نہ ملی آہِ رازِ ہستی کی  
 ہوئی جو چشمِ مظاہر پر پست و آخر

دکھایا اوجِ خیالِ فلکِ شیں میں نے  
 کیا ستارہ نہ زیرِ فلک کہیں میں نے  
 کبھی بتوں کو بنایا حرمِ شیں میں نے  
 چھپایا نورِ ازل زیرِ استیں میں نے  
 کیا فلک کو سفرِ چھوڑ کر زمیں میں نے  
 دیا جہاں کو کبھی جسمِ آخر میں نے  
 پسند کی کبھی یونیاں کی سرزمیں میں نے  
 بسایا خطہٴ جاپان و ملکِ چین میں نے  
 خلافتِ معنی تعسیرِ اہلِ دیں میں نے  
 جہاں میں چھپرے کے پکارِ عقل دیں میں نے  
 اسی خیال میں راتیں گزار دیں میں نے  
 سکھایا مسئلہٴ گردشِ زمین میں نے  
 لگا کے آئینہٴ تختِ سلِ دہلیں میں نے  
 بنادی غیرتِ حجتِ یہ سرزمیں میں نے  
 کیا خرد سے جہاں کو تہِ نگیں میں نے  
 تو پایا خانہٴ دل میں اسے عین میں نے

## ترانہ ہندی

سارے جہاں سے چھا بندوستان ہمارا  
 غربت میں سوں اترے، رنج ہے دل وطن میں  
 پرست و سب سے اونچا، ہمسایہ آسمان کا  
 کودی میں کھلتی ہیں اس کی ہزاروں نیاں  
 اے آب و درگنگا، وہ دن ہیں یاد تچھ کو  
 مذہب نہیں سکھاتا، آپس میں ہیر رکھنا  
 یونان و خضر و ما سب سے گئے جہاں سے  
 کچھ بات ہے کہ سستی سستی نہیں ہماری

اقبال! کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں  
 معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا!



## جگنو

جگنو کی روشنی ہے کاشا نہ چین میں  
 آیا ہے آسماں سے ارکڑ کوئی ستارہ  
 یا شب کی سلطنت میں دن کا سفیر آیا؟  
 تکرہ کوئی گرا ہے مہتاب کی قسب کا؟  
 حسن قدیم کی یہ پوشیدہ اک جھلک تھی  
 چھوٹے سے چاند میں ہے ظلمت بھی روشنی بھی  
 یا شمع ہیں رہی سبے بچپلوں کی انجمیں ہیں؟  
 یا جان پر طعنی سبے مہتاب کی کرن ہیں؟  
 غربت میں آگے تھپکا، منار تھا وطن میں؟  
 ذریعہ ہے یا نمایاں سورج کے پیریں ہیں؟  
 لے آئی انہیں کو قدرت خلوت انجمیں ہیں؟  
 نکلا کبھی گھن سے، آیا کبھی دھن میں  
 پروانہ اک چنگا، جگنو بھی اک چنگا

وہ روشنی کا طالب، یہ روشنی سراپا

ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے لہری دی  
 رنگیں نوا بنایا مرعشان بے بے باں کو  
 نظارہ شفق کی خوبی زوال میں تھی  
 رنگیں کیا سمجھ کر، بانگی دلہن کی صورت  
 سایہ ویا شجر کو، پرواز دی ہوا کو  
 یہ اتسیا رنگین اک بات ہے ہماری  
 پرانے کو پیش دی، جگنو کو روشنی دی  
 گل کو زبان دے کر تعبیر خاموشی دی  
 چمکا کے اس پرپی کو تھوڑی سی زندگی دی  
 پنا کے لال جوڑا شب بزم کی آرسی دی  
 پانی کو دی روانی، موجوں کو بے کلی دی  
 جگنو کا دل ہی ہے جو رات کے ہماری

حسن ازل کی پیدا ہر چیز میں جہاک ہے  
یہ چاند آسمان کا شاعر کا دل سے لویا  
انہ زلفگو نے دھوکے دیئے ہیں ورنہ  
کثرت میں ہو گیا ہے حدت کا راز مخفی  
انساں میں دشمن ہے غنیمت میں دشمن ہے  
واں چاندنی ہے کچھ بیاں ردی کسک ہے  
نغمہ ہے لہنے میں بوجھوں کی جہاک ہے  
جگنو میں جو چمک ہے وہ بچوں میں مہاک ہے

یہ اختلاف کچھ کیوں ہنگاموں کا محل ہو؟  
ہر شے میں جبکہ نپساں خاموشی ازل ہو

## صبح کا ستارہ

لطف ہساگی شمس و ستار کو چھوڑ دوں  
یہ حق میں تو نہیں تاروں کی بستی اچھی  
اسماں کیا، عدم آباد وطن ہے میرا  
میری قسمت میں ہے ہر روز کا مرنا جینا  
نہ یہ خدمت نہ یہ عزت، نہ یہ رفعت اچھی  
میری قدرت میں جو ہوتا، تو نہ اختر بننا  
اور اس خدمت پیغام سحر کو چھوڑ دوں  
اس بلندی سے میں لوں کی پستی اچھی  
صبح کا دامن بعد چاک لہن ہے میرا  
ساقی موت کے ہاتھوں سے صبح جی پینا  
اس گھڑی بھر کے چکنے سے تو ظلمت اچھی  
قعر دریا میں چمکتا ہوا گوہر بننا



دیں بھی موتوں کی شائش سے جو دل صبر آتا  
ہے چکنے میں مزا حسن کا زیور بن کر  
بیک پتھر کے جو ٹکڑے کا نصیب ہا جاگا  
ایسی چیزوں کا مردہ میں ہے کام شکست  
زندگی وہ ہے کہ جو ہونے شناسائے اہل

چھوڑ کر جس نے نہیں سب گھو مو جاتا  
زینتِ تاج سرِ بانو سے قبضہ بست کر  
خاتمہ دستِ سلیمان کا نہیں بن کے رہا  
ہے ہر باتے پر نمایاں کہ انجب نام شکست  
کیا وہ دنیا ہے نہ جو جس میں شائشائے اہل

ہے یہ انجب نام اگر زینتِ عالم ہو  
کیوں نہ گر جاؤں کسی بچوں پہ شبنم ہو کر؟

کسی مٹیانی کے قشاں کے ستاروں میں ہوں  
اشک بن کر سرِ مرگاں سے ٹپک جاؤں میں  
جس کا شوہر ہو رہا ہوں کے زرد میں ستور  
یاس و امید کا نظارہ جو دکھلاتی ہو  
جس کو شوہر کی رضا تائب کی گئی دے  
زرد و زخمیت کی گھڑی غار میں گلوں ہو جائے  
لاکھ دھبہ کرے پر میں ٹپک ہی جاؤں

کئی خلوص کی آہوں کے شراروں میں ہوں  
کیوں نہ اس بویں کے آنکھوں سے ٹپک جاؤں میں  
سوئے میدانِ ونا جب ٹپن سے مجبور  
جس کی خاموشی سے تہہ پر بھی شرمائی ہو  
اورنگا ہوں کو حیا طاقتِ گویائی دے  
کششِ حسن غمِ جیسے کہ افروں ہو جائے  
ساغرِ دیدہ پر غم سے چمک ہی جاؤں

خاک میں مل کے حیاتِ ابدی پا جاؤں  
عشق کا سوز زما سے کو دکھاتا جاؤں

# ہندوستانی بچوں کا قومی گیت

چشتیؔ نے جس زمیں میں پیغامِ حق سنایا  
بانکے جس زمین میں وحدت کا گیت گایا  
تآریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا  
جس نے جازیروں سے شتِ غرب پہنچایا

میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

یونانیوں کو جس نے حیران کر دیا تھا  
سائے جہاں کو جس نے غم و ہنہ دیا تھا  
مٹی کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا  
ترکوں کا جس نے اکن بیروں سے جم دیا تھا

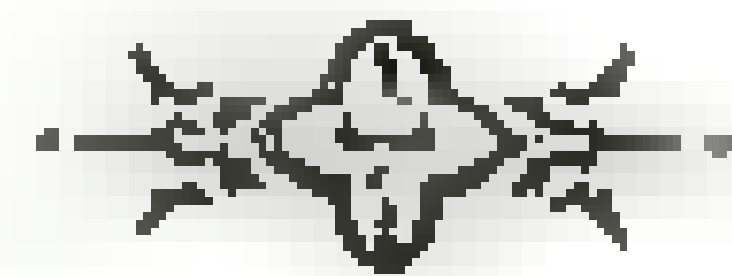
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

لوٹے تھے جوتائے فارس کے آسمان سے  
پتھر اب ڈیکھے جس نے چپکائے ککشاں سے  
وحدت کی لے سنی تھی دنیا نے جس مکان سے  
میرے سب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

بندے کلیم جس کے پر بت جہاں کے سینا  
فرخِ نبی کا آکر ٹھیرا جہاںِ شریف  
رفت ہے جس زمیں کی باہمِ فلک کا زینا  
جنت کی زندگی ہے جس کی فضا میں حسینا

میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے



## نیا سوالہ

بچ کہہ دوں اسے برہمن اگر تو برانہ مانے  
تیرے خندوں کے بت ہو گئے پرانے  
اپوں سے بیر رکھنا تو نے بڑوں سے سیکھا  
جنگ جہل سکھایا دامن کو بھی خدا نے  
تنگ آگے میں نے آخر دیر و حرم کو چھوڑا  
دامن کا دامن چھوڑا چھوڑے تے فنا نے

پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے

خاکِ وطن کا محب کو ہر ذرہ دیوتا ہے

آغیرت کے پردے اک بار بھرا ٹھادیں  
بچڑوں کو چھ مڑا دیں آفتشِ دوئی ٹھا دیں  
شونی پری ہوئی ہے مدتِ دل کی بستی  
آک نیا شوانہ اس دیں میں بنا دیں  
دنیا کے تیر تختوں سے اونچا ہوا اپنا تیر تختہ  
دامن آسماں سے اس کا کلس ملا دیں  
ہر برج اٹھ کے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے  
سائے پجاریوں کو مے پیت کی پلا دیں

شکستی بھی شامی بھی جھکوں کے گیت میں ہے

دھرتی کے بایلوں کی نکستی پریت میں ہے



## داغ

عظمتِ نجات ہے اک تہست کے پیو ناز میں  
توڑ ڈالی موت نے نسبت میں کیا ہے  
آج لیکن سمجھو! سارا چینِ ماقہ میں ہے  
بیل ڈنی نے باندھا اس چین میں آئیاں  
مہرِ مہرِ جرج سے شہرِ خموشاں کا کہیں  
چشمِ محفل میں اب تک کیفِ مہاسے آہ  
شعِ روشن کجی رہی، دہیم سخنِ ماقہ میں ہے  
بمنوا ہیں سب عنادِ دل باغِ بستی کے جہاں  
چل بسا داغِ آہِ بیتاس کی زیبِ دُش ہے  
آخری شاعرِ جہان آباد کا خاموش ہے

ب کہاں وہ بانگِ پین! وہ شوخیِ طرزِ بیاں!  
نئی زبانِ داغ پر تو آرزو ہر دل میں ہے  
بے باسے کون پوچھے گا سکوتِ گل کا راز؟  
کون سمجھے گا چین میں مادہِ طبعِ گل کا راز؟  
نہی حقیقت سے غفلتِ فکر کی پرواز میں  
آنکھ طائر کی شبیم پر رہی پرواز میں

وردِ کمال ہیں گئے غموں کی ہیں باریکیاں  
تنگیِ دوراں کے نقشے کھینچ کر روایتیں گے  
اپنے فکرِ نکتہ آرا کی فلکِ پیاسیاں  
یا تنہیل کی نہی دنیا ہمیں دکھائیں گے

اس مین میں ہوں گے پر ایہ بل شیراز بھی  
سیکاڑوں سا چہرہ بھی ہوں گے نہ بے مہاجر بھی  
انہیں گئے آذر مزاروں شمر کے تجانے سے  
سے پڑائیں گے سے مافی سے پینے سے  
کاحی بنائیں گی کتاب دل کی تغیر بہت  
ہوں گی سے بے خبر زبیر و نبیر بہت  
ہو ہو کیچے گالہ سیب عیش کی تصویروں  
اتھ لیا نادر کفن مار سے گاد پر تیر کوں

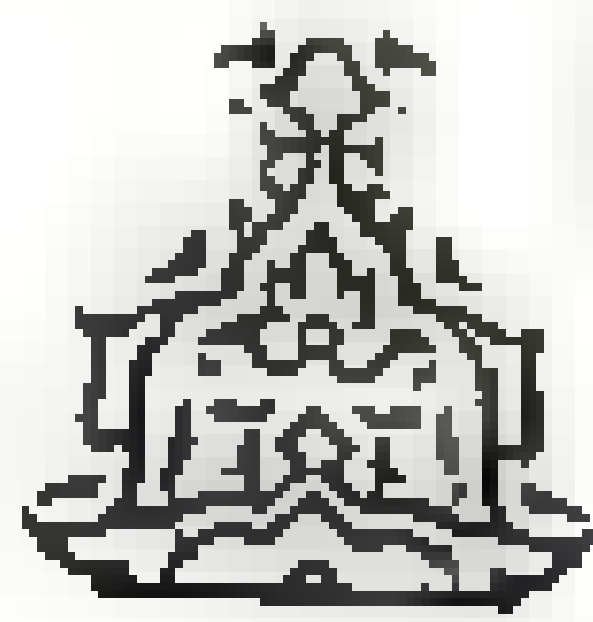
اشک کے دانے زمین شعر میں رہا ہوں میں  
تو بھی روئے خاک کی اداس کو رہا ہوں میں  
اسے جہان آباد اسے سہ ماہیہ بزم سخن  
ہو گیا پھر آج پادال مسند تیرا چمن  
وہ گل رنگیں تر از نصرت مشال ہو  
آہ خالی داغ سے کاشت آزار دہوا  
تھی نہ شاید کچھ شش ایسی وطن کی خاک میں  
وہ میر کا مل ہوا پنہاں زمین کی خاک میں  
اتھ گئے ساقی جو تھے مینخانہ خالی رہ گیا  
یادگار بزم ولسی ایک حالی رہ گیا

آرزو کو خون رولاتی ہے سبب داہل  
مارتا ہے تیر تار کی ہیں نصیب داہل  
کل نہیں سکتی شکایت کے لیے زباں  
سے خزاں کا رنگ بھی وجہ قیام گلستاں  
ایک ہی قانون عالمگیر کے ہیں سب اثر  
بوسے گل کا باغ سے گلچیں کا دنیا سے سفر

## اندر

اٹھی پھر آج وہ پوربہ ست کنوں کوئی گھٹنا  
 نہاں ہوا جو ریشہ شمسِ زید دامنِ ابر  
 گرج کہ شور نہیں ہے، خودش ہے، گھٹنا  
 چمن میں سکیم نشا ملے مدا م لانی ہے  
 جو بچہ دل مہر کی لڑی سے سوچے بچے، اٹھے  
 ہوا کے زور سے ابھرا، بڑھا، اڑا بادل  
 سیا پوش ہوا پھر ہوا پس آئے کہ  
 ہوا سے سر د بھی آئی سوار تو سن ابر  
 عجیب بیگمہ ہے خودش ہے یہ گھٹنا  
 قبا سے کل میں نہ ٹانگے کو آئی ہے  
 زمیں کی لڑیوں جو پڑے سوئے تھے، اٹھے  
 اٹھی وہ اور گھٹنا، لو! برس پڑا بادل

عجیب خیمہ ہے کہ سارے کہے نہالوں کا  
 یہیں قیام ہو وادی میں پھر نئے والوں کا





## ایک چکر دار چکر

سرشام ایک مرنے لگا پیرا  
چمکتی چیز اک دیکھی نہیں بہر  
کہا جگنو نے اور رخ نوارین  
تجھے جس نے چمکائی کو دکھائی  
باس زین مستور ہوں میں  
چمک تیری بہشت گوشِ اربے  
پڑں کو میرے قدرتِ بنیادی  
تری منعت ار کو گانا سکھایا  
چمک بخشی مجھے، آواز تجھ کو  
مخالف ساز کا ہوتا نہیں سوز  
قیامِ بزمِ بستی ہے انہیں سے

کسی ٹہنی پہ چٹیا کا رہا تھا  
اڑا طائر اسے جگنو سمجھ کر  
نہ کر بسے پس پرنتا ہوسس تیز  
ای اے اللہ نے مجھ کو چمک دی  
چنگوں کے جہاں کا طور ہوں میں  
چمک سیری بھی فردوسِ نظر ہے  
تجھے اس نے عداسے دلرادی  
مجھے گلزار کی شعل بنایا  
دیاسے سوز مجھ کو، ساز تجھ کو  
جہاں میں ساز کا ہے ہم نشیں سوز  
ظہورِ رنجِ دستی ہے انہیں سے

ہم آہنگی سے ہے محفل جہاں کی  
اسی سے ہے بہار اس بوستاں کی

## چکر اور شمع

کیسی چیزنی ہے یہ اسے شعلت کو داندہ خوا  
شعنی شعلوں کو کھڑیوں دیکھ رہا ہے تو  
پیری آغوش میں بیٹھے ہوئے جنبش کیا  
دوشنی سے کیا بھل گیری سے تیرا ماہ

اس نظارے سے ترانخا سادل حیران ہے  
یہی دیکھیں ہوئی شے کی گڑچپان ہے

شعلہ شعلہ ہے لیکن تو سراپا نور ہے  
دستِ رستہ اسے کیا جانے کیوں تیاں کیا  
نور تیرا چھپ گیا زیرِ نقاب آگہی  
آہ! اس بخش میں یہ عریاں ہے تو مستول ہے  
تجھ کو خال تیرے کسے فانوس میں پہناں کیا  
سب سے بڑا دریدہ بنیا نقاب آگہی

زندگانی بس کوکتے ہیں سر موٹی ہے  
خواب سے بختلست برستی سے بیروٹی ہے

بخش قدرت کے اک دریا سے بے پایاں تن  
حسن کوستاں کی صیت ناگ خاموشی میں ہے  
آسمانِ بصر کی آئینہ پوشی میں ہے یہ  
آئینہ اردیکے تو ہرگز سے ہیں بے ظنونانِ حسن  
مہر کی فوغتری شب کی سیہ پوشی میں ہے  
شام کی ظلمت شفق کی گل فروشی میں ہے

غنیمتِ پریر کے شستے ہوئے آثار ہیں      طغنائے ششما کی رشتہ شگفتہ ہیں  
 ساکنِ سخنِ بخششِ نغمہ آرازی ہیں      نئے نئے تاروں کی آشاں ساری ہیں  
 چشمِ کسار میں دریا کی آرازی ہیں      شہرِ بھرا میں دیر نئے آبادی ہیں  
 بس کوئین کی لمبے شے کی ہے بوس      ورنہ اس بھرا میں کیوں آرا ہے  
 صن کے اس عام ہوئے ہیں بھی یہ عیاں      زندگی اس وصالِ مابنی ہے اب  
 زندگی اس وصالِ مابنی ہے اب

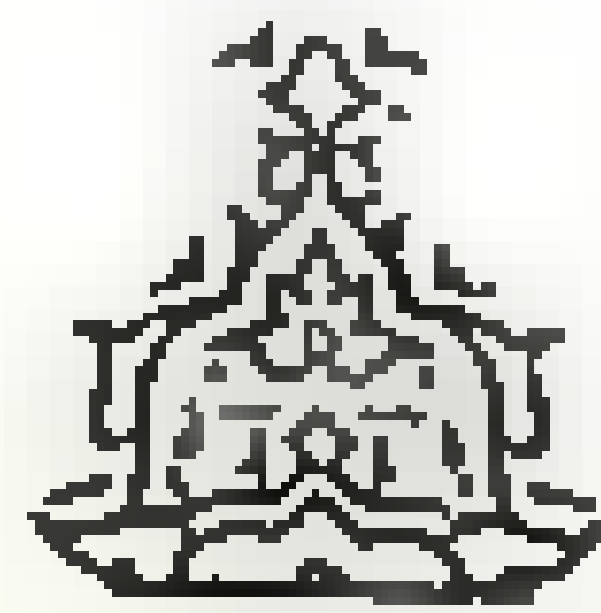


## کنارِ راوی

سکوتِ شام میں مجھ کو ہے راوی      نہ چھپ چھپ سے جو ہے کیفیتِ مرد کی  
 پیامِ سجدہ کا یہ زیر و بم ہوا مجھ کو      جہاں تمام سوادِ سدرم ہوا مجھ کو  
 سرِ کسار و آبِ واں کھڑا ہوں ہیں      خبر نہیں مجھے یکن کس کھڑا ہوں ہیں  
 شرابِ سرخ سے رنگیں ہوا ہے امنِ شام      لیے ہے پیرِ فلکِ ستِ عشا میں جام

خادمِ لوقا سدا روزِ سحر نامِ سپاہ  
شوقِ نہیں ہے یہ یوں کے بچوں ہیں گویا!  
کھرے ہیں دورِ غلطِ فرائضِ تنہائی  
سنا خوابِ گہِ شمسوارِ چپستانی  
فنا ہے ستمِ انقلاب ہے یہ محسوس  
کوئی زمانِ سلف کی کتاب ہے یہ محل  
مقام کیا ہے، مردِ مجاہدِ شمس ہے گویا  
شجرہ؟ یہ انجمنِ بے خودِ شمس ہے گویا!

رواں ہے سینہ دریا پہ اک سفینہ نیر  
ہوا ہے موج سے ملالِ جس کا گرمِ سقینر  
سبک دوی میں ہے مثلِ نگاہِ کیشی  
نکل کے حلقہِ حسدِ نظر سے دورِ گمنی  
جہازِ زندگی آدمی رواں ہے یہ نہیں  
ابد کے بحر میں پیدا ہوئیں نہاں ہے یہ نہیں  
شکست سے یہ کبھی استغنا نہیں ہوتا  
زنا سے چھپا ہے لیکن فنا نہیں ہوتا



## الحاج سے مسافر

(بدرگاہِ حضرت محبوبِ الہی، دہلی)

فرشتے پڑتے ہیں تہیں تو وہ نام سے تیرا  
تسارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم  
تو ہی لوح کی زیارت ہے زندگی دل کی  
نہاں ہے تیری محبت میں رنگِ محبوبی  
بڑی جناب تیری پیش قدمی ہے تیرا  
نظامِ مہر کی صورتِ خدا ہے تیرا  
مسحِ حضرت سے اونچا منتام ہے تیرا  
بڑی ہے شان، بڑا آستہ ہے تیرا  
اگر سیاہ دلم، داغِ لالہ زار تو ام  
و اگر کشادہ جبینم، گل بہار تو ام

جہن کو چوڑے نکلا ہوں شل نکستِ گل  
چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے  
نظر ہے ابر کرم پر اور خستِ صحرا ہوں  
فلک نشیں صفتِ مہربوں زمانے میں  
مقامِ مسافروں سے ہوا میں قدر آئے  
مری زبانِ تسلیم سے کسی کا دل نہ دئے  
جو اسے سیر کا منظورِ امتحان محب کو  
شرابِ غم کی لذت کشاں کشاں محب کو  
کیا خدا نے نہ محبتِ راجِ غیاں محب کو  
ترمی دعا سے عطا ہو وہ نرد باں محب کو  
کہ سمجھے سزا میں مقصود کار دہاں محب کو  
کسی سے شکوہ نہ ہو زیرِ آسماں محب کو

دوں کو چاک کر کے مثلِ شانہ جس کی ٹر  
 بنایا تھا جسے چین چن کے خارِ خوش میں سے  
 پھر آدھوں ستِ مہمِ داد و پردہ چو تہیں  
 دشنم باد کہ حنا اندازِ مرقعہ زری  
 نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کھلی  
 دمایہ کو کہ حسدِ راوندِ آسمان و زیریں  
 وہ میرا یوسفِ ثانی، وہ شمعِ محسنِ عشق  
 جلا کے جس کی محبت نے دفترِ من و تو  
 ریاضِ دہر میں ماندرِ گلِ رے خنداں

شگفتہ بوسے کھل دل کی پھول بو جائے!

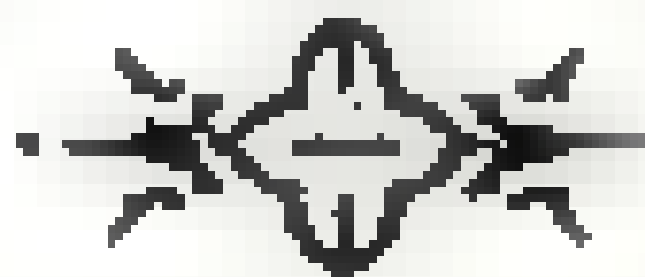
یہ التجائے مسافرِ قیوں بو جائے!





## غزل

گلزارِ هست و بود نہ بیگانہ وار دیکھ  
 آیا ہے تو جہاں میں مثالِ شرار دیکھ  
 ہاں کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں  
 تو میرا شوق دیکھ مرا تشنہ وار دیکھ  
 کھوئی ہیں ذوقِ دید نے انھیں تری اگر  
 ہر دہائے زینتِ کفِ پائے یار دیکھ



نہ آتے سمیں اس میں تکرار کیا تھی  
 تمہارے پیامی نے سب راز کھولا  
 مگر وعدہ کرتے ہوئے غار کیا تھی  
 خطا اس میں بندے کی سگر کیا تھی  
 بھری بزم میں اپنے عاشق کو مارا  
 تری آنکھ مستی میں ہشیار کیا تھی

تامل تو تھا ان کو آنے میں قاصد  
کھینچے خود بخود جانبِ طور موٹی  
مگر یہ تھا بس رزا نکار کیا تھی؟  
کشش تیری اسے شوقِ دیدار کیا تھی؟  
کہیں ذکر رہتا ہے اقبالِ تیرا  
فہموں تھا کوئی تیری نصیر کیا تھی

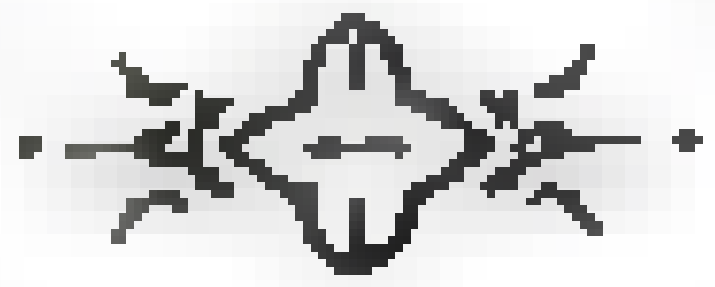


عجب واعظ کی دینداری ہے یارب!  
کوئی اب تک نہ یہ سمجھا کہ انساں  
مداوت ہے اسے سارے جہاں سے  
کہاں جاتا ہے آتا ہے کہاں سے؟  
وہیں سے رات کو ظلمت علی ہے  
چمک مارے نے پائی ہے جہاں سے  
مسم اپنی دردِ سندی کا فسانہ  
سنا کرتے ہیں اپنے رازِ داں سے  
بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں  
رز جاتا ہے آوازِ اداں سے!



ادواں دہ تنگے کہیں سے آشیانے کے لیے  
وائے ناکامی فلک نے تاک کر توڑا اسے  
بجلیاں بیتاب ہیں جن کو جلانے کے لیے  
میں نے جس ڈالی کو تاڑا آشیانے کے لیے  
انگھل جاتی ہے بقاءِ دولت سے تری  
ایک پیمانہ ترا سارے زمانے کے لیے  
دل میں کوئی اس طرح کی آرزو پیدا کروں  
لوٹ جائے آسمان میرے مٹانے کے لیے

جمع کر خُزن تو پہلے دانہ دانہ چن کے تو  
 پس تھانا کا مٹی سیاد کا لے ہمہ ضعیف  
 جتنی بچے گی کوئی بکلی جہانے کے لیے  
 ورنہ میں اور اٹکے آتا آپ لانے کے لیے  
 اس چمن میں کیش دل گھسے تڑا دی کا میت  
 آؤ یہ پلشن نہیں ایسے تھرانے کے لیے



کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیونکر ہوا  
 جاتے ہجرت ہے برا سارے زمانے کا ہوں یا  
 کچھ دکھانے دیکھنے کا تھا الفت ادا طوط پر  
 بے طلب لے مدعا ہونے کی بھی اک مدعا  
 دیکھنے والے یہاں بھی دیکھ لیتے ہیں تجھے  
 حسن کامل ہی نہ ہو اس بے حجابی کا سبب  
 موت کا نسخہ ابھی باقی ہے اے دردِ فراق  
 تو نے دیکھا ہے کبھی اے دیدِ عبرت کہ گل  
 پر سسلی اعمال سے مقصد تھا رسوائی مری  
 اور اسیرِ حلقہ - وار ہوا کیونکر ہوا  
 مجھ کو یہ خلعت شرافت کا عطا کیونکر ہوا  
 کیا خبر ہے تجھ کو اے دلِ فیضیہ کیونکر ہوا  
 مہرِ رخسار وادِ منت سے رہا کیونکر ہوا  
 پھر یہ غم و حسرت کا نہ بڑا کیا کیونکر ہوا  
 وہ جو تھا پردوں میں نہاں خود نما کیونکر ہوا  
 چارہ در دیوانہ سب سے میں لا دوا کیونکر ہوا  
 ہو سکے یہ اشاک سے نہیں قبا کیونکر ہوا  
 ورنہ ظاہر تھا کبھی کچھ کیا ہوا کیونکر ہوا

میرے سٹنے کا تماشا دیکھنے کی چیز تھی  
 کیا بتاؤں ان کا سبب - اسامنا کیونکر ہوا

انوکھی دشن سبے سارے زمانے سے نکلے ہیں  
 یہ مائشِ دن کی بستی سے یرب تنے نکلے ہیں  
 علاج درد میں جی درد کی لذت پر متما ہوں  
 جو تھے چھا ہواں ہیں کاشٹے نوکِ زبان سے نکلے ہیں  
 پھلا پھولا رہے یارب چمنِ میری اسیدوں کا  
 بند کا خون لے لے کر یہ بوٹے ہیں نئے پائے ہیں  
 رات ہی ہے مجھے راتوں کو خاموشی ستاروں کی  
 نہ لا عشق ہے میرا، نہ اسے میرے نکلے ہیں  
 نہ پوچھو مجھ سے لذتِ خاموشاں بہا دینے کی  
 نشیمن سیکڑوں میں نے بنا رکھو پاک ڈالے ہیں  
 نہیں بیگانگی اپنی رستہ رادِ منزل سے  
 ٹھہر جا لے شہرِ رجم بھی تو آخر سٹنے والے ہیں  
 اسید حور نے سب کچھ سکھار کھا ہے غلط کو  
 یہ حضرت دیکھنے میں سیدھے سادے بھولے بھالے ہیں  
 مرے لشکر سے اقبال کیوں پائے نہ ہوں مجھ کو  
 مرے ٹوٹے ہوئے دل کے یہ درد انگیز نالے ہیں

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی  
منصور کو ہوا لب گویا سپاہ موت  
ہو دیدہ کما جو شوق تو آنکھوں کو بہتہ کر  
میں اتھماتے عشق ہوں تو اتھماتے حسن  
عذر آفرین بر محبت سب سے حسن دوست  
چھپتی نہیں ہے یہ نگہ شوق، بزم شیدا  
رہیٹھے کیا سمجھ کے بسلا طور پر کھیم  
نظارے کو یہ بیشبش نگاہیں بھی بارے

ہو دیکھنا تو دیدہ دل واکرے کوئی  
اب کیا کسی کے عشق کا دغوبنی کرے کوئی  
سبے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی  
دیکھے مجھے کہ تجھ کو مست شاعرے کوئی  
مجنون غمناک تازہ نپیدا کرے کوئی  
پھر ادب سے حزن انہیں دیکھا کرے کوئی  
حلاقت ہو دیدہ کی تو لگتا شاعرے کوئی  
نرس کی آنکھ سے تجھ دیکھا کرے کوئی

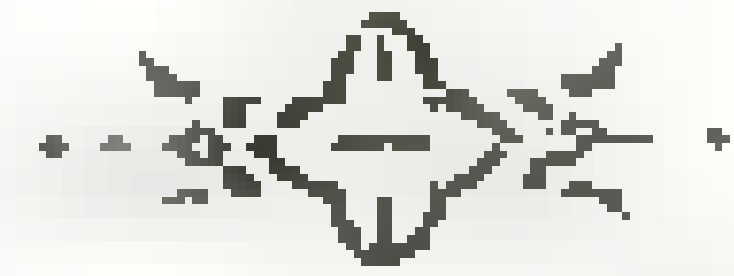
کھل جائیں کیا مرے ہیں تمنائے شوق ہیں  
دو چار دن جو سیدی تمنا کرے کوئی



کہوں کیا آرزوئے بیدلی مجھ کو کہاں تک ہے  
دیکش ہوں فروغ سے شے و نگہ از بن جاؤں  
بہن افروز ہے سیاد میری خوشنواں تک  
وہشت گاہ میں نہیں پریشانی سے صبرا ہوں  
جرمن ناز خواہیڈ ہے کے ہرک دیے میں

کے بازار کی رونق ہی سوسائے زیاں تک ہے  
بھائے نکل فراقی ساقی نامہ باں تک ہے  
رہی بکلی کی بقیابی، سو میرے آشیان تک ہے  
نہ پوچھو میری وسعت کی زمیں سے آسمان تک ہے  
یہ خاموشی مری وقت حیل کارواں تک ہے

کون دل سے سامانِ شوقِ پیدار  
 کز غدہِ خاطرِ رویتِ آبِ رواں تہا  
 چمنِ زارِ محبت میں شوشی موت سے پہل  
 یہاں کی زندگی پابندیِ رسمِ فغاں تہا  
 جوں سے تو ذوقِ ویدیتی، افسانہِ متناہی  
 ہمارے ٹھہری آبادی قیامِ میمان تہا  
 رہنے بھر میں رہو، ہوسے سے نادانی  
 سمجھتا ہوں کہ یہ عشقِ میرے اذعان تہا



جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں نہ مینوں میں  
 وہ نکالے میرے غفلتِ ناتواں کے مینوں میں  
 حقیقت اپنی آنکھوں پر سیاہیاں جب بولی اپنی  
 مکان نکالا ہمارے خزانہِ دل کے مینوں میں  
 اگر کچھ آشنا ہوتا مذاقِ جہ سے سانی سے  
 تو سنگِ آستانِ تعبہ جا مٹا جیسے مینوں میں  
 کبھی اپنا بھی نشانہ کیا ہے تو نے لے مینوں  
 کہ یہی کی طرح تو خود بھی سب سے گلِ شبنم میں  
 پہلے نسل کے گلہروں کی صورت اٹھتے جاتے ہیں  
 مگر گھر میں جدائی کی گزرتی ہیں مینوں میں





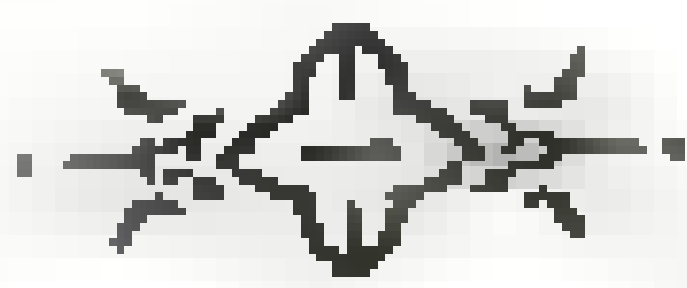
مجھے روکے گا تو سنے، خدا کی غرق ہونے سے  
 کہ جن کو ڈوبنا تو ڈوبنا ہے، چرخِ سحر میں  
 چپا یا حسن کو اپنے عظیم اللہ سے جس سے  
 وہی نازاں ہے، سب سے توبہ پیرا، زینتوں میں  
 بدستِ حق سے بھی شہدِ بوجِ نفس، ان کی  
 اتنی، کیا چھپا ہوا، سب سے دل کے سینوں میں  
 تمست درِ دل کی ہو تو کریمتِ فقیروں کی  
 نہیں مٹا یہ کوہِ بادشاہوں کے غمخیزوں میں  
 نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادہ ہو تو دیکھ ان کو  
 پرہیز سائے بیٹے ہیں اپنی استیوں میں  
 ترستی سے گماڑاں سب اس کے اشارے کو  
 وہ رونقِ احسن کی ہے انھیں خوت گزینوں میں  
 کسی ایسے شہر سے پڑنا کہ اپنے خرمِ دل کو  
 کہ نورِ شہید قیامت کی ہو تیرے خوشہ چینوں میں  
 محبت کے لیے دلِ دھوئندہ کوئی ٹوٹنے والا  
 یہ وہ ہے جسے رکھتے ہیں نازک، انجینوں میں

سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عشق  
 بھلائے دے دیا ہے ایسا بھی سب سے کوئی سینوں میں؟  
 پھر کٹ اٹھا کوئی تیری، داسے مائعِ فنا پر  
 ترا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں  
 نمایاں ہو کے دکھلا دے کبھی ان کو جمال اپنا  
 بہت مدت سے چہچہے ہیں ترے باریکٹ میں  
 خموش اے دس! بھری محفل میں چپا کرنا نہیں اچھا  
 ادب پہلا متدینہ ہے محبت کے قمریوں میں  
 بُرا سمجھوں انھیں مجھ سے تو ایسا سو نہیں سکتا  
 کہ میں خود بھی تو ہوں اقبال اپنے نکتہ چینیوں میں



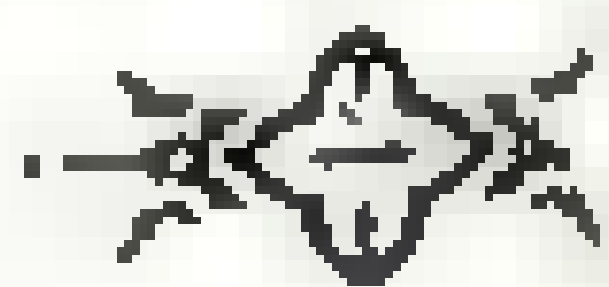
مری سادگی و یکید کب چاہتا ہوں	ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
کوئی بات مسبرازما چاہتا ہوں	ستم ہو کہ ہو وعدہ بے حجابی
کہ میں آپ کا سنا چاہتا ہوں	یہ جنت مبارک رہے زاہدوں کو
وہی لہن ترانی سنا چاہتا ہوں	ذرا سا تودل ہوں مگر شوخ آہنا
چراغِ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں	کوئی دم کا مہماں ہوں اے اہلِ محفل

بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی  
بڑا بے ادب ہوں، سزا چاہتا ہوں



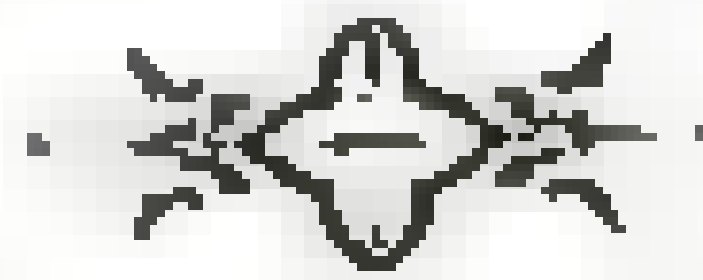
کشارہ دستِ کرم جٹ بے نیاز کرے  
بٹھا کے عرش پر لکھا ہے تیرے لئے غنیمت  
مری نگاہیں وہ زندہ ہی نہیں ساقی  
مدام گوش بہ دل رہ یہ ساز بے ایسا  
کوئی یہ پوچھے کہ واسطہ کیا بڑا ہے  
سخن میں سوز اتنی کہاں سے آتا ہے  
تیز لالہ و گل سے بے مالہ طبل  
غرور زہد نے سکھلا دیا ہے واسطہ کو  
نیاز مند نہ ہوں مگر جی پہنا کرے  
خدا دے کیا ہے جو بندوں سے تیرے  
جو ہوشیاری وستی میں امتیاز کرے  
جو شوکت تیرے تو پیدا نواسے از کرے  
جو بے غل پہ بھی رحمت دے نیاز کرے  
یہ چیز دوسرے کے تیرے کو بھی گدا کرے  
جہاں میں دانہ کوئی چشمہ امتیاز کرے  
کہ بندہ کانِ خدا پر زبان راز کرے

ہوا ہوا بیسی کہ ہندوستان سے لے اقبال  
اڑا کے مجھ کو شبِ ارہ حجاز کرے



سختیاں کرتا ہوں دل پر غیر سے غافل ہوں میں  
ہاسے کیا اچھی کہی ظالم ہوں میں، جاہل ہوں میں

میں بھی تک تھا کہ تیری جلوہ پیرائی نہ تھی  
 جو نمودِ حق سے سٹ جاتا ہے وہ باطل ہوں میں  
 علم کے دریا سے نئے غوطہ زن گویا بدست  
 واسے کھڑی امی باختر جہین لبِ ساحل ہوں میں  
 سبے مری دولت ہی تجھ میری تہ فتن کی دلیل  
 جس کی خلعت کو ملک روئے ہیں وہ غافل ہوں میں  
 بزمِ بستی اپنی آتش پہ تو نازاں نہ ہو  
 تو تو اک تصویر ہے محفل کی اور محفل ہوں میں  
 ڈھونڈتا پھرتا ہوں اسے اقبال پنے آپ کو  
 آپ ہی گویا مسافر آپ ہی منزل ہوں میں

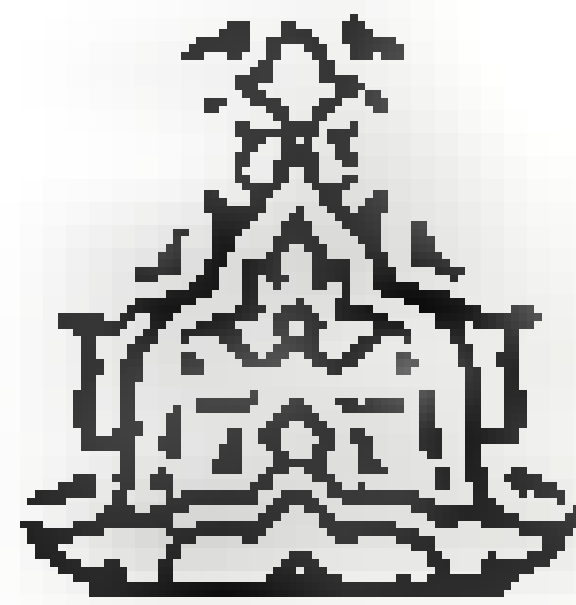


مجنوں نے شہرِ چوڑا، تو صحرا بھی چھوڑ دے  
 دانشِ بالماں ترک سے ملتی ہے یاں مراد  
 نقایہ کی روش سے تو بہتر ہے خود کشی  
 مانندِ خامہ تیری زباں پر سبے حرفِ غیر  
 لطفِ کلام کیا جو نہ ہر دل میں دردِ عشق  
 نفاست کی ہو کس سو تو یہاں بھی چھوڑ دے  
 دنیا جو چھوڑ دی ہے تو جتنی بھی چھوڑ دے  
 رستہ بھی ڈھونڈ، شہر کا سودا بھی چھوڑ دے  
 بیگانہ شے پہ نازشیں یہاں بھی چھوڑ دے  
 بس نہیں ہے تو، تو تر پنا بھی چھوڑ دے

شبنم کی طرت پھولوں پہ دلوں پہن سے پہل  
 ہے عاشقی میں رسم الگ سے جینا  
 سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے !  
 اچھا ہے اے کے ساتھ ہے پاس بائیں تن  
 دنیا وہ کسی جو بنفسِ غیر پر مدار  
 شوخی سے سوال مکر میں اسے کہیم  
 اس بات میں قسب مرکہ سودا بھی چھوڑ دے  
 بخانا نہ بھی، حرم بھی، کعبہ بھی چھوڑ دے  
 اے بے خبر، حیران کی منت بھی چھوڑ دے  
 لیکن کبھی بھی استغناء بھی چھوڑ دے  
 شہرت کی زندگی کا کجروس بھی چھوڑ دے  
 شہر پار نہا یہ ہے کہ نشتِ نما بھی چھوڑ دے

واغٹھ ثبوت اسے جو سے کے جواز میں

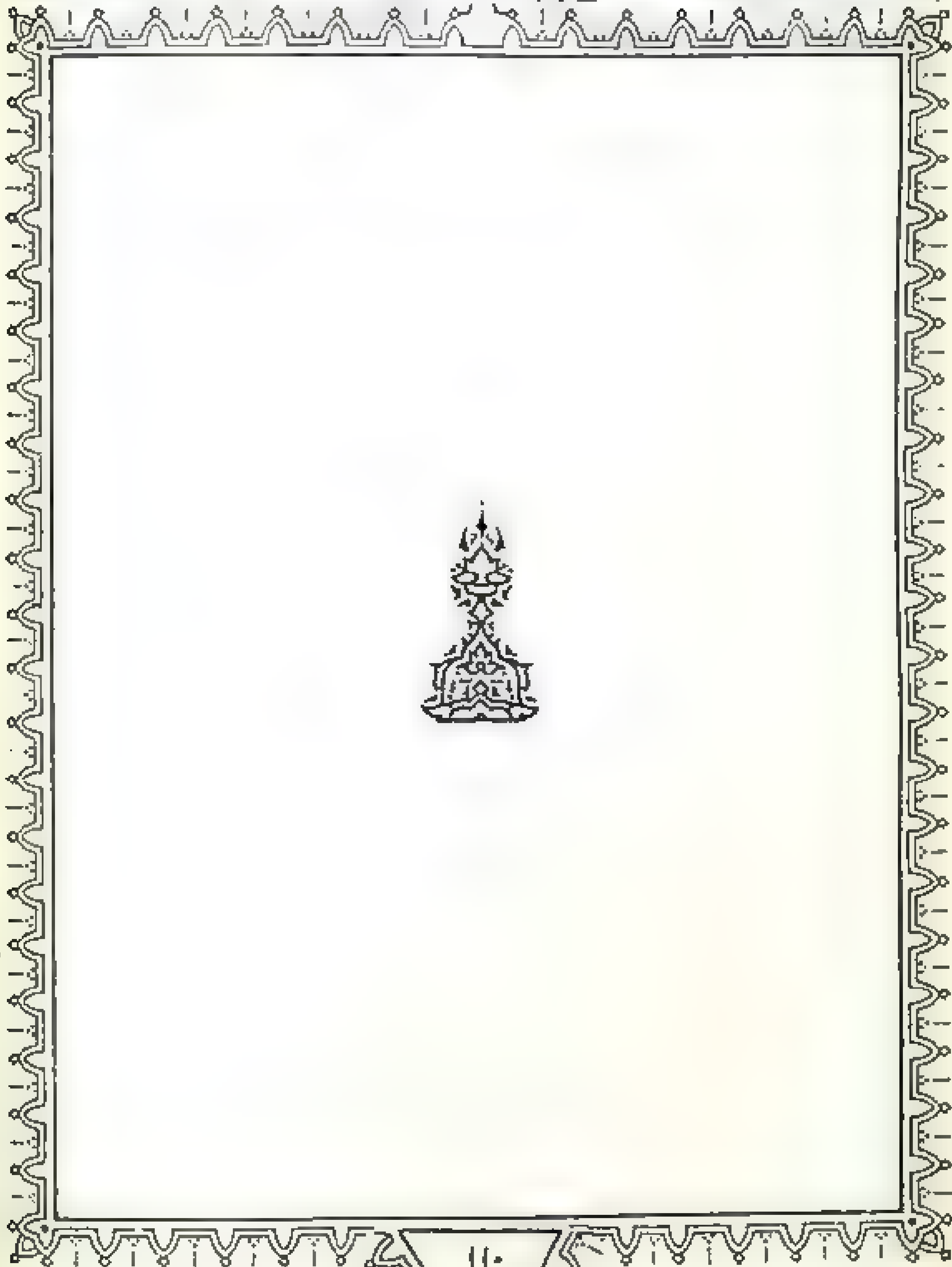
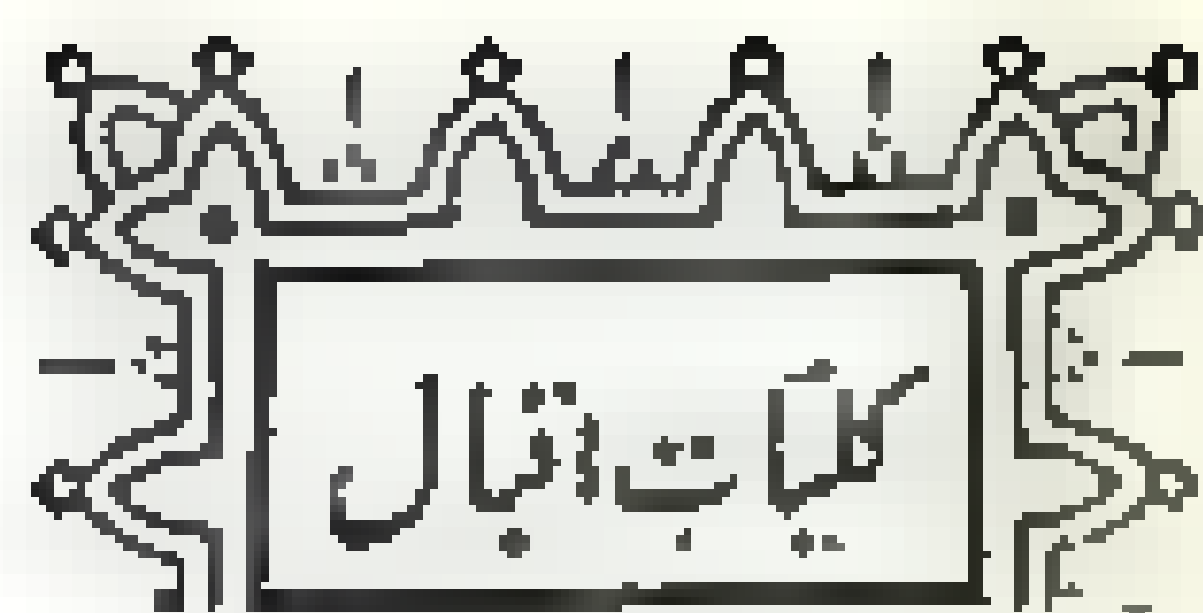
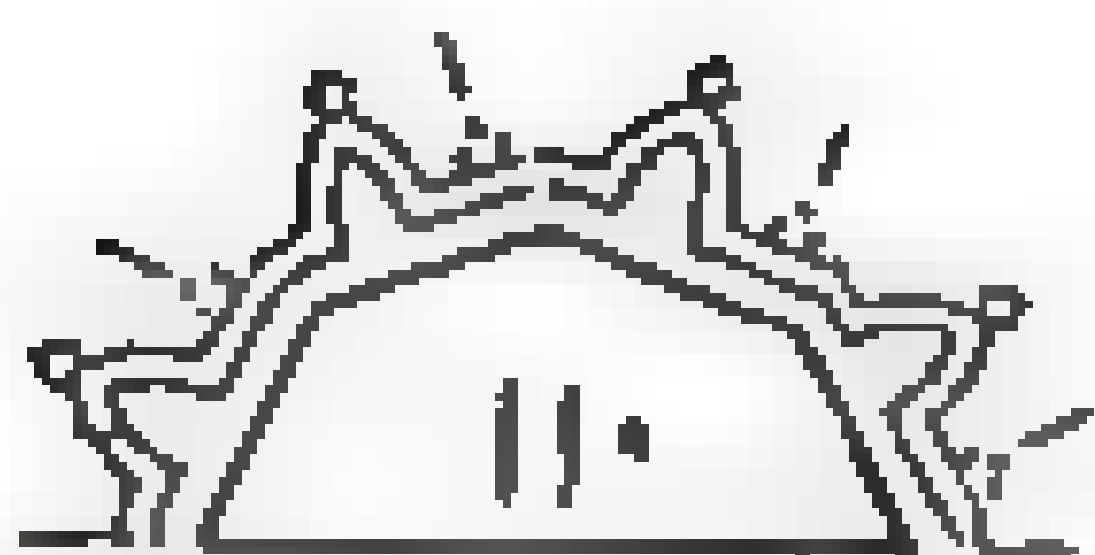
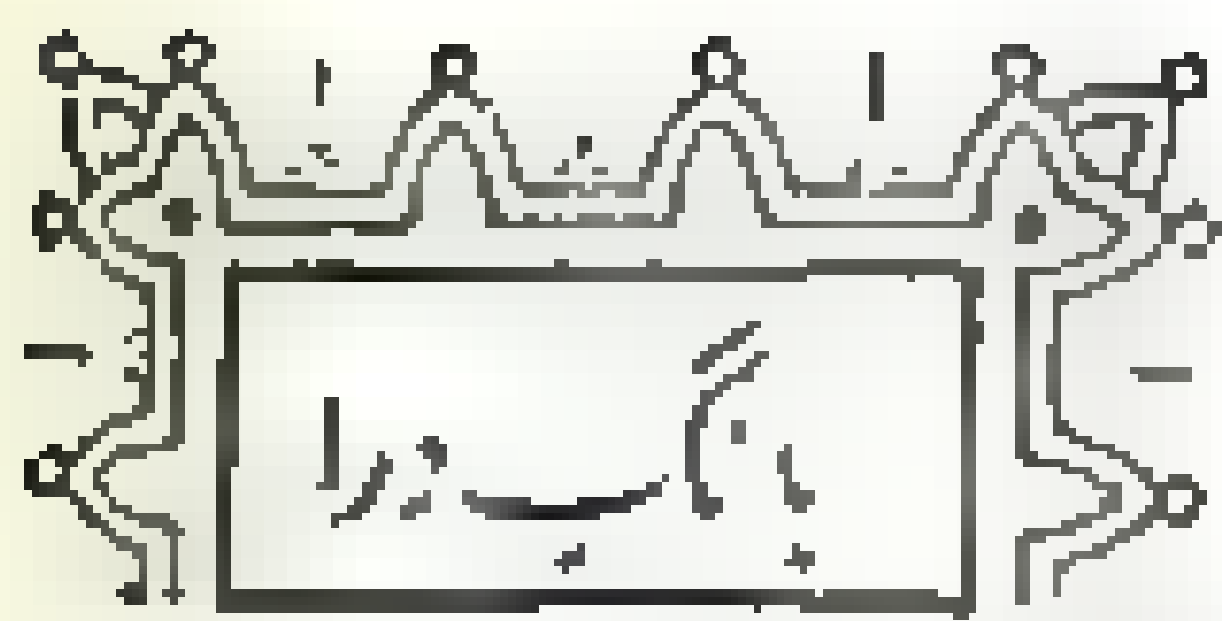
اقبال کو یہ غم ہے کہ دنیا بھی چھوڑ دے



خدمت

۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک





## محبت

خروسِ شب کی زینتیں بھی ناخنوں سے  
 لہ اپنے لباسِ نو میں یہ زسائے نہایت  
 اچھی اُنکال کے خلعتِ نازِ راجہ کی ہی تھی دنیا  
 کمالِ شہرِ مستی کی جی تھی استہ بویا  
 سنا ہے مالِ بالا میں کوئی کمبخت گرتا  
 لگا تھا غرش کے پاسے پہ اک اسیہ کا ننھ  
 نگاہیں تاک ہیں رہتی جیہیں سب کھمبہ کی  
 بڑھا تھی خوانی کے بنائے غرش کی جانب  
 پھر ایا فکرِ اجرانے اسے میدانِ انکسار میں  
 چمک تائے کرمائی بچاند سے دُش جگر مانکا  
 تڑپ بھلی سے پانی، حور سے پاکیزگی پانی  
 ذرا سی پھر رو بیتِ شانِ بے نیازی لی  
 پھر ان اجڑاؤ کو گھولا چشمِ جہول کے پانی میں  
 دوس نے یہ پانی ہستی نوخیز پر چھڑکا

سنا ہے سہ کے بے خبر تھے لذتِ روست  
 نہ تھا دقتِ جیِ روش کے ایمینِ سہ سے  
 مذاقِ زندگی پوشیدہ تھا پناہ سے مار سے  
 جوید اچھی جیسے کی متنا چشمِ خاتم سے  
 عفا تھی جس کی خاکِ پاہیں بڑھ کر سنا نہ سے  
 پتھپاتے تھے فرشتے جس کو شہمِ روحِ آدم سے  
 وہ اس ننھے کو بڑھ کر جانتا تھا اسٹیم ٹرک سے  
 تناسے دنِ آخر برآئی سستی پیم سے  
 پیچھے لی کیا کوئی شے بار کا حق کے ٹرم سے  
 اڑتی تیری تھوڑی سی شب کی زلفِ برہم سے  
 حرارت لی نفسانے سحرِ ابنِ مریم سے  
 ملک سے عاجزی افتادگی آفتِ شہم سے  
 مرکب نے محبت نام پا یا غرشِ غلیم سے  
 گردِ کھولی ہنر نے اس کے گویا کارِ عالم سے

ہوئی جھنڈیاں دروں نے شربِ کویں  
کھلے پئے ٹھٹھکے پئے پئے ہم سے  
خرامِ نازِ پایا آفتابوں نے بستارِش نے  
چمک شمعوں نے پانی دیا پائے لڑاؤں نے

## حقیقتِ حسن

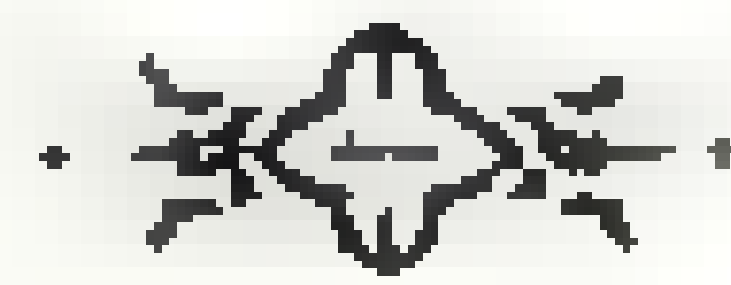
خدا سے حسن نے اک روز یہ سوال کیا  
ملا جواب کہ تصویرِ خانہ ہے دنیا  
ہوئی ہے رنگِ تغیر سے جب منہ اس کی  
کہیں قریب تھا، گینت کو قمر نے سنی  
سحر نے تارے سے سن کر سالی شبنم کو  
بھرا آئے پھول کے آنسو پیامِ شبنم سے  
جہن سے روتا ہوا موسمِ بہار گیا  
شباب سیر کو آیا تھا، سو گوارا گیا



سیم

عشق نے کر دیا تجھے ذوقِ تپش سے شنا  
شانِ کرم پہ ہے مدارِ عشقِ زردِ کشائے کا  
صورتِ شمعِ نور کی مستی نہیں تبا سے  
تائے میں وہ لقمہ ہے جو بکھیرے میں وہ  
عشقِ بلندِ بال ہے رسمِ رُوِ نیاز سے  
بزمِ گوشِ شمعِ بزمِ نالِ سوز و ساز سے  
دیر و حرم کی قید کیا ہے کوہِ ویسے نیاز سے  
جس کو خدا نہ دہر میں رہیہ حبِ انگار سے  
چشمِ نفستارہ میں نہ تو سر نہ امتیاز سے  
حسنِ بے مستِ نازِ اُرتو بھی جوابِ نیاز سے

پیرِ مغانِ فرنگ کی مے کا نشاط ہے اثر  
اس میں وہ کیفِ تم نہیں مجھ کو تو خانہ ساز سے  
تجھ کو خبر نہیں ہے کیا بزمِ کہن بدل گئی  
اب نہ خدا کے واسطے ان کو مے مجاز سے



## سوالی راہِ سیر

ہم بغلِ دریا سے ہے لے قطرِ بے تاب تو  
 آؤ! کھولا کس ادا سے تو نے رازِ رنگ و بو  
 مٹ کے غوناہِ زندگی کا شورشِ محشر بنا  
 نفی ہستی اک کرشمہ ہے دل کا ہکا  
 چشمِ نابینا سے مخفی معنی انجام ہے  
 چشمِ تیرے جس دھڑپ یہاں سیمِ خام ہے

توڑ دیتا ہے بتِ ہستی کو ابراہیمِ عشق  
 ہوش کا دار و سب کو یا مستی تیرے عشق

## طلبتِ علی گڑھ کالج کے نام

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے  
 عاثرِ زیرِ دام کے نام لے تو سن چکے ہو تم  
 عشق کے درد مند کا طرہ نوکِ دم اور ہے  
 یہ بھی سنو کہ نازِ طلبِ تیرا ہر اور ہے

آئی تھی کوہ سے صد رائیبات سے مکوں  
جذبِ حرم سے سے فروغِ انجمنِ سباز کہ  
موت سے پیشِ عابدینِ وقتِ غلبِ کرب و  
شیں سحر یہ کہ گئی موز سے زندگی ہ ساز  
تسا تھا موریہ تا تو اس اظہِ خرام و رہے  
س کا مقام اور ہے اس کا نظم و رہے  
خردشیں آدمی ہے و زلزدشیں عالم اور ہے  
نمکدہ نمود میں شریط و دام اور ہے

بادہ سے نیمیں بھی شوق سے نارسا بھی  
رہنے دہم کے سر پہ قہرِ شتِ کلیسیا بھی

## اخترِ صبح

ستارہ صبح کا روتا تھا اور یہ کہتا تھا  
جوئی ہے ندہ دمِ آفتاب کے ہر شے  
بساط کیا ہے بجلالِ صبح کے ستار کی  
کہا یہ میں نے کہ اسے نورِ جبینِ سحر!  
ٹپک بندگی گردوں سے ہر وہ شے بنم  
میں بانجھان میں محبت ہمارے اس کی  
لی نکا ہا مگر فرستِ فتنہ نہ ملی  
اماں مجھی کو تیرا ہن سدرہ ٹی  
نفسِ سہاگلِ تابندگی سرار کی  
غمِ فنا ہے تجھے ہا بندِ فلک سے تر  
مرے یاغی یمن کی فنا سے جاں پڑ  
بنا مثالِ ابدِ پادار ہے اس کی



# حسن و عشق

جس طرح ترقی ہے کشتی سمندر  
جیسے ہو جانا ہے گز نور کا پس را پھل  
جس طرح طور میں جیسے یہ بنیائے کلیم

نور خورشید کے صوفی میں شکاکم  
چاندنی رات میں قیاب کا بدنام کنول  
موجہ نکست بکزار میں نیچے کی شمیم

سے ترستے یہ محبت میں پونہیں در میرا

تو جو نخل ہے تو ہست کا درجہ نخل ہوں میں  
تو تھ ہے تو مرستہ شک ہے شبنم تری  
مرے دل میں تری زلفوں کی پریشانی ہے

حسن کی برق ہے تو عشق کا حاصل ہوں میں  
شامِ رغبت ہوں اُتریں تو شفق تو میری  
تری تصویر سے پیدا مری حیرانی ہے

حسن کامل ہے ترا عشق سے کامل میرا

ہے مرے بارش سخن کے لیے تو بادِ بار  
تب سے آباد ترا عشق ہوا سینے میں  
حسن سے عشق کی فطرت کو ہے تحریک کماں

میرے قیاب تخیل کو دیا تو نے متبار  
نئے جوہر تو نے پیدا رستہ آئینے میں  
تجربے سے مزین تو نے میری میڈس کے نہاں

قافلوں ہو گیا اسودہ منہ زل میرا

## ..... کی گود میں ملی دیکھ کر

تجھ کو درویدہ کا بقیہ پیش دہی کس سے ہے؟  
 ہر ادا سے تیری پسیدہ ہے بہت بڑی  
 دیکھتی ہے کہیں ان کو ابھی شہرہاتی سے  
 اکٹھ تیسری صفت آئے ہیں ان سے کیا  
 مارتی ہے انہیں پوچھوں سے عجب ناشتہ یہ  
 شوخ تو ہوگی تو گودی سے تاروں گے جگے  
 یا تمہیں سے ہے تجھے؟ کس کی تمنائی ہے؟  
 خالص انسان سے چہ حسن کا، تر کس نہیں  
 شیشہ و برہمیں مانند مٹنے ناب ہے عشق  
 دل برزخوں پوشیدہ کسک سے اس کی

رو آصف زہمت کی تباری کس سے ہے؟  
 نہیں انہوں سے عشق سے ذکاوت کیسی  
 کہ جس احمق سے کہیں لیٹ کے جا رہی ہے  
 نور جہاں سے دشمن تری پہچان سے کیا ہوا  
 پرچہ ہے یہ سب سے لایا یا یہ کاغذ ہے یہ  
 رُتیب پھول جو سیٹھے کا تو مایوس گے تجھے  
 آدا کس تو بھی اسی چیز کی سودا فی ہے؟  
 صورتیں سے یہ ہر چیز کے باطن میں ملیں  
 روح خود شہید ہے خونِ دل و ماب ہے عشق  
 نور یہ وہ ہے کہ ہر شے میں تجھ سے اس کی

کہیں سامانِ مسرت کہیں سازِ غم ہے  
 کہیں کوہِ بے کہیں اشکِ بے شمار ہے



## کلی

جب دکھاتی ہے سحر عارض رنگیں اپنا      کھول دیتی ہے کلی سینہ زریں اپنا  
جلو و آٹام ہے صبح کے منجانے میں      زندگی اس کی ہے خوشب کے پیانے میں

سامنے مہر کے دل چہرے کھ دیتی ہے  
کس قدر سینہ شگافی کے لئے لیتی ہے

مے خورشید کہی تو بھی اٹھا اپنی نقاب      بہرِ شکار تڑپتی ہے نگاہ و بقیاب  
تیرے جلوہ کا شمع ہر مے سینے میں      عکس آباد ہو سدا مے آئینے میں  
زندگی ہو ترا نظارہ مے دل کے لیے      روشنی ہو تری گوارہ مے دل کے لیے  
ذرہ ذرہ ہو مرا پھر طرب اندوڑ حیات      ہونیاں جو سہرا اندیشہ میں پھر سوز حیات  
اپنے خورشید کا نظارہ کر دے میں      صفتِ پنچہ سم آغوشِ ربوں نو سے میں

جانِ فطر کی حقیقت کو نمایاں کر دوں  
دل کے پوشیدہ خیالوں کو بھی غریاں کر دوں

## چاند اور مارے

دُرتے دُرتے درستی سے      تارے کئے کئے قمر سے  
 نقش سے ہے وہی قلاب پر      ہمہ تن خاک بھی لئے چمک چمک  
 کام اپنا ہے سبج و شام چلنا      چلنا چلپنا، مدام چلنا  
 بتایا ہے اس جہاں کی بہشت      لہتے ہیں جیسے سکون نہیں ہے  
 رہتے ہیں ستارش سندھ سب      آئے، نساں شجرِ جبر، سب

ہوگا کبھی خستہ یہ سفر کیا؟

منزل کبھی ایسی کی نظر کیا؟

کئے لگا چاند، ہم نشینوا!      سے منزلِ شب کے خوشہ چینوا!  
 جنبش ہے زندگی جہاں کی      یہ رسمِ قدیم ہے یہاں کی  
 ہے دوڑنا، شہبِ زمانہ      کما لٹھا کے طلب کا تازیانہ  
 اس پہ میں مستام بے محل ہے      پوشیدہ قرار ہیں اہل ہے  
 چلنے والے نکل گئے ہیں!      جو خیرے را، کچل گئے ہیں

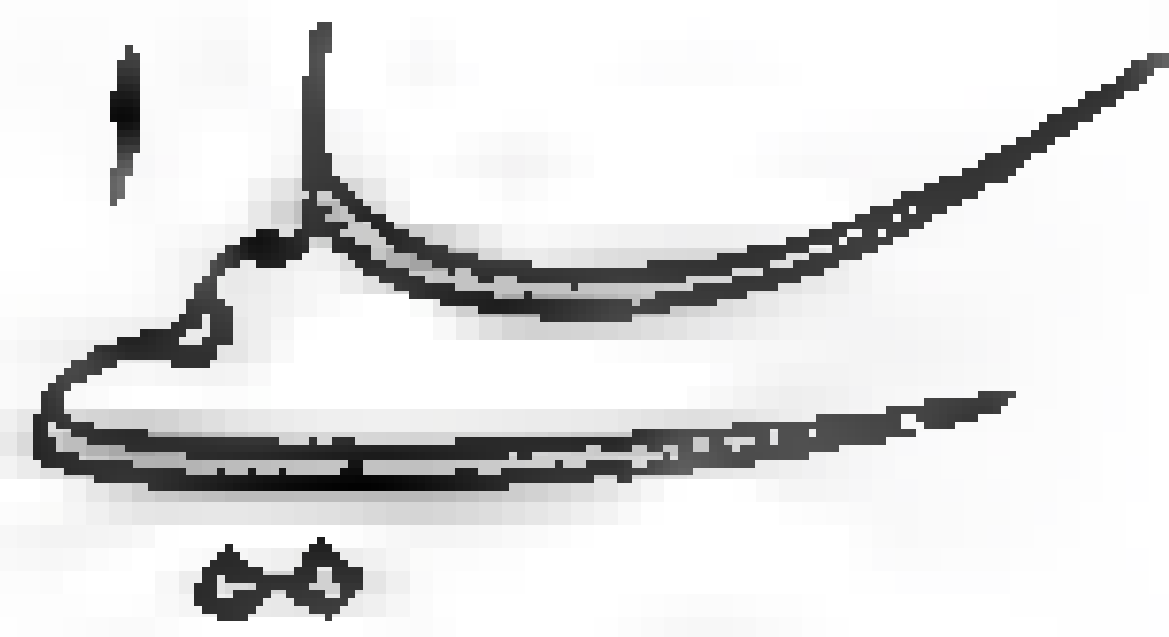
انجام ہے اس غرام کا حسن  
 آغاز ہے عشقِ بہت حسن

## وصال

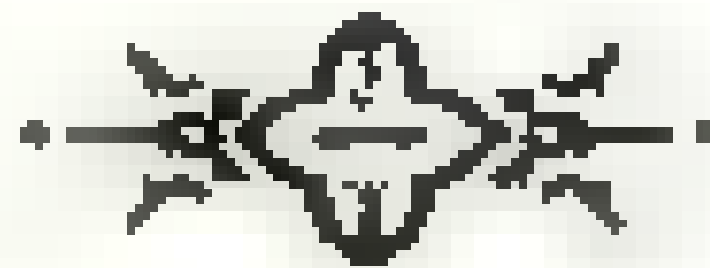
جستجو جس گل کی ٹڑپانی تھی اے بلبل مجھے  
خود ٹڑپا تھا چمن والوں کو ٹڑپا تھا میں  
میرے پہلو میں دل منہ طرہ تھا ایسا تھا  
نامرادی منسل گل میں مری شہر تھی  
خوبی قسمت سے آخر مل گیا وہ گل مجھے  
تجھ کو جب نہیں نوا پاتا تھا، شرماتا تھا میں  
از نکابِ جہم اُفت کے لیے بیابان تھا  
صبح میری آئینہ دارِ شبِ دیوگر تھی  
از نفسِ در سینهِ خویش شدہ نشترِ دہشتم  
زیر خاموشی نہاں خوفا سے محشرِ دہشتم

اب تاثر کے جہاں میں وہ پریشانی نہیں  
عشق کی گرمی سے شعلے بن گئے چھائے کے  
غازہ الفت سے یہ خاکِ سیاہ آئینہ ہے  
قید میں آیا تو حاصلِ محب کو آزادی ہوئی  
بل گلشنِ پرگز میں میری غزلخوانی نہیں  
کھیلنے ہیں بچیوں کے ساتھ اب نالے کے  
اور آئینے میں عکسِ حسدِ دمِ پر نیل ہے  
دل کے لٹ جانے سے میرے گھر کی آبادی ہوئی  
چاندنی جس کے غبارِ راہ سے شرمندہ ہے

یک نظر کردی و آدابِ فنِ آموختی  
اے خنکِ روئے سے کہ خاشاکِ مراد آموختی

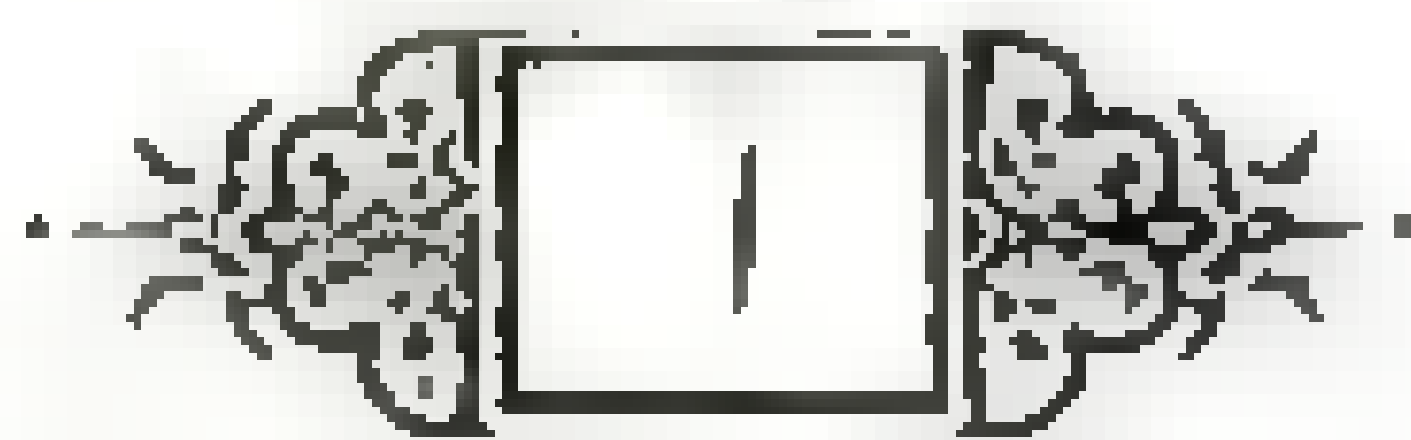


جس کی نمود و نجی چشم ستارہ ہیں نے  
 خوشید ہیں، قمر میں، تاروں کی انجمن میں  
 صوفی نے جس کو دل کے ظلمت کدہ میں پایا  
 شاعر نے جس کو دیکھا قدرت کے بانگپن میں  
 جس کی چپک ہے پیدا جس کی مہک ہویدا  
 شبہم کے موتیوں میں، بچوں کے سرہن میں  
 صحرا کو ہے بسایا جس نے سکوت بن کر  
 ہنگامہ جس کے دم سے کاشانہ چمن میں  
 ہر شے میں ہے نمایاں یوں تو جمال اس کا  
 آنکھوں میں ہے سیلانی تیری کمال اس کا





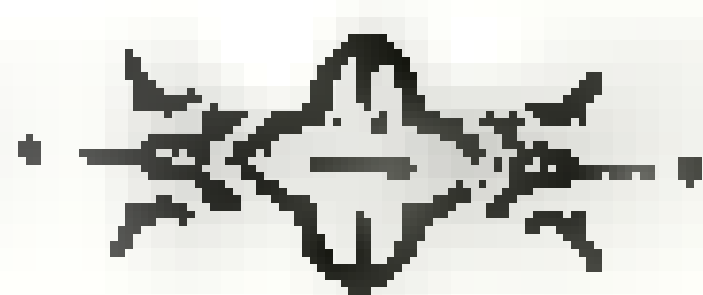
## عاشق ہر جا فی



ہے عجب بسمو افکار اسے اقبال تو  
 تیرے ہنگاموں سے اسے یونہی نہیں آتا  
 ہمنشین تاروں کہے تو رفت پڑا ز سے  
 میں شغل سے میں پیشانی ہے تیری سجدہ ریز  
 مثل بونے گل بس رنگ کے غریباں ہے تو  
 جانبِ نزلِ واں بے نش پاماندر موج  
 حسنِ نسوانی سے بکلی تیری فطرت کے لیے  
 تیری بستی کا ہے آئینِ تفتن پر مدار  
 ہے جیسوں میں دفانا آشنا تیرا شطربا

روشن ہنگامہ شغل بھی ہے تنہا بھی ہے  
 نہایت ہمیشہ جی ہے آرائشِ شعر بھی ہے  
 اسے نہیں فرساقدم تیرا فکس پیمانہ بھی ہے  
 پتہ تھے سماں میں تاسِ شربِ دنیا بھی ہے  
 ہے تو حکمتِ فرین لیکن تجھے سودا بھی ہے  
 اور پھر افتادِ پیشِ ساحلِ دریا بھی ہے  
 پھر شربِ یہ ہے تیرا عشق بے پڑا بھی ہے  
 تو کبھی ایک آستانے پر تہیں فرما بھی ہے  
 اسے تو کون کشیں تو مشہور بھی رہا بھی ہے

سے کہے آیا ہے جہاں میں غارتِ سیماں تو  
 تیری بیابانی کے صدقے ہے عجب بیابان تو



عشق کی شغفگی نے کر دیا سحر ایسے  
 ہیں ہزاروں اس کے پہلو زئام ہر پہلو کا اور  
 دل نہیں شاعر کا سب کیفیتوں کی بستخیز  
 آرزو کیفیت میں اُن سے جو سے کی ہے  
 گو حسین تازہ ہے ہر لحظہ مقصود شمس  
 بے نیازی سے ہے پیدا میری فطرت کا نیا  
 موجب ہے کہیں تماشائے شرا حیرت  
 ہر لحاظاً عشق کی فطرت کا جو جس سے نموش  
 جستجوئ کی لیے پھرتی ہے اجزا میں مجھے  
 زندگی الفت کی درد انجہ میوں کے ہے مری  
 سچ اگر پوچھے تو افلاسِ تخیل ہے وفا  
 فیض ساقی شمع آسا اظرفِ دل دریا طلب  
 مجھ کو پیدا کر کے اپنا نکتہ چیں پیا کیا  
 مغل سہی میں جب ایسا تک جلوہ تھا حسن  
 دریا بانِ طلب پرستہ می کو شمیم ما

مشتاک ایسی نہاں زیر قیاد رکھتا ہوں میں  
 سینے میں بہر اکوئی تر شاہوار رکھتا ہوں میں  
 کیا خبر کجوارِ درونِ سینہ کیا رکھتا ہوں میں  
 نہ طلب ہوں دل سکونِ آشائے رکھتا ہوں میں  
 حسن سے غیو پتہ چینِ وفا رکھتا ہوں میں  
 سوز و سازِ جستجو مثلِ صبا رکھتا ہوں میں  
 ہونہیں سکتا کہ دل برقِ آشائے رکھتا ہوں میں  
 آہِ اودہ کا بلِ تحبّی مدعا رکھتا ہوں میں  
 حسن بے پایاں سے درِ ولاد دار رکھتا ہوں میں  
 عشق کو آزادِ دستورِ وفا رکھتا ہوں میں  
 دس میں ہر دمِ اکِ نیا محشرِ بیا رکھتا ہوں میں  
 نشہِ دائمِ ہوا آتشِ زیر پا رکھتا ہوں میں  
 نقشِ ہوں اپنے سے گیار رکھتا ہوں میں  
 پھر تخیل کس لیے لا انتہا رکھتا ہوں میں  
 موجِ بحرِ شمسِ شکستِ خوش بردوشیم ما

## کوشش نامکمل

فرقت آفتاب میں کھاتی ہے بیچ و تاب بہت  
رہتی ہے قیس روز کو یہی شام کی سوکس  
کہتا تھا قطبِ آسمان قائم نہ نجوم سے  
توں کو تدویں کا شوق بجز کاندیوں کو عشق  
حسن ازل کہ پردہ لالہ و گل میں ہے نماں  
چشمہ شفق سے غمِ فشاں شہ شام کے لیے  
نہ نہ جینے نہ تیرب تابِ دوام کے لیے  
بد ہو ہیں رس کیا لطفِ خدام کے لیے  
موجہ بجز تو پیشِ مابستِ مہ کے لیے  
کہتے ہیں بے قرار ہے جلوۂ مام کے لیے

رازِ حیات پوچھنے سے فہمِ بستہ گام سے  
زندہ ہر ایک چیز ہے کوششِ نامکمل سے

## نوائے غم

زندگانی ہے مری مثلِ ربابِ خاموش  
بربطِ کون و سکاں جس کی خموشی پستار  
جس کی ہر رنگ کے نغموں سے ہے ہر بڑا غم  
جس کے ہر تار میں ہیں سب کڑوں نغموں کے مزار

مشرستانِ لہو اکا ہے میں جس کا سکوت      اور منتِ شبِ گما نہ نہیں جس کا سکوت  
 آؤ! ایسا محبت کی برآئی نہ کبھی  
 پھوٹ نہ اب کی اس ساز سے لگائی نہ کبھی  
 لگ آئی ہے نیم پہنِ شور بھی      سمتِ اردوں سے بولنے نفسِ دور بھی  
 چھیر بربت سے تیری ہے مائیکِ حیات      جس سے ہوتی ہے رابعِ رفائِ حیات  
 نغمہ یاس کی دھیمی سی صدا اٹھتی ہے      اشک کے قاف سے کو بائائے اٹھتی ہے  
 جس طرتِ رفتِ شبنم ہے مذاقی رسم  
 میری فطرت کی بندی ہے نواسے غم ہے

## عشرِ امروز

نہ مجھ سے کہہ کہ اجل ہے پیامِ عیشِ سرور      نہ کچھ نکتہ کیفیتِ شربِ ظہور  
 فراقِ حور میں بوخت سے ہمکنار نہ تو      پری کو شیشہء الشاطی میں آرنہ تو  
 مجھے نہ رقیۃ ساقیِ جمیل نہ کر      بیابانِ حور نہ کر ذکرِ سبیل نہ کر  
 مقامِ امن ہے جنتِ ایتھے کلام نہیں      شباب کے لیے موزوں ترِ پیام نہیں

شباب آہِ کہاں تک امیدوار رہے !      روئش بیش نہیں جس کا آفتاب رہے  
 وہ حسن کیسے کہ جو محتاج چشمِ بیاہو      نود کے لیے منت پذیرِ فردا ہو  
 غیب چیز ہے احساسِ زندگانی کا  
 غنیمتِ عشرتِ امروز ہے جوانی کا

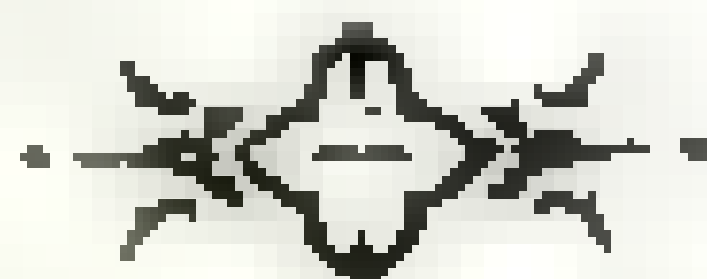
## السان

قدرت کا غیب یہ قسم ہے !  
 انسان کو رازِ جو بس یا      رازِ اس کی نگاہ سے چھپایا  
 بیتاب ہے ذوقِ سگہی کا      کھلتا نہیں بحسبِ زندگی کا  
 حیرتِ آغازِ وقت ہے  
 آئینے کے گھر میں اور کیا ہے ؟  
 ہے گرمِ حسدِ امِ موجِ دریا      دریا سوئے بحرِ سادہ چما  
 بادل کو ہوا اڑا رہی ہے      شانوں پہ اٹھاسے لاری ہے  
 مارے مستِ شرابِ تقدیر      زندانِ فلک میں پابِ زنجیر

خورشیدِ دہ ماہِ سحر خیز      لائے دلا سپرِ مہرِ خیز  
مغرب کی پہاڑیوں میں چپ کر      پتیا ہے مئے شفق کا سہا  
لذتِ نیر وجودِ سرشتے      نہ مستِ مئے نود ہر شے  
کوئی نہیں غمناکِ انساں!  
کسی تلخ ہے رزگِ انساں!

## حلۂ حسن

حلۂ حسن کہ ہے جس سے تمنا بیتاب      پالتا ہے جسے آغوشِ تخت میں شباب  
ابدی بنتا ہے یہ مالِ فانی جس سے      ایک افسانہ رکھیں ہے جوانی جس سے  
جو سکھاتا ہے ہیں سر بہ گریباں ہونا      منظرِ عالمِ حانہ سے گریزاں ہونا  
دور ہو جاتی ہے دراکِ خامی جس سے      منتس کرتی ہے تاثر کی خامی جس سے  
آؤ! موجود بھی وہ حسن کہیں ہے کہ نہیں؟  
خاتمِ دسریں یارب! کہیں ہے کہ نہیں؟





# ایک شام

(دریائے نیکر (بائیڈل برگ) کے کنارے پر)

خاموش ہے چاندنی قمر کی	شانیں ہیں خاموش بہ شجر کی
وادی کے نوافروش خاموش	کسار کے سبز پوش خاموش
فطرت بیوش ہو گئی ہے	آغوش میں شب سوتی ہے
کچھ ایسا سکوت کافسوں ہے	نیکر کا حسد ام بھی سکوں ہے
تاروں کا خاموش کارواں ہے	یہ قافلہ بے رادواں ہے
خاموش ہیں کوہ و دشت و دریا	قدرت ہے مراقبے میں گویا

اے دل! تو بھی خاموش ہو جا  
آغوش میں غم کو لے کے سو جا



## تہائی

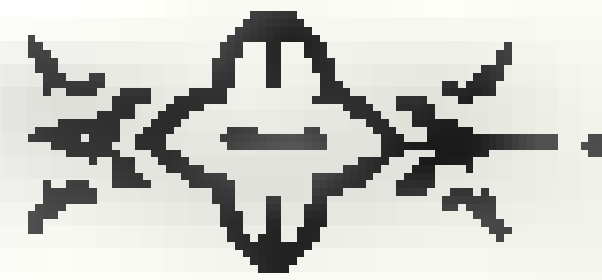
تہائی شب میں بے عزیں کیا؟  
 یہ رفعتِ آسمانِ خاموش  
 انجم نہیں تیرے منشی کیا؟  
 خوابیدہ زمیں، جہانِ خاموش  
 یہ چاندِ پشتِ در، یہ کہسار  
 فطرتِ جستہ مستانِ زار  
 موتی خوشتر لبِ پایے پایے  
 یعنی، تیرے آنسوؤں کے تارے

کس شے کی تجھے ہوس لگے دل؟  
 قدرت تری ہم نفس لگے دل؟

## سایہ عشق

سن اے طلبگار دردِ پہلو! میں ناز ہوں تو نیاز ہو جا  
 میں غزنوی سوناتِ دل کا ہوں تو سدا پا ایاں ہو جا

نہیں ہے ابستہ زیرِ رُخس کمالِ شانِ سکندری سے  
 تمام ساماں ہے تیرے سینے میں تو کجی تیرے سازِ ہوجا  
 غرض ہے پیکارِ زندگی سے کمالِ پاسے خدا تیرا  
 جہاں کا فخرِ ستارے ہے تو، اداِ شامِ سازِ ہوجا  
 نہ ہو قناعت شعارِ گنجیں اسی سے قدمِ شانِ تیری  
 دُورِ غل ہے اگر چین میں، تو اور دامنِ درازِ ہوجا  
 گئے وہ آیام، اب زمانہ نہیں ہے صحرانوردیوں کا  
 جہاں میں نہندِ شمعِ سوزاں میانِ محسوسِ گدازِ ہوجا  
 وجودِ افراد کا محبازی ہے ہستیِ قوم ہے حقیقتِ ہستی  
 خدا ہولتِ یہ یعنی آتشِ زینِ سلمِ مجازِ ہوجا  
 یہ ہند کے فرقہ سازِ امتِ بال آری کر رہے ہیں بربا  
 بچا کے دامنِ تہوں سے اپنا غبارِ راہِ حجازِ ہوجا



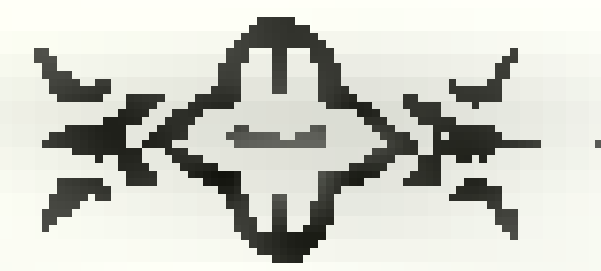
## فراق

تو شش گوشہ غزلت میں پھر رہا ہوں میں  
شکستہ گیت میں چشموں کے دہریہ کے کمال  
جسے تختِ لعلِ شفق پر جلو بس اخترِ شام  
بہشت دیدہ دنیا ہے حسنِ منظرِ شام

سکوتِ شامِ جدائی ہوا بہانہ مجھے  
کسی کی یاد نے سکھلا دیا ترانہ مجھے

یہ کیفیت ہے مری جانِ ناشکیبا کی  
بدھیری رات میں کرتا ہے ہر سرودِ آغاز  
مری مٹاں ہے طفلِ مغیر تنہا کی  
صدائے گواہی سمجھتا ہے غیب کی آواز

یونہی میں دل کو پایہِ شکیب دیتا ہوں  
شبِ فراق کو گویا فریب دیتا ہوں



## عبدالقادر کے نام

اتھ کہ خلافت ہوئی سپاہ افقِ خاور پر  
ایک فرما دی ہے مانند سپہ پٹی بساط  
اہلِ محفل کو دکھادیں اثرِ معشوق  
جلوۂ یوسف گم شدہ و حاکران کو  
اس چمن کو سبق آئین ہو کا دے کر  
رختِ جاں تگدہ چیں سے اٹھالیں اپنا  
دیکھو! شرب میں ہوا ناقہ بیسٹے بیکار  
بادِ دیرینہ ہوا اور گرم ہوا ایسا کہ گداز  
رم رکھتا تھا ہمیں سڑی مغرب میں جو داغ  
شوق کی تسبیح جہیزِ جہان گم غم لہیں

بزم میں شعلہ نوائی سے اجالا کریں  
اسی بھنگے سے سے مشعل تہ و بالا کریں  
سناں امروڑ کو آئینہ فردا کریں  
پیش آمادہ تراش خونِ زنجیر کریں  
قلعہ شہنشاہی بے مایہ کو دریا کریں  
سب کو محورِ رخِ سعادی و سلمیٰ کریں  
قیس کو آرزوئے نو سے شناسا کریں  
جگر شیشہ و سپاہِ دینا کریں  
چیر کر سینہ اسے وقف تماشا کریں  
خود جلیں، دیدہ غیب رکھ کر بنیا کریں

ہر چہ دردِ دل گذرِ وقتِ زباں دارد شمع  
سوختن نیست خیالے کہ نہاں دارد شمع

ص ص

(عزیزہ سہلی)

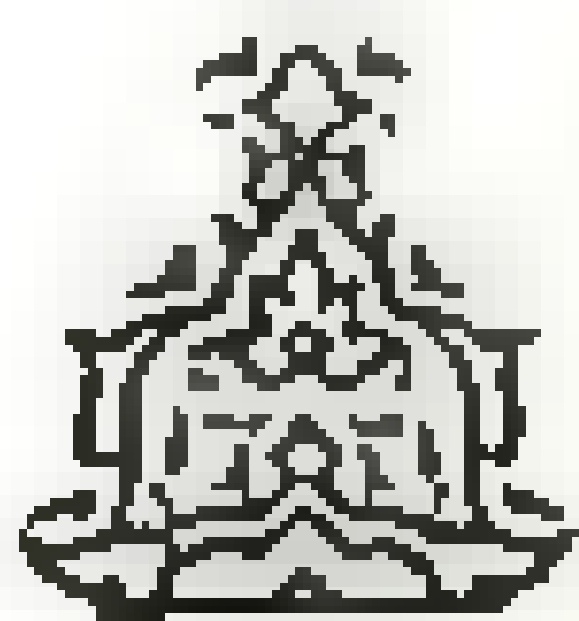
روئے اب دل کھول کر لے دینے خوشنما بد  
تھا یہاں بنگامہ ان صحرائیں کاشی  
زلزلے جن سے شہنشاہوں کے بادشاہیں  
اک زبان تازہ کا پیچہ تھا جن کا تھور  
مردہ عالم زندہ جن کی شور شراب سے ہوا  
غفلوں سے جس لذت گریب کا گنج ہے  
کیا دیکھیر اب ہمیشہ کے لیے خاموش ہے

اوبائے سہلی ہمندر کی ہے تجھ سے ہر  
ذیب تیرے غل سے سناں دریا کو رہے  
بوسبک چٹو سافر پر ترا شہر مدام  
تو کبھی اس قوم کی تہذیب کا گہوارہ تھا  
حسن عالم سوز جس کا آتش نظر تھا



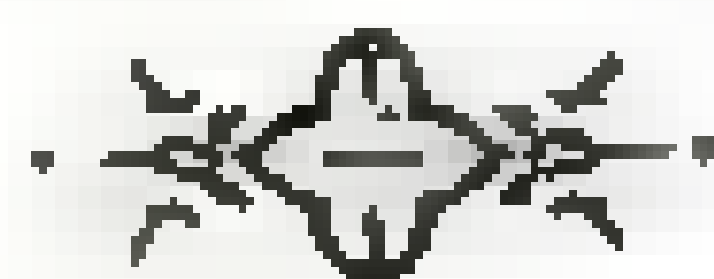
نارکش شیراز کا جل جواہر باد پر      دآخ رویا خون کے نسو جب بن آباد پر  
 آسمان نے دولتِ غرناطہ جب برباد کی      ابنِ بدروں کے دلِ ناشاد نے فریاد کی  
 غمِ نصیبِ اقبال کو بختِ افسانہ مآثر      چمنِ لیاقتِ یرنے وہ دل کہ تھی محسوس  
 ہے ترے آثار میں پوشیدہ کس کی داستان

دردِ اپنا بچہ سے کہہ نہیں بھی سراپا درد ہوں      تیرے ساحل کی خموشی میں بسے اندازِ بیاں  
 رنگِ تصویرِ کہن میں بحر کے دکھلا دے مجھے      جس کی تو منزل تھی جہاں اس کا ویاں کی دہوں  
 میں ترا تحفہ صوئے ہندستانِ محیب اوں گا      قسۃِ ایامِ سلف کا کہہ کے ترپاؤں سے مجھے  
 خود بیاں دوتا ہوں اور دکن وہاں لوگوں کا



# غزلت

زندگی انسان کی اک دم کے سوا کچھ بھی نہیں!  
 گل تبستم کہہ رہا تھت زندگی کو، مگر  
 دم ہوا کی موج ہے، دم کے سوا کچھ بھی نہیں!  
 شمع بولی، گریہ غم کے سوا کچھ بھی نہیں!  
 راز ہستی راز ہے جب تک کی محرم نہ ہو  
 کھل گیا جس دم، تو محرم کے سوا کچھ بھی نہیں!  
 زائرین کعبہ کے اقبال یہ پوچھے کوئی  
 کیا حسد کم کا تحفہ زمزم کے سوا کچھ بھی نہیں؟



اکسی غفل خم بستہ پے کو ذرا سی دیوانگی سکھا دے  
 اسے ہے سو دے بجیہ کاری مجھے سر پر سن نہیں ہے  
 ملا محبت کا سوز محکو، تو بوسے صبحِ نزل فرشتے  
 شالِ شمع مزار ہے تو، تری کوئی انجمن نہیں ہے

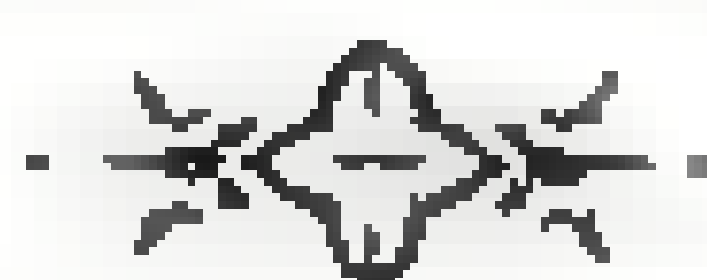
یہاں کہاں ہم نفس مستزید دس نا آشنا ہے اے دل  
 وہ چیز تو مانگتا ہے مجھ سے کہ زیرِ حشر کہن نہیں ہے  
 نرا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا  
 بنا ہمارے حصارِ ملت کی اتھارِ وطن نہیں ہے  
 کہاں کا آنا، کہاں کا جانا، فریب ہے امتیازِ عقبنی  
 نو دہرے میں ہے ہماری کہیں حمارِ وطن نہیں ہے  
 مدیرِ مخزن سے کوئی اقبال جا کے میرا پیام کہہ دے  
 جو کام کچھ کر رہی ہیں تو میں انہیں مذاقِ سخن نہیں ہے



زمانہ دیکھے گا جب مے دل سے محشر اٹھے گا گشتگو کا  
 مری خموشی نہیں ہے اگویا مزار ہے حرفِ آرزو کا  
 جو کج دریا لگی یہ کہنے سفر سے قائم ہے شانِ میری  
 گہری بولا صدقِ نشینی ہے مجھ کو سامانِ آبرو کا  
 نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابلِ وہ تربیت نہیں سنورتے  
 ہوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں غاسس سر و کنارِ جو کا

کوئی دس ایسا فائدہ نہ آیا، نہ جس میں خود اسید ہو مٹنا  
 آدمی تیرا جہان کیسیا ہے انگار خانہ سے آرزو کا!  
 کھلا یہ سر کر کہ زندگی اپنی تھی سیم ہوس سراپا  
 بے بہت تھے تھے جہیم خالی، غمبار تھا کوئے آرزو کا  
 گر ولی شے نہیں ہے پناہ تو کیوں سراپا پناہ توں میں؟  
 نگہ کو فٹ سے کی تناس ہے، دل کو سودا ہے جستجو کا  
 چمن میں گھمپیں سے غنچہ کھتا تھا آتنا بیدار کیوں ہے انساں؟  
 تری نگاہوں میں ہے جہنم شکستہ ہونا مرے بلو کا  
 ریاضِ مستی کے ذرے سے بے محبت کا جلو اپیدا  
 تحقیقت گل کو تو جو سمجھے تو یہ بھی پناہ ہے رنگِ بو کا  
 تمام مضمون مرے پرانے کلام میں یہ اختلا سراپا  
 ہنر کوئی دیکھتا ہے مجھ میں تو عینک میرے غیب جو کا  
 پاس شرطِ ادب کے در نہ کرم ترا ہے ستم سے بڑھ کر  
 ذرا سا اک دل دیا ہے وہ بھی فریبِ خود ہے آرزو کا  
 کمالِ وحدت عیاں ہے ایسا کہ نوکِ نشتر سے تو جو چھیرے  
 یقین ہے مجھ کو گرے رگِ گل سے قطرہ انسان کے لہو کا

کیا ہے تفتیش کہ زمانہ مجاز رشتِ سفر اٹھائے  
 ہوئی حقیقت ہی جب نمایاں تو کس کو یار است گفتگو کا؟  
 جو گھر سے اقبال دور ہوں میں تو ہوں نہ محضوں عزیز میرے  
 مثالِ نوہر وطن کی فرقت کمال ہے سیری آبرو کا!



چمکتے ی عیاں بگی میں تیش میں شرارے میں  
 بندی آسمانوں میں زمینوں میں تری پستی  
 شریعت کیوں ریاں گیر ہو ذوقِ تکلم کی  
 جو ہے بیدار نساں میں دھری غنیمت سوتا ہے  
 مجھے پھونکا ہے سوزِ قطرہ اشکِ محبت نے  
 نہیں نہیں ثوابِ آخرت کی آرزو مجھ کو  
 سکوں نا اٹھار ہمارے سامانِ سستی ہے

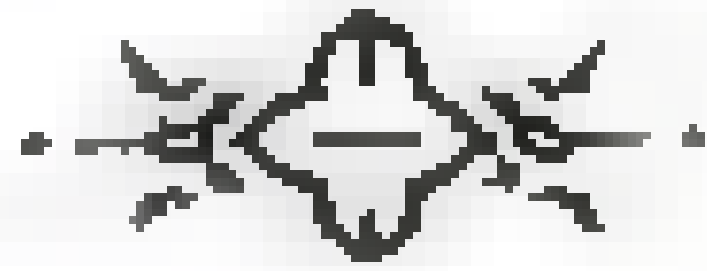
جھمکتے ہی ہوید اچاند میں سورج میں تارے ہیں  
 دلی بھر میں افستاد کی تیری کنا سے ہیں  
 چھپا جاتا ہوں اپنے دل کا مطلب ستارے میں  
 شجر میں بھول میں حیواں میں تپہ میں تناسلے ہیں  
 غضبِ نیل کی تھی پانی کے چھوٹے سے شرارے میں  
 دوسو دار بوج میں نہ نش و کیا ہے خسارے میں  
 ترپ کس دل کی یار است چمکے بیٹھی ہے پار میں

بعد اسے لہنِ انی شکے اسے اقبال میں چپ ہوں  
 تقاضوں کی کہاں طاقت مجھ فرقت کے مارے میں



یوں تو اے بزمِ جہاں دکش تجھے ہنگامے ترے  
 اک ذرا افسردگی تیرے تماشاؤں میں تھی

پاکسی آسودگی کوئے محبت ہیں وہ خاک  
 نس قدرت سے بچتے سمجھ جاب آئی پسند  
 مدتوں دارہ جو نعمت کے صحراؤں میں تھی  
 حسن کی تاثیر پر ناپ نہ آ سکتا حسد  
 میں نے اُسے اقبال پور ہیں اُسے خدا بخش  
 بات جو بندہ تناس کے مادیاتوں میں تھی



مثال پر تو بے طوفِ بام کرتے ہیں  
 خصوصیت نہیں کچھ اس میں اُسے کیم! تری  
 یہی سازِ ادا صبح و شام کرتے ہیں!  
 نیا جہاں کوئی اُسے شمع! دھوڑیے کہ یہاں  
 شجرِ بسیر بھی خدا سے کلام کیسے ہیں  
 بھلی ہے ہم نفسو! اس چمن میں غاموشی  
 ستم کش تششِ ناقص کرتے ہیں  
 غرض نشاط ہے شغلِ شراب سے جن کی  
 کہ خوشنواؤں کو پابندِ اہم کرتے ہیں  
 بھلا سنجے کی تری سے کم کوئی کراے! غنڈہ!  
 حلال چیز کو گویا حرام کرتے ہیں  
 اتنی محسوس ہے پیرانِ خرقہ پوش میں کیا!  
 کہ ہم تو رسمِ محبت کو غام کرتے ہیں  
 میں ان کی محفلِ عشرت سے کانپ جاتا ہوں  
 کہ اک نظم سے جوانوں کو رام کرتے ہیں  
 ہر سے دیو وطن مازنی کے میسداؤ!  
 جو گم کو چھونک کے دنیا میں نام کرتے ہیں  
 جس از پر سے تجھیں ہم سلام کرتے ہیں  
 بلا کے دیر سے مجھ کو امام کرتے ہیں  
 جو بے نماز بھی پڑھتے ہیں نمازِ اقبال

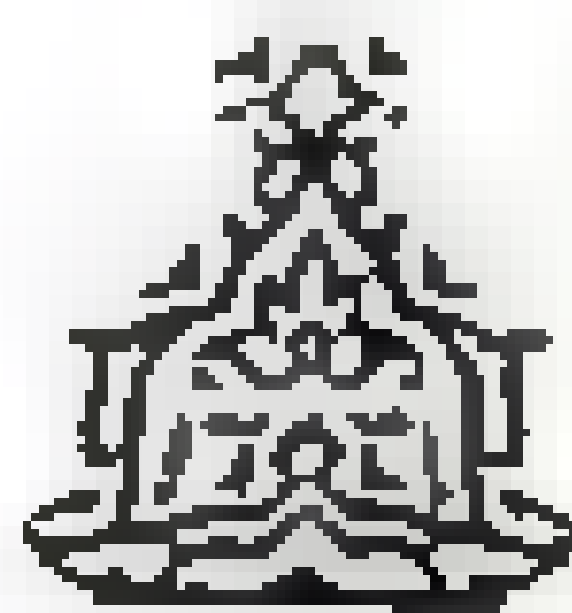


## مارچ ۱۹۰۷ء

زمانہ آیا ہے بے تابی کا، مہم دیدارِ یار ہوگا  
 سکوتِ تنہا پردہ دار جس کا وہ درِ آبِ شکر ہوگا  
 گزرِ یاب وہ دور ساقی کہ چپکے پیتے تھے پیئے دے  
 بنے گا سارا جہانِ محینانہ، ہر کوئی بادِ خوار ہوگا  
 کبھی جو آوارہ جہوں ستھنے و بستیموں میں بچہ آسپس گئے  
 برہنہ پائی وہی رے کی، مگر شبِ خارزار ہوگا  
 سنار یا گوشِ غنچہ کو شبِ ز کی خاموشی نے آخر  
 جو غمِ مہرانیوں سے باندھا تھا پچھلے ستور ہوگا  
 محل کے صحرائے جس نے و ما کی سلطنت کو اٹھایا تھا  
 مناسب یہ قدمیوں سے میں نے وہ شیرِ بچہ سوئیا ہوگا  
 کیا مرا تذکرہ جو ساقی نے بادِ خواروں کی انجمن میں  
 تو پیرِ منجائے سن کے کہنے لگا کہ منہ پھٹ ہے خوار ہوگا

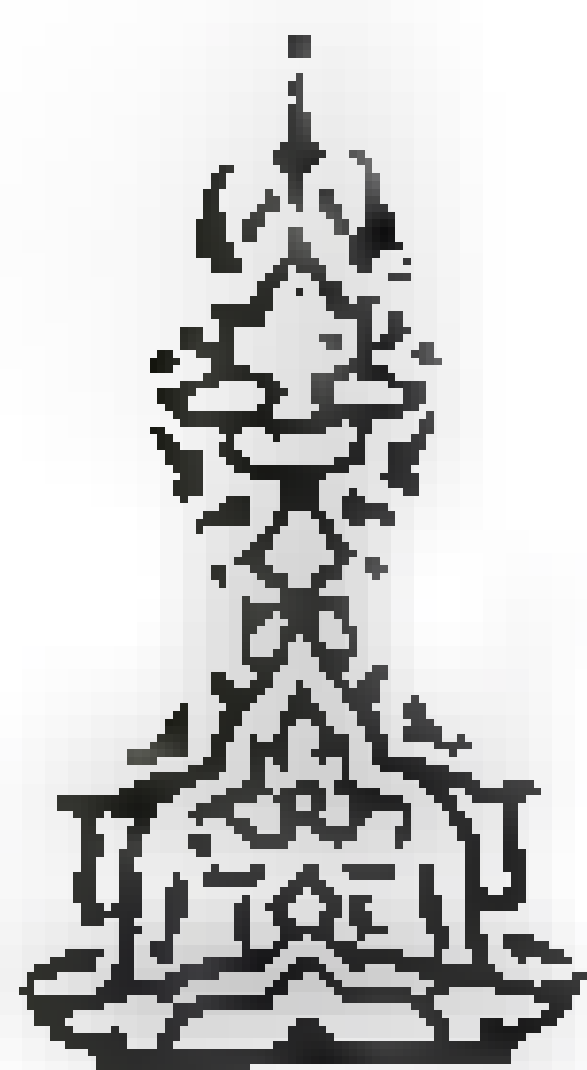
دیارِ غرب کے رہنے والوں خدا کی بستی کاں نہیں ہے  
 کچھ ایسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زریں غم پیار ہوگا  
 تمہاری تہذیب اپنے پنجے سے آپ ہی خود کشتی کرے گی  
 جو شاخِ ناز پر آشیانہ بنے گا، ناپایدار ہوگا  
 سفینہ برلِ غل بنائے گا قافلہ موریاتوں کا  
 ہزار موجوں کی ہوشاکشن مریہ دریاست پر ہوگا  
 چین میں ایلہ دکھاتا پچھتا سبے داغ اپنا غلی گلی کو  
 یہ جانتا ہے کہ اس دکھائے سے دل جلوں میں شمار ہوگا  
 جو ایک تھکاتے بکاو، تو نے ہزار رکے ہیں دکھایا  
 یہی اگر کیفیت ہے تیری تو پھر کسے اعتبار ہوگا؟  
 کہا جو قادی سے میں نے اک ان یہاں کے آزاد پاگل ہیں  
 تو خنکے کہنے لگے، ہمارے چین کا یہ راز دار ہوگا  
 خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں چمکتے ہیں سارے  
 میں اس کا بند بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا  
 یہ رسمِ بزمِ فنا ہے اے دل، انا ہے حبشِ انترجی  
 رہے گی نسیا آبرو ہماری جو تو یہاں بے قرار ہوگا

میں خلعتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درمند کا دروازہ کو  
 شررِ نقشاں ہوں آدمی سی نفسِ مرشدِ بار ہوگا  
 نہیں ہے غیر از نمود کچھ بھی جو مدعا تیسری زندگی کا  
 تو اک نفس میں جہاں سے مٹا سکتے شاعرِ شرار ہوگا  
 نہ پوچھو اقبال کا ٹھکانا، بھی وہی کیفیت ہے اس کی  
 کہیں سر راہ گنڈا مٹی یا ستم کشِ انتظار ہوگا۔



ضمیمہ

(۱۹۰۵ء سے ...)



## حصہ سوم

## ہلا و اسلام

سرزمینِ دلی کی مسعودِ دلِ غمِ پیشہ ہے  
پاک اس اجڑے گلستاں کی نہ ہو کیونکر زمیں  
دُترے دُترے ہیں لو اسدِ فکِ خوابِ پیشہ ہے  
شائفتِ غنمتِ سایہ مست ہے یہ سرِ زمیں  
سوئے ہیں اس خاک میں خیرِ الٰہی کے تاجدار  
انجمِ عالمِ کارِ باہن کی خلوت پر مدار

دل کو ترپاتی ہے اب تک گرمیِ محفل کی یا

جل چکا حاصل، مگر محفوظ ہے حاصل کی یا

ہے زیارتِ گاہِ مسلمہ گرجہاں آباد بھی  
یہ چمن وہ ہے کہ تھا جس کے لیے سامانِ ناز  
اس کرامت کا نگرِ مقدار ہے بعدِ دہی  
لائے صحرائے کہتے ہیں تہذیبِ قباہ



نماک اس بستی کی جو کوئے نر نہ بعد و شرارم جس نے دیکھے جانشینانِ سمپتیکے قدم

جس کے غنچے تھے چمنِ سامانِ دوکھشن ہے یہی

کانپتا تھا تن سے دما ان کا مدفن ہے یہی

ہے زمینِ قطبہ بھی دیدہ سلام کا نور ظلمتِ مغرب میں جو روشن تھی مثلِ شمعِ طور

بجھدے کے بزمِ ملتِ برصیا پریشاں کرگئی اور دیا تہذیبِ حنفیہ کا فسروں کی کرگئی

قبر اس تہذیب کی یہ سرزمینِ پاک ہے

جس سے تاک بکھشنِ یوہپ کی رنگِ نمناک ہے

نقطہٴ قسطِ معنیٰ یعنی قیصر کا دیار ہمدی امت کی سطوت کا نشانِ پایدار

صورتِ خاکِ حرمِ یہ سرزمینِ بھی پاک ہے استانِ مسند آستے شہِ لولاک ہے

بہت گلی کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا تربتِ ایوبِ انصاری سے آتی ہے ہمد

اے مسلمان ملتِ ہمد کا دل ہے شہر

سیکڑوں صبیروں کی کشتِ خوں کا خاں ہے شہر

وہ زمیں ہے تو مگر اے خواب گاہِ مصطفیٰ دید ہے کعبے کو تیری حج اکبر سدا

خاتمِ رستی میں تو تاہاں ہے مانندِ ملیں اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں

تجھ میں راحت اس شہنشاہِ عظم کو ملی جس کے امن میں ہاں اقوامِ عالم کو ملی

نام لیا جس کے شاہنشاہِ عالم کے ہوئے جانشینِ قیصر کے وارثِ مسندِ جبر کے ہوئے

ہے اگر قومیتِ اسلام پابندِ مقام  
ہند ہی بنیاد ہے اس کی نہ فارس نہ شام  
آدِ شریکِ دیں جسے علم کا تو مادنی ہے تو  
نقطہ جاذبِ تاثر کی شعاعوں کا ہے تر  
جب تکاب کی ہے دنیا میں باقی ہم بھی ہیں  
صبح ہے تو اس زمین میں کبیرِ ختمِ جی ہیں

## ستارہ

ترکِ خوف کہ ہے خطرہٴ سمندر تجھ کو؟  
ماتِ حسن کی کبیلہٴ ریشمِ تجھ کو؟  
متحِ نور کے لٹ جانے کا ہے ڈر تجھ کو؟  
سب کیا ہر اس قفا صورتِ شہرِ تجھ کو؟  
زمین سے دُور دیا آسماں نے گھر تجھ کو  
مثالی ماہِ اڑھائی قبا سے زرِ تجھ کو  
غضبِ پھر تری تختی سی جان ڈرتی ہے  
مستِ امِ رت تری کانپتے گزرتی ہے  
چمکنے والے مسافرِ عجیبِ سستی ہے  
جواوِ چِ ایک کلبے دھمکے کی سستی ہے  
اہلِ بے گھوں ستاروں کی اک ولادتِ مہر  
فنا کی نیندِ مخمّے زندگی کی سستی ہے  
وداعِ غنچہ میں ہے رازِ آفرینشِ گل  
عدمِ عدم ہے اکہ آئینہٴ ابرہہٴ سستی ہے

سکونِ محال ہے قدرت کے کارخانے میں  
ثبات ایک تغیر کو ہے دہانے میں

## دوستارے

اُسے جو قراں میں دوستارے      کہنے لگا ایک دوسرے سے  
یہ وصلِ بدام ہو تو کیا خوب      انجبِ مہِ خرام ہو تو کیا خوب  
نخوڑا سا جو مہرباں فلک ہو

ہم دونوں کی ایک ہی چمک ہو  
لیکن یہ دصال کی تمست      پیغامِ فراق تھی سدا پیا  
گردشِ تاروں کا ہے مستند      ہر ایک کی راہ ہے مستند

ہے خوابِ ثباتِ آشنائی  
آئینِ جہاں کا ہے جدائی



## گورستانِ شاہی

آسماں بادل کا پیسے خرچہ دیرینہ ہے  
کچھ عذرِ سائبین وہ کہ آئینہ ہے  
چاندنی چٹکی ہے س نثارِ وِ ناموش میں  
صبح صادق سورتی جرات کی آغوش میں  
کس قدر اشجار کی حیرت فرا ہے خاموشی  
بربطِ قدرت کی دہلیزی سے نواشی

باطن ہر ذرّۂ عالم سے اپا درد ہے

اور خاموشی لبِ کھیتی پہ آہِ سرد ہے

آہِ اجولانگاہِ عالم گیر یعنی دردِ حصار  
دوش پر اپنے بٹھائے سیکڑوں صدیوں کا بار  
زندگی سے تمنا کبھی معمور اب سنسان ہے  
یہ خاموشی اس کے تنگ موم کا گورستان ہے

اپنے سنگانِ کہن کی خاک کا دلدادہ ہے

کوہ کے سر پر مثالِ پاسبانِ استاد ہے

ابر کے وزن سے ڈھ بالائے بامِ آسماں  
ناظرِ عالم ہے نجمِ سببِ قائمِ آسماں  
خاکبازی وِ معیتِ نیا کا بے منتظر اسے  
داستانِ ناکامیِ انساں کی ہے زبرِ اسے  
بے زل سے یہ سافر سوتے منزلِ جارا  
آسماں سے انقلابوں کا تماشا دیکھتا  
گو سکون مکان نہیں عالم میں اختر کے لیے  
فاتحہ خوانی کو یہ ٹھہرا ہے دمِ بچہ کے لیے

رنگ آبِ زندگی سے گل بسنے ہیں  
سیکڑوں شیشے تھیں مرنے کے ہیں!

خوابِ شاہوں کی ہے پینزلِ حسرتِ خدا  
ہے تو نورِ شاہِ مگر یہ خاکِ گردوں پا ہے  
دیدِ غیبتِ باخترِ اشکِ گلوں کر ادا  
تو پاکِ برشتہِ قسمتِ قوم کا سرمایہ ہے  
تنبہاں کی شانِ حیرتِ آفریں ہے اس قدر  
جہشِ مرگاہ سے ہے شہمِ ماسِ کو حذر  
کیفیتِ ایسی ہے ناکِ مٹی کی سبھی میں  
جو اثرِ سکتی نہیں آئیں تھریر میں

سو تھے خاموش آبادی کے سنگِ موم کے دور  
قبرِ خلعت میں ہے ان آفتابوں کی چمک  
منہ طلبِ کھتی تھی جن کو آرزو سے ناممور  
جن کے واروں پہ بتاتھا جہیں گسترِ فلک  
جن کی تدبیرِ جہانِ بانی سے ڈرتا تھا زوال  
جن نہیں سکتی شیبِ مموت کی پوشِ کبھی  
بادشاہوں کی بھی کشتِ غم کا تامل ہے گور  
جہادِ غفلت کی تو یا آخری منزل ہے گور

شورشِ بزمِ ناب کیا خود کی تقریر کیا!  
غزنیہ پیکار میں بس نہکا دیہ شمشیر کیا!  
درِ مدنِ جہاں کا نادرِ شہبیر کیا!  
خونِ لوگر مانے والا نہ تھکسیر کیا!  
اب کوئی وارِ سوتوں کو جگا سکتی نہیں  
سینہ دیراں میں جانِ فتنہ آسکتی نہیں

روح مشت خاک میں نہ تاش بیداد ہے  
کو پہلو دے جو اس منہ نفس فریاد ہے  
زندگی انسان کی ہے اندر غم خوشی  
شان پر بیٹیا کوئی وقت چھپا دے  
اور کیا آئے ریاض و مہر میں بد کیا گئے  
زندگی کی شان سے چھپے کھلے رحما گئے  
موت ہر شاہ و گدا سے خوب کی تمیر ہے  
سکس مگر کا ستہ انداز کی تصویر ہے

سلسلہ ہستی کا ہے اک بھر ناپید انکار  
اور اس ریتے بے پایں کی وہیں میں مدار  
اے ہوسن انہوں رو کہ ہے یہ زندگی بے اعتبار  
یہ شرار سے تھمتھمتہ یہ سرکش سوار  
چاند ہو صورت گریہ ہستی کا اک اعجاز ہے  
پہنے سیمائی قبا محو حسد و ہمار ہے  
چرخ بے انجم کی دشتناک وسعت میں مگر  
بکیں اس کی بونی دیکھ ذرا وقتِ سحر  
اک ذرا سا ابر کا ٹکڑا ہے جو متاب تھا  
آہ می آنسو ٹپک جڑیں جو ہیں کی فنا

زندگی اقوام کی بھی ہے پوئیں بے اعتبار  
رہنمائے رفتہ کی تصویر ہے ان کی ہمار  
اس نیاں خانے میں کوئی ملت گروں و قار  
رہ نہیں سکتی ابد تک بارِ دوش و زگار  
اس فراق قوموں کی بربادی سے ہے خورجہاں  
دیکھا ہے غنائی سے ہے یہ منظر جہاں  
ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شے کو قرار  
ذوقِ جدت سے ہے کیسب مزاجِ روزگار  
سے نگین دہر کی زینت ہمیشہ نامم نو  
مادریستی رہی استن اقوام نو!



سب ہزاروں تافلوں سے آشایہ رد گذر  
منہ بابل مستحکم باقی نشان تک بھی نہیں  
آدایا مہر ایراں کو اہل کی شمس نے

آدایا مسلمہ بھی رہا ہے سے یونہی غنیمت ہوا

آسمان سے ابر آذاری اٹھا بہ سادہ لیا

جسے لکھل صحیح کے شکوں سے موتیوں لڑی  
سینہ دریا شعاغوں کے لیے گوارہ ہے  
محوریت ہے صنوبر براہو سبارائیلہ سب  
نعرہ بستی ہے کوئل باغ کے کاشانہ میں  
اور بلبل بہ ترپ رنگیں نو اسے گلستان  
عشق کے شکاموں کی رقی ہوئی تھویر ہے  
باغ میں خاموش جیسے گلستان ادوں کے ہیں  
زندگی سے یہ پرانا خاکدان مسطور ہے  
چیاں بھوپوں کی گرتی ہیں میں اس طرح

چشمہ نور نور سے دیکھے ہیں کتنے تاجور  
دھڑکتی ہیں نئی ستارے سب بھی نہیں  
غفلت یونہی اور دہشتوں میں رہنے

کوئی سونق کی رشتہ بند میں سب بھی موتی  
کس قدر پیارے سب جو مہر کوشت رہے  
غنچہ گل کے لیے باد بہار آئینہ ہے  
چشمہ ان کے منان پتوں کے غزلستان میں  
جس کے دم سے نہ رہے یو یا ہوائے گلستان  
نامہ قدرت کی کسی شوق یہ تحریر ہے  
دادی گہار میں نعرے شبان ادوں کے ہیں  
موت میں بھی زندگانی کی ٹپ ستور ہے  
دستِ تخیل تھمتے سے نگاہیں کھلونے ہیں طرح

اس نشانی آباد میں گو عیش بے انداز ہے

ایک غم ہمیشہ غمِ ملت ہمیشہ تازہ ہے

دل تباہ سے یادِ عمدہ فتنے شام نہیں  
 انگھاری کے بہانے ہیں رُحوں کا بارِ در  
 دہر کو دیتے ہیں موتی دیدہ نہیں  
 ہیں ابھی عہدِ ہائے کس کی آغوش میں  
 وادائی گلِ شاہِ کون سا سنا ہے یہ

اپنے شاموں کو راست جوڑتے وہی نہیں  
 لرزہ پستیم بنیاد ہے ہمدردی چشمِ تر  
 تھوڑی ہواں ہیں اک اندازے ہوتے طوفان کے ہر  
 برقی ابھی باقی ہے اس کے سینے کی موش میں  
 خواب سے امید و تمناں کو بچا سکتا ہے یہ

ہر چہ روفورم کی شانِ بے بدلی کا شعور  
 سب سے مر باقی ابھی شانِ بے بدلی کا شعور

## مکسود

ہو رہی ہے زیرِ دامنِ فتنے سے آشکار  
 پاچہِ فرصت و درِ فصلِ انجمنِ پہر  
 آسمان نے اندیشہ رشید کی پا کر خبر  
 شعلہ خورشید گویا حاصلِ سچیت کی کا ہے  
 بے داںِ نسیمِ بحرِ جلیے عبادِ تخلص سے

صبحِ بے بسی دھندلے دوشیہ بولیں و نہاد  
 شستِ غادر میں ہر سب سے آفتابِ آئینہ کار  
 محفلِ پروازِ شبِ باندِ محاسنِ و شہرِ غبار  
 بوسے تھکے بہتانِ گردِ نئے جو تاروں کے شرار  
 سب سے پیچھے جا کے کوئی عابدِ شبِ مذہدار

کیا سماں سب جس طرح آہستہ آہستہ کرئی  
مطالعِ خورشید میں جس سے نونِ مہمونِ صبح  
کھینچتا ہو میان کی خلعت سے تیرا آبِ ار  
جیسے خلوتِ کھوہ میں متراشید شہد  
شورشِ نازِ قوسِ دُرازاں سے بھٹکار  
جاگے کوئل کی آواز سے طائرِ نغمہ سنج  
ہے ترنمِ ریزِ تونِ سحرِ کارِ تار

## تضمینِ شعرِ امی شاعر

ہمیشہ صورتِ بادِ سحرِ آوارہ رہتا ہوں  
دلِ بیابِ جا پہنچا دیا پیرِ سیرِ خیر میں  
محبت میں منزل سے بھی خوشتر جاو پیمائی  
میر ہے تہاں درِ دُعا کیسے بانی  
ابھی نا آشنا کے لبِ تھا حرفِ آرزو میرا  
زباں ہونے کو تھی منتِ پذیرِ تابِ گویائی  
میر سے صد آتی حرم کے بسنے والوں کو  
شکایتِ تجھ سے ہے اے مارِکِ آئینِ آبائی  
ترا اے قیس! کیونکر ہو گیا سوزِ دردِ ٹھنڈا؟  
کہ جیسی ہیں تو میں اب تک ہی اندازِ سیلابائی  
وہ تجھ لالہ تیری زمینِ شور سے بھڑکا  
زمانے بھر میں رسولِ ہے تری فطرت کی نازائی  
تجھے معلوم ہے غافل کہ تیری زندگی کیا ہے؟  
کنشتی سازِ بس سونوا بائے کلیسانی

ہوتی ہے تربیتِ آغوشِ بیتِ تہی  
دلِ شوریدہ ہے لیکھنؤ کے خانے کا سودائی  
دستِ آموختی از ما بچہ بدیدارں کردی  
رہو دنی کو بہ سے از ما نثارِ ایدارں کردی

## فلسفہ عجم

(میدانِ حسین صاحب پریس لاہور کے نام)

گو سراپا کیفِ عشرت ہے شرابِ زندگی  
اشک بھی رکھتا ہے اک ہیں سحابِ زندگی  
موجِ عجم پر رقص کرتا ہے سحابِ زندگی  
سے الھ کا سورہ بھی جزو کتابِ زندگی  
ایک بھی پتی اگر کم ہو تو وہ گل ہی نہیں  
جو خزاںِ نادیدہ ہو ٹپل، وہ ٹپل ہی نہیں

آرزو کے خون سے نگیں بے دل کی داستان  
دیدہ بنائیں داغِ غم چراغِ مینہ سے  
حادثاتِ غم سے انسان کی فطرت کو کمال  
غمِ جوانی کو جگا دیتا ہے لطفِ خواب سے  
نغمہٴ انسانیت کامل نہیں خیر از فغاں  
روح کو سامانِ رنیت آہ کا آئینہ ہے  
غازہ ہے آئینہٴ دل کے لیے گردِ ملال  
ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی منہٴ شراب سے

ظاہر دل کے لئے غمِ شہپر پرواز ہے      راز ہے انسان کو داں غمِ انکشاف راز ہے  
 زندہ نہیں غمِ روشن کو اں غمِ خاموش ہے  
 جو سرد و بریتر ہستی سے جو آشوب ہے

شاعر جس کی آشنائے نالہ یارب نہیں      جلوِ پیر کی تسبیحیں انہماکِ کاسب نہیں  
 جس کا جامِ دل شکستِ غم سے ہے آشنایا      جو مدِ مست تہ بہ عیشِ شہتیں با  
 ہاتھیں لکھیں کاسے بخندِ نازکِ عار سے      عشق جس کو بخیر ہے غم ہے بے آزار سے  
 کلفتِ غمِ کرپاں کے روز و شبِ دور ہے      زندگی کا راز اس کی آئینہ سے مستور ہے

اے کہ نظمِ دہر کا اور اک ہے حامل تجھے

کیوں آسماں ہوسمِ ہندو کی منزل تجھے

بے ابد کے نسخہ دیرینہ کی تہیہ عشق      عقلِ انسانی ہے فانی، زندہ و جاوید عشق  
 عشق کے خورشید سے شامِ اہلِ شرم ہے      عشق سوزِ زندگی ہے تا بدِ پاست ہے  
 رخصتِ محبوب کا عقد فنا ہوتا اگر      جو شِ انست بچیں عاشق سے کر جاتا سفر  
 عشق کچھ محبوب کے مرنے سے مر جاتا نہیں      لوح میں غم بن سکے رہتا ہے مگر باقی نہیں

سب بتائے عشق سے پیدا بقا محبوب کی

زندگانی ہے عدمِ ناشنا محبوب کی

آتی ہے ندیِ حبیبین کو دے گا تہی ہوئی      آسماں کے ظاہر وں کو لغتِ سکھاتی ہوئی

اگر روشن ہے اس کا نور سب کا نور  
نہر جو تھی اس کے گویا پانی سے بن گئے  
جوتے سپاس پٹ پٹ پٹ پٹ پٹ پٹ پٹ  
ہجرانِ قطروں کو نہاں وصل کی تعمیر ہے  
ایک عظمت ہیں سب نہروں کا ندی

پستیِ عالم میں ملے کوہِ ہوتے ہیں ہم

ما رخصی وقتِ نودادِ بان کہ روتے ہیں ہم

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں  
غفل ہیں دم و سہر کی آفات میں محسوس ہو  
دامنِ دل بن گیا بورز مگ کا چھب و شر  
خضرِ ہمت ہو گیا ہوا رز سے گوشہ گیر  
داؤدی ہستی میں کوئی بسندِ تاک بھی نہ ہو

رکے ادھی ن پٹاؤں پر یہ جوتا ہے چور  
یعنی اس فناؤ سے پانی کے تلمے بن گئے  
منہ طلبِ ندوں کی اک دنیا نمایاں ہوئی  
دوقدم پر کچھ وہی پوہ شل تارِ سیم ہے  
کر کے فطرت کی جو مفرغِ انساں بن گئی

حقیقت ہیں بھی سکھ جدا ہوتے نہیں  
یا جوانی کی اندھیری رات میں ستور ہو  
راہ کی ظلمت سے ہو شکل سوسے منزل سفر  
فکرِ جب عاجز ہو اور خاموشیِ دازِ غمیر  
جادو دکھانے کو جانو کا شرِ تاک بھی نہ ہو

مرنے والوں کی جبینِ روشن ہے سب کی خطرات ہیں

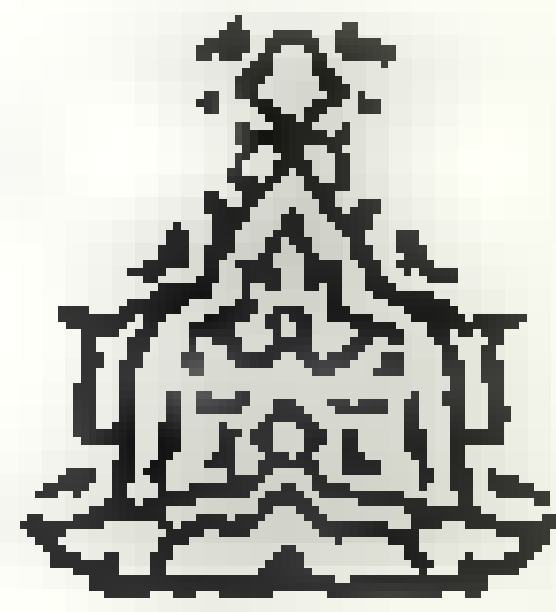
جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں



## پھول کا تحفہ عطا ہونے پر

دوستِ ناز چکشن میں جا بھکتی ہے  
کلی کلی کی زبان سے دعا بھکتی ہے  
اتنی پھولوں میں وہ انتخاب مجھ کو کرے  
نہی سے رشک کی آفتاب مجھ کو کرے  
تجھے دشمن سے توڑیں تبے نصیب تھے  
تڑپتے رو گئے نگار میں رقیب ترے  
اٹھاس کے صد مہِ فرقت وصال تک پہنچا  
ترمی حیات کا جو یہ کساں تک پہنچا  
مرا کنول کہ تصدیق ہیں پس چہ اسل نظر  
مرے شباب کے گلشن و ناز ہے جس پر  
کہتی یہ پھول مسمِ آغوشِ غماز ہوا  
کسی کے دامنِ زمیں سے آشنانہ ہوا

شگفتہ کر رہے گی کبھی بہار اسے  
فسرہ رکھتا ہے گلچیں کا انتظار اسے



## ترانہ علی

چین و عرب ہمارا، ہندوستان ہمارا  
 توحید کی امانت سینوں میں سبہ ہمارے  
 دنیا کے جنگدوں میں پہلا و دلدلہ ندا کا  
 تینوں کھسکے میں ہم علی رجواں مجھے ہیں  
 مغرب کی وادیوں میں گونجی اداں ہماری  
 باطل سے دہنے والے اے آسمان نہیں ہم  
 اے گلستانِ افسوس وہ دن ہیں یاد بھگو  
 اے موجِ دجلہ! تو بھی پہچانتی سبے ہم کو  
 اے ارضِ پاک تیری حرمت پرکٹ سکے ہم  
 سالارِ کارواں ہے میرِ محرابِ زاپنا

مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا  
 آساں نہیں مٹنا نام و نشان ہمارا  
 ہم اس کے پاسباں ہیں، وہ پاسباں ہمارا  
 خنجرِ دلال کا سبے قومی نشان ہمارا  
 تھمتانہ تھا کسی سے کیلِ رواں ہمارا  
 سو بار کرچکا ہے تو امتحان ہمارا  
 تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا  
 اب تک سبے تیرا دریا، فسانہ خواں ہمارا  
 ہے خونِ تری رگوں میں اب تکٹاں ہمارا  
 اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

اقبال کا ترانہ بانگ درا ہے گویا

ہوتا ہے جادہ پیا پھر کارواں ہمارا

## وطنیت

(یعنی وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور کے)

اسی دیرپا اور بے جام اور بے حجم اور      ساتی نے بنائی ریشمِ لطیف و ستم اور  
سے نے بھی تعمیر کیا اپنا حسم اور      تہذیب کے آرزوئے رشوائے حسنم اور

ان تازی خنداؤں میں ہر اس بے وطن ہے

جو چیریں اس کا بے ڈنڈہ بگ کنٹن ہے

یہ بت کہ تراشیدہ تہذیبِ نوئی ہے      غارت گر کاشتائے دینِ نبوی ہے

بازو ترا تو حید کی قوت سے قوی ہے      اسدا ترا دیس ہے تو معطفوی ہے

نظمتِ رۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے

اسے معطفوی خاک میں مٹا دے

ہو قیدِ مٹی تو نتیجہ ہے تباہی      رہ بے در میں آزادِ وطن صورتِ ماہی

ہے ترکِ وطنِ سنتِ محبوبِ الہی      دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

گفتارِ ریاست میں وطن اور ہی کچھ ہے

ارشادِ نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے

اقوامِ جہاں میں ہے قابت تو اسی سے      تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے

خالی ہے حد قوت سیاحت تو اس سے کزور کا گنہ ہو تا ہے مارت تو اس سے  
اقوام میں خندقِ ندامتی ہے اس سے  
قومیتِ سدیم کی جزائفتی ہے اس سے

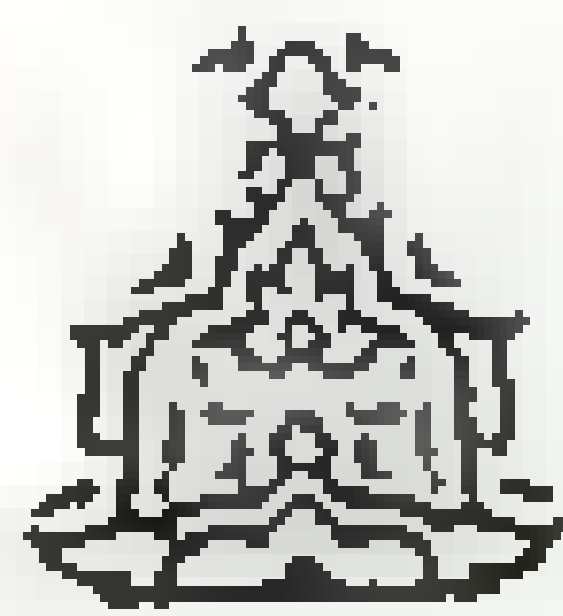
## ایک حاجی پسنے کے واسطے ہیں

تافلہ لوٹا گیا صحرا میں اور منزل سب سے دور  
ہم سفر میرے شکارِ دشمنہ بہن بھنے  
نن نگاریِ نوجوان نے نس خوشی سے جان دی  
خجڑ بہن اسے گویا صدمہ پید تھا  
خوف کتا ہے کہ شیرب کی طرف تنہا نہ چلے  
بے زیارت سوتے بیت اللہ پھر جاؤں گا کیا  
خوفِ جاں کتا نہیں کچھ دشتِ پچائے حجاز  
لو سلامت محلِ شامی کی ہمارا ہی میں ہے  
آہِ غفلِ زیاں پیش کیا جاؤں گے

اس بیابان یعنی بحرِ شاکِ ساحل سے ڈرا  
بچ گئے جو بکے بیدل سے بیتِ پھر سے  
موت کے زہر میں پانی سے اس سے نہ دنی  
تسکے شیربِ دل میں الب پر نعرہ توجیہ تھا  
شوقِ کتا ہے کہ تو مسد ہے بیباکانہ چل  
ماشتوں کو روڑ پر مشر منہ نہ دکھائوں گا کیا  
ہجرتِ مدونِ شیرب میں تی مخفی ہے راز  
عشق کی لذتِ مخرطوں کی جا کا ہی میں ہے  
اور تاثر آدمی کا کس قدر بیباک ہے

## قطرہ

کل بیتِ شوریدہ خوابِ گامِ نبی پر رو رو کے کہہ رہا تھا  
 کہ منسوخِ ہندوستان کے کلمہ بناتے ملتِ ہندوستان ہیں !  
 یہ زائرانِ حرمِ مغرب ہزارِ حسرت نہیں ہمارے  
 ہمیں بھلاؤں سے واسطہ کیا ہو تجھ سے نہ، شاربستہ ہیں !  
 غضب ہیں یہ مرثیانِ نمود ہیں "خدا ترے قوم کو بچا ہے !  
 بگاڑ کر تیرے مسکموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں  
 سنے گا اقبال کون ن کو یہ انجمن کی جہاں گئی ہے  
 سنے زماں میں آپ ہم پر پوری باتیں سنار سے ہیں



## شکوہ

کیوں نہیاں کاربہوں سود فراموش رہیں؟  
فائز نہ کروں، ٹھوٹھ دوش رہیں  
ناتجربہ سسٹم اور بدعتی نوشتیں ہیں  
بمنوا! میں جی لوئی غل سوں کہ خاموش ہوں

بدانت آموز مری تاب مہن ہے بچہ کو  
شکوہ والدت خاتمہ بدین ہے بچہ کو

ہے بچہ شہیدِ سیم میں شہور ہیں ہم  
تقتہ درد سناستے ہیں۔ مجبور ہیں ہم  
سرخاموش ہیں، فریاد سے کمر ہیں ہم  
نالا آتا ہے کرب پہ توفیق در ہیں ہم

اے خدا! شدو و بابِ فنا جی سن لے  
خوڑِ حسد سے تنویرا سا نکلا بھی سن لے

تھی تو موجود ازل سے ہی تری ذاتِ قدیم  
پہوں تھارے چمن پر نہ پریشیاں تھی ہم  
شرطِ انصاف ہے اے صاحبِ الطافِ عظیم  
ہوئے گل بھینتی کس طرح جو ہوتی نہ ہم

ہم کو جمعیتِ خاطر یہ پریشانی تھی  
ورنہ اُمت ترے مجھ سے کیوں تھی؟

ہم سے پہلے تو عجیب تیرے جہاں کا نظر  
کہیں جمود تھے پتھر کہیں مسبود شجر



خوڑ سپیکر جس ختی اس کی نعرہ      ماننا پھر کوئی آن دیکھے نہ ا کو کیونکر؟  
 تجھ کو معلوم ہے بیت تھا کوئی نام ترا؟  
 قوت بازو سے مسلم نے کیا کام ترا؟

بس سب تھے میں سلجھوتے ختی تو رانی بھی      الٰہیں چین میں ایران میں ساسانی بھی  
 اسی مہور سے میں آباد تھے یونانی بھی      اسی دنیا میں بودی بھی تھے نصرانی بھی  
 پر ترسے نام پہ تلوار اٹھائی کس نے؟  
 بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے؟

تھے ہیں ایک ترسے مہر کا آؤں میں!      خشکیوں میں کبھی رشتے کبھی دریاؤں میں  
 دیں اذیت کبھی یورپ کے کھیساول میں      کبھی فریقہ کے پتے ہوئے صحراؤں میں  
 شان آنکھوں میں نہ چھپی تھی جہانداروں کی  
 لکڑے پڑتے تھے ہم چچاؤں میں تلواروں کی

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی نصیبت کئی      اور مرے تھے ترسے نام کی ظلمت کئی  
 نکتی نہ کچھ تمنی زنی اپنی حکومت کئی      سرکوب پھرتے تھے کیا دہر میں ملت کئی  
 قوم اپنی جو زرو مال ہبساں پر مائی  
 بت فردشی کے غوغا ست شکنی کیوں کرتی؟

کل نہ کتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے      پاؤں شیروں کے بھی میڈاں ہر اکڑ جاتے تھے

تجھ سے سرش ہو کوئی تو بڑا جانتے تھے تجھی یہ چیز سب ہم تو پکے ارٹ جانتے تھے

نقشب تو حید کا ہر دس پہ پنجاہ ہونے لگے

زیرِ لب جی پیت رسایا ہونے لگے

تو سی کہہ دے کہ اکھاڑا دیر نہیں ہونے لگے شہرِ قیہ کہ جتنا میں تو کیا نہیں ہونے لگے

توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے کات کر کے دیئے شکر کے شکر کس نے

کس نے ٹٹٹا کیا تشدد و پراس کو

کس نے پھر زندہ کیا مازوں کو

کون سی قوم فقط تیری طلب کار ہوئی؟ دیر سے یہ ہمت کش پکیر ہوئی؟

کس کی شمشیر جہانگیر ہمار ہوئی؟ کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی؟

کس کی سہیت نہ ہمارے بے ہمتے تھے

منہ کے بل کر کے کھوندہ کھڑے تھے

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت ساز قباہ رو ہوئے نہیں بوس ہوئی تو میر حجاز

ایک ہی صنف ہیں کھڑے ہو گئے محمود ایاز نہ کوئی بندہ رہا، ورنہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب محتاج دشمنی ایک ہوئے

تیری سرکار میں پہنچے تو بھی ایک ہوئے

ممثل کون و کماں میں شام بھرے تھے تو حید کو نیکر صفت بام بھرے

نودین دشت میں کے کرتاپنیا مچھ سے ادریس دشت سے کجوتی نام پچھ سے؟

دشت تو دشت ہیں دیکھی چھوٹے تم نے

بہر خطرات میں ڈرا دیتے جھوٹا بہت

مغضوبہ سے باطل کو مٹایا تم نے نوع انساں کو غلامی سے بچا دیا تم نے

بہر سے کہے کو جہانوں سے بسایا تم نے میرے قرآن زمینوں سے بکایا تم نے

پتھر تھی تم سے یہ گواہ ہے کہ وفادار نہیں

بمہ وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں

اتیں ادبھی یران میں لنگر کجی ہیں عجز و سستی ہیں پندار بھی ہیں

ان میں کابل تھی میں غافل بھی ہیں شہار بھی میں سیکڑوں ہیں کہ تم سے نام سے ہزار بھی ہیں

نہیں میں تری اختیار کے کاشانوں پر

برق کرتی ہے تو جیوا پر سے سلیمانوں پر

بت مخانوں میں کہتے ہیں سلمان گئے بے خوشی ان کو کہ کہے کے گمباز گئے

منزل بہر سے دمنوں کے مدی خوان گئے اپنی ابلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے

خندہ زن کہنے حسرت تھے ہر کہ نہیں؟

اپنی توحید کا کچھ پاس تھے ہر کہ نہیں؟

یہ کمایت نہیں ہیں ان کے خزانے مہمور نہیں نخل میں جنہیں بات بھی کرنے کا

فرا تیرے کہ کافر ہیں جو راقمِ قلم و سب ہارسے مسلمان کو فقط و غدا حور!

بے و لطف نہیں در پندایت نہیں

بانت یہ راستہ لہ پانی و مدارت نہیں

فیوں مسلمانوں میں سب سے زیادہ سب یہی کہ تہ تہ و سبکی نہ تہ تہ سب

نوجو چاہے تو اسے سینہ صبر سے سب رہا دشت ہو سبکی نہ دشت و سب سب

ملحق اغیار سے بوائی سے نہااری ہے

کیا نرسے نام پر مرنے کا خوشی رہی سب

بہی اغیار کی سب چاہتے و لی دنیا روئی اپنے سے یہی سبکی دنیا

بہم تو زحمت ہوئے وراں سے سبکیاں دنیا پھر نہ دشت ہوئی تو سب سے نہااری دنیا

بہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترانہ مر رہے

کہیں کوئی سب سے نہااری سب سے جام سب

تیری محفل بھی گئی چاہتے تھے بھی گئے شب کی ہیں بھی نہیں صبح کے تھے بھی گئے

دل تھے دے بھی گئے اپنا صلے بھی گئے لکے بھی نہیں رشتے اور نکالے بھی گئے

آئے عشاق، گئے وعدہ و منہ دے

اب نہیں تھوڑے چرخ مرخ زب کے

در پہلی بھی وہی قیس کا پسو بھی وہی نجد کے دشت و تہل میں رہا آبر بھی وہی

عشق کا دل بھی دہی جس کا باد بھی دہی      سرتِ حیدر سے دہی دہی تو بھی دہی

پھر یہ آزد دل غیر سب کی مستی

پنہ نشینوں پر یہ چھوٹا سب مستی

تجھ کو چھوڑا کہ رسولِ عربی کو چھوڑا      بت لڑی پوشیدہ بت سنائی کو چھوڑا

عشق کو عشق کی آشتی نہ دی تو چھوڑا      سہ سمان و بیس توئی کو چھوڑا

آلِ تجسیم کی سینوں میں دہی رکتے ہیں

زندگی مثلِ بالِ بستانِ رکتے ہیں

عشق کی خیر و بھلی سی اور بھی نہ سہی      بادِ پیر کی نسیم و نشانِ سی

مٹے طربِ انِ بختِ قبلہ نہ ابھی نہ سہی      درِ پستِ بی آہنِ فواجی نہ سہی

کہ جس سے کہیں خیریں کے سامانی ہے

بات سننے کی نہیں تو بھی تو ہر نانی ہے

سرفرازِ پیرِ دین کو کاہل تو نہ      اک شائے میں سزاؤں کے لیے دل تو نہ

آتشِ اندوز کیا عشق کا حاصل تو نہ      پھونک دی لڑی ہمارے محفل تو نہ

آج کیوں بیٹے ہمارے شراب و نہیں؟

ہم وہی سوختہ سماں ہیں تجھے یاد نہیں؟

داغِ نجس میں دُشورِ سدا دل نہ رہا      قیس دیوانہ بختِ راجس نہ رہا

ہوئے دہرے سب ہم نہ تبتے ان نہ رہا      لہر یہ اجڑا ہے کہ تو رونے کی منہ نہ رہا

سے خوش روز آئی واپس نہ آئی

سب سے سب باندہ سوئے تھیں ما بازا آئی!

بادکش غیر ہیں المثنیٰ میں سب دہیٹے      سنتے ہیں جام بکھٹ منہ کو کو بیٹے

دور سے کہ مہر سے یہ دہیٹے      تیرے پونے بھی ہیں تھیں ہٹے

ہستہ پرانوں کو پھر ذوق خود افوری سے

برق دیرینہ کو فنا کی جگہ سوزی سے

قوت آوار و خن تائب ہے پھر سوتے محباز      لے اڑا بیل بے پر کو مذاق پرواز

منہ طرب بارغ کے ہر فتحیہ میں جو سوتے نیاز      تو ذرا چھیر تو دے تشریف مضر اسے ساز

نہیے بنیاب ہیں ماڑی سے نکلنے کے لیے

طاوڑ طرب ہے اسی آگ میں جلنے کے لیے!

شکلیں امت مرحوم کی آساں کر دے      موربے مایہ کو حمد و شش سلیمان کر دے

جنس نایاب محبت کو پھر زراں کر دے      بندے دینشینوں کو مسلمان کر دے

ہوئے خوں می سپکا از حسرتِ یرینہ ما

می تمپد نار پشته کہ ہر سببہ ما!

ہوئے گل لے گئی ہیرن چین رازِ چین      کیا قیامت ہے کہ خود کچول ہیں غمازِ چین





عبدالغنی خستہ ہوا، ٹوٹ گیا سبز چمن  
اڑ گئے ڈایوں سے زمرہ پر د زچمن

ایک بیل سب سے سب سے ٹوٹا غراب تک

اس کے سینے میں ہر نفوس کا تڑپا غراب تک

قدیاں شاخِ صنوبر سے کریراں بھی ہوئیں  
قدیاں بھوپوں کی جھڑ جھنڈے پاشیاں بھی ہوئیں

دو پرانی روشیں بان کی ویراں بھی ہوئیں  
قدیاں پیر بن برک سے یاد ہیں بھی ہوئیں

قیدِ موسم سے طبیعت ہی آزاد اس کی

ہاش گلشن میں سمجھتا کوئی فریاد اس کی

لطف مرنے میں بے باقی نہ مزا بیٹھے میں  
کچھ مزا ہے تو یہی غمِ حسبِ گدے بیٹھے میں

کتے بلیاں ہیں جو ہر مرست آئینے میں  
کس قدر جلوے تپتے ہیں کس بیٹھے میں

اس کستاں میں گود کھینے والے ہی نہیں

دماغ جو بیٹھے میں رکھتے ہوں لاسے ہی نہیں

چاک اس طبلِ تنہا کی نوا سے دل ہوں  
جائے والے اسی بانگِ داسے دل ہوں

یعنی پھر زندہ نئے غمِ دفا سے دل ہوں  
پھر اسی بادِ دیرینہ کے پیاسے دل ہوں

غنی خستہ تو کیا ہے تو حجازی ہے مری

نغمہ ہندی ہے تو کیا ہے تو حجازی ہے مری



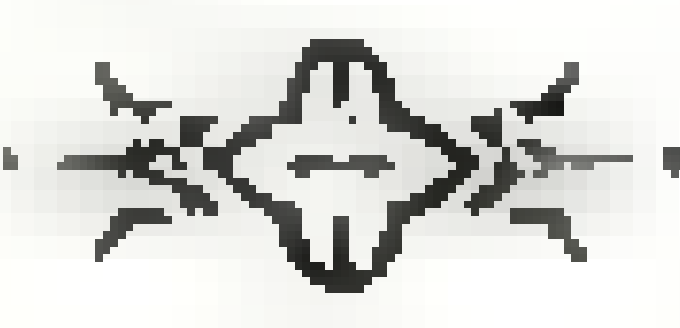
## چاند

سے چاند حسنِ تیرا فطرت کی برہ سب سے  
یہ دامنِ سا جو تیرے سینے میں سینا دیا  
میں شربِ زمیں پر، قیاسِ تو فکاس پر

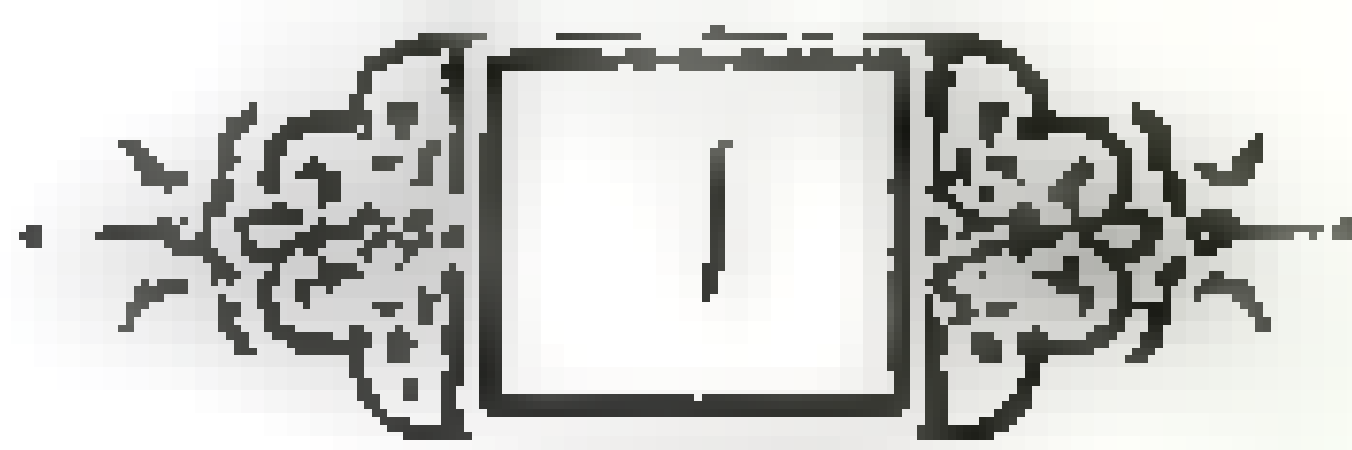
انساں ہے شمع جس کی بجلی ہی ہے تیری  
یہ جھڑپ فکروں میں توں خیزل ہی ہے تیری

تو ڈھونڈتا ہے جس کو تاروں کی خاموشی پر  
استادِ مسرور میں ہے سہزہ میں سورہا ہے  
سہیں تجھے دکھاؤں رخسارِ روشن اس کا  
پوشیدہ ہے وہ شاید غنائے زندگی میں  
جیل میں غمخوارن سے خاموش ہے کھلی میں  
نہروں کے آئینے میں، شبنم کی آری میں

صحرا و دشتِ دریں کہسار میں وہی ہے  
انساں کے دل میں تیرے رخسار میں وہی ہے



# رات اور شاعر



## رات

کیوں میری چاندنی میں کھرتاسے تو پریشان  
تاروں کے تویوں کا شاید ہے جوہری تو  
یا تو مری حبس کا تارا گرا ہوا ہے  
خاموش ہو گیا ہے تارِ بابِ بستی  
دریا کی تہ میں چشمِ گرداب ہو گئی ہے  
بستی زمیں کی کیسی بے گناہ فریں ہے  
خاموش صورتِ گلِ انمند ہو پریشان  
پہلی ہے کوئی میرے درِ بسے در کی تو  
رفت کو چھوڑ کر بستی میں جا رہا ہے  
جیسے آئے ہیں شہِ دیرِ خوابِ بستی  
ساحل سے لائے موتِ بیابانی ہے  
یوں سوئیں ہے جیسے آباد ہی نہیں ہے

شاعر کا دل ہے لیکن نا آشنا سکوں سے  
آزاد و گیب تو کیونکر مرے فنوں سے؟



## شاعر

میں ترستے چاند کی کج بقی میں گم ہو رہا ہوں  
دن کی شورش میں نکلتے جوتے ٹٹاتے ہیں  
مجھ میں فریاد جو پہاں ہے سناؤں کس کو؟  
برق این کے سینہ پر چڑی روتی ہے  
صفتِ شمع کی بڑودہ ہے نسلِ خمیری  
غبارِ جانہ کی ہوا رکس نہیں سے اس کو

چمپکے انساؤں سے نذرِ سحر روتا ہوں  
غزلتِ شب میں کسے شربتِ پاستے بن  
تیشِ شوق کا لٹفت ہو جانوں کو  
دیکھنے والی سے جو آنکھ کہاں سوتی ہے  
اوپر سے رات بڑی دور ہے منزلِ میری  
اپنے لقمہ مان کا احساس نہیں ہے اس کو

خبر پہرچا مٹت سے جو نچھوٹا ہوں  
تیرستے مابندہ ستاروں کو سنا جاتا ہوں

## محرّم

سورج نے جاتے جاتے شامِ سب قبا کو  
پہنا دیا شفق نے سونے کا سارا زیور

مشتِ افق سے بیکر لکے کے بچوں مارے  
قدیر نے اپنے گئے چاندی کے سب مارے

مکمل میں نائنٹی کے پچاسے نہایت آئی  
وہ دور نینتوں سے کچھ دوسرے شے وہ ہوتی پچاسے نہایت

موجودات فروزی تھی اب میں فوک کی  
عرشہ ہیں سے آئی اور زاک عکاسی

نہت شے پاسبانوں ہائے سماں کے تاروں  
پتھر و سرود ایسا نیاں اٹھیں سونے سے  
آئینے قسموں کے تم کو یہ جانتے ہیں  
شاہین صدائیں اس میں ہیں مٹھاری

نہت ہوتی خموشی تاروں بھری فضا سے  
وسعت تھی سماں کی معمور بس نواسے

نہن ازل سے پیدا تاروں کی دلبری میں  
آئین نو سے ڈرنا ٹھہرنا ہن پر اڑنا  
یہ کاروان بستی سے تیز گام ایسا  
آنکھوں سے ہیں ہماری غائب ہزاروں انجم  
اک عمر میں نہ سمجھے اس کو زمین واسے  
ہو بات پاگئے ہم تختہ داری سے زندگی میں

ہیں جذبہ باہمی سے قائم نظام ساسے  
پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں

## سیر فلک

تھا پھیل چوسہ سہو میرا      اتمساں پر ہوا کندر میرا  
 رتہ پاتا تھا، ورنہ تھا ورنی      جانتا، ایسے پش پر میرا  
 لئے ستے تھے تھے تھے      راز رب تھا سہو میرا

نعتہ حبیب دشا مہ سے نکلا

اس پر اس نے تھا مہ سے نکلا

کیا سناؤں تمہیں مہ کیا ہے      خاتم آرزو سے دیدہ دلوش  
 شاخ طوبیہ پہ نغمہ ریز جیور      بے نجابانہ تجربہ و فرودش  
 ساقیان بیل جام بدست      پیچھے دس میں شور و ثنائوش  
 دوزخست سے آنکھ سے دیکھا      ایک تار کیا شانہ سر و خموش  
 طالع قیس دگیسو سے یلی      اس کی بیکسوں دوش بدوش  
 خاک ایسا کہ جس سے شر مار      نرود ز مہر یہ جو رد پوش  
 میں نے پوچھی جو کیفیت اس کی      حیرت انگیز تھا جواب سروش  
 یہ تھا مہ خاک بنو ہے      مارے نور سے تھی آغوش



شعلے جوتے ہیں ستعار اس کے جن بکریاں ہیں مردِ عبرت کوثر

اہل دنیا یہاں جو آتے ہیں

اپنے انگار ساتھ لائے ہیں

## نصیحت

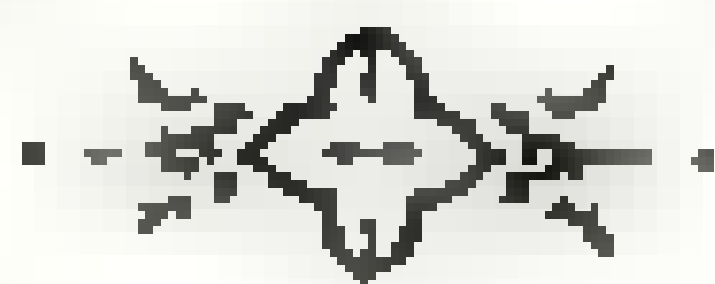
میں نے اقبال سے اذرا نصیحت یہ کہا  
تو بھی بے شیوہ اربابِ ریاض میں کامل  
مجدد بھی نہایت امیر تر اہم تھا ہے  
تم تقریر تری مدحت سرکار پر ہے  
در حکام بھی ہے تجھ کو مست اہم ہو  
اور دلوں کی طرح تو بھی چھپا سکتا ہے  
نظر آجاتا ہے مسجد میں بھی تو عید کے دن  
دست پر درو تھے ملک کے خبا رہی ہیں  
اس پر طرہ ہے کہ تو شعر بھی کہہ سکتا ہے

عالم روزہ سے تو اور نہ پست ہر نماز  
دل میں لہرتی ہوئی لہجہ کے زور حجاز  
تیرا انداز مستحق بھی سدا پر اعجاز  
فکر روشن ہے ترا موجب آئین نیاز  
پاہی بھی تری چھپیدہ تر از زلف نیاز  
پردہ خدمت دیں میں جو بس جاوید کار  
اثرِ غنہ سے ہوتی ست نبیعت بھی کداز  
چھیر نا فرغش سے تین پر تری شہد یہ کاماز  
تیری جہان سے سخن میں ہے شہاب شیراز

جتنے اوصاف ہیں لکھنے وہ ہیں تجہیں سبھی  
تجہ کو لڑنے کے ہوا ٹوکے شرابِ گم و تار  
نغمہ مست یاد نہیں اور پر و بال بھی ہیں  
پیر سبب کیا ہے نہیں تھک و دماں پر واز  
ما قبت نرس ما وادی خاموشان است  
ما یا خاموش دینس پد افلاک انداز

م

بہرِ زبے شرابِ حقیقت سے جا رہا ہند  
یہ بند یوں کے فکرِ فلک اس کا ہے اثر  
اس دس میں مجھے ہیں ہزاروں ملک سرشت  
ہے رام کے وجود پر ہندوستان کو نماز  
انجاز اس چراغِ ہدایت کا ہے یوں  
تواریک دہنی تھا، شجاعت میں فرد تھا  
پاکیزگی میں، جوشِ محبت میں فرد تھا



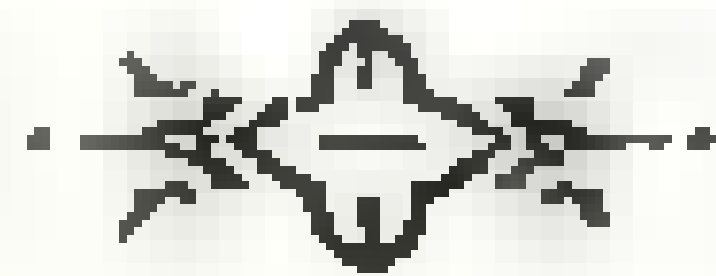
## موٹر

کیسی پتے کی بات بگنڈے نئے کل کہی  
 موٹر ہے ذوالنار علی خاں کو کیا شہوش  
 ہنگامہ آفریں نہیں اس کا خرام تاز  
 تھنڈی برقی تیز بمثال ہوا خموش  
 میں نے کہا نہیں ہے یہ موٹر پہ منحصر  
 ہے جادۂ حیات میں ہر تیز پا خموش  
 ہے پاشکتہ شیوۂ فریاد سے جس  
 نکمت کا کارواں ہے مثال صبا خموش  
 مینا مدام شورشِ قلقل سے پاگل  
 لیکن مزاجِ جاہلِ سندھم شام خموش  
 شاعر کے منکر کو پر پرواز خاموشی  
 سڈیہ دارِ گرمی آواز خاموشی



## انسان

منظر چمنستان کشید زیبا ہوں کہ نازینا  
 محرومِ عملِ نرس مجبور تماشا ہے !  
 رفتار کی لذت کا احساس نہیں اس کو  
 فطرت بھی مستور کی کس دریم قننا ہے !  
 تسلیم کی ہو کر ہے چو پیروز ہے دنیا میں  
 انسان کی ہر قوت سرگرم قننا ہے !  
 اس ذرہ کو رہتی ہے مدت کی ہوس بہ دم  
 یہ ذرہ نہیں شاید سمٹا ہوا صحرا ہے  
 چاہے تو بدل ڈالے یہ ہیت چمنستان کی  
 یہ ہستی دانا ہے، بنیا ہے، تو انا ہے



## خطاب جوانان اسلام

کبھی اے جوانِ مسلم! تدبیر بھی کیا تو نے؟  
 تجھے اس قوم نے پلاسے آغوشِ محبت میں  
 تہذیبِ افراسیاب، اخلاقی آئینِ جہاں داری  
 سماںِ الفتِ مخدّی کا رہائش گاہ ہے  
 گدائی میں بھی: اللہ کے لئے تھے غمور اسے  
 غرض میں کیا کیوں نہ ہو کہ پھر انہیں کیا تھے  
 اگر چاہوں آتشِ محبت کا اظہار میں کہ دوں  
 تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی  
 گنوا دی ہم نے جو اسلاف کی بیڑ پانی تھی  
 حکومتِ تریاژ کا وہ اک عارضی شے تھی  
 مگر وہ غم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی

وہ کیا رکھیں تھیں، تو جس کتبِ اک ٹوٹا ہوا مارا؟  
 کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سردار  
 وہ سترائے شب، مینی شہرِ مازں کا گہوار  
 بابِ نامِ خاں سنا پڑ چاہتے تھے زیارا  
 کہ نعم کو لدا کے ذریعے شمس کا نہ تھا بار  
 جہاں لیر و جہاں دار و جہاں بیاں و جہاں آر  
 مگر تیرے تختِ سل سے فزوں تھے وہ و نظارا  
 کہ تو لفظِ رواں کو رواں تو ثابت: وہ سیارا  
 تریا سے نہیں پر آسماں نے ہم کو کسے مارا  
 نہیں دنیا کے آئینِ مسلم سے کوئی چارا  
 جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل بوتا ہے سیارا

غنی روزِ سیاہ پیر کنیاں راستِ شام  
 کہ نورِ دیدہ اش و شن کند چشم زلیخارا

## غزۂ فتوال

(یا)

ہلالِ عید

غزۂ فتوال! اے نورِ نگارِ روزہ دار! تیری پیشانی پر تحریرِ پیامِ عید ہے  
 سرگذشتِ ملتِ بنیاد کا تو آئینہ ہے جس غم کے سائے میں تیغِ آزما ہوتے تھے ہم  
 تیری ہمت میں ہم آغوشی اسی اہستہ کی ہے آشنا پرور ہے قومِ اپنی، وفا آئیں ترا  
 آج گردوں سے فرادنیاء کی بستی دیکھ لے اپنی رفعت سے ہمارے گھر کی پستی دیکھ لے  
 غزۂ فتوال! اے نورِ نگارِ روزہ دار! آج گردوں سے فرادنیاء کی بستی دیکھ لے  
 اپنی رفعت سے ہمارے گھر کی پستی دیکھ لے  
 قافلے دیکھ اور ان کی برقِ رستاری بھی دیکھ رہبرِ درمند کی منزل سے بیزار نہ بھی دیکھ



دیکھ کر تجھ دفع پر سہانا سے تھے لہر  
 فوج آرائی کو زنجیروں میں ہیں سلاخیں  
 دیکھ مسجد میں شکستہ شہر تہ تیغ  
 کافروں کی مسودہ عینی کا بھی نشتر  
 ہر شے شاخ و ثمر تارستان کی بھی ہو  
 ہاں تہلک پیشی دیکھ آجودانوں کی تو  
 جس کو بے آشنا ظفرِ حکم سے نسیا  
 ساڑ عسرت کی صدمہ بکے ایوانوں میں سن  
 جاک کر دی ترکِ ناداں نے خلعت کی قبا

لے گئے تھے مانا بے دردی آج، دہری بھی دیکھ  
 اپنی زاوی بھی دیکھ ان کی رفتاری بھی دیکھ  
 ہنگامہ میں یہ ہیں کی بچت زاری بھی دیکھ  
 اور اپنے مسکوں کی مسک آزاری بھی دیکھ  
 اترنے پر جو مہ کی آئینہ دیواری بھی دیکھ  
 اور جبے پر ہتھکڑی کی خود داری بھی دیکھ  
 اس کا ٹیپ بے زہاں کی کرم نشانی بھی دیکھ  
 اور ایراں میں ذرا مائتہ کی تسبیاری بھی دیکھ  
 سادلی مسک کی دیکھ اوروں کی غباری بھی دیکھ

مدرستِ آئینہ سب کچھ دیکھ اور خاموش رہ  
 شور شہرِ امروز میں محوِ سنہرے دوش رہ



## شمع اور سماع

(فرزنی شاعر)

شاعر

دوش می نشستم بہ شمع منزل ویران خویش  
گیسوتے توانہ پر پروانہ داردش نہ  
در بوسہ مثل چہ رخ الہ صحرایم  
نہ نصیب بخشیدے، نہ قیمت کاشانہ  
مدتے مانند تو من جسم نفس می خواستہ  
در عواف شمع ام باسے نہ زد پروانہ  
می طپد جد جد بدہ جان اہل فساد من  
بر نمی خیزد ازین محسن دل دیوانہ

از کجبا این آتش عالم سوزاند و ختی؟  
کرکے بے مایہ را سوزِ کلیم آموختی!

## شمع

بجھ کر جو مرنے کی دھڑکیاں سنائی دیتی ہیں  
 شب اسی مرنے کی دھڑکیاں سنائی دیتی ہیں  
 ہیں تڑپتی ہوں کہ سبے شمع مری فتنہ ست ہیں سوز  
 تو فتنہ دوز ہے کہ پروں کو جو سودا ترا  
 کہ بہ سامان ہیں کہ میرے دل میں ہے دفنانے کا  
 شب نہ افشاں تو کہ بزمِ گل میں جو سپہ سدا ترا  
 دل بدامن ہے مری شب کے لئے ہے پیر کی بخت  
 ہے ترستے امروزی سے نا آشنا فتنہ ترا  
 یوں تو روشن ہے مگر سوزِ دروں رکھتا نہیں  
 شمع ہے شعلہ چہرا غبارِ بے محسوس ترا  
 سوزِ تودل میں لقبِ ساقی کا ہے زیبائے  
 انجمنِ پر سیاہی ہے اور سپہاں ہے ہمارا  
 اور ہے تیرا شمارِ آئینِ منت اور ہے  
 زشت روی سے تری آئینہ ہے روبرو ترا

کعبہ پسند ہیں سب اور سودا کی تہخانہ ہے  
 کس قدر شوریدہ سر ہے شوقِ بے پروا ترا  
 قیام پسند ہوں تری محفل میں یہ مسکن نہیں  
 تنگ ہے سب سے ترا، محلِ ست بے لیلیٰ ترا  
 اسے فرما بندہ اسے پروردہ، خوشیِ معن  
 لذتِ مافوقِ ست ہے نا آشنا دریا ترا

اب نوابِ میرا ہے کیا؟ گلشنِ ہوا برہم ترا  
 بے محل تیرا ترغم، نغمہ بے موسم ترا

تھا جنہیں ذوقِ تماشا، وہ تو زخمت ہو گئے  
 لے کے اب تو دندہ دیدارِ عام آیا تو کیا  
 انجمن سے وہ پرانے شعلہ آٹام اٹھ گئے  
 ساقیا! محفل میں تو آتشِ کب م آیا تو کیا  
 آہ! جب گلشن کی جمعیت پریشاں ہو چکی  
 پھول کو یادِ بہاری کا پیسہ آیا تو کیا

عدل ہے فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور      مسلم آئیں ہوا کافر تو ملے حور و قصور

تم میں حوروں کا کوئی چاہئے والا ہی نہیں  
بس وہ طور تو موجود ہے بوٹی ہی نہیں

منفعت یکے اس قسم کی نعمت مان بھی ایک      ایک ہی سرکے نبی دین بن ایمان بھی ایک

حرم پاک بھی اللہ بھی قرن بھی ایک      کچھ بڑی بات تھی توتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی سبے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پٹنے کی یہی باتیں ہیں؟

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مستار؟      مسلماتِ وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟

کس کی آنکھوں میں سما یا ہے شمارِ اغیار؟      ہو گئی کس کی نگہ طرِ سلف سے بیزار؟

قلب میں موز نہیں، روح میں احساس نہیں

کچھ بھی پیغامِ محکم کا تمہیں پاس نہیں!

جاسکے جو تے میں ساجد میں صفِ آرا، تو غریب      زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارا، تو غریب

نام لیتا ہے اگر کوئی تمہارا، تو غریب      پر وہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا، تو غریب

امرا نشہ دولت میں ہیں غافلِ ہم سے

زندہ ہے ملتِ پیغامِ غریب کے دم سے

واغلا قوم کی وہ پختہ خسیالی نہ رہی      برقِ شبنم نہ رہی، شعلہ مستالی نہ رہی

روشنی رسم اذان روت چار نہ رہی فلسفہ کیا، متقین خیر الی نہ رہی

مہدیں شیعہ ہوں ہیں کہ نمازی نہ رہے

یعنی وہ سب اوسان تباہی نہ رہے

شور ہے ہو گئے دنیا سے سب ان کا ہوا ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں سلم موجود؟

دفع میں مہر و ماری تو تمدن میں تہوہ یہ سب ہیں انہیں دیکھ کے شرماؤں یہوہ

یوں تو تہی ہو رہا جی ہوا اذان تہی ہو

تم سبھی تہی ہو رہا تو سلمان بھرا ہو

وہ گفت دیر تھی سلم کی صداقت بیاب عدل اس کا تھا قوی، ہوش مرا ماسک پاک

شجر فطرت سلم تھا حیا سے سنسناں تھا شجاعت میں وہاں ہستی فوق الادراک

خود گدازی نہ کیفیت بہایش بود

خالی از خویش شدن عورت مینایش بود

ہر مسلمان رُبا باطل کے لیے نشر تھا اس کے آئینہ ہستی میں عمل جو ہر تھا

جو بھروسا تھا اسے قوت بازو پر تھا ہے تخیل مہوت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا

باپ کا سلم نہ بیٹے کو آزار بر ہو

پھر پیر و ستار میراث پدر کیونکر ہوا

ہر کوئی مست ہے ذوق تن آسانی سے تم مسلمان ہو یہ انداز مسلمان ہے؟



خود تجہلی کو تنہا جن کے انٹ روں کی تھی  
 وہ نگاہیں نا امیدِ نورِ امن ہو گئیں  
 ارٹائی پھرتی تھیں مسزادوں بلبلوں گلزار میں  
 دل میں کیا آئی کہ پاسبندِ نشیمن ہو گئیں؟  
 رعیتِ گردوں میں تھی ان کی ٹرپِ انظارِ سوز  
 بکلیاں، سودہءِ دامنِ حسدِ مہن ہو گئیں  
 دیدہءِ خونبار ہو منت کشِ گلزارِ کیوں؟  
 اشکِ سپہ سے نگاہیں گلِ بد امن ہو گئیں

شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صبحِ عید کی  
 ظلمتِ شرب میں نشہ آئی کرنِ اہیہ کی

مژدہ اسے سپانہ بردارِ خستہ محبازا  
 بعد مدت کے ترے لڑکوں کو پھر آیا ہے ہوش  
 نعتِ خود داری بہائے بادۂ اغیار تھی  
 پھر دکاں بیری ہے لہرِ زیدائے ناؤ نوش

ٹوٹنے کو ہے سہم ماہِ سیما یانِ بہند  
 پچھ سیٹی کی نشند دیتی ہے پیغامِ خروش  
 پھر یہ غوغا ہے کہ لاسا قی شرابِ خانہ ساز  
 دل کے ہنگامے مئے مغرب نے کر ڈالے نموش  
 نغمہ سپید ابرو کہ یہ ہنگامِ خاموشی نہیں  
 ہے سحر کا آسمانِ خورشید سے مینا بدوش  
 درِ نسیم و گیر بسوز و دگیاں راہِ نسیم بسوز  
 گفتِ روشنِ حدیثے، گر توانی دارِ گوش  
 کہہ گئے ہیں شاعری جزوِ دست از پیغمبری  
 ہاں سنا دے محفلِ ملت کو پیغامِ سر دوش!

آنکھ کو بیدار کر دے وعدہ دیدار سے  
 زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے

رہزنِ ہمت ہوا ذوقِ تن آسانی ترا  
 بحرِ تھاں میں تو، گلشنِ میں شعلِ جوہر

قافلہ ہونے سکے گا کبھی دیوان تیسرا      غیر یک بانگ در پچھ نہیں سداں تیرا  
نخل شمع بستی و درخشندہ دور نشیہ تو

عاقبت سوز بود سایہ اندیشہ تو

تو زمٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے      نشہ سے تو بستی نہیں چمانے سے  
بے حیاں پورشش تمار کے افسانے سے      پاساں مل لے کعبے و حرم خانے سے  
کشتی حق کا زمانے میں سہارا تو ہے  
غتمہ نورات ہے دھندلا سا ستارا تو ہے

بے جوہنگ مرہا پورشش بنیادی کا      غافلوں سے لیے پیغام ہے بیداری کا  
تو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دس آزادی کا      امتحاں سے ترسے ایثار کا، خود داری کا  
کیوں برا ساں ہے پہل دس انداز سے  
نور حق بجھ نہ سکے گا غمخس انداز سے

پیشہ اقام سے مخفی ہے حقیقت تیری      ہے ابھی نخل بستی کو ضرورت تیری  
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری      کو کب قسمت امکان ہے خلافت تیری  
وقت فرصت ہر کہاں کا مگر ابھی باقی ہے  
نور توحید کا اتنا سام ابھی باقی ہے

مثل بوقید ہے غنچے میں پریشاں ہو جا      رخت بردوشس سوائے چمنستان ہو جا

سہے تنک نایہ توڑ سے بیاباں ہو جا  
نغمہ موج سے بسنگامہ طوفاں ہو جا

وقت عشق سے ہر سیت کو بالائے

دہر میں اسم مختلف سے اجلا کر دے

ہو نہ یہ چھول، تو لبیل کا ترنم بھی نہ ہو  
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

یہ نہ ساقی ہو تو کچھ سے بھی نہ ہو، نہ بھی نہ ہو  
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو

غیرہ اطلال کا استاد اسی نام سے ہے

نفس بستی پیش آدہ اسی نام سے ہے

دشتیں دہن کسار میں میدان میں ہے  
بحر میں موج کی خوش میں طوفاں میں ہے

چین کے شہر قش کے بیابان میں ہے  
اور پوشیدہ سلمان کے بیان میں ہے

چشم اقوام نیستارہ ابد تک دیکھے

رفت شان رفعتا لک لکل دیکھے

مردم چشم زمیں یعنی وہ کالی دنیا  
وہ تمہارے شہ پائے والی دنیا

گرنی مہر کی پروردہ، ہمدانی دنیا  
عشق واسے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا

پیش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح

مخطہ زن نور میں بے نگہ کے تارے کی طرح

عقل سے تیری پیر عشق سے شمشیر تری  
سرے درویش اخلافت پر ہبا میر تری

اشتِنا اپنی تشیقت سے ہوئے بیتانِ ذرا  
 دانہ تو رکھتی بھی تو، باران بھی تو، حاصل بھی تو  
 آؤ! کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے  
 راہ تو، رہرو بھی تو، رہبر بھی تو، منزل بھی تو  
 کانپتا ہے دل ترا اندیشہ طوفان سے کیا  
 ناخدا تو، بحرِ توکشتی بھی تو، ساحل بھی تو  
 دیکھ آ کر کوچہ چاکِ ریسباں میں بھی !  
 قیس تو، یسید بھی تو، نصیر بھی تو، محفل بھی تو  
 داسے نادانی کہ تو محنتِ ساقی ہو یا  
 مے بھی تو، مینا بھی تو، ساقی بھی تو، محفل بھی تو  
 شعلہ بن کر پھونک دے غاشاکِ غیرِ اللہ کو  
 خوفِ باطل کیا کہ ہے غارتِ باطل بھی تو

بخیر ! تو جو ہر آئینہ ایام ہے  
 تو زمانے میں خدا کا آئینہ پیغام ہے !

اپنی اعلیت سے جو نگاہ سے غافل کر تو  
 قندہ ہے لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے  
 کیوں گرفتارِ طاسِ ہنچ منت داری ہے تو  
 دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ لوفں بھی ہے  
 سینہ سے تیرا میں اس کے پیامِ نازک  
 جو نفہم و ہر میں پیدا بھی ہے یہاں بھی ہے  
 ہفت کشتورہیں سے ہو تسخیرِ بے تیغ و تفتاب  
 تو اگر سمجھے دیر سے پاس وہ سماں بھی ہے  
 بے ملک شاہد ہے جس پر کوہِ فارں کا سکوت  
 سے تغافل پیشہ بخت کو یاد وہ پیاں بھی ہے  
 تو ہی نادانِ پسندِ کلیوں پر قناعت کر گیا  
 در نہ بخش میں غلامِ تنگی دماں بھی ہے  
 دل کی کیفیت ہے پیدا پر دہِ مستور میں  
 کسوتِ مینا میں سے مستور بھی غریں بھی ہے  
 پھونک ڈالا ہے مری آتشِ نوائی نے مجھے  
 اذریسری زندگانی کا یق سماں بھی ہے



پراسنے تڑنٹل میں جس کا شکل ہے  
مزا تو یہ ہے کہ یوں زیر آسماں جیسے  
یہی اصول ہے سرمایہ سکون حیات  
مگر غروش پر مال ہے تو تو بسم اللہ  
شریک بزم امیر و وزیر و سلطان ہو  
پیام مرثیہ شیرازی بھی مگر کسین سے  
نئے سوں سے خالی سے ندر کی آغوش  
ہزار کونہ سخن درد بان و لب خاموش  
نڈائے پوشیدہ شبیبی تو حلقہ مخروشی  
"بگیر یاد و صافی بیانیہ چٹاب خوش  
لڑاکے توڑے سناس سے شیشہ خوش  
کہ ہے یہ ستر نماں خانہ خمیر سر و دش  
"محل نور تجلی است نئے نور شاہ  
چو قرب و طلبی در عنایت نیت و دش

## شاعر

جوتے سرود آفریں آتی ہے کوہ سارے  
مست مے خرام کاسن تو ذرا پیام تو  
پھرتی ہے وادیوں میں کیا دھڑکتا شجر ابر  
جام شراب کوہ کے نکلے اڑاتی ہے  
پست بلند کر کے طے کھیتوں کو جا پاتی ہے  
پی سہ شراب راہ و من سب کو بہار سے  
زندہ وہی بنے کام پچھیں کونہیں قرار سے  
کرتی ہے عشق بازیوں سبز و مرغزار سے

شاعروں نواز بھی بات اُرسے ندری  
شاہین خیل ہوتی ہے اس کے کھرم سے جیوں  
اہل زین کو شمعِ زندانی دہم ہے  
ہوتی داس کے پیش سے نرسے زندگی ہری  
لڑتی ہے اس کی قوم حبِ اپنا شمار آزدی  
خونِ جلد سے تربیت پانی سے جو سخنوری

گمشتن دہر میں لڑ جوتے سے سخن نہ ہو  
چیل نہ ہو، بھلی نہ ہو، سہرہ نہ ہو چمن نہ ہو

## نویں حصہ

۱۹۲۰ء

آتی ہے شرق سے جب تک کہ درامن سحر  
مخملِ قدرت کا آخر لوٹ جاتا ہے سکوت  
چوچہ ماسے ہیں پر پے پا کے پیغامِ حیات  
منزلِ بستی سے لڑ جاتی ہے خاموشی سفر  
دینی ہے بہر تہہ پائی نہ اندانی کا ثبوت  
باندھے ہیں حیل بھی کشش میں احرارِ حیات

مسلم خوابیدہ اٹھ، مہنگا مہ آزا تو بھی ہو  
وہ چمک اٹھا آفتِ رقتِ انما تو بھی ہو

اے درائے کاروانِ شفقہ پا! خاموش رہ سبے بہت یاس آفریں تیری صد خاموشی؛

زند و پیر و غمِ دل دیرینہ ہو سکتی نہیں

شمن سے روشن شبِ دوشینہ ہو سکتی نہیں

اس صد اوقت پر ازل سے بدِ عادل ہوں میں

اور سلم کے تختل میں جبارت اس سے ہے

اور مجھے اس کی حفاظت کے لیے پیدا کیا

حق تو یہ ہے حافظِ ناموس ہستی میں ہوا

میرے مٹ جانے سے سوائی بنی آدم کی ہے

جس کی تابانی سے افسونِ سحرِ شرمندہ ہے

کہہ نہیں سکتے مجھے نویدِ پیکارِ حیات

مے بھر دسا اپنی ملت کے مقدر پر مجھے

فتحِ کامل کی خبر دیتا ہے جوشِ کارزار

اہلِ محفل سے پرانی داستانِ کہتا ہوں میں

میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

سامنے رکھتا ہوں اس دورِ نشاطِ افزا کو میں

دکھتا ہوں دش کے آئینے میں فردا کو میں

ہم نشیں مسلم ہوں میں تسلیم کا حامل ہوں میں

بخشِ جودات میں پیدا حرات اس کر ہے

حق نے عالم اس صد اوقت کے لیے پیدا کیا

دہر میں غارت گرِ باطل پرستی میں ہوا

میرنی ہستی پیرِ بنِ عریانیِ عالم کی ہے

قسمتِ عالم کا سلم کو کب تا بند ہے

اشکارا ہیں مری آنکھوں پہ اسرارِ حیات

کب ڈا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے

یاس کے غم سے ہے آزاد میرا روزگار

ہاں یہ سچ ہے چشمِ برہمہ کہن کہتا ہوں میں

یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے

## حضورِ رسالت ہیں

گراں جو مجھ پہ یہ سنگِ مہر نہ ہوا  
جہاں سے باندھ کے رختِ نہ ہوا  
قیودِ شامِ دسحر میں بسہ تو کی بسکین  
نستِ واکتہ سامے آتشِ نہ ہوا

فرستے بزمِ رسالت میں سے لئے مجھ  
حضورِ ایہ زمیں میں سے کئے مجھ

کہا حضور نے اے عندلیبِ باغِ حجاز  
ہمیشہ سرخوش جاوے دل تیرا  
اڑا جو پستی دنیا سے تو سوئے گردوں  
کھلی کھلی ہے تری گرمی نوا سے گدا  
نستِ ادگی ہے تری غیرتِ سجودِ نیاز  
سکائی تجھ کو ملائکہ نے رفعتِ پرواز

نکل کے باغِ جہاں سے بزمِ نگہ بویا  
ہمارے واسطے کیا تحفہ لے کے تو آیا

حضور! دہر میں آسودگی نہیں ملتی  
ہزاروں لالہ دگل ہیں ریاضِ ہستی میں  
مگر میں نذر کو اک آگِ بے لایا ہوں  
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی  
وفا کی جس میں جو بویا وہ کھلی نہیں ملتی  
سو چیز اس میں ہے جہتیں بھی نہیں ملتی

جھلکتی ہے تری امت کی آبرو اس میں  
طراپس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں



آزاد جسم کا فضا آسمان میں ہے نور  
دید و انسان سے نام مجھ سے ہے جن کی موج نور  
جو انہی اجہ سے ہیں ظلمت خانہ ایام سے  
جن کی خود آتشا ہے قید صبح و شام سے  
جن کی تابانی میں اندازہ نہیں بھی تو بھی ہے  
اور تیر سے کو لبِ خند پر کا پر تو بھی ہے

## شبنم اور سہارے

اک رات یہ کہنے لگے شبنم سے ستارے  
ہر صبح سنئے تجھے کو میرے میں نظارے  
کیا جانتے تو کتنے جہاں دیکھ چکی ہے!  
جوہن کے مٹان کے نشان دیکھ چکی ہے  
زہرہ نے سنی ہے یہ خبر ایک ملک سے  
انسانوں کی بستی ہے بہت دور ملک سے  
کہہ سکتے تھے اس شور و کوشش کا فائدہ  
گاتا ہے مستم جس کی محبت کا ترانہ

اے تاروانہ پوچھو چمنستانِ جہاں کی  
کھشن نہیں اک بستی ہے بڑا وہ فغاں کی  
آتی ہے صبا واں سے پلٹ جانے کی خاطر  
بیچاری کلی کھلتی ہے مرجھانے کی خاطر  
کیا تم سے کہوں کیا چین افروز کلی ہے  
نخاسا کوئی شعلہ بے سوز کلی ہے



عارفینف ہے دانائے رموز کم ہے    باں، مگر غنچہ کے انداز سے نہ محرم ہے  
 ناز ہے طاقتِ شہتِ رہ پر انسانوں کو  
 بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو!

آنی آواز غم انگیز ہے افسانہ ترا    اشکِ بیاب سے بہ نریبے پیمانہ ترا  
 آسمان کیسے ہوا نعرۂ ستانہ ترا    کس قدر شوخ زباں ہے دل دیوانہ ترا!  
 شکر شکوے کو کیا حسنِ اداسے تو نے  
 ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے

ہم تو دل پر کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں    راو دکھلائیں کسے ہر سہنؤں کی نہیں  
 نہ بیتِ مام تو ہے جو بہرِ قبل ہی نہیں    جس سے تعمیر ہوا آدم کی یہ وہ گھل ہی نہیں  
 کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کمی دیتے ہیں  
 دھونڈنے والوں کو دنیا بھی سی دیتے ہیں

ہاتھ بے زور ہیں الٰہی دسے دل شوگر ہیں    امتی با عشرِ سوئی پیغمبر ہیں  
 بت نہیں اٹھ گئے باقی جو ہے بت نہیں    تھا برائیم پر اور پر از رہیں  
 بادِ آشام سنئے بادِ نیا خم بھی سنئے  
 حریمِ نیابت بھی سنئے خم بھی سنئے

وہ بھی دن تھے کہ یہی مایہ رسانی تھا!    نازشِ موسیٰ گل لالہ سرائی تھا!

جو سلمان تھا اللہ کہ سودا فی تھا کہی محبوب تمہارا یہی مسد جان تھا

کسی کج بانی سے اب غلامی غلامی کرو

ملت احمد مرسل کو مستامی کرو

کس قدر تم پر گراں صبح کی بیداری ہے! ہم سب پیارے ہے ہاں نیند تمہیں پیاری ہے

طبع آزاد پر قیدِ رمنماں بیماری ہے تمہیں کہہ دی ہی آئینِ فاداری ہے

قوم مذہب کے تہ مذہب نہیں تمہیں نہیں

جذبِ مایہ جو نہیں مجھل اسبہ بھی نہیں

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو نہیں جس قوم کو پر داسے شمعین تم ہو

بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمین تم ہو بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے فن تم ہو

ہو نہ کو نام جو قبروں کی تجارت کر کے

کیا نہ بیچو گے حوئل جائیں صنم سچر کے؟

صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟ نوع انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟

میرے کعبے کو جہینوں سے بسایا کس نے؟ میرے قرآن کو سینوں سے نکایا کس نے؟

ستے تو آباد تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟

پاتھ پر پاتھ دھرے منتظرِ فرما ہو!

کیا کہا پھر سماں ہے فقط وعدہ سحر شکوہ بیجا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعرا

آخر شب دید کے قابل تھی بسمل کی ترپ  
 بسمل کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا  
 بچھ گیا وہ شعلہ جو مقصودِ ہر پرواز تھا  
 اب کوئی سودائی سوزِ مستام آیا تو کیا

پھول بے پرواہیں، تو گرم نوا ہوا نہ ہو  
 کارواں بے حس ہے، آوازِ درا ہوا نہ ہو

تو محفل ہو کے تو جب سوز سے خالی رہا  
 تیرے پروانے بھی اس لذت سے بگائے رہے  
 رشتہ الفت ہیں جب ان کو پروا نہ تھا تو  
 پھر پریشاں کیوں تھی تسبیح کے دانے رہے؟  
 شوقِ بے پروا آیا، منکرِ فلک پیالہ  
 تیری محفل میں نہ دیوانے نہ فرزانے رہے  
 وہ جب گر سوزی نہیں، وہ شعلہ آثامی نہیں  
 فائدہ پھر کیا جو گردِ شمع پروانے رہے؟

خیر تو ساقی ہی بسک من پاست کھکے؟  
 اپنے نوذیبہش رجبے باقی، نہ بیخانے رہے!  
 رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی بیسنا سے  
 کل تاک کر دوش میں ہیں ساقی کے چہانے رہے!  
 آج میں خاموش و دشتِ جنوں پر درجہاں  
 رقص میں لیس رہی، لیلہ کے دیوانے رہے

واسے ناکامی مستعارِ کارواں جاتا رہا  
 کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

جن کے ہنگاموں سے تھے آباد دیوانے بھی  
 شہزاد کے مٹ گئے، آبادیاں بن ہوئیں  
 سطوتِ توحید قائم جن نازوں سے ہوئی  
 وہ سناریں بند میں نذرِ جبرِ حسن ہو گئیں  
 دہریہ پیشِ دوا کہیں کی پابندی سے ہے  
 موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں

حیدری فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے تم کو اسلاف سے کیا نسبت ومانی ہے

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر

اور تم نوار ہوئے تارکِ ستار آں ہو کر

تم جو آپس میں شبنام و واپس ہیں حسین تم خطاکار و شاہین و ڈنٹ پوش و کریم

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اور ثریا پر مقیم پہلے دیبا کوئی پیدا تو کرے قسبِ سلیم

تحتِ فغفور بھی ان کا تھا، سیر کے بچے

یوں ہی باتیں ہیں کہ تم میں ڈھچکتے ہیں

خود کشی شہید تمہارا، وہ غیور و خود دار تم اخوت سے ریزاں وہ اخوت پہ نثار

تم ہو گشتِ سراپا، وہ سراپا کُدار تم ترستے ہو کلی کو، وہ گلستاں بخمار

اب ملکِ یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی

نقش ہے صفحہ ہستی پہ صداقت ان کی

مثلِ انجم افقِ قوم پر روشن بھی ہوئے بتِ ہندی کی محبت میں مہن بھی ہوئے

شوقِ پرواز میں مہوِ شمیم بھی ہوئے بے مثل تھے ہی جوانِ دین سے بطن بھی ہوئے

ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا

لاکے کعبے سے صنم خانے میں آباد کیا

قیس زحمت کش تنہائی صحرائہ ہے شہر کی کھائے ہوا، بادیہ پیمانیہ ہے

وہ تو دیوانہ ہے بستی میں رہے یا نہ رہے یہ ضروری ہے تنہا بے رخ لیڈا نہ رہے

کچھ جو نہ ہو بے کھویش کچھ جو نہ ہو

عشق آزاد ہے کیوں حسن بھی آزاد نہ ہو

عمدہ نور برق ہے آتش زینِ مرغِ غم میں ہے امین اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے

اس نئی آگ کا اقوامِ کهن اپنے جن ہے ملتِ حقِ رسل شعلہ بہ پہاڑ ہے

آج بھی جو جو برا حسیہ کا میاں پیدا

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

دیکھ کر رنگِ چینِ بوند پریشاں ماں کو لبِ غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی

خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی کل بر انداز ہے نمونہ شہ کی لالی

رنگِ رد وں کا ذرا دیکھ تو غمناکی ہے

یہ نکلتے ہوئے سوچنے کی افق تاباں ہے!

میتیں گلشنِ بستی میں نہ جمیدہ بھی ہیں اور مجھ و مشرب بھی ہیں خزاں دیدہ بھی ہیں

سیکڑوں نخل ہیں کاہیدہ بھی، بالیدہ بھی ہیں سیکڑوں پتھریل ہیں چمن میں ابھی پوشیدہ بھی ہیں

نخلِ اسلام نمونہ ہے بردِ مندی کا

پھل ہے یہ سیکڑوں صدیوں کی چمنِ مندی کا

پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا تو وہ یوسف ہے کہ ہر سر سے کنتاں تیرا



اپنی اصلیت پہ قائم تھا، تو جمعیت جمی تھی  
 پتھوڑ کر گل کو پریشاں کاروان ہو ہوا  
 زندگی قطرے کی سکھلاتی سب سے اسے اور حیات  
 یہ کبھی گھر کبھی شبنم، کبھی آنسو ہوا  
 پھر کہیں سے اس کو پیدا کر، بڑی دولت ہے  
 زندگی کیسی جردل بیگانہ پسو ہوا  
 ابرو باقی تری ملت کی جمعیت سر تھی  
 جب یہ جمعیت گئی، دنیا میں رسوا تو ہوا

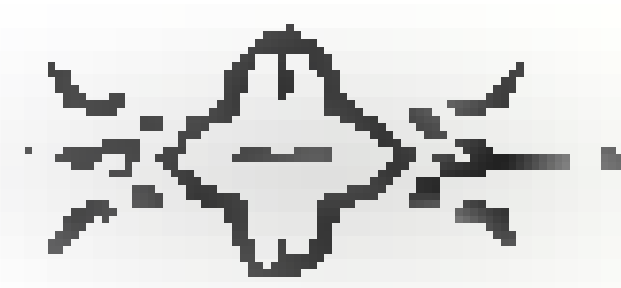
فرد قائم ربطِ ملت سے بنے تنہا کچھ نہیں  
 ممکن ہے دریا میں، اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

پردہ دل میں محبت کو ابھی مستور رکھ  
 یسنی اپنی سے کو رسوا صورتِ مینا نہ کر  
 خیمہ زن ہو وادیِ سینا میں مانسہ کلیم  
 شعلہ تجلیتی کو غارتِ کاشتِ اندر

شمع کو بھی جو ذرا مسموم انجام دے ستم  
 وہ فتنہ سیرتِ ناسِ تر پر داندہ کر  
 تو اگر خود دار ہے عزتِ شہرِ ساقی نہ ہو  
 بین دریا میں حساب آس نمودیں پیمانہ کر  
 کیفیت باقی پر اسے کوہِ محسوس میں نہیں  
 ہے جنوں تیرا نیا پسیدانیا دیرانہ کر  
 خاک میں تحسب کو منت در نے ملا یا ہے اگر  
 تو عدا افتاد سے پسیدامشالِ روانہ کر  
 ہاں یہی شاخِ کہن پر پھر بنائے آتشیاں  
 اہل کشن کو شہیدِ غمِ مستانہ کر  
 اس چمن میں پسید و بیل ہو یا تمیز کل  
 یا سدا پائمال بن جب ، یا نوا یہ پسیدانہ کر

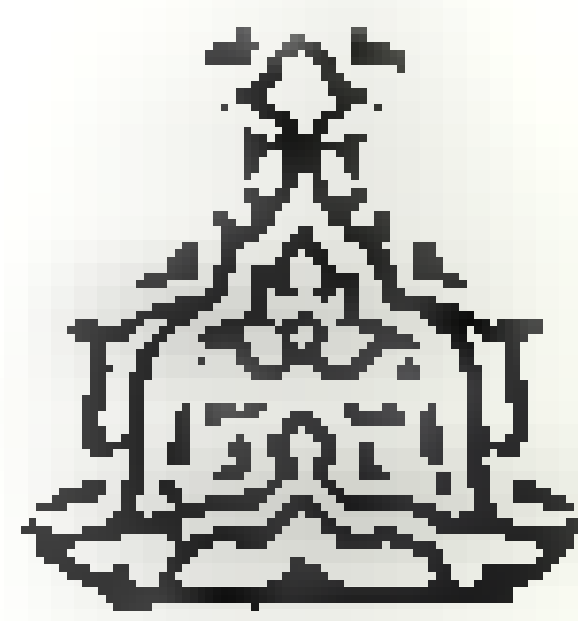
کیوں چمن میں بے صدا مثلِ رسمِ شبنم ہے تو؟  
 لب کشا ہو جا سدا و بر بیلِ غمِ عالم ہے تو؟

ما سوائے سے یہ آں بنے بے تری      دوسماں ہر تو است در سے تدر تری  
کی محنت سے وفا تو نے تو جہ تیر سے ہیں  
یہاں چیز سے کیا لون و کمر تیر سے ہیں



## ساقی

نشا پلا کے کرانا تو سب کو آتا ہے      مزا تو جب درد کرتوں کو تنہا سے ساقی  
ہو باد کش تھے پرانے دانتے جاتے ہیں      کہیں سے اب بقیات سے دوام سے ساقی  
کئی بے رات تو ہنگامہ ستری میں تری  
سحر قریب بنے اند کا نام سے ساقی!



# تعلیم و اس کے نتائج

(تین بڑے عمر و عشق)

نوش تو ہیں بکریں جو نوں کی نرئی سے کر  
بم بختے تھے کہ لاسے کی فداخت تعلیم  
لحریں پر ویزے کے شیریں تو بونی بلن نہ  
لشب اس سے مل جاتی ہے فرما دیں ساتھ  
یہ خبر تھی کہ چلا آئے ہاں کجاں جی ساتھ  
سے آئی ہے تھیں اسے با جی ساتھ

نوش تو ہیں بکریں جو نوں کی نرئی سے کر  
بم بختے تھے کہ لاسے کی فداخت تعلیم  
لحریں پر ویزے کے شیریں تو بونی بلن نہ

## قرب سلطان

تیز خاکم و مسکومت نہیں سکتی  
جہاں میں خواجہ پرستی ہے بندگی کا مال  
مگر غرض جو حصولِ رضا سے خاکم جو  
جہاں کیا کہ اگر شاہ کا بدوش  
رشتے خواجہ طلب میں قباے رنگیں پوش  
نشاط مٹا بنے شبست قوم فروش

راز اس آتش نوائی کا مرے سینے میں دیکھ  
جلوۂ قفسِ میرے دل کے آئینے میں دیکھ!

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش  
اور خلعت رات کی سیما بپا ہو جائے گی  
اس قدر ہوگی ترنم آندریں باد بہار  
نکلتِ خوابِ سیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی  
آئیں گے سینہ چاکرنِ تپن سے سینہ چاک  
برزمِ گل کی مہم نفس بادِ صبا ہو جائے گی!  
شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و ساز  
اس چین کی ہمد کھل دردا آشنا ہو جائے گی!  
دیکھ لو گے سلوتِ رشتہ دریا کا مال  
موج مضطر ہی اسے زنجیرِ پا ہو جائے گی!  
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پستِ نامِ محمود  
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی!

نارہ مستیاد سے ہوں گے نوا سا ماں طیور  
خونِ گلپیں سے بھی رنگیں قسب ہو جائے گی!  
اگھہ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں  
موجودیت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی!

شب گریزوں ہوئی آخر بسلوہ خورشید سے!  
یہ چمن مسموم ہو گا نغمہ توحید سے!



(جون ۱۹۱۲ء)

ہر نفس قسبِ انیرا آہ میں مستور ہے  
نغمہ ہمیشہ تیری بربطِ دل میں نہیں  
گوششِ آوازِ سرورِ رفتہ کا جو یا ترا  
قصہ گل ہم نوا یاں چمن سنتے نہیں  
بیدہ سوزاں ترا فریاد سے معمور ہے  
ہم سمجھتے ہیں یہ لیلیا تیرے محل میں نہیں  
اور دل بسنگِ گامہ مانع سے بے پڑا ترا  
اب محفلِ تیرا سپینا نہیں سنتے نہیں



وسعتِ عالم میں رہ پیا خوشدل آفتاب  
 کھینچ کر خیمہ کران کا بچہ ہو سدا رزمِ ستیز  
 تو سراپا نور بنے خوشتر ہے نہ یانی بکنے  
 دامنِ گردوں سے ناپید ہوں یہ داغِ سحاب  
 پھر سکھاتا ریلی بائسل کو آدابِ نریز  
 اور غریاں ہو کے لازم ہے خود افشانی بکنے  
 ہاں انمایاں ہو کے برقی دینِ خفاشیں ہو  
 سے دل کوں دیکھاں کے رازِ نعم بافاس ہو

## دعا

یارِ دلِ مسلمہ کو وہ زندہ پست دے  
 پھر داؤیِ قاراں کے ہر دے کو چپکا دے  
 محرومِ دستِ اشا کو پھر دینِ بیہنا دے  
 بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم سے پہل  
 پیدا دل و دیراں میں پھر شوہرِ شش محتر کر  
 اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو  
 رفعت میں متعاصد کو حمد و ششِ ثریا کر  
 جو قلب کو رماد سے جوڑش کو تر ہا دے  
 چہ شوقِ تماشا دے پھر ذوقِ آفتاب دے  
 دلیا ہے جو کچھ میں نے دے دے کو کجی دکھلا دے  
 اس شہر کے نوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے  
 اس محلِ خالی کو پھر شاہِ بدلیا دے  
 وہ داغِ محبت دے جو پاند کو شرماد دے  
 خود داریِ ساحل دے آزادنی دریا دے

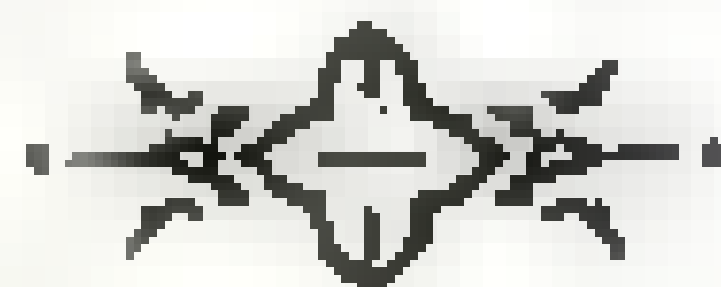
بے لوث محبت ہو، بیک صداقت ہو  
 سینوں میں اجار کر، دلی صورتِ مینا سے  
 احساسِ خمایت کر، ثنائیِ مصیبت کا  
 امروز کی شورشِ میں اندیشہِ فردا سے  
 میں بہنِ نالوں میں اک اجڑے گلستان کا  
 شائیکہِ سائل ہوں، مستاجِ کدو آتے

## عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں

یہ شالاماریں اک برگِ زرد کتنا تھا  
 نہ پائمال کریں مجھ کو زائرانِ حسن  
 ذرا سے پتے نے بیتاب کر دیا دل کو  
 غزاں میں محسوس کراتی ہے یادِ نفسِ بہار  
 اجاڑ ہو گئے عہدِ کہن کے سے خزانے  
 گزشتہ بادِ پرستوں کی یادِ گہرے میں

پیامِ عیش و مسرت ہیں سناتا ہے!

ہلالِ عید بہاری ہنسی اڑاتا ہے!



## شفابخشہ حجاز

اک پیشوائے قوم نے اقبال سے کہا  
ہو تا سبے تیر ہی خاک کا ہر ذرہ سبے قرار  
کھلنے کو تہہ میں ہے شفا خانہ حجاز  
سنتا ہے تو کسی سے جو افسانہ حجاز  
دست جنوں کو اپنے بوجہ حسیب کی طرف  
مشہور تو جہاں میں ہے دیوانہ حجاز

دار الشفا حوالی بستھا میں چاہیے

نفسِ مرافقِ شخبِ حسیبی میں چاہیے

میں نے کہا کہ بڑے پردے میں ہے حیات  
تغنیاءِ اہل میں جو عاشق کو مل گیا  
پوشیدہ جس طرح ہو حقیقتِ مجاز میں  
پایانہ غصہ نے مے غمِ دہریز میں  
اوروں کو دیں حضور یہ پیغامِ زندگی  
میں ت ڈھونڈتا ہوں زمینِ مجاز میں

آئے ہیں آپ سے کے شفا کا پیام کیا؟

رکتے ہیں اہلِ دردِ مسیحا سے کام کیا؟



## جوابِ کوفہ

دل سے جو بات نکالتی ہے اثر رکھتی ہے      پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے  
قدسی اہل بنے غمت پذیر رکھتی ہے      خاک سے اٹھتی ہے لڑوں پر رکھتی ہے

عشق تھا فتنہ گرد کش و چالاک مرا  
آسمان پسیر کیا مالہ بسببِ باک مرا

پیرِ گردوں نے کہا سن کے کہیں ہے کوئی!      بوسے تیار سے سرِ بشتنِ یس ہے کوئی!  
چاند کہتا تھا انہیں! اہلِ زیں ہے کوئی!      نکلتاں کہتی تھی پوشیدہ ہیں ہے کوئی!

کچھ جو سمجھا مرے کو سے کو تو نہواں سمجھا  
مجھے جنت سے نکالا ہوا انسان سمجھا!

تھی فرشتوں کو بھی حیرت کہ یہ آواز ہے کیا      عرشِ الوں پہنچی نکلتا نہیں یہ آواز ہے کیا  
تاسرِ عرش بھی انسان کی ٹاٹ تاز ہے کیا      آگنی خاک کی چٹکی کو بھی پڑا ہے کیا

غافلِ آداب سے سگمانِ زیں کیسے ہیں!  
شوخی و گستاخِ یسپتی کیسے ہیں!

اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی پرہم ہے      تھا جو مسجودِ ملائکہ یہ وہی آدم ہے!

گلِ نالہٴ بسمل کی حداسن نہیں سکتا  
میں مرغِ نوارِ بزرگرفت ز غنیمت ہے  
رہتی ہے سدا نرگسِ سمیاء کی ترانکھ  
دل سوختہ گرمیِ سحرِ یاد ہے شمشاد  
تار سے شمر رہے ہیں انساں کی زباں میں  
نوادانی ہے یہ گردِ زمیں خوفِ مستمر کا  
دامن سے مرے مہمیں کو چہن نہیں سکتا  
اگتے ہیں ترسائیہ گلِ نوارِ غنیمت ہے  
دل طالبِ نشانہ ہے محرومِ نظر آنکھ  
زندانی ہے اور نام کو آزاد ہے شمشاد  
میں گریہ گردوں سوں گلستاں کی زباں میں  
سمجھا ہے کہ دریاں بٹے ہاں داغِ جگر کا

بنیاد ہے کاشانہٴ عالم کی ہوا پر  
سحرِ یاد کی تصویر ہے قرطاسِ فضا پر

## محاصرہِ ادرہ

یورپین جس گٹھیِ حق و باطل کی چھتری  
گردِ ملیب گردِ دستِ حلقہٴ زنِ ہوتی  
مسلم سپاہیوں کے ذخیرے بچے تمام  
آخرِ ایسے عسکرِ ترقی کے حکم سے  
حقِ پنجہٴ آزمانی پہ مجبور ہو گیا  
شکری حصارِ ادرہ میں محصور ہو گیا  
روئے امیسہ آنکھ سے ستور ہو گیا  
"آئینِ جنگ" شہر کا دستور ہو گیا

سہرے ہوئی ذبیہ شکر میں منتقل  
شاہیں گدائے وارث غصہ غور ہو گیا  
کبدی قتیہ شہ سہیں دسینی بہ بات  
لڑما کے مثل صاعقہ طور ہو گیا  
توقی کا مال شکرِ مسلم پہ جسے رام  
فیوٹی تمام شہر میں مشہور ہو گیا

چھوٹی نہ تھی بیوہ و انصاری کا مال فون  
مسوحت دے سکے سے مجبور ہو گیا

## علامہ قادر مہر

دہلیہ کس قدر ظالم، جفا جو، کینہ پرور تھا  
سکالیں شاہ تیموری کی آنکھیں نوکِ بخت سے  
دیا اہل حسد کو رقص کا فرماں ستم کرنے  
یہ اندازِ ستم کچھ کم نہ تحتِ آفتابِ محشر سے  
بھلا تمہیں اس فرمانِ شہرت کش کی ممکن تھی  
شہنشاہی حسد کی نازِ نینانِ سمن برسے



بنایا آوِ سامانِ طبیبِ رونے کو  
 نماں تھا حسنِ بین کا چشمہ مہر و ماہ و اختہ است  
 لرزتے تھے دلِ نازک، قدمِ مجبورِ جنبشِ ستے  
 رواں دیا نے نوحِ شہزادیوں کے دینِ بختِ ترست  
 یونہی کچھ دیر تک مچھلتی رہیں یہیں اس کی  
 کب کب گنجے کے چہ آزاد سہر کو بازِ قند سے  
 کمر سے اٹھ کے تیغِ جانستہاں آتشِ فشاں بھونکی  
 بس آموڑ تا بانی ہوں ابہر جس کے جوندے سے  
 رکھا شجرہ کو آگے، اور کچھ کچھ سوچ کر لایا  
 ثقافتِ ماکر رہی تھی یہ سب گویا چشمہِ احرار سے  
 بجائے خواب کے پانی نے اُغلا اس کی آنکھوں کے  
 نظرِ شرماتی منہ کی درونِ گیمینہ بھڑکتا ہے  
 پھر اٹھا اور تمہاری سہم سے یوں لٹا گئے  
 شکایتِ پاسبی تم کو نہ کچھ اپنے منہ سے  
 مرا سب پر سو جانا بس اوٹ تھی، تکلف تھا  
 کہ شفلتِ دور سے شانِ صنفِ آرا پانِ شکر سے

یہ قصہ تھا اس سے کوئی تیمور کی بیٹی  
 مجھے مافیل سمجھ کر مار ڈالے میرے خنجر سے  
 مریہ راز آئیں بل گیا سارے زمانے پر  
 حقیقت نام ہے جس کا نئی تیمور کے کمر سے

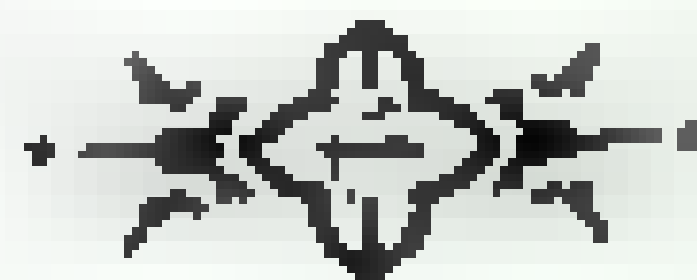
## ایک مکالمہ

اک مرغ سرا نے یہ کہا مرغ ہوا سے  
 گر تو ہے ہوا گیر تو بوں میں بھی ہوا گیر  
 پرواز خصوصیت ہر صاحب پر ہے  
 مخرج حقیقت جو ہوئی مرغ ہوا کی  
 کچھ شک نہیں پروازیں آزاد ہے تو بھی  
 واقف نہیں تو بہت مرغان ہوا سے  
 پرواز اگر تو ہے تو کیا میں نہیں پرواز؟  
 آزاد اگر تو ہے، نہیں میں بھی گرفتار  
 کیوں رہتے ہیں مرغان ہوا مائل پندار  
 یوں کہنے لگا سن کے یہ گفتار دل آزار  
 حد سے تری پرواز کی لیس کن سر دیار  
 تو خال نشین، انہیں گردوں سے سرکار  
 تو مرغ سردانی، خوش ز خاک بچنی  
 مادر صدور داندہ بانجم زوہ منقار

## میں اور تو

مذاق دید سے نا آشنا نظر سے مری  
 رہین شکوہ ایام ہے زباں مری  
 رکھا مجھے جہن آوارہ مثل موعظ نسیم  
 فزوں ہے سود سے سرمایہ حیات ترا  
 ہوا میں تیرے پیر تے میں تیرے ثیاب سے  
 تری نگاہ ہے فحشیت کی راز داس بچہ کیا؟  
 تری مراد پہ ہے دور آتشاں بچہ کیا؟  
 عشاق کب نے کیا تجھ آتشیں بچہ کیا؟  
 مرے شعیب میں ہے کاوش زبیاں بچہ کیا؟  
 مرا تہ زب سے شرم مر بادباں بچہ کیا؟

قوی شدید، چہ شد؟ ناتواں شدید، چہ شد؟  
 پختہ شدید، چہ شد؟ یا سچاں شدید، چہ شد؟  
 پہنچ گونہ دیریں گستاخان قرار سے نیست!  
 تو زبسا رندی، ماخوذ اس شدید، چہ شد؟

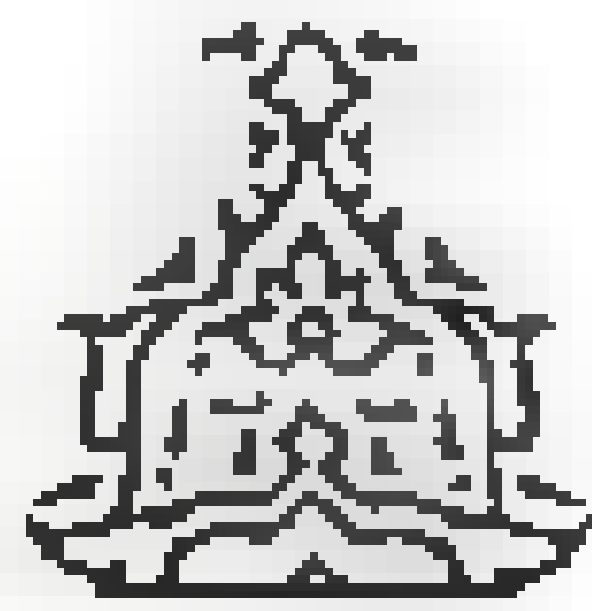


## انضمین بر شعر ابوطالب کلیم

خوب سے تجھ کو شمار صاحبِ شریف پاس  
جس سے تیرے حلقہ نام میں لڑو تھا یہ  
وہ نشان سجدہ جو روشن تھا کولب کی زبان  
دیکھ تو اپنا عمل تجب و نفاذ آتی ہے یا  
تیرے آبا کی مدد بھی تھی جس کے واسطے  
غافل! اپنے اشیاء کو آکے پچہ آباد کر

کہہ رہی ہے ندگی تیری کہ تو مسلم نہیں  
اے سلیماں! تیری غفلت نے گنوا یا دو نکلیں!  
ہوئی ہے اس سوا ب ناما شنائیری جہیں!  
وہ بد وقت جس کی میاں بی تھی حیرت آفریں  
ہے وہی باطل تیرے کاشائے دل میں کہیں  
نغمہ زن ہے طورِ مستی پر کلیم نکلتے ہیں

”سرکشی باہم کہ کردی رام او بادشہن  
شعلہ ساں از ہر کجا بر خاستی آنجا نشین“



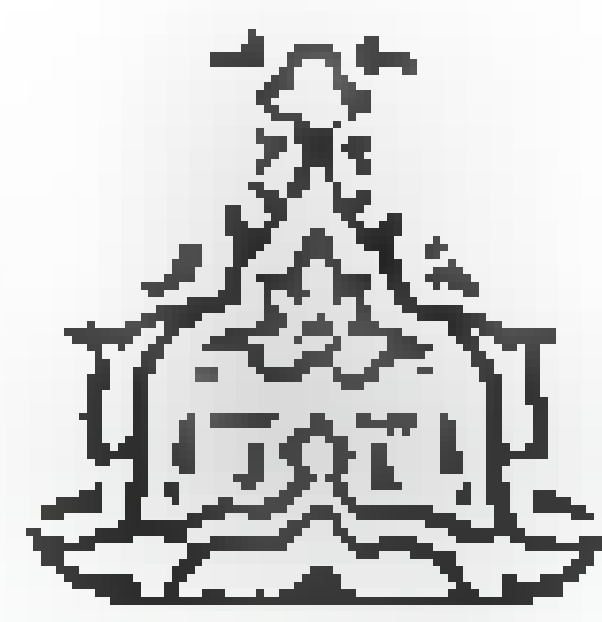
## شہلی و حالی

سلم سے ایک روز یہ اقبال نے کہا  
 تیرے سر درِ رفتہ کے نقشے غوم نو  
 پتھر ہے اس کے واسطے موجِ نسیم بھی  
 مردانِ کار و تھوڑے کے اسبابِ حادثات  
 پر تیرے ان سے جو تپن کے ہیں دیرینہ رازدار  
 سلم مرے کلام سے بے تاب ہو گیا  
 کہنے لگا کہ دیکھ تو کیفیتِ غمِ غم  
 خاموش ہو گئے چمنستان کے رازدار  
 شہلی کو روک رہے تھے ابھی اہلِ گلستان  
 وہ ان جو دو دکل میں سبے تیرا وجود فرد  
 تہذیبِ تیرے کا قدہ ہائے کن کی رود  
 نازک بہت ہے اس قدر آبرو سے مرد  
 کرسے میں چارہ دستِ چرخِ لاخورد  
 لیکر ہوئی غمِ اس تے گلشن سے ہم نبرد  
 غماز ہوئی نسیمِ پنہاں کی آوازِ سرود  
 ادراق ہو گئے شجرِ زندگی کے رود  
 ساریہ گداز تھی جن کی نواسے درد  
 حالی بھی ہو گیا سوئے فردوسِ ژنورد

”اکنوں کا دماغ کہ پرسد زباغباں  
 بلبل چہ گفت دگل چہ شنید و مباچہ کرد؟“

# ارشد

ستیزہ بکریا ہے زل سے تمام روز  
حیات شعلہ مزاج، غمیرا، شور و گیسز  
سکوتِ شام سے افسانہ بھوکا بن  
بشاکش زہر و رما تپ و ترش دغ و ش  
مقام بہت دشمنی و فشار و سوز و شہید  
اسی کشاکش پیسہم زندہ ہیں اقوام  
چراغِ مہتابی سے شہرِ بول بولی  
سہشت س کی سے شکل کشی جفا طبعی  
ہزار دراصلہ ہائے فغانِ نیم شبی  
زخاک تیرہ دروں تا بہ شیشہ حبیبی  
میان قند نیسان و آتش غنمی  
یہی ہے راز تب و تابِ قلت و بی  
”میں کو دائرہ کعبہ کی ساز،  
ستارہ کی شکند قباب کی ساز۔“





## صدیق

اک دن رسولِ پاکؐ نے اٹھاپے کہا  
 ارشاد سن کنے فطرتِ رب سے غم اٹھتے  
 دل میں یہ کہہ سبے تھے کہ صدیق سے غم  
 لائے غرض کہ مالِ رسولِ امیں کے پاس  
 پوچھا حضورؐ مردِ عالم نے اسے غم  
 رکھا ہے کچھ عیاں کی خاطر بھی تو نے کیا؟

دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار  
 اس وزن کے پس تھے رجمانی مزار  
 بڑھ کر رکھتے کہ آج قدم میرا راہوار  
 بیٹا کی ہے دستِ مکر بعد اسے کار  
 لئے یہ جو خوش حق سے تھے دل و سبے قرار  
 مسک ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گذر

کی عرض نصف مال ہے فرزندِ وزن کا حق  
 باقی جو ہے وہ مت بٹیا پر سبے شمار

اتنے میں وہ رسیقِ نبوت بھی آیا  
 لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت  
 ملکِ مہین درجہ دینار و رخت و جنس  
 بوسے حضورؐ چاہیے سن کر عیاں بھی  
 لے تجھ سے پدہ مرد و اسبمِ فردغ گیر

جس سے بنا کے عشق و محبت ہے ستوار  
 ہر چیز جس سے چشمِ جہاں میں ہوا اعتبار  
 اس پر مگر کوشش و قاطر و حمار  
 کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار  
 لے تیری ذات باعثِ تکوینِ رز کار

پر داسے کو چراغ ہے پہل کو بچوں بسر  
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بسر

## تہذیب حاضر

تضمین برثر فینبی

بھڑک اٹھا بھبھو کا بن کے مسلم کا تن خاکی  
کوئی دیکھے تو شوخی آفتابِ جہوہ فاماکی  
یہ رغنائی، یہ بیداری یہ آزادی یہ مہیاں  
منسی بھی گئی نگاشن میں پنچوں کی جبرِ چاکی  
مناظرِ دل کشاد کھلائی ساحہ کی چاکی  
رقابتِ خود فروشی، ناشکیبائی، ہوشیاری  
ملگاتی ہے پڑانوں کے میری کہنہ دار کی

حرارت ہے بلا کی بادِ تہذیبِ حاضر میں  
کیا ذرہ کو جگنو، دے کے تابِ ستار اس نے  
نئے اندازِ پائے نوجوانوں کی طبیعت نے  
تغیر کیا ایسا تدبیر میں، تنہا میں  
کیا گم تازہ پڑانوں نے اپنا آشیان لیکن  
حیاتِ تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا  
فردِ شمعِ نوسے بزمِ مسلم بگمکا اٹھی

”تو لے پروانہ! اس گرمیِ شمعِ مٹنے داری  
چو من در آتشِ خود سوزا اگر سوز دے داری“

## والدہ مرمہ کی یاد میں

ذرہ ذرہ دہر کا زندانی قسمت یہ ہے  
 پردہ مجبوری و جبر پارگی تدبیر ہے  
 آسماں مجبور ہے شمس و قمر مجبور ہیں  
 احسب سیلاب پارفتہ پر مجبور ہیں  
 ہے شکست انجام غنچے کا سبب و غلزار میں  
 سبزہ و گل بھی ہیں مجبور نو گلزار میں  
 نغمہ بلبل ہو یا آواز خاموشی خمیر  
 ہے اسی زنجیر عالمگیر میں ہر شے اسیر

آنکھ پر ہوتا ہے جب یہ ستر مجبوری عیاں  
 خشک ہو جاتا ہے دل میں اشک کا سیل رواں  
 قلب انسانی میں رقص عیش و غم رہتا نہیں  
 نغمہ رو جاتا ہے لطفِ زبرد و ہم رہتا نہیں

علم و حکمت رہن سامانِ اشک و آہ ہے  
 یعنی اک الماس کا ٹکڑا دل آگاہ ہے!  
 گرچہ میر سے باغ میں شبنم کی شادابی نہیں  
 آنکھ میری مایہ دارِ اشکِ عتابی نہیں  
 جانتا ہوں آہ! میں آلامِ انسانی کا راز  
 ہے نواسے شکوہ سے خالی مری فطرت کا ساز  
 میرے لب پر قندِ نیرنگی دوران نہیں  
 دل مرا سیراں نہیں، ننداں نہیں: گریاں نہیں  
 پر تری تصویرِ قاصدِ گریہ پہیم کی ہے  
 آہ! یہ تو دیدِ میری حکمتِ محکم کی ہے  
 گریہِ شہر سے بنیادِ جاں پائید ہے  
 درد کے عرفاں سے عقلِ سنگدل شمرند ہے  
 موجِ دو درِ آہ سے آئینہ ہے روشن مرا  
 گنجِ آبِ آرد سے معرے سور ہے دامن مرا  
 حیرتی ہوں میں تری تصویر کے اعجاز کا  
 رخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواز کا

رفتہ و حاضر کو گویا پاسبانِ اس نے کیا  
 عمدہ مطلق سے مجھے پھر آشنا اس نے کیا  
 جب ترے امن میں ملتی تھی وہ جانِ ناتواں  
 بات سے ابھی طرح مژدہ نہ تھی جس کی زبان  
 اور اب چرچے ہیں جس کی شوخی گفتار کے  
 بے ہام موتی ہیں جس کی چشمِ کوہر بار کے  
 علم کی بنیادِ گستاخی بڑھاپے کا شعور  
 دنیوی غمخوار کی شوکت، جوانی کا غرور  
 زندگی کی اوج گاہوں سے اتر آتے ہیں ہم  
 صحبتِ مادر میں طفلِ مادہ رو جاتے ہیں ہم  
 بے تکلف نحمدہ زن ہیں بندے سے آزاد ہیں  
 پھر اسی کھوسے ہوئے فردوس میں اباد ہیں  
 کس کو اب ہو گا وطن میں آہِ بیدار انتظار؟  
 کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار؟  
 خاکِ مرشدِ پرتوی بیکریہ فریادوں کا  
 اب دغا سے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا؟

تربیت ستیری میں اہم کام ہم قسمت ہوا  
 ہم سے اسد دیکھ سہ ماہی عزت ہوا  
 دفتر بستی میں تختی زریں ورق تیری حیات  
 تختی سہ اپادین و دنیا کہ بستی تیری حیات  
 عسہ خیر تیری محبت میری خدمت کر رہی  
 میں تیری خدمت کے قابل جب ہوا تو پل بسی  
 وہ جوان قامت میں ہے جو صورت سرور بند  
 تیری خدمت سے ہوا جو مجھ سے بڑھ کر بہرہ مند  
 کاروبار زندگانی میں وہ ہم پہلو مرا  
 وہ محبت میں تری تصویر، وہ بازو مرا  
 تجھ کو مثل فلک بے دست پارٹا ہے وہ  
 صبر سے نا آشنا سبج و ساڑتا ہے وہ  
 تخم جس کا تو ہم ساری کشتیاں میں بولگئی  
 شرکتِ غم سے وہ الفت و محکم ہو گئی  
 آہ! یہ دنیا، یہ ماتم خانہ برنادر پیرا  
 آدمی ہے کس طلسم ووشش و فردا میں اسیرا



کتنی مشکل زندگی ہے! کس قدر آسائیں ہر موت  
 کمشن بستی میں مانندِ نسیمِ ارزاں ہر موت!  
 زلزلے ہیں بحسبِ دیاں ہیں قحط ہیں، آلام ہیں  
 کیسی کیسی دستِ دردِ مادرِ آلام ہیں!  
 مکتبہٴ افلاس میں دولت کے کاشانے ہیں موت!  
 دشتِ دریں شہر ہیں کمشن میں ویرانے ہیں موت  
 موت ہے ہنگامہٴ آراستہٴ دمِ خاموش ہیں  
 ڈوب جاتے ہیں سفینے موت کی آنکوش میں  
 نئے مجالِ شکوہ ہے، نئے طاقتِ گشتار ہے  
 زندگی کا کیا ہے، اک طوقِ گلو افشار ہے!  
 فلسفے میں غیرِ نسیمِ زیادِ درابچہ بھی نہیں  
 اک مستحِ دیدہ تر کے سوا کچھ بھی نہیں!  
 ختم ہو جائے گا لیکن امتحان کا دور بھی  
 ہیں پس نہ پردہ گردوں انجی دور اور بھی!  
 سینہ چاک اس گلستاں میں لالہ دگل ہیں تو کیا؟  
 نالہ و نسیمِ زیادِ پر محسوسِ طبل ہیں تو کیا؟

بھاڑیاں جن کے قفس میں قید ہے آؤ خزاں  
 سب کر دست کی انہیں باد مہسا عباداں  
 شفتہ خاکِ پے پے میں ہے شرار اپنا تو کیا  
 عارضی ثل ہے پشتِ غمبار اپنا تو کیا  
 زندگی کی آس کا انتخاب م خاکستر نہیں  
 ٹوٹنا جس کا معتمد ہو یہ وہ گویا نہیں

زندگی محبوب ایسی دیدہ قدرت میں ہے  
 ذوقِ عشقِ زندگی بہ چہرے کی فطرت میں ہے  
 موت کے ہاتھوں سے ملے سکنا اتر نقشِ حیات  
 مامیوں اس کو نہ کر دیا ظلمِ ممانات  
 ہے اگر ازل تو یہ سمجھو اسل کچھ بھی نہیں  
 جس طرح سونے سے جینے میں خلل کچھ بھی نہیں  
 اوہ باغِ غافل! موت کا رازِ نہاں کچھ اور ہے  
 نقش کی ناپائنداری سے غیاں کچھ اور ہے  
 جنتِ نشاۃِ سبے نقش ہوا بالائے آب  
 موجِ منقطعہ توڑ کر تمہیں دہاتی ہے حباب

مون کے اہن میں بچے بس کو چپا دیتی ہے برا  
 کتنی بیدردی سے نقش اپنا مٹا دیتی ہے برا  
 پھر نہ کر سکتی حجاب اپنا اگر پیدا ہوا  
 توڑنے میں اس کے یوں ہوتی نہ سبے پروا ہو  
 اس روش کا کیا اثر ہے بعیتِ تمیسرے  
 یہ تو جنت ہے ہوا کی قوتِ تمیسرے  
 فطرتِ بستی شہیدِ آرزو رہتی نہ ہو  
 خوب تر پیکر کی اس کو جستجو رہتی نہ ہو  
 آہِ ایسا بپیشاں، کجسمِ گردوں فروز  
 شوخ یہ چنگاریاں، نمونِ شب ہے جن کا سوز  
 عقل جس سے سر بزاں ہے مدتِ ان کی ہے  
 سرگذشتِ نوحِ انساں ایک ساعتِ ان کی ہے  
 پھر یہ انساں آں سوئے افلاک ہے جس کی نظر  
 قدیموں سے جی مقاصد میں ہے جو پاکیزہ تر  
 جو مثالِ شمعِ روشنِ محفلِ قدرت میں ہے  
 آسماں اک نقطہ جس کی وسعتِ فطرت میں ہے

جس کی نادانی سداقت کے لیے مہیا ہے  
 جس کا نام نہ ماز ہستی کے لیے مضر ہے  
 شعلہ یہ کتر سے گردوں کے شرابوں سے پھی کیا ہے  
 کھم بہا سے آفتاب اپنا ستاروں سے پھی کیا ہے  
 تجم گل کی آنکھ زیرِ خاک بھی بے خواب ہے  
 کس قدر نشو و نم کے واسطے بے تاب ہے  
 زندگی کا شعلہ اس دلفن میں جو ستور ہے  
 خود منائی، خود منائی کے لیے مجبور ہے  
 سردی مرقد سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں  
 خاک میں دب کر بھی اپنا سوز لہو سکتا نہیں  
 پھول بن کر اپنی تربت سے نکل آتا ہے یہ  
 موت سے گویا قبائے زندگی پاتا ہے یہ  
 بے لحد اس قوتِ آشفہ کی شیرازہ بند  
 ڈالتی ہے گردن گردوں میں جو اپنی کمنہ  
 موت تجھ دیدنِ مذاقِ زندگی کا نام ہے  
 خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

خوگرِ پرواز کو پرواز میں ڈر کچھ نہیں،  
موت اس گلشن میں جزِ سنجیدہ پر کچھ نہیں؛

کہتے ہیں اہل جہاں درواجل ہے ادوا  
زخمِ فرقت و رفت کے مہم سے پاتا ہے فنا  
دل بگر غمِ مرنے والوں کا جہاں آباد ہے  
حلقہ زنجیرِ صبح و شام سے آزاد ہے  
وقت کے افوں سے تھمتا نالہ ماتم نہیں  
وقت زخمِ تیغِ فرقت کا کوئی مہم نہیں  
سر پہ آجاتی ہے جب کوئی سیدتِ ناہماں  
اشکِ ہم دیدہٴ انساں کی ہوتے ہیں رواں  
ربط ہو جاتا ہے دل کو نالہ و فریاد سے  
خونِ دل بہتا ہے آنکھوں کی سرشکِ آباد سے  
آدمی تابِ شکیبائی سے گو محرم ہے  
اس کی فطرت میں یہ اک احساسِ نامعلوم ہے  
جو ہر انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں  
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے، فنا ہوتا نہیں

ق

رختِ بستی خاک، غم کی شمع افشانی سے ہے  
 سر دیہات اس لطیف احساس کے پانی سے ہے  
 آہ! یہ سب بیادِ فناں غفلت کی خاموشی نہیں!  
 آں ہے یہ دلا سالی بس خاموشی نہیں!  
 پر دہِ مشرق سے جس دم جو دربوئی ہے صبح  
 دلِ شب کا و این آفاق سے دھوئی ہے صبح  
 لالہ افسردہ کو آتشِ قبا کرتی ہے یہ  
 بے زباں طائر کو سر مست نوا کرتی ہے یہ  
 سینہ بیل کے زنداں سے سرود آزاد ہے  
 سیکڑوں ٹخنوں سے بادِ صبح دم آباد ہے  
 خفتگانِ لالہ زار و کوہسار و رودبار  
 ہوتے ہیں آخر غرور و سرِ زندگی سے ہمکنار  
 یہ اگر آئینِ ہستی ہے کہ ہر شامِ صبح  
 مرقدِ انساں کی شب کا کیوں نہ ہو نجبامِ صبح؟  
 دامِ سیمنِ تخیل ہے مرا آفتابِ گیر  
 کر لیا ہے جس سے تیری یاد کو میں نے اسیر!



یادست تیری دل درد تشنہ معمور ہے  
 بجیے کیجیے ہیں دماؤں سے انفسا معمور ہے  
 وہ فرانس کا تسلسل نام سے جس کا حیات  
 جلوہ گاہیں اس کی ہیں لاکھوں جہان بے ثبات  
 مختلف مہر سہل بستی کی رسم راہ ہے  
 آخرت بھی زندگی کی ایک جوں کا دوسرا  
 ہے وہاں بے حاصل کشتِ جل کے واسطے  
 سازگار آب و ہوا تنہم عمل کے واسطے  
 نورِ فطرتِ خلقتِ پیکر کا زندانی نہیں  
 تنگ ایسا حلقہ افکارِ انسانی نہیں  
 زندگانی تھی تری ہمت اب سے تابندہ تر  
 خوبتر تھا سحر کے مارے سے بھی تیرا سفر  
 مثل ایوانِ حیدرِ مقدسِ روزاں ہو ترا!  
 نور سے معمور یہ خالی شبستاں ہو ترا!  
 آسماں تیری لمحہ پر شبِ نیم افشانی کرے!  
 بے نور ستارے س گھر کی نگہبانی کرے!

## شعاع آفتاب

صبح جب میری نلکہ سودائی نگارہ تھی  
میں نے پوچھا اس کرن دلے سر ایشم طرب  
آسمان پر اک شعاع آفتاب آوارہ تھی  
تیری جان نائیک بایں سے کیسا طرب!  
تو کوئی چھوٹی سی بچی ہے کہ جس کو آسمان  
کر رہا ہے غریب اقوام کی خاطر جواں  
یہ ٹرپٹے یا ازل سے تیری توبہ کیا ہے یہ؟  
قص ہے؟ آوارگی ہے؟ جستجو ہے؟ کیا ہے یہ؟

خفتہ ہنگامے ہیں میری بستی خاموش میں  
مضطرب ہر دم مری تقدیر رکھتی ہے مجھے  
پرورش پائی ہے میں نے صبح کی آغوش میں  
جستجو میں لذتِ تنویر رکھتی ہے مجھے  
مہرِ عالم تاب کا پیغام بیداری ہوں میں  
راستے جو کچھ چھپا رکھا تھا دکھاؤں گی میں  
سوزے دلوں میں کسی کو ذوقِ بیداری بھی ہے؟  
تیرے ستوں میں کوئی جو یلے بشارت بھی ہے؟

## عربی

محل ایسا کیا تیس میر عربی کے تختل نے  
 فضاے عشق پر تحریر کی اس نے نوا ایسی  
 مے لے لے لے اک دن اس کی تربت شکایت کی  
 مزاج اہل علم میں تغصیر آگیا ایسا  
 فغان نیم شب سحر کی بارگوش ہوتی ہے  
 کسی کا شعلہ فریاد ہو ظلمت رہا کیوں کر  
 صدا تربت آئی شکوہ اہل جہاں کم گو  
 تعلق جس پر حیرت خانہ سینا و فارابی  
 میسر جس کے ہیں آنکھوں کو اب ہر شک غنابی  
 نہیں جنگامہ عالم میں اب سامان بستابی  
 کہ زحمت ہوئی دنیا کے کیفیت وہ بہابی  
 نہ موجب چشم محفل آشنائے لطیف بخوابی  
 گرں سب شب پرستوں پر سحر کی آسمان تابانی  
 نوار تلخ ترمی زن جو ذوق نفس کم یابی  
 حدی را نیز ترمی خوش چو محل را دریاں مینی

## ایک خط کے جواب میں

ہوس بھی ہو تو نہیں مجھ میں ہست تگ و تاز  
 حصول جاہ ہے اس لئے مذاق تلاش

ہزار شکر بیت سبہ ریزہ کار مری  
 مرے سخن سے لوں کی ہیں کیتیاں سپہ  
 یہ عقد ہائے یارست تجھے بس رک ہوں  
 ہوا سے یزید ملائین وسیلہ دہلی  
 ہزار شکر نہیں ہے دماغ فتنہ تراش  
 جہاں میں ہوں ہیں ثناءں سحابِ ریاض  
 کہ فیض عشق سے ناخن مرا ہے سینہ تراش  
 کیا ہے منافطہ رنگیں نواسے رازیہ فاش  
 کرت ہواست کہ باشعور ہم نشیں باشی  
 نہاں چشم سکندر چو آبِ حیاں باشی

## ٹانک

قوم نے ہمیں گوتہم کی ذرا پروا نہ کی  
 آہ! بد قسمت رہے آوازِ حق سے بے خبر  
 انکار اس نے کیا جو زندگی کا راز تھا  
 شمعِ حق سے جو متور ہو یہ وہ محفلِ نہ حق  
 آہ! شور کے لیے ہندوستانِ غمِ خانہ ہے  
 برہمن سرشار ہے اب تک سے پنداریں  
 قدحِ چپانی نہ اپنے گوبرِ ایک دانہ کی  
 نافلِ اپنے چل کی شیعہ سنی سے ہوا ہے شجر  
 بند کوسیکہن خیالی فلسفہ پر نارتھا  
 بارشِ رحمت ہوئی، لیکن زمیں قابل نہ تھی  
 دردِ انسانی سے اس بستی کا دل بیگانہ ہے  
 شمعِ گوتہم جل رہی ہے غفلِ غیبیاریں

تنگد و پھر بعد مدت کے مگر روشن ہوا      نورِ ابرارِ اسی مہم سے آزر کا لہر روشن ہوا  
پھر اٹھی آخر صد اوجید کی پنجاب سے  
بند کو اک مردِ کامل نے جگایا خواب سے؛

## کفر و اسلام

تضمین بر شعرِ سِدِّی اُنش

ایک دن اقبال نے چچا کلیم طور سے  
آتشِ نمرود سے اب تک جہاں میں شعلہ ریز  
تھا خوابِ صاحبِ سینا کہ مسلم ہے اگر  
ذوقِ حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمانِ خلیل  
ہے اگر دیوانہ غائب تو کچھ پروا نہ کر  
عارضی ہے شانِ حاضرِ بطوتِ غائبِ مدام  
شعلہ نمرود ہے روشن زمانے میں تو کیا  
نورِ ماچوں آتشِ سنگ از نظرِ نہیاں خوش است

اے کہ تیرے نقشِ پاسے ادنیٰ سینا چمن  
ہو لیا آنکھوں سے نہاں کیوں ترا سوزِ کہن  
چھوڑ کر غائب کو تو حاضر کا شیدا تھی نہ بن  
ورنہ خاکِ ستر ہے تیری زندگی کا پیر بن  
غلط فہم وادعیِ فاراں میں ہو کر خیمہ زن  
اس وقت کو محبت ہے ربطِ جان و تن  
شمنِ خود را می گدازد در سببِ ان انجمن  
نورِ ماچوں آتشِ سنگ از نظرِ نہیاں خوش است

## بلالؔ

لکھا ہے ایک مغربی خوشنما کس نے  
جولانگہ سکندرِ رومی تھا ایشیا  
تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے  
دنیا کے اس شمشیرِ انجم سپاؤں

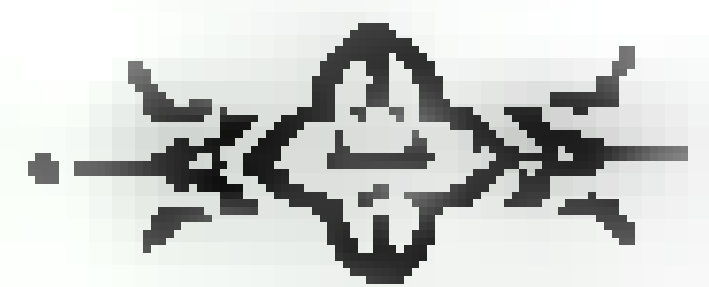
اہلِ تسلیم میں جس کا بہت احترام تھا  
کردوں سے بھی بلند تر کس کا مقام تھا  
دعویٰ کیا جو پورے دوارا نے خام تھا  
حیرت سے دیکھتا فلکِ سیل فام تھا

آج ایشیا میں اس کو کوئی جانتا نہیں  
تاریخ دان بھی اسے پہچانتا نہیں

لیکن بلالؔ، وہ حبشی زادہ حبشیہ  
جس کا اہلِ ازل سے ہوا سینہ بلالؔ  
ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط  
بے تازہ آج تک وہ نواسے جگر گزار

فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر  
محکوم اس حد کے میں شامِ منشد و فقیر  
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلو سے امیر  
صدیوں کو سن رہا ہے جسے نوشِ تیرش پیر

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے؟  
رومی فنس ہوا، حبشی کو دوام ہے!

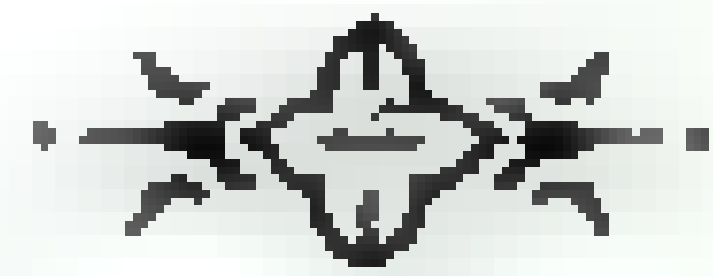




# تقسیم مسلمان اور مسلم جدید

تقسیم برسر ملک تری

مرشد کی پیروی تھی اسے مسلم شریعہ سے  
بدلی زمانے کی ہوا، ایسا تقسیم کیا  
وہ شعلہ روشن ترا، ٹھٹھست لڑیاں جس سے جتنی  
شیدائی غائب نہ رہ، دیوانہ موجود ہو  
نہیں اس باغ میں کوشش ہو بار آور تھی  
اس دور میں تسلیم ہے راضی قنوت کی دوا  
رہبر کے ایسا سے ہوا تسلیم کا سودا مجھے  
لیکن نگاہ نکستہ ہیں دیکھے زبوں سخن تری  
رزم ہے بے کسے یہ دنیا میں ساہن سفد  
تھے جو زمان تہیت کبھی ایسا میں تھان کس مخر  
نشت نہ ہو مثل شہر تہا سے کونجی نم نور تر  
غالب ہے اب اقوام پر سپہ و دمانہ کا اثر  
فرسودہ دستہ پھندا ترا، زیرک ہے کج تیز تر  
بے خون فاسد کے یہی تسلیم مثل نیشتر  
واجب ہے ستر ارد پر تسلیم میں فرمانِ نعر  
رفتم کہ خارا ز پاکشتم، کل نہاں شد از نظر  
یک لخت غافل شتم صد سالہ را بوجہ و رشد



## پتہ رازوں کی شہزادی

کلی سے کہہ رہی تھی ایک شانِ بڑھاتاں میں  
تھمائے قلستاں کی کیفیتِ شہرِ سبے یسوی  
سنا ہے کوئی شہزادی ہے تھکلاس قلستاں کی

کبھی ساتھ اپنے اس آسمانِ تابِ بھوکو تو سچل

چھپا کر اپنے دامن میں بگڑے ہوئے سچل

کلی بولی سرریا، ہماری سب سے وہ شہزادی  
کو فطرتِ تری افشاند اور بیگم کی شانِ بچی  
ہنچ سکتی ہے تو لیکن ہماری شہزادی تک

نظرِ اس کی پیامِ غیب ہے اہل محبہ کو

بنا دیتی ہے گوبرِ غمِ دلوں کے اشکِ یسوی کو



## تضمین پر شعر صائب

کس اقبال تو نے آبنایا اشعیاں پنا  
شہادتِ وادیِ امین کے تو بوتا ہے لیکن  
کھنڈِ نفس سے بھی ہاں گل ہو نہیں سکتی  
قیامت ہے کہ فطرت سوکھتی بلِ بختاں کی  
دلِ اکہ جب بید ہو جاتے ہیں سنو یہ  
نہیں ضبطِ نوا کمن تو اڑ جاں کشتاں سے

نوا اس بنا میں مہل کو ہے سامانِ رسوائی !  
نہیں مگر کہ چوڑے اس میں سے تخمِ سینائی !  
جہاں ہر شے جو کچھ وہمِ آفتاب سے خود افزائی  
نہ ہے بیدار دلِ پیری نہ سمجھتا ہے پرمانی  
نوا رستے سے نہ برابر ہوتی ہے شکر خانی  
کہ اس محفل سے خوشتر ہے کی سحر کی تنہائی

”ہماں بہتر کہ لیسلی دریا ہاں جلوہ گر باشد  
نذار دنگل سے شہرِ تابِ حسنِ سرائی !“

## فردوس میں ایک مکالمہ

ہاتف نے کہا مجھ سے کہ فردوس میں اک در  
حالی سے مخاطب ہوئے یوں سعدی شیراز

سے آنکر ز نورِ انوارِ شمسِ فلکاتِ تاب  
 پہنچے کہ نیستِ سطرِ بہشتِ ربی تو بیاں کر  
 مذہبِ لی حضرتِ نبیؐ پر چھاسکی ہوں میں  
 باتوں سے ہوا شیخ کی حاکمی مستحکم  
 جب پر فلک سے درقِ ایام ہوا  
 ایلہ سے مٹا اس سے قیامتوں میں تزلزل  
 دیں تو مقاصد میں بھی پیدا ہو ہندی  
 مذہب سے بچے آج بھی افرادِ سب سے باقی  
 بنیاد لرز جائے جو دیوارِ حسن کی  
 پانی نہ ملازمِ ملت سے جو اس کو  
 یہ ذکر حضورِ شریف میں نہ کرنا

و ان کی سپرِ غرورِ ستاروں پر  
 و اماں پر مناسبتِ انوارِ فلکاتِ تاب  
 تھی جس کے فلک سوزِ نبیؐ لڑنی آواز  
 رو رو کے کہتے کہتے کہتے صاحبِ عجاز  
 آئی یہ صدا پادشہ سے سپر سے اواز  
 دنیا تو علیٰ سب کر دیں کر لیں پڑا  
 فطرت سے جو نوں کی نہیں گیر میں تار  
 دین ز ثمر سے جو بیتِ ملت سے ارماد  
 ظاہر سے کہ انجب مکتاں کہ ہے آما  
 پیدا میں تھی پود میں اس کے انداز  
 سمجھیں نہ کہیں بندہ کے مسلم بنے غماز

خرمانتوں یافت زں خارِ کشیدہ

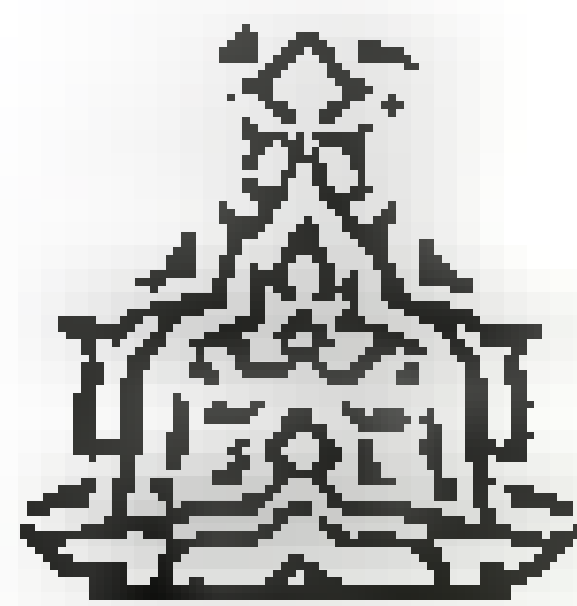
دیباختوں یافت زں شمشیرِ کشیدہ



## تصفیٰ بن بزمِ سیرِ ابدیل

تعلیمِ پیرِ فلسفہ مغربی ہے یہ  
 نادال میں بن کہستی ناسب کی ہے پاش  
 پیکر اگر نشر سے نہ ہو آشتِ ناتو کیا  
 ہے شیخ بھی مثالِ برہمنِ سنم تراش  
 محسوس پر بنا ہے علومِ جدید کی  
 اس دور میں ہے شیخِ شقائد کا پاش پاش  
 مذہب کے جس کا نام دوسے اک جوتن نام  
 ہے جس سے آدمی کے تخیل کو استعاش  
 کہتا ہے فلسفہ زندگی کچھ اور  
 مجھ پر کیا یہ مرشدِ کامل نے از فاش

"باہرِ کمال اندکے شفقِ خوش است  
 ہر چند عقل کل شد بے جنوں مباحث"



## جنگِ ہوک کا ایک واقعہ

تختی تختہ سناکی و کس زمینِ شام  
اگر ہو، ایسے سارے سہ کلام  
بہرِ زیورِ سیار سے صبر و سکون کا جام  
اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام  
مے جادوں کا خوشی سے اُڑ ہو کوئی پیام  
جس کی نگاہ تختی صفتِ تیغ سے نیام  
پیروں پہ تیرے عشق کا راجہ سب کا احترام  
گفتا بگذرِ سحرِ محبت کا ہے مست مدام  
کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام

صغیر بستہ تختے سب کے جوانانِ تیغ بند  
اک نوجوان صورتِ سیما بے شائب  
اے بویستِ یزدخواستِ پیکار سے بے  
نیاب ہو رہا ہوں سداقی رستوں میں  
جاتا ہوں میں حضورِ رسالتِ پناہ میں  
یہ ذوق و شوق دیکھ کے پر خم ہوئی وہ آنکھ  
بولا ایسے فوج کہ وہ نوجواں ہے تو  
پوری کرے خدا سے محمدؐ تری مراد  
پہنچے جو بارگاہِ رسولؐ امیں میں تو

ہم پر کرم کیا ہے خدا سے غیور نے  
پڑے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضورؐ نے



## مذہب

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ غیب سے نہ کر  
 خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہستی  
 ان کی جمیعت کا ہے ملک و نسب پر انحصار  
 قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمیعت تری  
 دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمیعت کہاں  
 اور جمیعت ہوئی رخصت تو ملت بھی کئی !

## پوستہ شجر سے اسیر رکھ

ڈالی گئی جو فصل خزاں میں شجر سے ٹوٹ  
 ہے لازول عمدہ خزاں اس کے واسطے  
 ہے تیرے گلستاں میں بھی فصل خزاں کا دور  
 جو فغمہ زن تھے خلوتِ اوراق میں طیور  
 ممکن نہیں سسری ہو سحابِ بہار سے  
 کچھ واسطہ نہیں ہے اسے برگِ بار سے  
 خالی ہے جیبِ گلِ زردِ کامل عیار سے  
 رخصت ہوئے تیرے شجر سایہ دار سے

شانِ برید سے سبق اندوز ہو کہ تو      نا آشنا ہے قاعدۂ روزگار سے  
 ملت کے ساتھ رابطۂ استوار رکھ  
 پیوستہ رہ شجر سے ایسا بیمار رکھ!

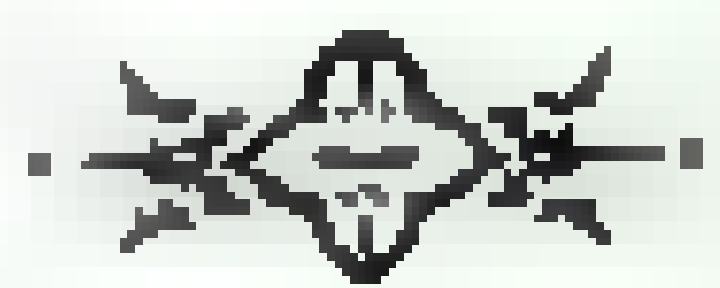
## شبِ معراج

احترشام کی آتی ہے فلک سے آواز  
 سجدہ کرتی ہے سحر جس کو وہ ہے آج کی رات  
 رو یک گام ہے بہت کے لیے غرضیں ہیں  
 کہہ رہی ہے یہ سلسلہ ان سے معراج کی رات

## پھول

تجھے کیوں فکر ہے اے گل! دل صد چاکِ بیل کی  
 تو اپنے پرین کے چاک تو پہلے رفو کر لے!

تنہا آبرو کی ہوا لڑھکھڑا رہ بستی میں  
 تو کائناتوں میں ابجد کر زندگی رسنے کی خواہش ہے !  
 صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پائیل بھی ہے  
 انھیں پابندیوں میں حاصل آزادی کو تو کر لے !  
 تنک بخشی کو استغنا سے پیغامِ خجالت دے  
 نہ دمنت کشِ شبنم ہنگوں جامِ بے بورد لے !  
 نہیں یہ شانِ خودداری، چمن سے توڑ کر تحبکو  
 کوئی دستار میں رکھ لے، کوئی زیبِ گلہو کر لے !  
 چمن میں غنچہ پل سے یہ کہہ کر اڑ گئی شبنم  
 مذاقِ جو رنگل چیں ہو، تو پیدا رنگت ہو کر لے !  
 اگر منظور ہو تحب کو خنداں نا آشت نار مہا  
 جہانِ رنگ و بو سے پسے قلعِ آرزو کر لے !  
 اسی میں دیکھ نہ سہرے کمالِ زندگی تیرا  
 جو تحب کو زینتِ دامن کوئی آئینہ رو کر لے !



## شکستہ

شفیق صبح کو دریا کا خرام آئینہ  
نغمہ شام کو خاموشی شام آئینہ  
برگ گل آئینہ مائیں زیبا سے بہار  
شاہدے کے لیے جملہ جام آئینہ  
حسن آئینہ حق اور دل آئینہ حسن  
دل اس کو ترا سن کلام آئینہ

ہے ترسے فکر فکاس سے کمال آہستی

کیا تری فطرت روشن تھی مائل ہستی؟

تجھ کو جب دیدہ دیدار طلب نے ڈھونڈا  
آبِ نوزید میں نور شید کو پہاں دکھیا  
چشمِ عالم سے تو ہستی رہی مستور تری  
اور عالم کو تری آنکھ نے سماں دکھیا

حقیقۂ اسرار کا فطرت کو ہے سودا ایا

راز داں بچہ نہ کرے گی کوئی پیدا ایا



## میں اور تو

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا  
 میں ہلاکِ جادوئے سامری، تو قلیلِ شیوہ آزاری  
 میں فوائے سوختہ درگلو، تو پریدہ رنگِ ریشہ بُو  
 میں حکمتِ غنیمِ آرزو، تو حدیثِ ماتمِ دلبری  
 مرا عیشِ غم، مرا شدمِ مری بودِ جسمِ نفسِ عدم  
 ترا دلِ تسم، اگر عجبم ترا دیں سہیدۂ کافی  
 دہمِ زندگی رہمِ زندگی، غنیمِ زندگی سہمِ زندگی  
 غمِ رہم نہ کر سہمِ غم نہ کھا کہ یہی سببے شانِ قلندری  
 تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالیِ فستہ و غنا نہ کر  
 کہ جہاں میں نانِ شیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری  
 کوئی اسی طرزِ طواف تو بجھے اسے چراغِ حریمِ بتا  
 کہ ترے چنگ کو پھر عطا ہو وہی سرشتِ سمندری

کلمہ بننا سے دانا نما کہ سہم کو اہل حرم سے ہے  
 کسی تہدیس میں بیاں کروں تو کسے صنم بھی ہری ہری  
 نہ متیزہ کا ڈھبساں تو نہ عریب پنجہ فتن سے  
 وہی فطرت استانی وہی مرتجی وہی غمتی  
 لرم سے شہاء و بعبہ کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم  
 وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے تنجیں دماغِ گندمی

## اسیری

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بند  
 شک از فر چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے  
 ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرتِ عمر  
 قطر و میاں سے نڈانِ صدف سے رجمند  
 شک بن جاتی ہے ہو کر نافہ آہر میں بند  
 کم ہیں وہ طائر کہ ہیں ام و شمس سے بہرہ مند  
 ”شہیر زاغ و زغن در بندِ قید و صید نیست  
 این مساوت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند“



## در روز خلافت

گرفت خوں سوجا تا سبے جائے      تو اتکا مہ حق سے نہ کر بیوفائی  
 نہیں تجھ کو تاریخ سے الٹی آیا      خلافت کی کرنے کا تو لدائی  
 خربوئیں نہ ہم ہیں کو اپنے لہو سے      مسماں کو بے نگاہت پادشائی  
 "مرا از شکستن چپ س نازاید"  
 کہ از دیگران خواستن موسیائی

## ہمالوں

(مستر جسٹس شاہ دین مرحوم)

اے ہمالیوں زندگی تیری سراپا سوز تھی      تیری چنگاری پسراغ انجمن افروز تھی!  
 گرچہ تھا تیرا تین خاکی نزار دور و مند      تھی تیرے کی طرح روشن تری سب سے بند  
 کس قدر بیاکس اس ناتواں سپر میں تھا      شعلہ گردوں زرد اک شست خاکستر میں تھا!  
 موت کی لیکن دل دانا کو کچھ پروا نہیں      شب کی خاموشی میں جز بنگامہ فردا نہیں!  
 موت کو سمجھے ہیں غافل خستہ نام زندگی  
 ہے پشام زندگی صبح دوام زندگی!

## خشک راہ

شاعر

ساحلِ دریا پہ ہیں اک رات تجھا موجِ نشہ  
 گوشہٴ دل میں پھپھپائے اک جہاںِ اضطراب  
 شبِ سکوت افزا، ہوا اسودہ، دریا نرم یہ  
 تھی نظرِ حیران کہ یہ دریا ہے یا تصویرِ آب  
 جیسے گہو رے میں سو جاتا ہے طفلِ شبِ خوار  
 موجِ مضطرب تھی کہیں گہرائیوں میں مستِ خواب  
 رات کے افسوں سے طائرِ آشیانوں میں اسیر  
 نجس کم نمود گرفتِ طاسمِ ماہتاب

دیکھتا کیا ہوں کہ وہ پاکبہاں سپنا سنہ  
 جس کی پری میں ہے مانندِ سحر رنگِ شباب  
 کہہ رہا ہے مجھ سے اے جو یاسے اسرارِ ازل  
 چشمِ دل دا ہو تو ہے تیرے دیدِ عالم بے حجاب  
 دل میں یہ سنہرے پیا بسنگِ منہ جھنجر ہوا  
 میں شمشیرِ جستجو تھا یوں سخن گستر ہوا

اے تری چشمِ جہاں ہیں پر وہ طوفاں آشکار  
 جن کے بہتے سے ابھی دریا میں سوتے ہیں خموش  
 کشتی مسکین "وہبانِ پاک" و "دیوارِ ستیم"  
 علمِ موتی بھی ہے تیرے سامنے حیرتِ فردش  
 چھوڑ کر آبادیاں رہتا ہے تو صحرا و فرد  
 زندگی تیری ہے بے روز و شب فرداد و دش  
 زندگی کا راز کیا ہے؟ سلطنت کیا چیز ہے؟  
 اور یہ سرمایہ و محنت میں ہے کیا غر و کش؟  
 جو رہا ہے اشیاء کا حسنہ فائدہ دینے چاک  
 نوجوان اقوام تو دولت کے ہیں پیرایہ پوش!

کوچہ آہستہ در بادِ مسدودِ آبِ زندگی  
 فطرتِ کندہی آبِ تکستِ نرمِ نازِ نوشن  
 بیچتا ہے! ششبی ناموسِ دینِ تعظمی  
 خاکِ دُخوں میں رہا ہے ترکمانِ سختِ کوشن  
 آگ ہے اور درِ بزمِ سیم ہے، فردوس ہے!  
 کیا کسی کو پتہ کسی کا آتشِ ساں مقنود ہے؟

## جوابِ مختصر

### نسخہ نوردی

کیوں تعجب ہے مہیِ محمدِ نوردی پر تجھے؟  
 یہ نگاہِ پوسنے دما دمِ زندگی کی ہے دلیل  
 اے رہیں غمانہ تو نے دھمکےاں دیکھا نہیں  
 گو بختی ہے جب غماتے دشت میں بانگِ تریں!

ریت کے ٹھیکے پہ وہ آجوکا بے پردہ حسنہ  
 وہ خضر بے برگ و سامان وہ مٹھ بے سٹھ میں  
 وہ نورِ ختمِ سیلاب پا بسنگِ گمِ سحر  
 یا سائیاں باہم گردوں سے جہینِ تجرِ سیل  
 وہ سکوتِ شاہِ سدر میں ندوبِ نقاب  
 جس سے روشن تر ہوئی پشتِ جہاں ہیں حسیں  
 اور وہ پانی کے چشمے پرستِ بزمِ وصال  
 اہلِ ایساں جس طرح جنت میں گردِ سبیل  
 نازد ویرانے کی سودائے محبت کو دشمن  
 اور آبادی میں تو زنجیرِ کشتِ وکیل  
 پختہ تر ہے گردشِ پیہم سے جاہِ زندگی  
 ہے یہی اسے عجیبِ رازِ دواہِ زندگی

### زندگی

برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی  
 ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی

تو اسے پرمانہ، موز و نسیم سے نہ ناپ  
 جاودان پیہر دو ان ہر دم جواں بنے ندکی!  
 بنی دنیا آپ پیدا کر انہ زندوں میں ہے  
 ہر آدم سے جسے کس نکاح سے زندگی!  
 زندگانی کی حقیقت کو نہیں کے دل سے پوچھ  
 جو کسے شیر، تیشہ، سائبِ راس بنے ندکی!  
 بندگی میں گمٹ گئے، جااتی ہے کج بجے کلمہ آب  
 اور آزادی میں گیسر بیکراں ہے زندگی  
 آشکار ہے یہ اپنی قوتِ تسخیر سے  
 کوچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی  
 قلندر بستی سے تو ابجد اسے مانندِ حباب  
 اس دنیاں غاسے میں سید امتحاں ہے ندکی  
 خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو  
 پختہ ہو جائے تو ہے شمشیر بے زہر تو  
 ہر صداقت کے لیے جوں ل میں مکنے کی تڑپ  
 پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جاں سپید کرے



پھونک ڈالے یہ زمین و آسمان مستعار  
 اور خاکستر سے آپ اپنا جہان پیدا کرے  
 زندگی کی قوتِ پنہاں کو کر دے آشکار  
 تا یہ جیتاری منہ رخ جاوداں پیدا کرے  
 خائبِ مشرق پر چمک جائے مثالِ آفتاب  
 تا بدخشاں پھر وہی نسل گراں پیدا کرے  
 سوئے گردوں نالہ شبگیر کا بھیجے سفیر  
 رات کے تاروں میں اپنے رازِ داں پیدا کرے  
 یہ گھڑی محشر کی ہے تو غصہ محشر میں ہے!  
 پیش کر غافلِ عمل کوئی اگر دستر میں ہے!

### سلطنت

آہستہ آہستہ کو رہ مز آئیہ اِنّ الہیوتکے  
 سلطنتِ اقوامِ غالب کی ہے اک جاو و گری  
 خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محسوس اگر  
 پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمران کی ساعی

بادِ دوسے مسعود کی تاثیر سے چشمِ ایاں  
 دیکھتی ہے ساتھ گردن میں سازِ دلبری  
 خونِ اسرارِ شیل آجاتا ہے آئینہ جوش میں  
 توڑ دیت ہے کوئی موٹی طاسِ سماوی  
 سرورِی زیب فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے  
 حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری  
 از غلامی فطرتِ آزاد را رسوا ممکن  
 تا تراشی خواجہ از برہمن کا منتری  
 ہے وہی سازِ کہنِ مغرب کا جمہوری نظام  
 جس کے پردوں میں نہیں غیر از نواسے قیسری  
 دیوِ استبدادِ جمہوری قسب میں پائے کوب  
 تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی جسے سید پرپی  
 مجاہدِ آئینِ بوساحِ درغایات و حقوق  
 طبِ مغرب میں منزے چٹھے اثرِ خوابِ آوری  
 گرمیِ گفتارِ اعضائے مجاہدِ سِلا ماں  
 یہ بھی اک سرمایہ داروں کی سبے چٹائی رگڑی!

اس سرابِ رنگِ بو کو گستاخِ سمجھا ہے تو  
اوہ اے ناداں نفس کو اشیاں سمجھا ہے تو

### سرمایہ و محنت

بشدہٴ مزدور کو جا کر مرا پیغام دے  
خضر کا پیغام کیا ہے یہ پیغامِ کائنات  
اے کہ تجھ کو کیا گیا سرمایہٴ وارِ حیدر  
شاخِ آہو پر رہی سدیوں تک تیری برات  
دستِ دولتِ انہریں کو مزدوروں ملتی رہی  
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات  
ساحرِ آئوٹ نے تجھ کو دیا برگِ شیش  
اور تو اے بخیل سمجھا اسے شاخِ نبات  
نسل، تو میت، کلیسا، سلطنت تہذیبِ رنگ  
”خواجگی“ نے خوب چن چن کے بنائے سُکرات  
کٹ مرا ناداںِ بخیلِ الی دیوتاؤں کے لیے  
سُکر کی لذت میں تو لٹا گیا نشتِ حیات

مرنے کی چپالوں سے بازی لے گیا سدا و  
 انتہائے سادگی سے کما گپا مزدور رات  
 اٹھ کہ اب بزمِ ہمسایاں کا اور ہی انداز ہے  
 مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے  
 ہمتِ مانی تو دریا بھی نہیں کرتی مستیوں  
 غنچہ ساں مائل ترست دامن میں شبنمِ تک  
 نغمہٴ سیدار کی بہور سے سامانِ غیش  
 قندِ خواب آور اسکندر و جمکب تک  
 آفتابِ تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہوا  
 آسمان! ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تک  
 توڑ ڈالیں فطرتِ انساں نے زنجیریں تمام  
 دورِ مئی جنت سے وئی چشمِ دم کب تک  
 باغبانِ چارہ فرما سے یہ کہتی ہے بہار  
 زخمِ قل کے واسطے تدبیرِ مسم کب تک  
 کرکس ناداں طوافِ شمع سے آزاد ہو  
 اپنی فطرت کے تجسلی زار میں آباد ہو

## دشائے اسلام

کیا سنا ہے مجھے ترک و غیب کی داستان  
 مجھ سے کچھ پنہاں نہیں سد میوں کا سوز و غم  
 لے گئے تھیث کے فرزند میراثِ حسیلیہ  
 خشتِ نبی و عیسا بنی خاکِ حباب  
 ہوئی رسوا زمانے میں کھر لالہ رنگ  
 جو سراپا ناز تھے میں آج مجبورِ نیاز  
 لے رہا ہے مے فروشانِ فرقتاں سے پار  
 دوئے سرکشِ عمارت جس کی ہے مینا گداز  
 حکمتِ مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی  
 ٹکڑے ٹکڑے جس طرزِ سونے کو کر دیا ہے نگار  
 ہو گیا مانند آبِ ارزاں مسلمان کا لہو  
 منظرِ بے تو کہ تیرا دل نہیں داناستے راز  
 گفت رومی ہر بنائے کہنہ کا باواں کنسند  
 می ندانی اول آلِ نبیادرا ویراں کنسند؟

ملک باتوں سے بیامت کی انہیں کھل گئیں  
 حق ترپٹے ٹپٹے سار دست مائل و نرا  
 مریب فی کی لذتی سے تو بہتر ہے شکست  
 مورے پر امانت پیش کیا نے مہر  
 راتِ نیم شب بیامت بنیابے شرق کی نجات  
 ایشیہ اسے ہیں اس نکتے سے اب تک  
 پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصار دیں تو  
 ملک دولت ہے فقط حفظِ حریم کا اک ٹر  
 ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے  
 نیل کے ساحل سے سیکرنا بخاک کا شہر  
 جو کرے گماستہ یار رنگِ غول مٹ جائے گا  
 ترک خسرو کا ہی ہو یا عسرا بی والا گھر  
 نسل اگر مسلم کی مذہب پر مستدم ہو گئی  
 ارگ سیا دنیا سے تو مانسندِ خاک ہو گزرا  
 تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار  
 لاکھیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر



اے کہ نشناسی غشی را از جلی بشیاء باش  
اے گرفتار ابو بکر و عیسیٰ بشیاء باش!

عشق کو مسد یاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی

اب ذرا دل تمام کو مسد یاد کی تاثیر دیکھا

تو نے دیکھا سلطنتِ دستارِ دریا کا غریب

موج منظر کس طرح غنی ہے اب زنجیر دیکھ

غام حریت کا ہو دیکھا تھا خوابِ سدا سے

اے مسلمان آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ!

اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامانِ وجود

مر کے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہان پر دیکھ!

نہول کر آنکھیں مرے آئینہ گفتار میں

آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ!

ازمودِ فتنہ ہے اک اور بھی گردوں کے پاس

سامنے تفتدیر کے رموائی تدبیر دیکھ!

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار

ہر زمان پیش نرسد لا یمخلف المیعاد دار

## طلوع اسلام

دلیلِ صبحِ روشن ہے ستاروں کی تنہا تابی  
 افق سے آفتاب ابھرا گیسو دریاں خوابی  
 مسدوقِ مرد و مشرق میں خونِ زند کی ڈرا  
 سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا و فارابی  
 مسلمان کو مسلمان کر دیا ملوف ان مغرب نے  
 نڈاظم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی  
 عطا مومن کو پھر درگاؤ حق سے ہونے والا ہے  
 شکوہ ترکِ کاف کی ذہنِ ہند کی اُطقِ اعرابی  
 اگر کچھ خوابِ گنجینوں میں باقی ہے تو اسے بل  
 ”نوارِ تلخ ترمی زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی“  
 تڑپِ سخنِ چین میں اشیاء میں شائستاروں میں  
 جدا پارے سے ہو سکتی نہیں تقدیرِ سیما بی

وہ چشمِ پاک ہیں کیوں زینتِ برکتوں دیکھے  
 نظر آتی ہے جس کو مردِ غازی کی جسگرتابی!  
 نسیمِ لالہ میں روشن چرخِ آرزو کرے  
 چمن کے ذرے ذرے کو شہیدِ جستجو کر دے  
 شرکِ شیمِ مسلم میں بے عیاں کا اثر پیدا  
 خلیفہ اللہ کے دریا میں ہوں گے کچھ گہر پیدا  
 کتابِ ملتِ ہینا کی پھر شیرازہ بندی ہے  
 یہ شاخِ ہشمتی کرے کوہِ پھر برگِ دہر پیدا  
 ربوداں ترک شیرازی دلِ تبریزِ دکاہل را  
 صبا کرتی ہے بوئے گل سے اپنا ہم سفر پیدا  
 اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے  
 کہ خونِ صد ہزارِ مجسم سے ہوتی ہے سحر پیدا  
 جہانِ بانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی  
 جگرِ خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا  
 ہزاروں سالِ نرگس اپنی بے فوری پہ دتی ہے  
 بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا!

نو، پسیرا ہوئے ہیں کہ جو تیرے ترنم سے  
 کہو ترسے تن نازک میں شاہیں کا جگر پیا!  
 ترسے بیٹھے ہیں سبے پوشیدہ رازِ زندگی کہ تیرے  
 مسلمان سے حدیثِ سوز و سازِ زندگی کہ تیرے  
 خدا سے کہ یزید کا دستِ قدرت تو باں تو ہے  
 یقیناً پسیرا ہوئے مافل کہ مغلوبِ حیاں تو ہے  
 پرست سب چرخِ نیلی فام سے نئے ان مسلمان کی  
 ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے  
 مکانِ من فی ہمکین آئی ازل تیرا بد تیرا  
 خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے!  
 سنا بندِ سر و سر لالہ ہے خونِ جگر تیرا  
 تری نسبتِ براسیم ہی ہے مارِ بہاں تو ہے!  
 تری فطرتِ امیں ہے مسکناںِ گانی کی  
 بہاں کے جو بھرِ مسد کہ گویا امتحان تو ہے!  
 جہانِ آب و گل سے عالمِ سبا وید کی خاطر  
 نبوتِ ساتھ جس کو لے گئی وہاں معان تو ہے!

یہ نکتہ سرکہ شتِ ملتِ بنیاسے سے پیدا  
 کہ اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسباں تو ہے  
 سلقِ پھر پڑھ صداقت کا اندالت کا شجاعت کا  
 لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا  
 یہی مقصدِ فطرت بنے ہیں دینِ مسلمان  
 انھوت کی جہانگیر کی محبت کی لڑائی  
 بتانِ رنگ و نغوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا  
 نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی  
 میانِ شاخساران صحبتِ مرغِ چین کب تک  
 ترسے بازو میں ہے پروازِ شاہینِ قستانی  
 گمانِ آباد بستی میں یقینِ مردِ مسلمان کا  
 سیاہاں کی شبِ تاریک میں قندیلِ ہبانی  
 مٹایا قینہ و کسریٰ کے استبداد کو جس نے  
 وہ کیا تھا بہ زورِ حیدرِ فقرِ ثورِ صدقِ سلمانی  
 ہونے احوالِ ملتِ جادو بہیاسِ تحمل سے  
 تماشا کی شگافِ در سے ہیں صدیوں کے ندانی

ثباتِ زندگی ایمانِ محکم سے ہے دنیا میں  
 کہ امانی سے ہی پائیدار تر نکلا ہے توانی  
 جب اس انکارِ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا  
 تو کر لیستہ ہے یہ بال و پر روحِ الہی پیدا  
 غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تہ پیریں  
 جو ہو ذوقِ یقین پیدا تو لٹ جاتی ہیں زنجیریں  
 کوئی اندازہ نہ رکھتا ہے اس کے زور بازو کا  
 نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تہتیدیں  
 ولایت، پادشاہی، علمِ اشیا کی ہر تلمیذی  
 یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک بختہ ایمان کی تفسیریں  
 براہِ سیما نظر پیدا مگر شکل سے ہوتی ہے  
 ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں  
 تمیزِ بندہ و آفتِ فسادِ آدمیت ہے  
 حذر لے چیرہ دستانِ سخت ہیں نظرت کی تعزیریں  
 حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ نوری ہو  
 لہوِ خورشید کا ٹپکے اگر ڈرے کا دل چسپیریں



یہ تیریں مسکرتی ہیں پسہ محبت فانی عام  
جس اور زندہ کانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں  
چہ بایدم در اسبغ بندے مشہد سب ناسب  
دل لڑنے نگاہ پاک بیٹھے جان بیستاسب!

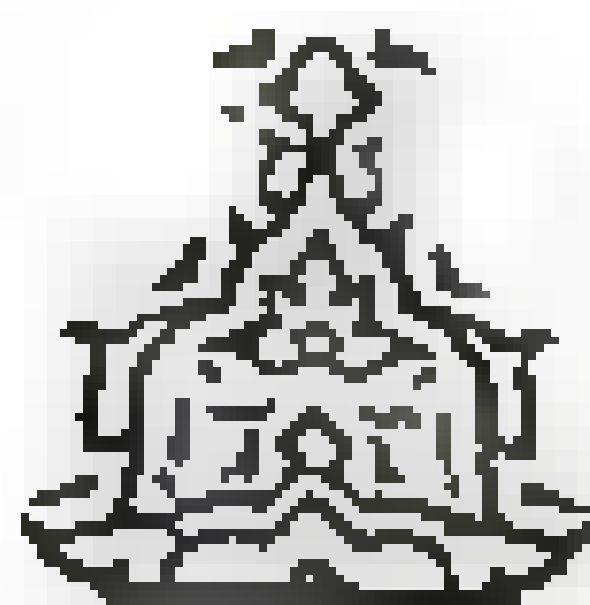
عقابی شان سے جھپٹتے تھے جو بے باک پر شک  
ستارے شام کے خون شفق میں ڈوب گئے  
ہو سے مد فون دریا زبرد دریا تیسرے ڈالے  
ٹھاپے موج کے کھاتے تھے جو بن کر مرنے لگے  
غبارِ ہمدرد ہیں، کمیہا پر ناز تھا جن کو  
جہنمیں ناک پر رکھتے تھے جو اکسیر گر نکلتے  
بم رانزم رد قاصد سپاہِ مہرِ ندگی لایا  
نہرِ رقی تھیں جن کو کج بیاں وہ بیخبر نکلتے  
سرم رسوا ہوا پیرِ سرم کی کلم نکاتی سے  
جو ان تہ تار می کس دستِ رعنا سب نکلتے  
زمین سے نوریاں آسمان پڑاڑ کھتے تھے  
یہ خاکی زندہ و تر پائستہ و تر تابستہ نکلتے!

جہاں میں اہل ایمان صورتِ خورشید جلتے ہیں  
 ادھر ڈوبے، دھرتی کے ادھر ڈوبے ادھر نکلتے  
 یقیں انداد کا سدا یہ تعمیرِ ملت ہے  
 یہی قوت ہے جو صورتِ گشتِ پیرِ ملت ہے  
 تو رازِ کن فشاں ہے اپنی آنکھوں پر سیاں ہو جا  
 خودی کا رازِ دس ہو جا، خدا کا تر جہاں ہو جا  
 ہوس نے کر دیا ہے کھٹ کھٹے نوح، نساں کو  
 انحراف کا بسیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا  
 یہ بند ہی وہ غراسانی، یہ فتنانی وہ تولانی  
 تولے شمسِ سدہ، ساحلِ اچھل کر سیکر ان ہو جا  
 غبارِ آلودہ رنگ و نسب میں بال و پر تیرے  
 تولے مرغِ حرم ارٹنے سے پہلے پر فشاں ہو جا  
 خودی میں دُوب جا غافلِ یہ سرِ زندگانی ہے  
 نکل کر حلقہٴ شام و سحر سے جادواں ہو جا  
 مصافِ زندگی میں سیرتِ نواں پیدا کر  
 شبستانِ محبت میں حسدِ پروں پر سیاں ہو جا

گذر جا بن کے یہ سِلِ تسنُدِ رو کوہِ دیباہاں سے  
 گلستاںِ راویں آئے تُو جوئے نذرِ خواں ہو جا  
 ترے علم و محبت کی نہیں ہے آتشِ کوئی  
 نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سارِ فطرت میں نوا کوئی  
 ابھی تک آدمی سیدِ زبانِ شہرِ یاری ہے  
 قیامت ہے کہ انساں نوحِ انساں کا شکاری ہے  
 نظر کو خیرہ کرتی ہے چمکِ تہذیبِ ضرکی  
 یہ ستاعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے  
 وہ حکمتِ ناز تھا جس پر غرورِ سندانِ مذہب کو  
 ہو کس کے پنجہ خونیں میں تیخِ کار زاری ہے  
 تدبیر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا  
 جہاں میں جس تسدن کی بنا سرمایہ داری ہے  
 عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی  
 یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری شے ناری ہے  
 غرورِ شس آموزِ مبسب ہو گرہِ غنچے کی دا کر دے  
 کہ تو اس گلستاں کے واسطے بادِ بہار ہی ہے

پھر انھی شیا کے دل سے چنگاری محبت کی  
 زمیں جولا نگر اس قبا یں ستاری ہے !  
 بیا پیسدا خریدار است جانِ ناتوا نے را  
 پس از مدت لذار افتاد بر ما کاروانے را  
 بیا ساقی نوائے مرغ زار از شاخسار آمد  
 بہار آمد، نگار آمد، نگار آمد، ستار آمد !  
 کشید ابر بہاری خیمہ اندر وادی و صحرا  
 صدائے آبشاراں از کنارِ کوہسار آمد !  
 سرت گردم تو بسمِ قانونِ پیشین سازدہ یاقی  
 کہ خیلِ نعمت پر دازان قطار اندر آید !  
 کنار از راہداں برگسرد و بیاکانہ ساغر کش  
 پس از مدت ازین شاخ کہن بانگِ ہزار آمد !  
 بہشتاں حدیثِ خواجہ بدر و حسنین و  
 تصرفِ ہائے پنهانش بخشیم آشکار آمد !  
 در ستارِ خلیل از خونِ مانناک سیگرو  
 بسبب از محبتِ نعتِ ماکمل عیار آمد !

سرخاکِ شہیدِ برکتِ لالہ می پاشم  
 کہ خوش بانہیں ملتِ ماسازگارند  
 ”یہ تاگلِ سفیدِ نیمِ دے درساغہ اندازیم  
 فلک را ستغفِ بشکافیم و سچ دیگر اندازیم“

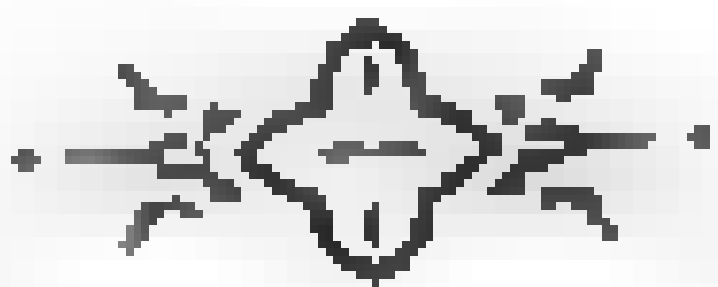


# عزیزیت

اے بادِ صبا! کسلی دانتے سے جا کہیو پیت مہرا  
 قبضے سے امت بیچا رہی کے دیں بھی کیا، دنیا بھی گئی  
 یہ سوچ پریشان خاطر کو پیت مہ لبِ سائل نے یا  
 ہے دور وصالِ بکسرا بھی، تو دریا میں گھبرا بھی گئی  
 عزت ہے محبت کی قائم اے قیس! حجابِ محل سے  
 محل جو گیا، عزت بھی نئی، غیرت بھی گئی، ایلا بھی گئی



کی ترک تھام دو قطعے سے، تو آبرو سے تو نہ بچتی تھی  
 اوار کی فطرت بھی لیتی، اور شمشاد دریا بھی گنتی  
 تھی تو لب اقبال سے بے کیا جانتے اس کی سب سے  
 پیمائشوں میں پائی کسی دامنِ مسلسل کا تڑپا بھی گنتی



یہ سرورِ ستری وہ بل فریبِ شہ ہے  
 تیرے پیمانوں کا ہے یہ لے لے مغرب  
 دہر کے غم خانے میں تیرا پتا ملتا نہیں  
 آوازِ دنیا دل سمجھتی ہے جسے وہ دل نہیں  
 زندگی ن رو میں چل سکیں فریجِ نک کے چل  
 جس کے دم سے تھی ولا جو رہم پہلو ہوئے  
 آہ بے اقبال وہ بل بھی اٹھاموش ہے



نالہ ہے بسیلِ شوریدہ ترا خام ابھی  
 پختہ ہوتی ہے اگر سلامت اندیش ہو عقل  
 بے خطر کو دہرا آتشِ نرود میں عشق  
 اپنے سینہ میں اسے اور ذرا تمام ابھی  
 عشق ہو نصرتِ اندیش تو ہے خام ابھی  
 عقل ہے محوِ شائے لبِ بام ابھی

عشقِ فزود و قدس دستِ سبک کا م عمل  
 شیوہ عشق ہے آزادی و دسرا شوہی  
 مذہب پر بیس نہ پڑتا ہے بلکہ کرماتی  
 سنی پر ہے تر از دستِ مؤلفِ حیات  
 ابرنمایاں یہ تنگ تختیِ شبِ خواب  
 باد گردانِ بزمِ وصالِ بی یاریِ شراب

عقل سمجھی ہی نہیں مسکنِ مینام بھی  
 تو ہے ز تار مٹی بستِ فنا نہ ایام بھی  
 تیرے ترے دل میں دسی کا دشمنِ انجام بھی  
 تیرے میناں ہے شمارِ حسدِ شام بھی  
 مسے ہمارے کے اسے ہیں تھی بام بھی  
 مسے مانعے تھکتے ہیں سے آشام بھی

نہیہ اقبال کی مانی ہے قساں سے نسیم  
 نو گرفتارِ پچھتاست ہے تیر دلم بھی



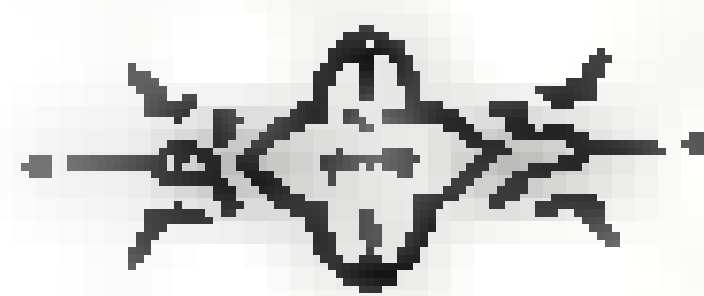
پردہ چہرے سے اٹھا، اجسمنِ آرائی کر  
 تو جو بجلی ہے تو یہ چمک پنہاں کب تائب  
 نفسِ گرم کی تاثیر ہے عجب زحمیات  
 کب تک تلور پہ دریوزہ کر مٹیِ کلیم  
 ہو تری خاک کے ہر ذرے سے تیرے حیرم  
 اس گلستان میں نہیں حد سے گزنا، چپا  
 پہلے خود دار تو مانسندِ سکندر ہوئے

چشمِ مہر دمہ و انجم کو تماشا کی کر  
 بے حسابانہ مرے دل سے شناسائی کر  
 تیرے سینے میں ارب ہے تو مسحائی کر  
 اپنی بستی سے غیاں شملہ سیمائی کر  
 دل کو بس بگازہ اندازِ کلیسانی کر  
 ناز بھی کر تو باندازِ رعنائی کر  
 پھر جہاں میں پس شوکتِ دارائی کر

میں ہی جائے گی کبھی منزلِ مینی اقبال  
کوئی دن اور ابھی بادِ یہ سپیائی کر

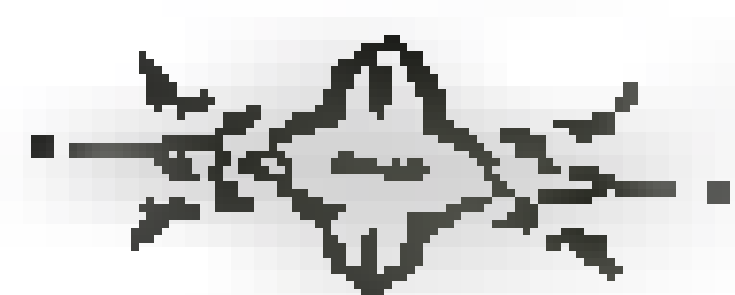


پھر بادِ بہار آئی، اقبال غزلخواں ہو  
تو خاک کی مٹی ہے اجڑا کی حرارت سے  
تو جنسِ محبت بنے قیمت ہے گماں تیری  
کیوں ساز کے پڑے میں مستور ہوئے تیری  
لے رہو فرزانہ، رستے میں اگر تیرے  
نچنے سے کوئی ہو! ان سے تو کائنات ہو  
برج ہو، پریشاں ہو، وسعت میں بایاں ہو  
کہ مایہ میں سودا انداز دسیں میں زان ہو  
تو غمِ غمِ غمیں بنے جہوش پہ بایاں ہو  
غمش سے تو تمنہ ہو، سحر ہے تو ٹوٹوں ہو  
سامان کی ٹبت میں سہم سے تن آسانی  
مقصد ہے اگر منزل، غارت گر سامان ہو



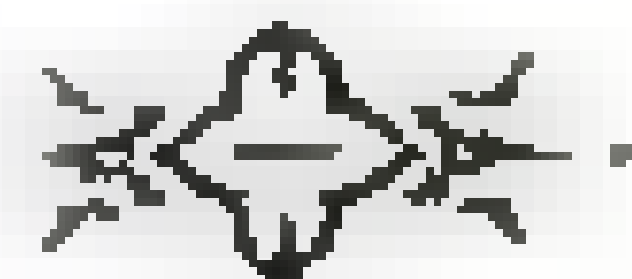
کبھی اے حقیقتِ منتظر، فلسفہ لباسِ محبانیں  
کہ ہزاروں سجدے تڑپ سے ہیں مری جبینِ نیاز میں  
طربِ آشنائے خروش ہو، تو غم ہے محرمِ گوش ہو  
دوسرے دُکھ کی چھپا ہوا ہو سکوتِ پردہ ساز میں

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، نہ آواز نہ ہے دو آنکھ  
 نہ شکستہ بد تو غریز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں  
 دم طوف کر ماکِ شمع نے یہ مساکہ وہ اثر گہن  
 نہ تری حکایت سوز میں نہ مری حدِ یث گہاڑ میں  
 نہ کہیں جہاں میں اماں می، جو اماں ٹی تو اکساں ٹی  
 دستِ جو دھستہ نہ غراب کو ترے عشو بندہ نواز میں  
 نہ وہ عشق میں، ہیں گرمیاں نہ وہ حسن میں رہیں شبنمیاں  
 نہ وہ غم نہ فوی میں ترپ رہی نہ وہ غم ہے لعلِ یاز میں  
 جو میں سرسبز ہو اکھن تو زیں سے آنے لگی صدا  
 نزا دل تو ہے ستم آستانے تجھے کیا ملے گام ساز میں



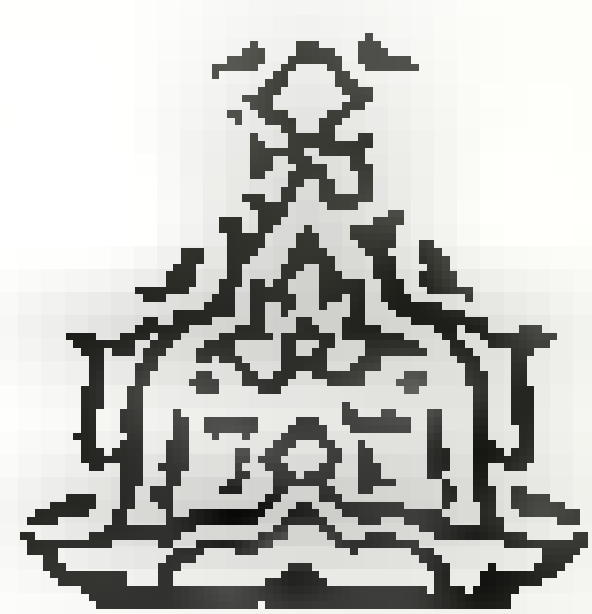
تیر دام بھی غزل آستانہ رہے شاعرانِ حین تو کیا  
 جو فغاں دلوں میں ترپ رہی تھی نولے زیرِ لبی رہی  
 ترا حبسِ لوح کچھ بھی تلی دلِ ناصبِ برونہ کر سکا  
 وہی گریہ سحر دی رہا، وہی آؤ نیم شبی رہی

زندہ رہنے کے لئے رقیب دیر و سہم ہے  
 نہ رہی کہیں اسدا معنی نہ کہیں، بڑھتی رہی  
 مرا ساز اگرچہ ستم رسید و زخمہ ہائے غم ہے  
 دکھ سید ذوق و فاجعوں میں کہ نوامری عربی رہی



گرچہ تو زندانی اسباب ہے      قلب و سیکھن ذرا آزاد رکھ  
 غفلت کو تہمت سے ذمت نہیں      عشق پر اعمال کی شب یاد رکھ  
 اے مسلمان ہر گمراہی پیش نظر      آیہ لَا يَخَافُ الْبَيْعَادَ رُکھ

یہ "لسان اللہ" کا پیغام ہے  
 "اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ يٰ ادرکھ"



## ظرافت

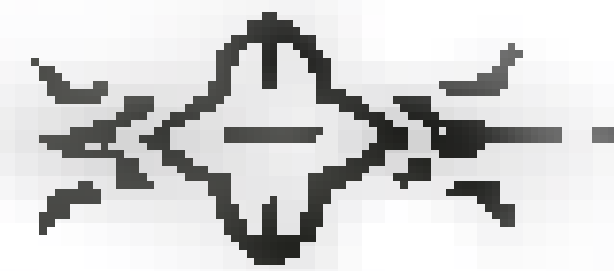
مشرق میں اصول دین بن جاتے ہیں      مغرب میں مکر مشین بن جاتے ہیں  
رہتا نہیں ایک بھی سمار سے پتے      وہ ایک کے تین تین بن جاتے ہیں

رہ کسب پڑتا رہی ہیں انگریزی      دھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ  
دوشیں مغربی ہے تیرا تسنیر      وضعِ مشرق کو جانتے ہیں گمنام  
یہ ڈراما دکھائے گا کس سین      پردہ اسٹنے کی غلتی نہ رہے گناہ

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی مافی نہیں      محبت میں کمان کے لڑکے ان سر بدلتن ہو گئے  
و غلطی میں فرما دیا کل آپ نے یہ صاف صاف      پردہ آٹا کس سے جو جب مرد ہی زن ہو گئے

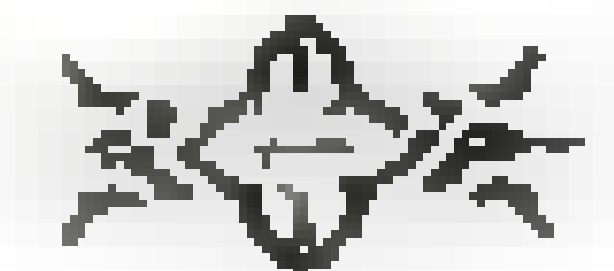


یہ کوئی دن کی بات ہے اسے مرد پر شمعند!      غیرت نہ تجھ میں ہو نہ زن اوٹ پہ ہے گی  
آتا ہے اب وہ دور کہ اولاد کے عوض      کونسل کی مہسری کے لیے ڈوٹ پہ ہے گی

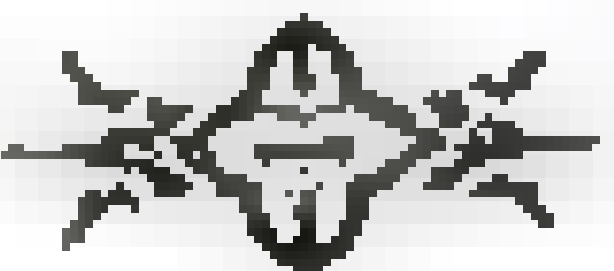


تعلیم مغربی ہے بہت جرات پسریں      پہلا سبق ہے بٹیکے کے ہاتھ میں مار ڈینگ  
بستے ہیں ہند میں جو خریدار ہیں فقط      آتا بھی بیٹے سے ہیں اپنے وطن سے ہینگ  
میرا یہ حال، بوٹ کی ٹوچاٹا ہوں میں      ان کا چپکے دیکھو بدست فروش پر نہ رنگ

کہنے لگے کہ اونٹ ہے خدا سا جانور  
اچھی ہے گائے رکھتی ہے کیا نوکھار سینگ



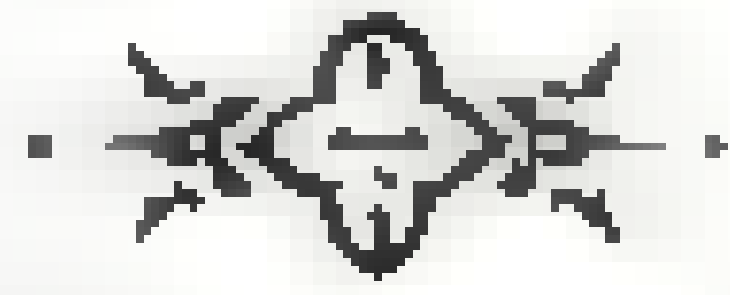
کچھ غم نہیں جو ہنستِ اعظم ہیں تنگ دست      تہذیبِ نو کے سامنے سراپا نام کریں  
رو بہب دیں تو بہت کچھ لکھا نگ      تو دیدار میں کوئی رسالہ رستم کریں



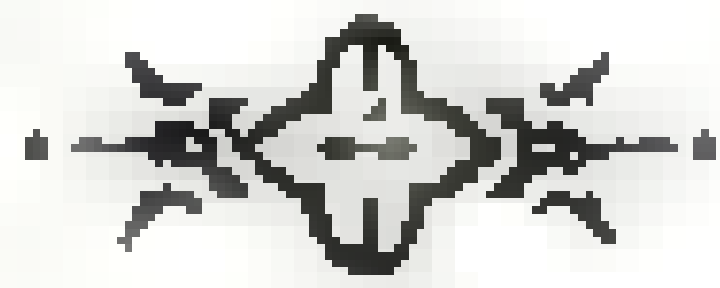
تہذیب کے مرض کو گولی سے فائدہ؟      دفعِ مرض کے واسطے پل پیش کیجیے!  
تھے وہ بھی دان کہ خدمتِ استاد کے عوض      دل چاہتا تھا بدیر: دل پیش کیجیے!

بدلا زمانہ ایسا کہ رو کا پس از ہن  
کتاب ہے ماسٹر سے کہ بل پیش کیجیے!

انتہا جی اس کی سب سے آغوش دیدیں کب تک  
چھتریاں، درو مال، ہنسندرا پیرہن جاپان سے  
اپنی غفلت کی یہی حالت اترستائیں رہی  
آئیں گئے غمناک کابل سے، کفن جاپان سے

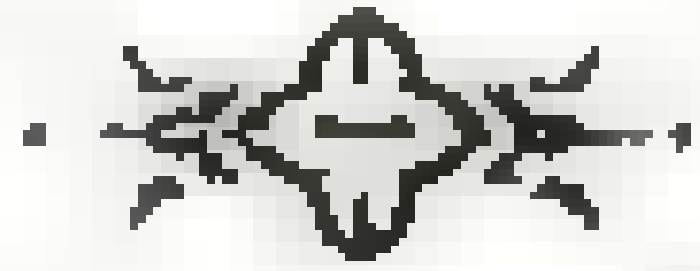


ہم مشرق کے مسکینوں کا دل مذہب میں بنا رکھا ہے  
وہاں تو سب قومیں ہیں، ایک پرانا مذہب ہے  
اس دو میں سب مٹ جائیں گے، باقی وہ بچ جائے گا  
جو کہتا ہے اپنی راہ پر ہے اور چکا اپنی ہٹ کا ہے  
اے شیخ و برہمن! سنئے مولیٰ اہلِ ہجرت کہتے ہیں  
گرووں نے کتنی بلندی سے ان قوموں کو بچا ہے  
یا باجم پائیہ کے جلسے تھے، دستورِ محبت قائم تھا  
یا کجش ہیں اردو ہندی بنے یا قربانی یا تہنکاسے



اصل شہود و شہاد و شہود ایک ہے  
کیوں اے جناب شیخ سنا آپ نے بھی کچھ  
ناب کا قول سچ ہے تو پھر فرغیہ کیا  
کہتے تھے کہ سب انوں سے کل اہلِ دیر کیا

ہم پوچھتے ہیں سدا عاشقِ مزان سے      افست ہوں سے سب تویرِ بہن سے میر کیا؟



ہاتھوں سے اپنے دامنِ دنیا نکل با      نصرتِ ہوادلوں سے خیالِ معاد بھی  
قانونِ قف کے لیے لڑتے تھے شیخِ نبی      پوچھو تو وقت کے لیے سبے باند بھی؟



وہ مس بولی ارادہ خود کشی کا جب کیا میں نے      مہذب تھے تو اسے عاشقِ با قدمِ بہر نہ دھر سکے  
نہ جرات ہے نہ شجرت ہے تو قصہ خود کشی کیا      یہ مانا دروہا کا می گیا تیسرا کذر سکے  
کہا میں نے اسے جانِ جہاں کچھ بخدا داد      کر سکے پرستاروں کا کوئی افغان سرحد



ناداں تھے اس قدر کہ نہ جانی عرب کی قدر      حاصل ہوا یہی، نہ بچے مار پیٹ سے  
منرب میں ہے جہانِ بیا باں شتر کا نام      ترکوں نے کام چھ نہ لیا اس فہیٹ سے



ہندوستان میں جزو حکومت ہیں نو نسلیں      آغاز ہے ہمارے یہی سی کساں کا  
ہم تو فقیر تھے ہی جسارا تو کامرتا      یسعیں سلیقہ اب امر ابھی سواں کا



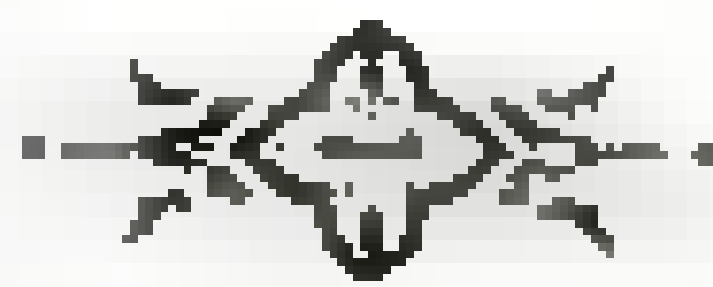
میری اسپرمل کونسل کی کچھ شکل نہیں      دوٹ تو مل جائیں گے پیسے بھی دلو ابیں گے کیا؟

میرزا نام نہاد بشت بجا فرما لئے جو نے بڑا کہ دلی میں رہیں لکھا ہے کئے کیا؟



دیل ہر وفا اس سے بڑے کسب ہوں نہ تو خبر سے انت تو یہ ستم نہ رہیں  
 کسے ہے حاکم کی بی بی پتہ نہیں سندھی مر نہا سے کھائے کو بھانسی ہیں تو کہیں  
 سند تو لیجیے لڑکوں سے ہمارے آئی وہ وہ ماہی میں اب پھر ہیں نہ رہیں  
 زمین پر تو نہیں بند ہیں کو تباہی مگر ہماں میں ہیں خالی سندوں کی تھیں

مٹاں شستی بھیں شیعہ فرماں ہیں  
 کہو تو بستی سائل رہیں کہو تو بھیں

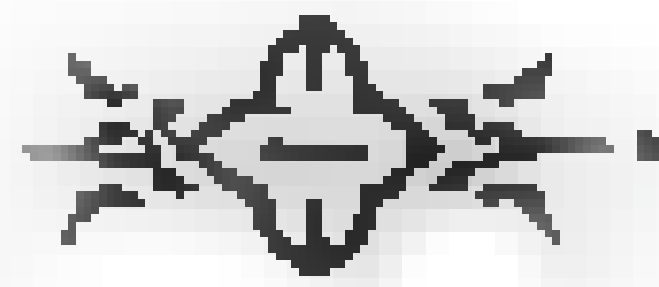


فرما رہے تھے شیخ طرہی غم سے پھٹا شرک ہیں دہجور کہتے ہیں شرک سے یونین  
 ناپاک چیز ہوتی سے کامند کے ہاتھ کی اک بادہ کش بھی دھڑکی مٹل میں تما شراب  
 کہنے لگا ستم ہے کہ ایسے مستیو کی پارسہ بند ہو تجارت سامان خورد و نوش

میں نے کہا کہ ”آپ کو مشکل نہیں کوئی  
 بند دتاں میں ہیں کلہ گوجھی سے فروش“

دیکھے ملتی ہے مشرق کی تجارت سب تک  
ہے مداوائے جنوں شہرِ سیرِ جدید

شیشہ دیں گے غوغاں جامِ دسبویا ہے  
میرا سر جن رگِ ملت سے لہو لیتا ہے



گائے اک دُور ہوئی اونٹ سے یوں گرم سخن  
میں تو بدنام ہوئی توڑ کے رستی اپنی  
ہند میں آپ تو از روئے سیاست ہیں اہم  
کل تک آپ کو تھا کائے کی محفل سے حذر  
آج یہ کیا ہے کہ قسم پر ہے عنایت اتنی  
جب یہ تقریر سنی اونٹ نے شرکے کہا  
رُشاکِ غمزہ اُشتر ہے تری ایک کھیل  
ترے بنگاموں کی تاثیر یہ پسلی بن میں  
ایک ہی بن میں ہے مدت سے بسیر اپنا  
گوسفند دُشتر دگا و پلنگ دُغر لنگ  
باغِ غمباز بر سبستی آموز جو یک رنگی کا  
وے دہی حجام ہیں بھی کہ مناسب کی ہی  
”دلی حافض بچہ ارزد بہ پیشِ رنگیں کن“

نہیں ک حال پہ دنیا میں کسی شے کو قرار  
سنی ہوں آپ نے بھی توڑ کے لکھ دی سبے ہمار  
ریں چھینے سے مردِ دشتِ عرب میں بیکار  
تحتی ٹٹتے ہوئے ہونٹوں پہ صدائے زہمار  
نہ رہا آئینہ دل میں وہ دیرینہ غمبار  
ہے تھے چاہنے والوں میں ہمارا بھی شمار  
ہم تو ہیں ایسی کالیوں کے پرانے بیمار  
بے زبانوں میں بھی پیدا ہے مذاقِ گفتار  
گرچہ کچھ پاس نہیں چارہ بھی کھاتے ہیں ادھار  
ایک ہی رنگ میں رنگیں ہوں تو ہے اپنا وقار  
ہم مریاں ہو کے رہیں کیوں نہ طیسورِ گلزار  
تو بھی شہرِ دہو، تیرے رُفقا بھی شہر  
و انجش مست و غراب از رو بازارِ بیار“

رات بچہ نہ لہو نہ بچہ سے      ماسرا اپنی ناتمامی کا  
بچہ کو دیتے ہیں ایک بوند لہو      صبا شب بھر کی تشنگامی کا

اور یہ بسوہ دار ہے رحمت

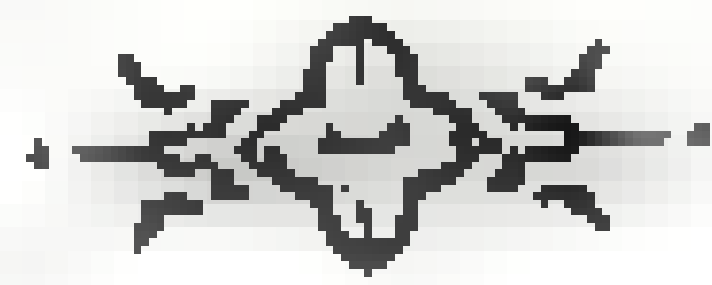
پی لیا سب اہو سامی کا



یہ آیہ نوحیوں سے نازل ہوئی بچہ پر      گیتا میں ہے قرآن تو قرآن میں گیتا  
کیا خوب ہوئی آشتی شیخ و برہن      اس جنگ میں آخر نہ یہ پارا نہ وہ جیتا

مندر سے تو بیزار تھا پہلے ہی سے "بدی"

سعد سے نکلتا نہیں سعدی ہے "سیتا"



جان جائے ہاتھ سے جائے نہ رست      ہے یہی اک بات ہر مذہب کا رست  
پختے بچے ایک ہی تھیل کے ہیں      سب ہو کاری بسوہ داری، سلطنت

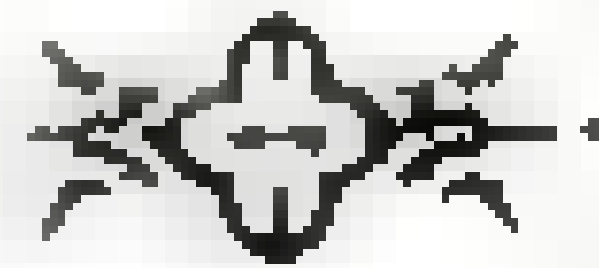


محنت و سرمایہ دنیا میں صفت آرا ہو گئے      دیکھے ہوتا ہے کس کس کی تنہا دل کا خون  
حکمت و تدبیر کی فتنہ آشوب شیز      نل نہیں سکتا "وقد کنتم تہتجھاون"  
نکمل گئے یا ہوج اور ماجوج کے لشکر تمام      چشمِ مسلم دیکھو تفسیرِ حرفِ یفسلون



شام کی سرحد سے رخصت ہو رہا زلم یزل  
 لکھ کے میخانے کے سارے قاصدے بالائے طاق  
 یارِ سچ ہے تو ہے کس درجہ ہمت کا مقدم  
 رُہس اک پل میں پس جاتا ہے پیلِ راق  
 حضرت کرزن کو اب مستکرمِ داؤد ہے دُ  
 نگر بڑا رہی سے مدد میں ہے دریا طاق

دند ہندوستان سے کرتے ہیں سرانجامِ طلب  
 کیا یہ سوچ رہے ہیں جعفرِ قسطنطینیہ راق؟



کھرا رہتی مزارِ ع و مانک میں ایک روز  
 دو نویہ کہہ رہے تھے مرا مال ہے زمیں  
 کہتا تھا و ذکر سے جو رعایت اسی کا کثیت  
 لہتا تھا یہ رُخمتِ ثلث مکانے تری نہیں  
 پوچھا میں سے میں نے کہے کس کا ماں تو  
 بولی مجھے تو ہے فقط اس بات کا یقین

مانک ہے یا مزارِ ع شوریعِ حال ہے  
 جو زیرِ آسمان ہے، دھرتی کا مال ہے



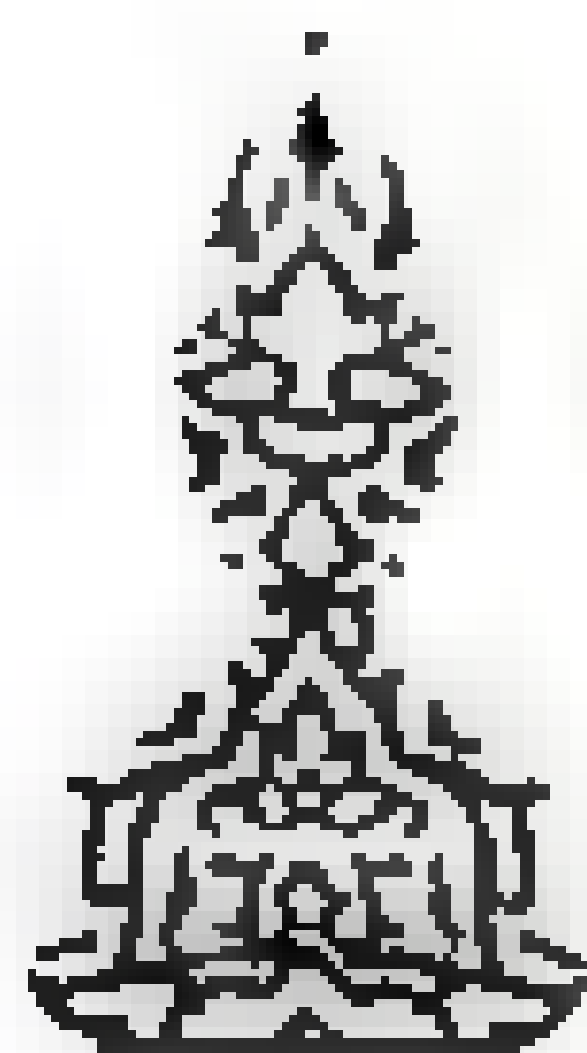
اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں  
 نئی تہذیب کے انڈے ہیں گھنٹے  
 انکشن، ممبری، کونسل، صدارت  
 بنائے خوب آزادی نے پھنٹے

میاں نجار بھی چھیدے گئے ساتھ  
 نہایت تیز ہیں یورپ کے رشتے

کارخانے کا سہ ماہ مدد نہ کر دو کار  
عاجز حق ہے لیس للانسان الامۃ  
عیش کا تپا سہنے محنت ہے اسے سازگار  
کھاتے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سڑے دار

ناسا ہے میں نے کل کی غنیمت تھی کارخانے میں  
پرانے تھوڑے دنوں میں بے ٹھکانا دستکاروں کا  
ٹوٹ کر نئے یہ خوب کونسل ہاں بنو یا  
کوئی اس شہر میں تمہیں نہ تھا سرمایہ اردوں کا

سجد تو بنادی شب بھر میں ایسا کی حرارت انوں نے  
من اپنا پرانا پانی ہے برسوں میں من سازی بن نہ سکا  
کیا خوب ایسے فیصل کو سنوئی نے پیغام دیا  
تو نام و نسب کا مجازی ہے پر دل کا مجبازی بن نہ سکا  
ترانہیں تو جو جاتی ہیں پر کیا لذت اس روئے میں  
جب خون جگر کی آمیزش سے اشک پیازی بن نہ سکا  
اقبال بڑا پیشک ہے من باتوں میں کوہ لیتا ہے  
گفتار کا یہ غازی تو بس کردار کا غازی بن نہ سکا



# بالِ جبریل

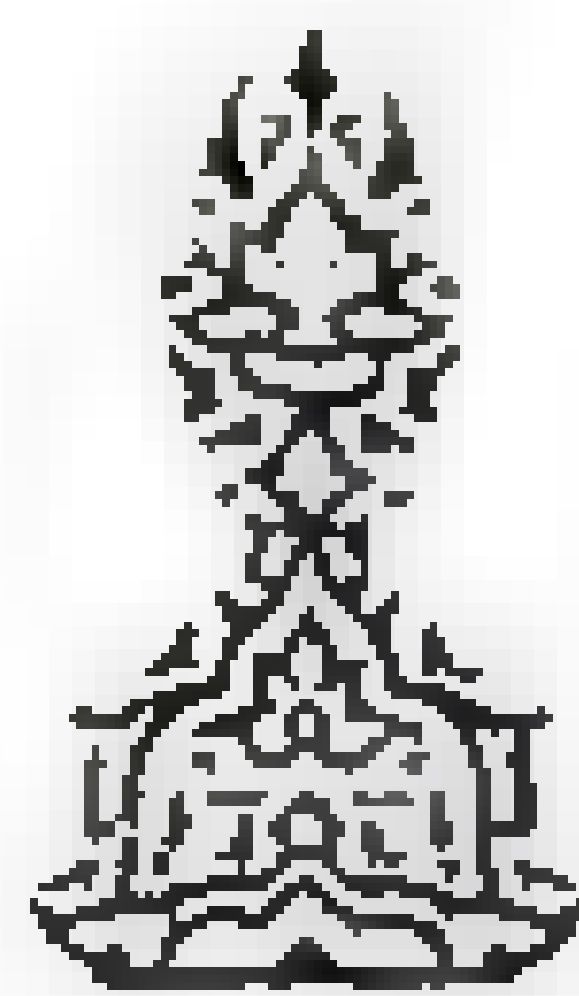
(مجموعہ کلام اُردو)

اُٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں  
نفسِ سوختہ شام و سحر تازہ کریں

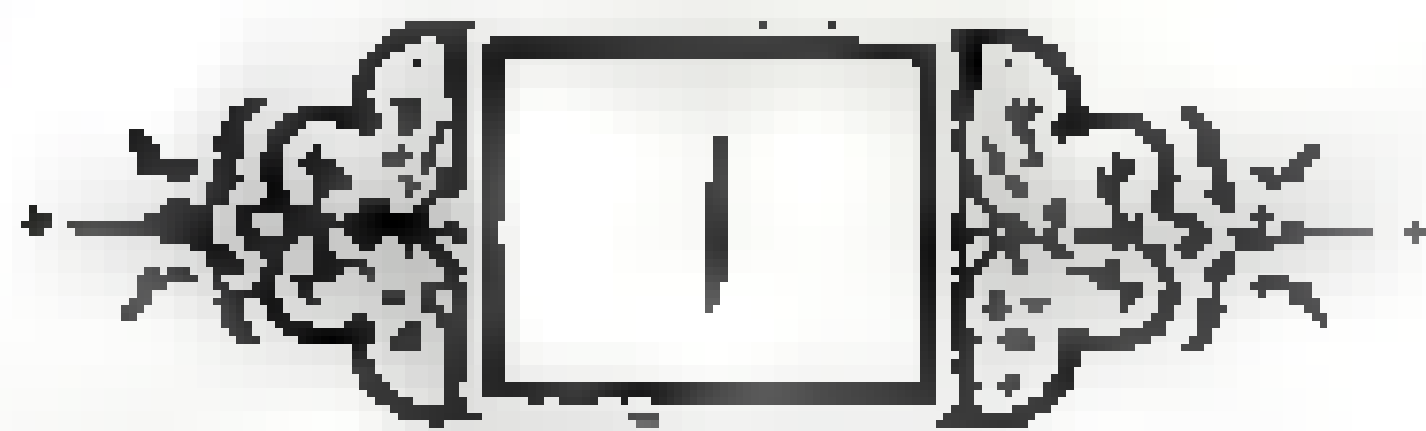
علامہ اقبال

ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی

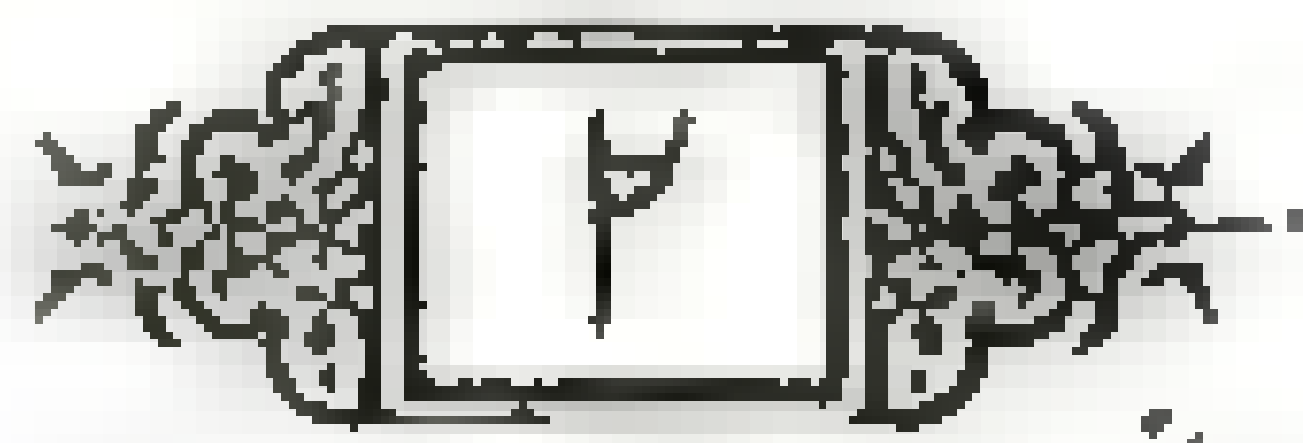
پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر!  
 مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر!  
 (بھرتی ہری)



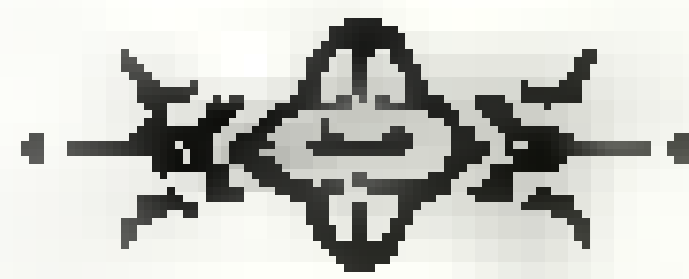




میری نواسے شوق سے شورِ حریمِ ذات میں !  
 غافلہ پاسے الاماں بستکہ صفات میں !  
 شور و فزشتہ ہیں اسیر میرے تخیلات میں  
 میری نگاہ سے نکلے یہ سب ہی تجلیات میں !  
 گرچہ سب سے میری جستجو دیرِ دم کی نقش بند  
 میری فناں سے رستہ خیز کعبہ و منات میں !  
 گاہ مری نگاہ تیسرے چہرے گئی دل و جود  
 گاہ ابھڑ کے رہ گئی میسے تو بہات میں !  
 تو نے یہ کیا غضب کیا ! مجھ کو بھی فاش کر دیا  
 میں ہی تو ایک راز تھا سینہ کائنات میں !

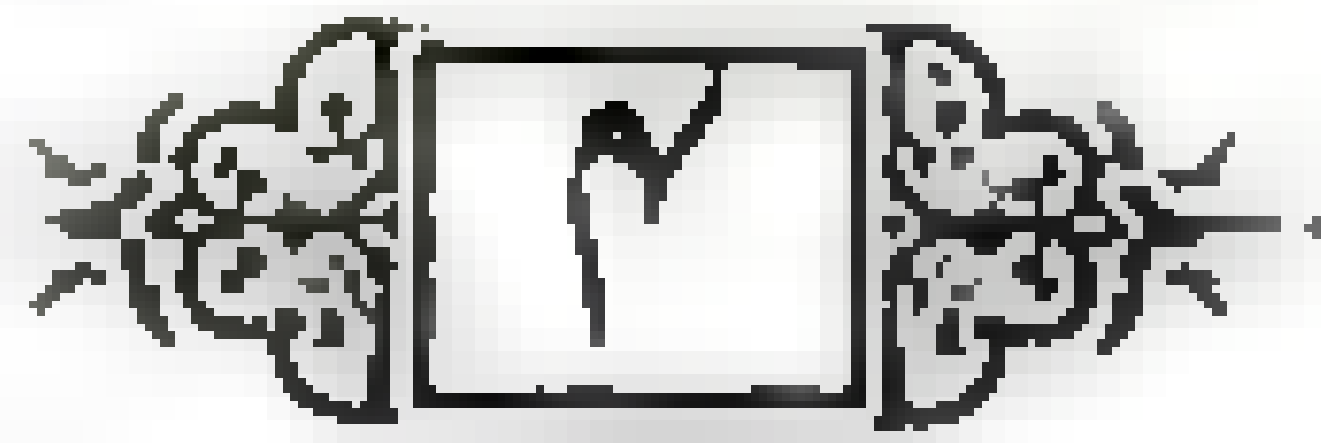


اگر کج رویوں کا بسم، آسمان تیرا ہے یا میرا؟  
 مجھے فکرِ جہاں کیوں ہو، جہاں تیرا ہے یا میرا؟  
 اگر ہنگامہ ہا سے شوق سے سب سے لامکاں خالی  
 نہلا کس کی ہے یارب! لامکاں تیرا ہے یا میرا؟  
 اسے صبح ازل انکار کی جرات ہوئی کیونکر؟  
 مجھے معلوم کیا! ددِ رازِ داں تیرا ہے یا میرا؟  
 محسوس بھی ترا جبریل بھی ستارِ آن بھی تیرا!  
 مگر یہ حرفِ شیریں رحمتیں تیرا ہے یا میرا؟  
 اسی کو کب کی تاملانی سے ہے تیرا جہاں روشن  
 زوالِ آدمِ حسد کی زیاں تیرا ہے یا میرا؟



ترے شیشے میں مئے باقی نہیں ہے      تاکب تو مرا ساقی نہیں ہے؟  
 سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم!      نجیل ہے یہ رزاقی نہیں ہے

تیسو سے تاب دار کو اور بھی تاب دار کر  
 ہوش و خرد شکار کر، قلب و نظر شکار کر!  
 عشق بھی ہو حجاب میں تہن بھی ہو حجاب میں!  
 یا تو خود آشکار ہو یا نہ آشکار کر!  
 تو بے محیط سیدان میں ہوں ذرا سی آبجو  
 یا مجھے کنار کر یا مجھے سب کنار کر!  
 میں ہوں صدف تو تیرے ہاتھ میرے گہر کی آبرو  
 میں ہوں خرف تو تو مجھے گوشت شہوار کر!  
 نغمہ نو بہار اگر میرے نصیب میں ہو  
 اس دم نیم سوز کو طائر ہب دار کر!  
 باغ بہشت سے مجھے حکیم سفر دیا تھا کیوں؟  
 کارِ حیاں دراز ہے اب مرا آفتاب دار کر!  
 روزِ حساب جب مرا پیش ہو دفترِ عمل  
 آپ بھی شہرِ سار ہو مجھ کو بھی شہرِ سار کر!



اٹھ کر سے نہ کرے سن تو لے مری سرِ یاد  
 نہیں ہے داد کا طالب یہ بندہ آزاد  
 یہ مشتِ خاک، یہ سرِ سر، یہ دستِ افلاک  
 کرم ہے یادِ ستارہ کی لذتِ اکِ باد  
 ٹھہر سکا نہ ہو اسے چمن میں خیمہ گل  
 یہی ہے فصلِ بہاری؟ یہی ہے بادِ مراد؟  
 قصور وارِ نریبِ الدیارِ جوں بس کن  
 ترا حشرِ بادِ فرشتے نہ کر سکے آباد  
 مری جنتِ اعلیٰ کو دعائیں دیتا ہے  
 وہ دشتِ سادہ، وہ تپسرا جہانِ سبے بنیاد  
 خطرِ پسندِ طبیعت کو سا زنگار نہیں  
 وہ گلستاں کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد  
 مقامِ شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں  
 انہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد

۵

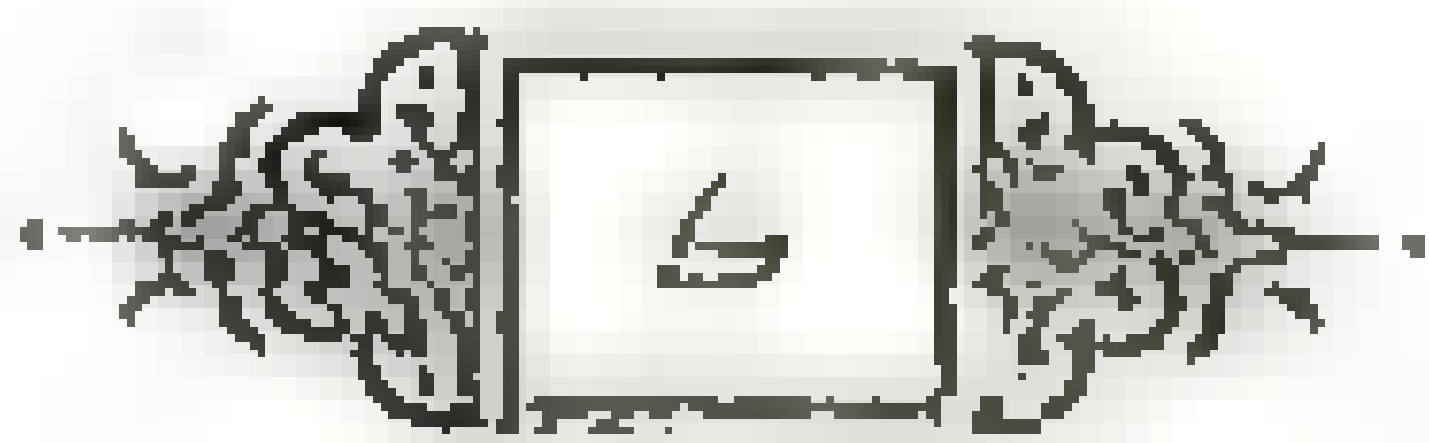
کیسے عشق ایک زندگی مستعار کا!  
 کیسے عشق پایدار سے ناپا پایا رکھا!  
 وہ عشق جس کی شمع بجھا دے اہل کی چوٹ کا  
 اس میں مزا نہیں شیش و آئینہ کا!  
 میری بھلائی ہے بے تاب و تاب یک نفس!  
 شعلہ سے بے محل ہے اجتنا شہدار کا  
 کہ پسے مجھ کو زندگی جاوداں عطا  
 پھر فراق و شوق دیکھ دل بے مستدار کا!  
 کاشا وہ دے کہ جس کی کشمکش زوال ہو  
 یارب وہ درد جس کی کسک زوال ہو!

دلوں کو مرکزِ محسوس و فاکر      سریم کبریا سے آشنا کر  
 جسے نمان جویں بخشش سے تو نے      اسے بازو سے جید رکھی غشا کر

پریشاں ہو کے میری خاک آغہ دل نہ بن جائے!  
 جو شکل اب سے یار بچہ رونقِ شکل نہ بن جائے!  
 نہ کر دیں مجھ کو مجبورِ نوازدہ دوس میں جو رہیں  
 مرا سوزِ دروں بچہ گرمیِ محسن نہ بن جائے!  
 کبھی چوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے۔ یہی کہ  
 لکھنک کی سب سے جو سینے میں غمِ منزل نہ بن جائے!  
 بنایا عشق نے دریائے ناپید اگر اس محسوس کو  
 یہ میری ننہ و نگہ داری مرا ساحل نہ بن جائے!  
 کہیں اس عالم بے رنگ و بو میں بھی طلبِ میری  
 وہی افسانہء نسبِ بالہ نکل نہ بن جائے!  
 عروجِ آدمِ خاکی سے اہم سمجھے جاتے ہیں  
 کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا میرے کامل نہ بن جائے!





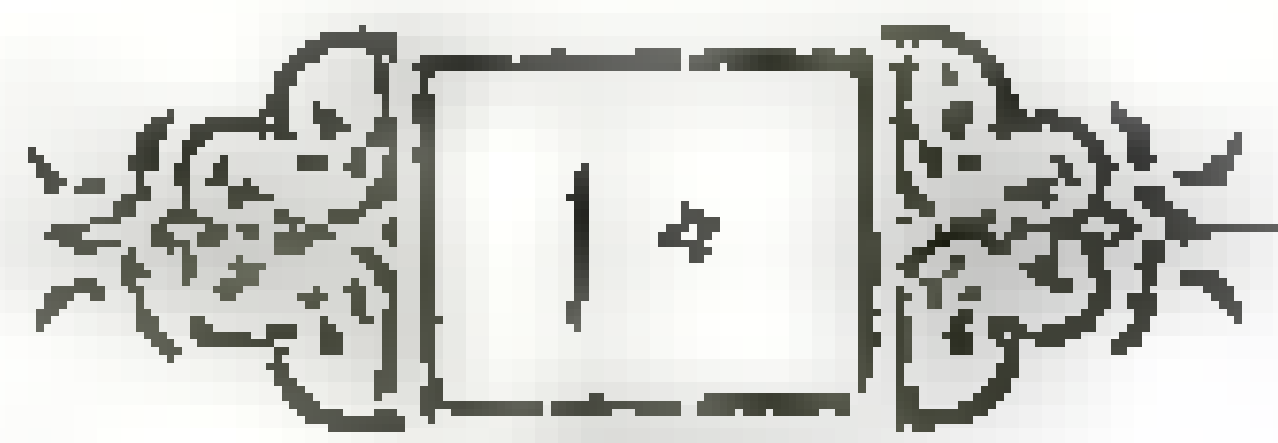


دُکڑوں سب جہاں تاروں کی روش تیرے سبھے ساقی !  
 دل ہر ذرہ میں غوناسے بستا خیرے سبھے ساقی !  
 فتاحِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی  
 یہ کس کا فراوانہ سہہ بخوں پر ہے ساقی !  
 وہی دیر نیہ بیداری ! وہی بھگم کی دل کی !  
 علاج اس کا وہی آبِ شادانِ گنیز ہے ساقی !  
 حرم کے دل میں سوزِ آرزو سپید نہیں ہوتا  
 کہ پیدائی تری اب تک حجابِ آمیز ہے ساقی !  
 نہ اٹھا پتھر کوئی نہ وہی غم کے لالہ آروں سے  
 وہی آبِ و گلِ آراں ! وہی سیریز سے ساقی !  
 نہیں ہے نا امید اقبالِ اپنی کشتِ آراں سے  
 ذرا غم ہو تو یہ مٹی بہستِ زرخیز ہے ساقی !  
 فستیرِ راہ کو بختے گئے اسِ سلطانِ  
 ہمایسری نوا کی دولتِ پرور ہے ساقی !

لا پھر اک بار دہی بدوہ جام سے ساقی !  
 ہاتھ آجائے مجھے سداست ارے ساقی !  
 تین سو سال سے ہیں بند کھیت نے بند  
 اب مناسب ہے تراغیث جو سام سے ساقی !  
 مری میناے غنڈل میں تھی ذرا سی باقی  
 شیخ کہتا ہے کہ بے پیرچی سداست ارے ساقی !  
 شیر مردوں سے ہوا بیشہ بخت بیق تھی  
 رہ گئے صفوفی و ملا کے غنڈا مے ساقی !  
 عشق کی تیغ جنگدار اڑالی کس نے ؟  
 علم کے ہاتھ میں خالی بنے پیام ارے ساقی !  
 سینہ روشن ہو تو ہے سوز سخن عین حیات  
 ہو نہ روشن ، تو سخن مرے دام ارے ساقی !  
 تو مری رات کو مہتاب سے محسوس نہ رکھ  
 ترے پیانے میں ہے ماہ تمام ارے ساقی !

۹

مٹا دیا مرے ساتی نے عالم میں تو  
 پلا کے مجھ کوئے لالہ اکھنڈ  
 نہ نے نہ تنہا نہ ساتی نہ شورِ پیٹ باب  
 سکوت کوہ و لب جو ہے ولالہ خود رُو!  
 گدے میکہ کی شان بے نیاز کی  
 پہنچ کے چشمہ سیرں پہ توڑتا ہے ہوا  
 مرا سب جو چہ غنیمت ہے اس زمانے میں  
 کہ خانقاہ میں خالی ہیں صوفیوں کے کدو!  
 میں تو نیاز ہوں مجھ سے حجاب ہی اولیٰ  
 کہ دل سے بڑھ کے ہے میری نگاہیں قابو!  
 اگرچہ بھر کی موجوں میں ہے مقام اس کا  
 صفا سے پاکی طہیت سے ہے گہر کا دھو  
 جمیل تر ہیں گل ولالہ فنی سے اس کے  
 نگاہِ شاعرِ زنگیں زوا میں ہے حساب!



منازعِ سب بہا بہت درد و سوزِ آرزو سندی  
 تنہا بندگی دیر نہ لوں شاخِ حسد وندی  
 ترسے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا  
 یہاں مرنے کی پابندی نہاں بینے کی پابندی  
 حجابِ کسیر ہے آوازِ کو سے بہت کو  
 میری آتش کو بجھ گاتی ہے تیری دیر پوچھدی  
 لہذا اوقات کر لیتا ہے یہ کو وہ سبیاں ہیں  
 کہ شاہیں کے لیے ذلت ہے کارِ اشیاں بندی  
 بنیمنانِ تنہا یا کہ مکتب کی کرہست بچی  
 سکھائے کس نے اسما غیل کو آدابِ سنہندی  
 زیارت گاؤں اسل غزوہ و جنت ہے بعد میری  
 کہ خاکِ سب راہ کو میں نے بتایا راہِ الوندی  
 مری شائستگی کی کیا ضرورت حسین سنی کو  
 کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لاسے کی بنابندی

سچے یاد کیس نہیں ہے سے دس کا وہ زمانہ  
 وہ ادب کے محبت کا وہ لمحہ کا تازہ پاناہ  
 یہ بت ان صبرِ حاشہ کہ بنے ہیں مدرسے میں  
 نہ اداس کے فخرانہ نہ تراشیں آزارانہ  
 نہیں اس کھلی فضا میں کوئی گوشہ فراغت  
 یہ جہاں عجیب جہاں ہے نہ نفس نہ اشتیاق  
 رگِ تاک منتظر ہے تری بارشیں کرم کی  
 کہ عجم کے میکدوں میں نہ رہی سے مغانہ  
 مرے مسمِ عقیر اسے بھی اثرِ مہب سمجھے  
 انھیں کیا خبر کہ کیا ہے یہ نواسے عاشقتانہ  
 مرے خاک و خون سے تو نے یہ جہاں کیا ہے پیدا  
 صلہ شہید کیا ہے؟ تب و تاب جادوئی  
 تری بندہ پروری سے مرے دن گذر رہے ہیں  
 نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایتِ زمانہ

نسیمِ راز سے اعلیٰ سے ہوا سب زیر  
 اشارہ پاتے ہی صوفی سے توڑ دی پرہیز  
 بچکانی سے جو کہیں عشق سے بساط اپنی  
 کسیا ہے اس نے فقیروں کو وارث پروریا  
 پرانے ہیں یہ تارے فلک بھی منہ سودہ  
 جہاں وہ چاہتیے بجھ کو کہ ہو ابھی خوشنما  
 کسے خبر ہے کہ منگامہ نشور ہے کیا؟  
 تری نگاہ کی گردش ہے میری رستاخیز  
 نہ چین لذتِ آوِ سحر گئی مجھ سے  
 نہ کرنگہ سے توافقت کو التفات آمیز  
 دل غمیں کے موافق نہیں ہے موسمِ گل  
 صد اسے مرغِ چین سے بہت نشاط انگیز  
 حدیثِ بے خبراں سے تو بازمانہ بازار  
 زمانہ با توں سازد تو بازمانہ تیسر

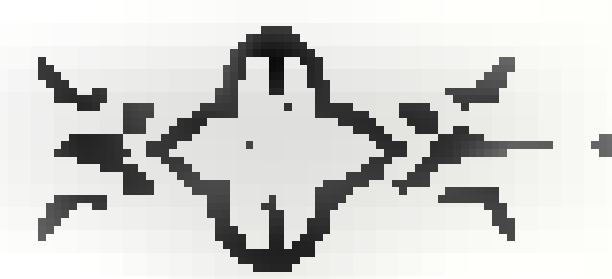


۱۳

وہی سدا کہ یہی وہی تیری بے نیازی !  
 میرے کام پتہ نہ آیا یہ کس سال سے نوازی !  
 میں کہاں ہوں تو کہاں کر؟ یہ کہاں کہ لا مکاں ہے ؟  
 یہ جہاں مرا جہاں ہے کہ تری کس شہ سازمی ؟  
 اسی شہ کاش میں گذریں مری زندگی کی راہیں  
 کبھی روزِ دسارِ دہی کبھی بیچ و تابِ رازی !  
 وہ ذریعہ خوردہ شاہیں کہ پلا ہو گرسوں میں  
 اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی  
 نہ زباں کوئی غزل کی نہ زباں سے بانخبر ہیں  
 کوئی دل کشا صدا ہو جیسی ہو یا کہ تازی !  
 نہیں فقر و سائنست میں کوئی آتشِ بازیا  
 یہ سپہ کی تیغ بازی، وہ نلکہ کی تیغ بازی !  
 کوئی کارواں سے ٹوٹا کوئی بدگماں عرم سے  
 کہ مہرِ کارواں میں نہیں خو سے دل نوازی !



پنی جوس کو نیکو مس سبب تھا ہیں  
 اب دیکھ کے بھیل کو اپنا جہاں سمجھا تھا ہیں  
 بے تہائی سے تری نونا نکا ہوں کھس  
 اب دسے نیکیوں واس سبب تھا ہیں  
 کارواں تک گرفتار کے پیچ و پست میں رہا  
 مہر وہ دشت تری کو قسم نہاں سمجھا تھا ہیں  
 عشق کی اک جست نے طے کر دیا قندست  
 اس زمین و آسماں کو سیکراں سمجھا تھا ہیں  
 کہ گئیں رائیجست پردہ دار یہاں شوق  
 تھی فغاں وہ بھی جسے سب بظن فغاں سمجھا تھا ہیں  
 تھی کس رہ نہ رہ سہ کی صد اسے دردناک  
 جس کو آواز زمیں کارواں سمجھا تھا ہیں





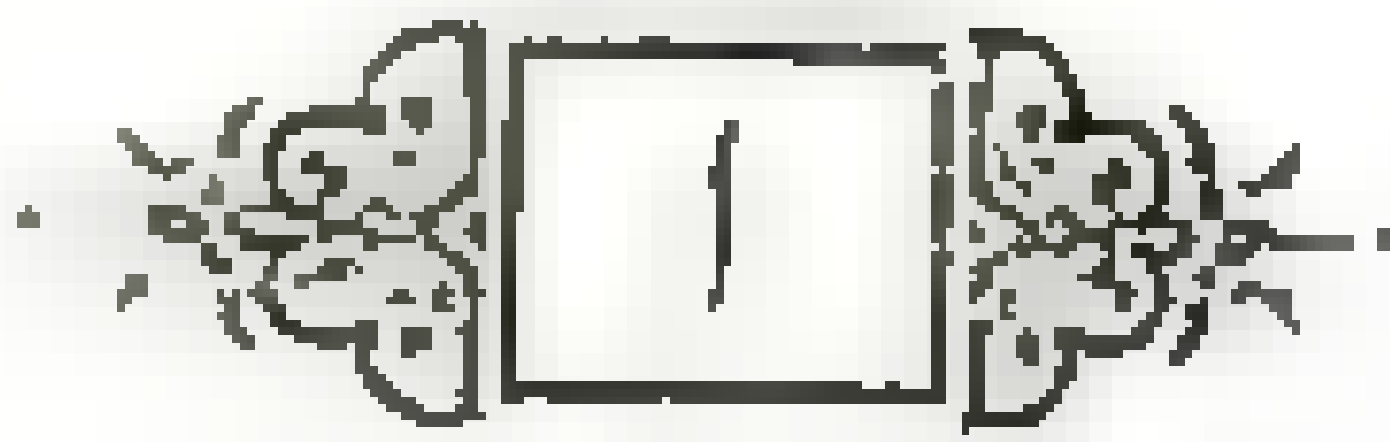
اک دانش زانی، اک دانش برہانی  
 سب دانش برہانی نیست کی نہ برہانی  
 نہ پذیرا کی میں اے شے ہے سو دوتیری  
 میرے لیے نکل ہے بس شے کی نہ برہانی  
 اب یہ جو فہم کی بے پٹی ہے تاشاں تک  
 تو نے ہی سکھائی تھی مجھ کو یہ منزل خوانی  
 ہنر و دانش اور ہنر و کمال سے کیا حاصل  
 کیا مجھ کو خوش آتی سے آدم کی یہ ارزانی  
 مجھ کو تو سکھادی ہے افرام نے نہ تھی  
 اس دور کے مذہب کیوں شک مسلمانی  
 نقد پر شکن قوت ہوتی ہے بھی بس میں  
 ناداں جسے کہتے ہیں منتہی پر کا زندانی  
 تیرے بھی صنم خانے، میرے بھی صنم خانے  
 دونوں کے صنم خانی، دونوں کے صنم فانی

۱۶

یارب! یہ بسانِ نڈراں خوب ہے مین  
 کیوں خوار ہیں مردانِ صنائیش و ہنرمند  
 تو اس کی حسداتی میں ہاجن کا بھی ہے ہاتھ  
 دنیا تو سمجھتی ہے حسدِ نئی کو حسدِ او نہ  
 تو برگِ گیا ہے نہ دہی اہلِ حسدِ را  
 او کشتِ گِ دلالہ بہ بخشد بہ عمر کے چسند  
 حاضر ہیں کلیسا میں کبابِ نئے گُلگوں  
 مسجد میں دھڑا کیا ہے بحرِ موند و پسند  
 احکامِ ترسے حق ہیں، مگر اپنے مفسر  
 تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پازند  
 فردوس جو تیرا ہے کسی نے نہیں دیکھا  
 افرنگ کا ہر تیرا ہے فردوس کی مانند  
 مدت سے ہے آوارہ انسانِ مرا فکر  
 کرے اسے اب چاند کی غاروں میں نظر بند  
 فطرت نے مجھے بخشے ہیں جو سرِ ملکوتی!

خاکِ ہوں مگر خاک سے رکست نہیں پونڈا  
 درویشِ خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی  
 مگر میرا نہ دنیٰ نہ صفا ہاں نہ سمرقند  
 کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق  
 نے ابلہ سمجھا ہوں نہ تہذیب کا فرزند  
 اپنے بھی شفا مجھ سے ہیں بیگیا نے بھی خاموش  
 میں زہرِ بلا ہوں کو کبھی کہہ نہ سکا قند  
 مشکل ہے کہ اک بندہ حق بین و حق اندیش  
 خاشاک کے توڑے کو کسے کوہِ دماوند  
 ہوں آتشِ مرد کے شعلوں میں بھی خاموش  
 میں بندہ مومن ہوں نہیں دانہ اسپند  
 پرسوز و نظمِ باز و نکو میں دم آزار  
 آزاد و گرفتار و تہی کیسہ و خورسند  
 ہر حال میں میرا دل بے قید ہے خرم  
 کیا چھینے گا غنچے سے کوئی ذوقِ شکر خند

چپ رہ نہ سکا حضرت یزداں میں بھی اقبال کرتا کوئی اس بندِ گستاخ کا منہ بند

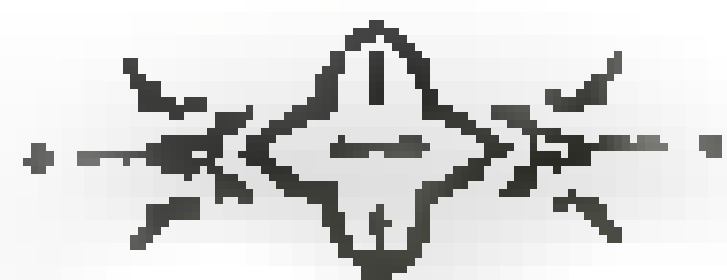


عینست شہید میاں موہن داس وندھنی دتہ شہید کے صفت و برکت  
 میں صفت کوٹھوڑی کے مزار و قدس و زیارت خیمہ ہونی۔ یہ چند نامور پیر  
 جن میں کوٹھوڑی کے ایک شہور قہید سے کی پھر میں کی ہے اس و ذریعہ کی یاد دہ  
 میں بہر ہشت کیے گئے۔

ماں اپنے سنانی و شمار ہم

سماکت نہیں پنا سے فطرت میں مرا سود  
 غلط تھا اسے جسوں شاید ترا اندازہ  
 خودی سے اس سیم گٹ یو کو توڑ سکتے ہیں  
 یہی تو حسیہ تھی جس کو نہ تو سمجھانہ میں سمجھا  
 نگہ پیدا کرے غافل تجسلی عین فطرت ہے  
 کہ اپنی موج سے بیگانہ رہ سکتا نہیں دیر

تو بیت آسٹریلیا میں سلاطین کی سب سے بڑی  
 نہ وہ سلاطین کی وہ تو جہاں ہے قیساں پنا  
 نہ سلاطین کی وہ نہ سلاطین کی وہ نہ سلاطین کی  
 نہ سلاطین کی وہ نہ سلاطین کی وہ نہ سلاطین کی  
 نہ سلاطین کی وہ نہ سلاطین کی وہ نہ سلاطین کی  
 نہ سلاطین کی وہ نہ سلاطین کی وہ نہ سلاطین کی



بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے مینا  
 یہاں ساقی نہیں پیدا ہواں بے فوق سب سے بہا  
 نہ ایراں میں رہے ہتی نہ توران میں سب سے باقی  
 وہ بند سے فقہ تھا جن کا بڑا کھینچو کسرے  
 یہی شیخ حوسب جو پیر کیج کھاتا ہے  
 عظیم بود و دولتی اویش و چادر کھشا  
 حضور حق میں اسرافیل نے میری شکایت کی  
 یہ بندہ وقت سے پہلے قیامت کر دے برپا



نذا آئی کہ آثوب قیامت سے یہ کیا کم ہے  
 و گرفتہ چینیاں اسرام وئی خفستہ در بختا  
 لباس ٹیشہ تہذیب حاضر ہے مے لاسے  
 مگر ساتی کے ہاتھوں میں نہیں سپا نہ الا  
 دیار کھا ہے اس کو زخمہ و رکی تیز دستی نے  
 بہت نیچے سرور میں ہے ابھی یورپ کا وادیا  
 اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی  
 نہنگوں کے شیمن جس کر جھٹکتے ہیں تہ و بالا



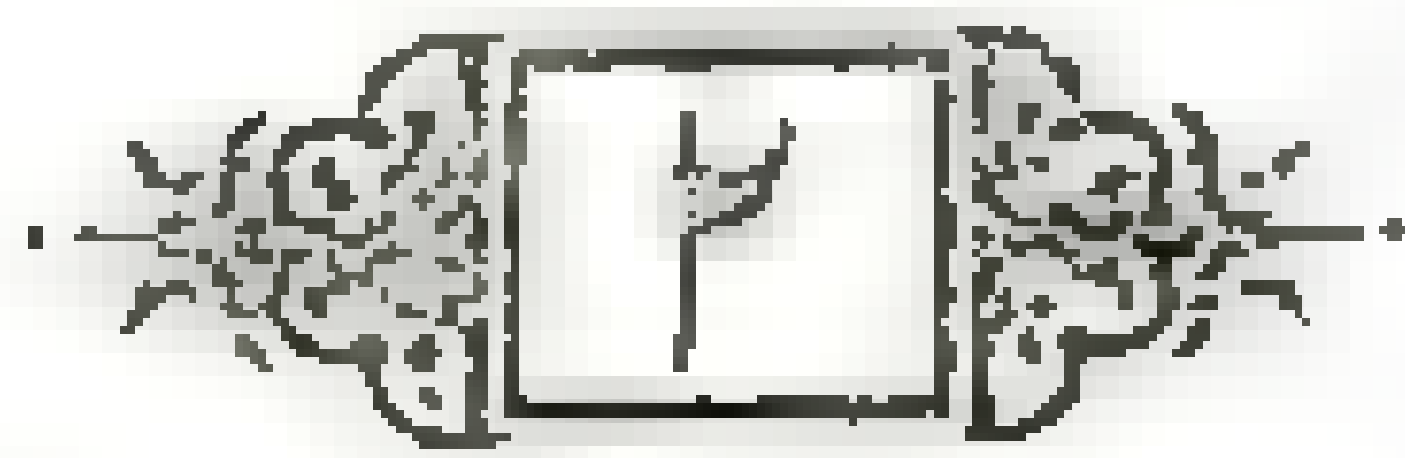
غلامی کیا ہے، ذوق حسن و زیبائی سے محرومی  
 جسے زیبا کہیں آزاد بندے ٹہے وہی زیبا!  
 بھر دسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر  
 کہ دنیا میں فقط مردانِ حُسں کی آنکھ ہے بنیا  
 وہی سبے صاحبِ مرد و جس نے اپنی ہمت کے  
 زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا

۱۔ یہ مصرع حکیم شگنائی کا ہے۔

فرنگی شیشہ گر کے فن سے تپسہ ہو گئے پانی  
 مری اکسیر نے شیشے کو بخشی سہتی بخارا!  
 رہے ہیں اور ہیں فرعون میری کلیات میں اب تک  
 مگر کیا غصہ کہ میری آستیں میں سب سے بد بیا!  
 وہ چنگاری نس و خاشاک سے کس طرح دب جائے  
 جسے حق نے کیا ہویستاں کے واسطے پیدا!  
 محبت خوشنہ تن مینی محبت خوشنہ تن داری  
 محبت آستانِ قیصر و کسرنے سے بے پڑا  
 عجب کیا کر مد و پرریں مرے پنجپیر ہو جائیں  
 کہ ہر فتراک صاحب دوستے بستم ہر خوراک  
 وہ دانا سے بسل ختم الرسل ہو لے کل جس نے  
 غیب راہ کو بخشا و سدرغ و ادوی سینا  
 نگاہ عشق وستی میں وہی اول وہی آخر  
 وہی قرآن وہی سدرقاں وہی بیس وہی طابا!

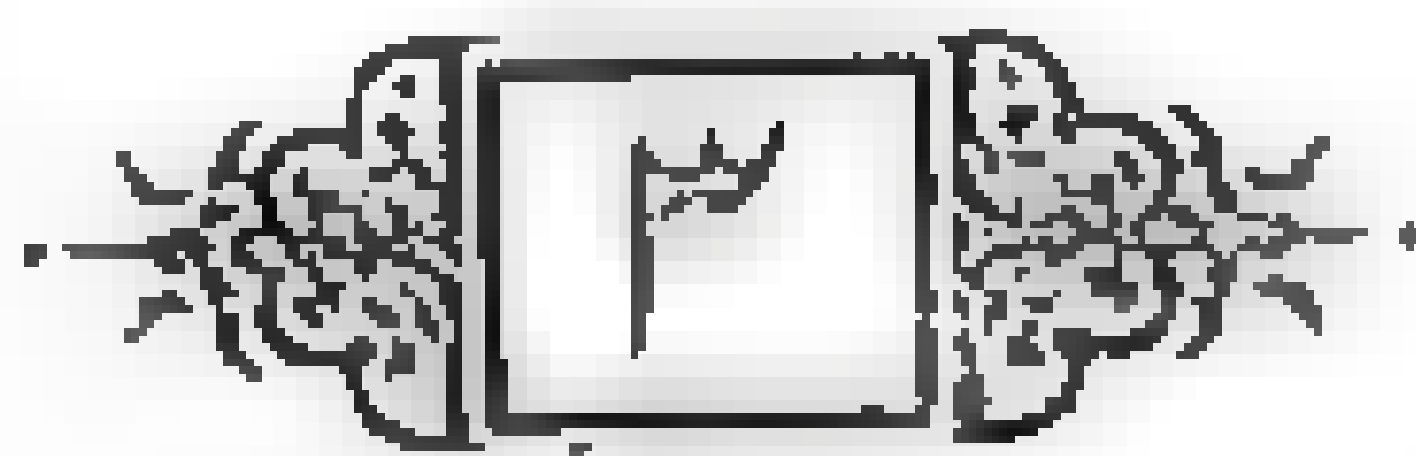
سے یہ مصرع مرزا صاحب کا ہے جس میں صرف ایک نقلی تغیر کیا گیا۔

نہاں کے دب سے ہیں ستے تو غمی نہ کی در نہ  
بہن اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں دوسے لاکھ !



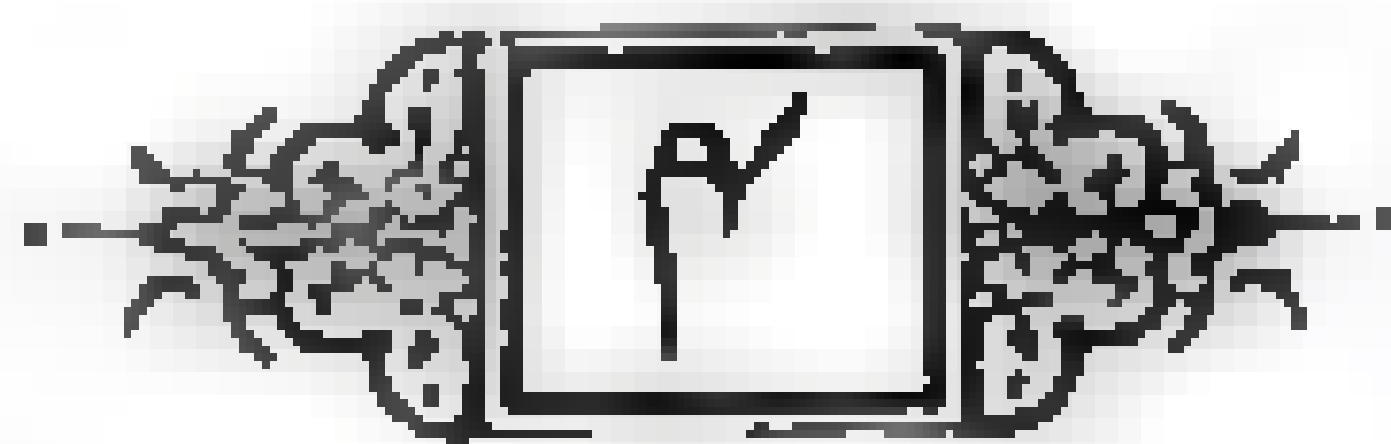
یہ کون غمزدل نمونے ہے پر سوز و نشہ انگیز  
اندیشہ دانا کو کرتا ہے جنوں آئینہ  
گرفتار بھی رکھتا ہے انداز ملکاتہ  
ناچنست ہے پرویزی ہے سلطنت پر ویرا  
اب جسد و صوفی میں گرفتار نہیں ہوتی  
خون دل شیراں ہو جس فقر کی دستاویز  
اسے حلقہ درویشاں و درویشد آئیا  
ہو جس کے گریباں میں تنگناں رستاخیز  
جو ذر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن  
جوشند کی سرعت میں ہیں سے زیادہ تیز  
کرتی ہے ملکیت آثارِ حسنوں پیدا  
اللہ کے نشتر ہیں تیسرے ہو یا پس گیز

یوں دِرخنِ نبیہ کو دیتے ہیں ۲۷ ااق و پارس  
یہ کاہنِ سندی ہے بے تیغ و شمشیرِ نو زیز!



وہ حرفِ رازِ محب کو سکھایا ہے جنوں  
منہ اچھے پنسنس جہیزِ دل دے تو کہوں  
ستارہ کیا مری قمر کی خبر دے گا  
وہ خود منہ رانجی افداک ہیں ہے خوار و زبوں  
حیات کیا ہے چنسیال و نظر کی مجذوبی!  
شودی کی موت ہے اندیشہ ہاے گونا گوں!  
عجب مزا ہے مجھے لذتِ شودی دے کر  
وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں  
ضمیر پاک و نگاہِ طلبند دوستی شوق  
نہ مال و دولتِ قاروں، نہ منکرِ انداظوں!  
سبقِ ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے  
کہ علمِ بشریت کی زد میں ہے گردن!

یہ کائنات ابھی نامت مسم ہے شاید  
 کہ آ رہی ہے وہ دمِ صدا سے کونسیوں !  
 علاقِ آتشیں رومی کے سوز میں ہے ترا  
 ترمی خسرو پہ ہے غالب فرنگیوں کا فصول !  
 اسی کے نشیمن سے پیرنی نگاہ بے دشمن  
 اسی کے نشیمن سے یکے بومیں سبے جیوں !



عالمِ آب و خاک و باد ! سترِ عیاں ہے تو کہ میں ؟  
 وہ جو نظر سے ہے نہاں اس کا جہاں ہے تو کہ میں ؟  
 وہ شبِ درد و سوز و غم کہتے ہیں نہنگی سے  
 اس کی سحر ہے تو کہ میں ؟ اس کی ازاں جو تو کہ میں ؟  
 کس کی نمود کے لیے شام و سحر ہیں گرم سیر  
 شانہ روزگار پر بارِ گراں ہے تو کہ میں ؟  
 تو کفِ خاک و بے بصر ! میں کفِ خاک و خود نگرا !  
 کشتِ وجود کے لیے آبِ واں ہے تو کہ میں ؟

۵

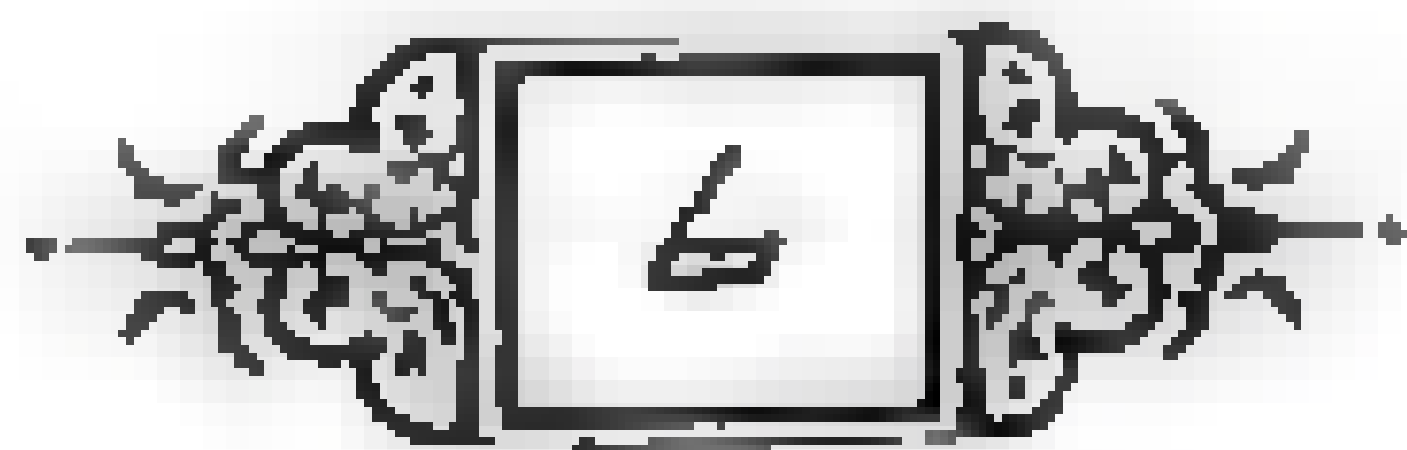
(مذہن میں لکھے گئے)

تو ابھی دم گزیر میں ہے قیامتِ سام سے گزرا  
 مسرت و محباز سے گزرا پاس و شام سے گزرا  
 جس کا نمل ہے بے نشان اس کی جبرائیل اور ہے  
 نور و سیام سے گزرا باد و حبام سے گزرا  
 گرچہ ہے دلکش بہت حسن و نام کی بہار  
 طائر کِ طبعِ بال و اند و دام سے گزرا  
 کوہِ بگاف تیری ضربِ تاج سے کشادِ شرق و غرب  
 تیغِ مسدول کی طرح عیشِ سیام سے گزرا  
 تیسرا امام ہے تھوڑا تیسری نمائندگی و سرور  
 ایسی مساز سے گزرا ایسے امام سے گزرا

۶

امینِ راز ہے مردانِ حسد کی درویشی  
 کہ جبرائیل سے ہے اس کو نسبتِ نبوی

کے خسر کہ سننے ڈوب چکی کتنے؟  
 فستیدہ صوفی دشتِ عد کی ناخوشِ اندیشی!  
 نگاہِ لڑم کہ شیروں کے جس سے ہوشِ اُٹ جائیں  
 نہ آہِ سرد کہ ہے کو غمِ سدی ویشی!  
 طیبِ عشق نے دیکھا مجھے تو مسدِ پایا  
 ترا مرض ہے فقط آرزو کی بے نیشی!  
 دوشے کچھ اور ہے کہتے ہیں جانِ پاک جسے  
 یہ رنگ و نم یہ ادبِ آب و نماں کی ہے پیشی!



چھرِ پدِ رخِ لالہ سے روشن ہوئے کوہِ دمن  
 مجھ کو پھر غنیمتوں پہ اکسا نے نگاہِ چمن  
 بھول میں سحر میں یا پریاں قطارِ اندِ قطار  
 اودے اودے نیلے نیلے پیلے پیلے پیرِ من  
 برگِ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی بادِ صبح  
 اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن



حسنِ سب سے پروا کو اپنی سب سے نقابانی کس لیے  
 جس ارشادوں سے بن چاہیے تو شہر اپنے کھمبے بن؟  
 اپنے من میں؟ وہ بے پروا پانا بس اس کا زندگی  
 تو اس پر بس نہیں بستہ تہہ بن، اپنا تو بن!  
 تن کی دنیا؟ تن کی دنیا سو بستی بستی بستی شوق  
 تن کی دنیا؟ تن کی سب سے دوسرا دوسرا دوسرا  
 من کی دولت ہاتھ کی ہے تو چہ جاتی نہیں  
 تن کی دولت چٹاؤں والا، سب سے من جاتا ہے حسن!  
 من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افغانی کا راق  
 من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و ہرم  
 پانی پانی کر لے دو محراب کو مستند رکھ کر یہ بات  
 تو جھکا جب غم کے آگے نہ من تیرا نہ تن!

۸

(کابل میں لکھے گئے)

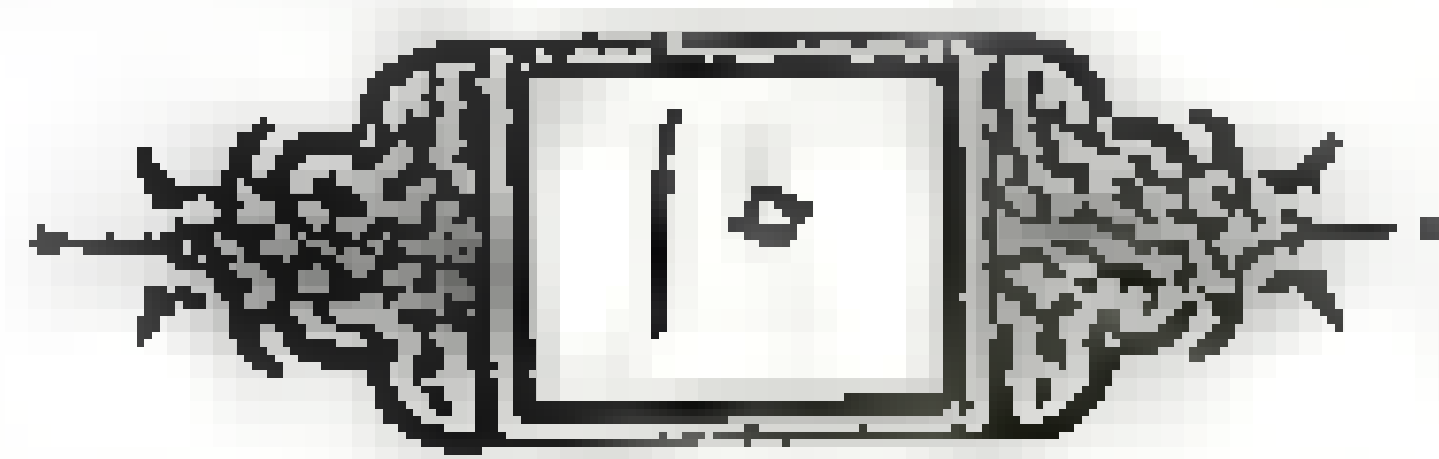
مسلمان کے امویں ہے سلیقہ دل نوازی کا  
 مروت حسنِ غاسگیر ہے مردانِ نمازی کا

شکایت ہے مجھے یارب! خداوندانِ مکتب سے  
 بہن شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خواب زمی کا  
 بہت مدت کے پیسہ وں کا اندازہ بدلا  
 کہ میں نے فاشس کو الا طریقہ شامباری کا  
 قلندر بند و حرف لالہ کچھ بھی نہیں کرتا  
 فقیہ شہرتاروں ہے لغت بسے تجاری کا  
 حدیث باد و میسنا و جام آتی نہیں مجھ کو  
 زکرا اشکافوں سے تخت انشا شبیہ سازی کا  
 کہاں سے تو نے اقبال سیکھی ہے یروشی  
 کہ ہر چا پاؤ شاہوں میں سے تیری ہے نیازی کا



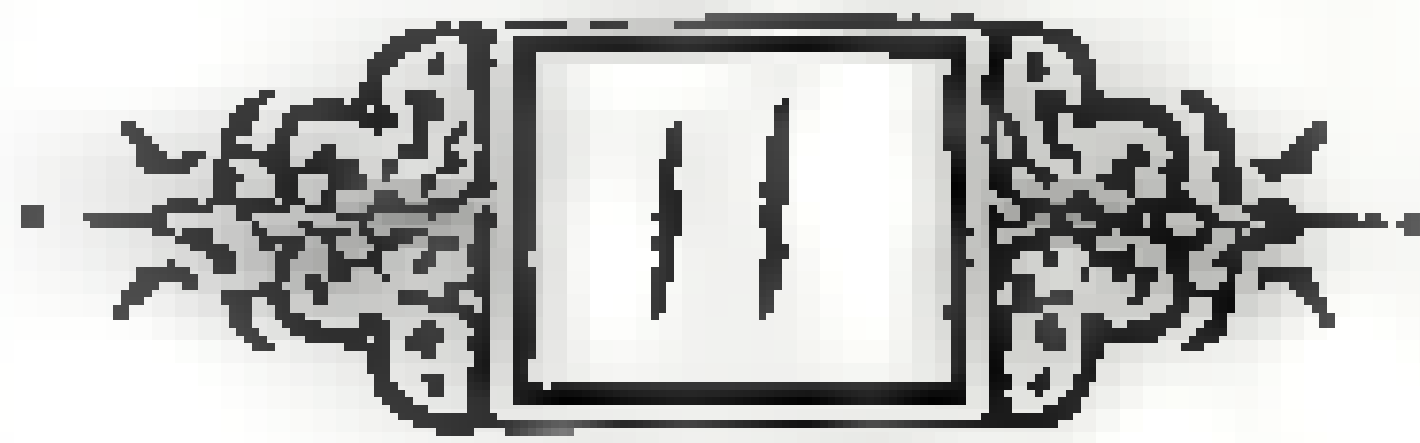
عشق سے پیدا نوے زندگی میں زیر و بم  
 عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوز و سدم  
 آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق  
 شاخِ نعل میں جس طرح بادِ سدرہ ہی کا نم

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک  
اور پہچانے تو ہیں سیرے گدا دار و جسم  
دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت  
فیصلہ تیرا ترسے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟  
اے سگماں! اپنے دل سے پوچھ، ملا سے نہ پوچھ  
ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حسرت؟



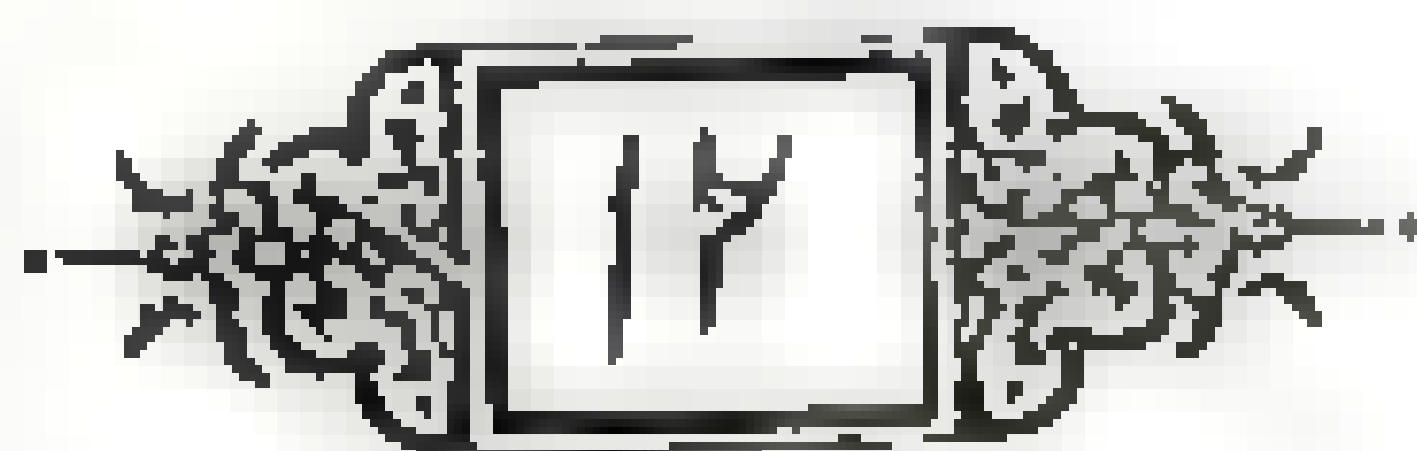
دل سوز سے خالی ہے، نگہ پاک نہیں ہے  
پھر اس میں عجب کیا کہ توبہ پاک نہیں ہے  
ہے ذوقِ تمبستی بھی اسی خاک میں نہاں  
غافل! تو نہ صاحبِ ادراک نہیں ہے  
وہ آنکھ کہ ہے سرمہِ افرونگ سے روشن  
پرکار و سخن ساز ہے! نمناک نہیں ہے!  
کیا صوفی و ملا کو خبر میرے جنوں کی  
ان کا سرِ دامن بھی ابھی چاک نہیں ہے

کب تک رہے محوئی انجسم میں مری خاک  
یا میں نہیں، یا گردِ دشمنِ افلاک نہیں ہے!  
بجلی ہوں فلستہ کو دو سیاہاں پہ ہے مری  
میرے لیے شایاںِ حسن و خاشاک نہیں ہے!  
عالم ہے فقط مومنِ جانبِ زکی میراث  
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے!



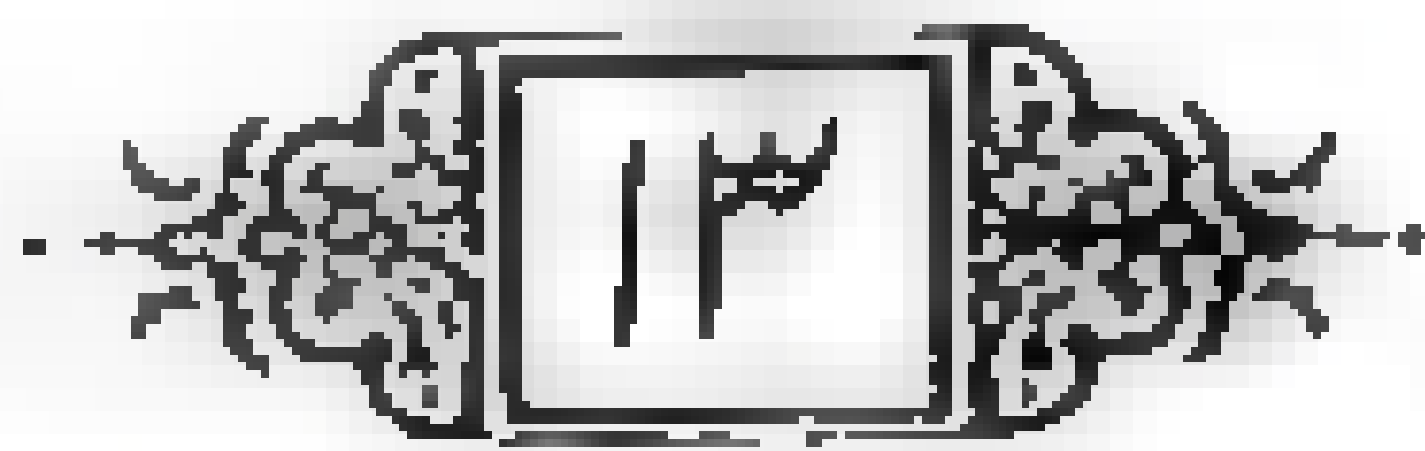
ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رنیت  
یہی رہا ہے ازل سے قلستہ دشمن کا طریق!  
ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں؟  
فقط یہ بات، کہ پسیرِ میناں ہے مردِ خلیق!  
علاجِ ضعفِ یقین ان سے ہو نہیں سکتا  
غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہاسے دقیق!  
مریدِ سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب  
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ تو نسیت!

اُسی سیریم کہن میں اسیر ہے آدم  
 بغل میں اس کی ہیں اب تک بتانِ عمرِ حقیق  
 مرے لیے تو ہے استارِ بالِساں بھی بت  
 ہزار شکر، کہ تولا ہیں صاحبِ تصدیق !  
 اگر ہو عشق، تو ہے کُنسِ رنجیِ مسلماں  
 نہ ہو، تو مردِ مسلماں بھی کافر و زانیق !



پوچھ اُس سے کہ مستہول ہے فطرت کی گواہی  
 تو صاحبِ منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی !  
 کافر ہے مسلماں تو نہ شاہی نہ فقیری  
 مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی !  
 کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ  
 مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی !  
 کافر ہے تو ہے تابعِ تقدیرِ مسلماں  
 مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیرِ الہی !

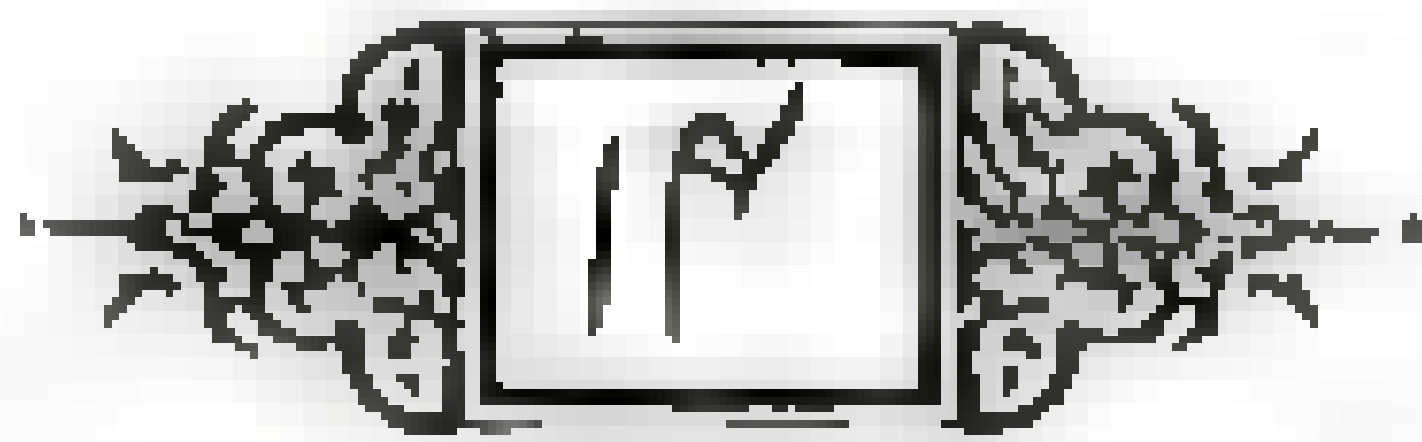
میں نے تو کیا پردہ اسرار کو بھی چاک  
دیرینہ ہے تیسرا مرض کورنگا ہی!



(ترجمہ میں لکھے گئے)

یہ خود بیانِ شہرگی، دل و نظر کا حجاب  
بہشتِ مغربیاں جلوہ پاسے پار کا سب!  
دل و نظر کا شیشہ سنبھال کر سے جا  
مہ و ستارہ ہیں عکسِ وجود میں گردا سب!  
جہانِ صوت و صدا میں سنا نہیں سکتی  
لطیفہ ازل سے فغانِ چنگِ رباب!  
سکھا دیے ہیں اسے شیرو پاسے غافلتی  
فقیرِ شہر کو صوفی نے کر دیا سب نجاب!  
وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی  
اسی کو آج ترستے ہیں منبرِ محراب!

سنی نہ سرد فسطین میں وہ اداں میں نے  
 دیا تھا جس نے پہاڑوں کو غشہ سیاب  
 ہوا سے فستلبد شاید یہ ہے اثر تیسرا  
 مری نوا میں ہے سوز دسدرِ عمدِ شباب



دل بیدار فراقی، دل بیدار کرداری  
 مس آدم کے حق میں کیسا ہے دل کی بیداری  
 دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک  
 نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری  
 مشامِ تیز سے طاس ہے صحرا میں نشان اس کا  
 ظن و گمان سے ہاتھ آتا نہیں آہو سے تاتاری  
 اس اندیشے سے ضبطِ آوین کرتا ہوں کب تک  
 کہ من زاوے نہ لے جائیں تری قسمت کی چنگاری  
 خداوندایہ تیرے سادہ دل بندے کہ ہر جائیں  
 کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطان بھی عیاری

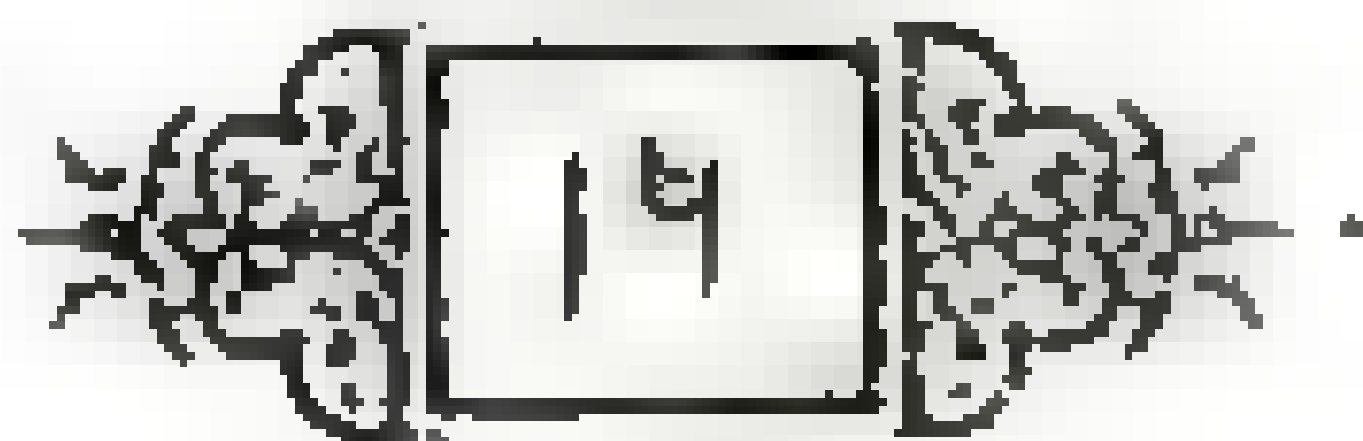


مجھ تک تہذیبِ زمانہ نے غنائی ہے دو گز دی  
کہ ظاہر میں تو گز دی سب باطن میں گرفتاری  
تو لے ہوا سہیڑ بپ پیر کی چوڑ ساری کر  
مری دانش ہے فٹنی مر ایماں ہے زماں کی



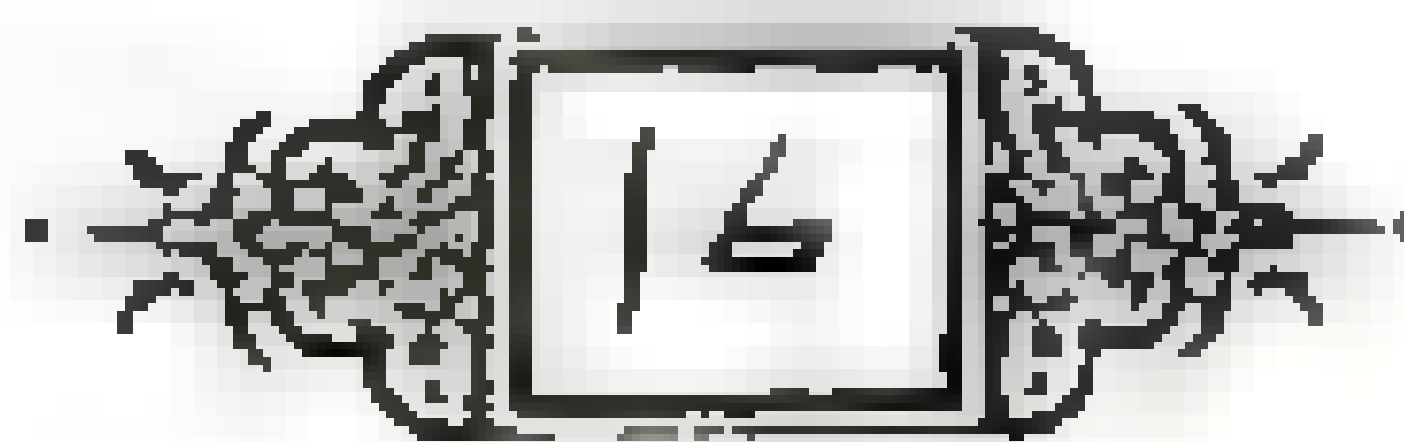
خودی کی شوخی دس دی میں کہ زمانہ نہیں  
جو ناز ہو بھی، تو بے لذتِ نیبا ز نہیں  
ہنگامِ عشقِ دلِ زنم کی تلاش میں ہے  
شکارِ مردِ سزاوارِ شاہِ سب ز نہیں  
مری نوا میں نہیں ہے اداسے ٹھہری  
کہ بانگِ صورتِ سرافیلِ دلِ نواز نہیں  
سو ال سے نہ کروں ساتیِ فرنگ سے میں  
کہ یہ طہرِ یقینہ رندانِ پاکباز نہیں  
ہوئی نہ عام جہاں میں کبھی حکومتِ عشق  
بعلب یہ ہے کہ محبتِ زمانہ ساز نہیں

اے غلط، سب مسلسل غیاب ہو کر تھوڑا  
 ہیں خود کو تو مری و استخوانِ دراز نہیں  
 رہو بوقتِ تو غفلت میں پڑھو جویرِ بسم  
 نشانِ نیم شبی بے نولے راز نہیں



میر سپاہِ نازِ اشکریاں شکستہ صدف  
 ادبِ سیرِ نیم نش جس کا نہ ہو کوئی ہدف  
 تیرے محبت میں کہیں تو بہرِ زندگی نہیں  
 آئو چکا میں موجِ موج، دیکھ چکا صدف صدف  
 عشقِ تیاں سے ہاتھ اٹھا اپنی خودی میں ڈوب جا  
 نشس و نگارِ دیر میں خونِ جگر نہ کرتا  
 کھول کے کیا بیاں کروں سترِ مقامِ مرگ و عشق  
 عشق ہے مرگِ با شرف، مرگِ حیات بے شرف  
 صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ رازِ فاش  
 لاکھ حکیم سرِ نجیب، ایک حکیم سرِ بکف

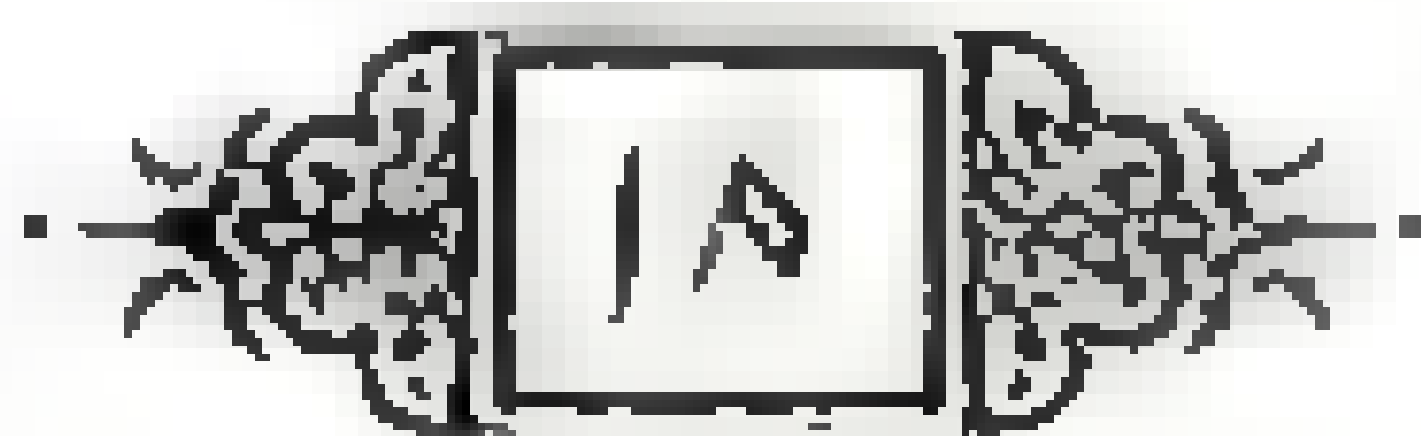
ممثلِ کلیم ہوا ارمسہر کہ آزما کوئی  
اب بھی دختِ طور سے آتی ہے بنگ لاخف  
غیر نہ کر سکا مجھے سلوہ دانشِ فرنگ  
سر رہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف



(یورپ میں کسے گئے)

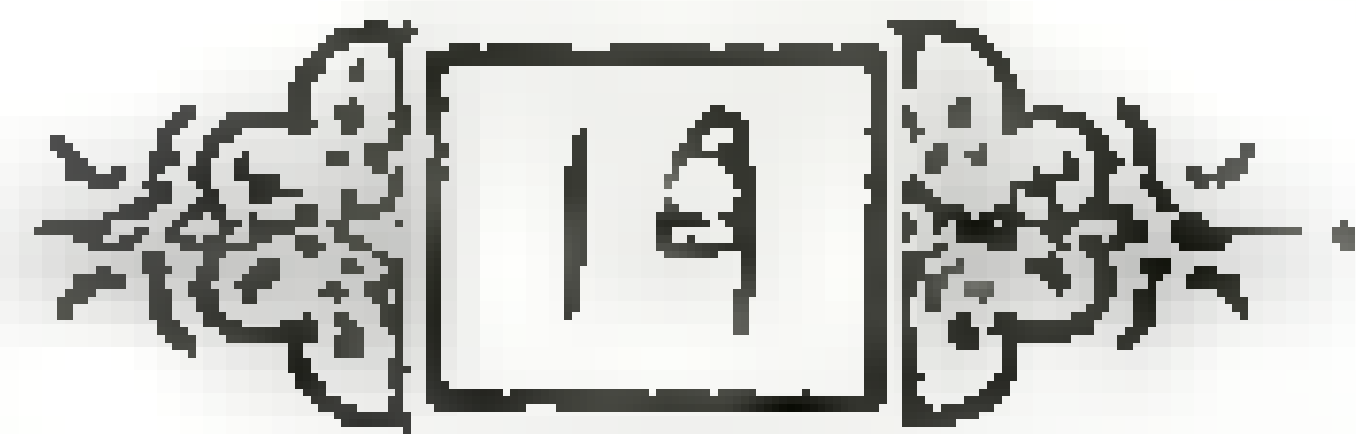
زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی  
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحرِ خیزی  
کہیں سرد مایہِ محفل تھی سیرِ گرم گفتاری  
کہیں سب کو پریشاں کر گئی میری کم آمیزی  
زمامِ کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھیر کیا  
طریق کو کہن میں بھی وہی سیلے میں پڑی  
جلالِ پادشاہی ہو کہ بھوری تماشا ہو  
جد اہوں دیں سیاستِ تورہ جاتی ہے چنگیزی

سوارِ رومۃ الکبریٰ میں دلی یاد آتی ہے  
وہی غبت، وہی غلمت، وہی شانِ دلاوری



یہ دیرِ کھن کیا ہے؟ انبارِ خس و خاشاک!  
مشکل ہے گذر اس میں بے نالہ آتشاک!  
چیمبرِ محبت کا قصہ نہیں طولانی  
لطیفِ خلشِ پریاں، آسودگیِ فتراک!  
لکھو یا گیب جو مطلب ہفتاد و دو دلت میں  
سمجھئے گانہ تو جب تک ہر نام نہ ہو ادراک!  
اک شریخِ مسلمانی، اک جذبِ مسلمانی  
ہے جذبِ مسلمانی سترِ مشکِ الافلاک!  
اسے دھس دے و فرزا نہ ہے جذبِ مسلمانی  
نے راہِ عمل پیدا ئے شاخِ یقیں نناک!  
رمز میں ہیں محبت کی گستاخی و سیاہی  
ہر شوق نہیں گستاخ ہر جذب نہیں بیاہی!

فارس تو نہ بیٹھے کاشعر میں بسوں میرا  
یاد پنا کر یہاں پاک دیدار میں یزدان چاک!



کساں ترک نہیں تب دکھ سے مجھوری  
کساں ترک ہے تب خیر ناکی و نوری  
میں ایسے فتر سے اسے اہل حلقہ باز آیا  
تمہارا فتر ہے بے دولت و رنجوری  
نہ فتر کے لیے موزوں نہ سلطنت کے لیے  
وہ قوم جس نے لٹوایا مستیغ تموری  
سنے نہ ساقیِ مہوش تو اور بھی اچھا  
غبارِ گردِ منی صحبت سے عارفِ معذوری  
حکیم و عارف و صوفی تمام مستِ ظہور  
کے خیر ہے کہ تجلی ہے عینِ ستوری  
دو ملتنت ہوں تو کچھ نفس بھی زاوی  
نہ ہوں تو سخنِ پس بھی مستِ مجھوری

بُرائے مان ، ذرا آزما کے دیکھ اسے  
فرنگِ دل کی حسرتِ ابی خرد کی مسکونیٰ

۲۵

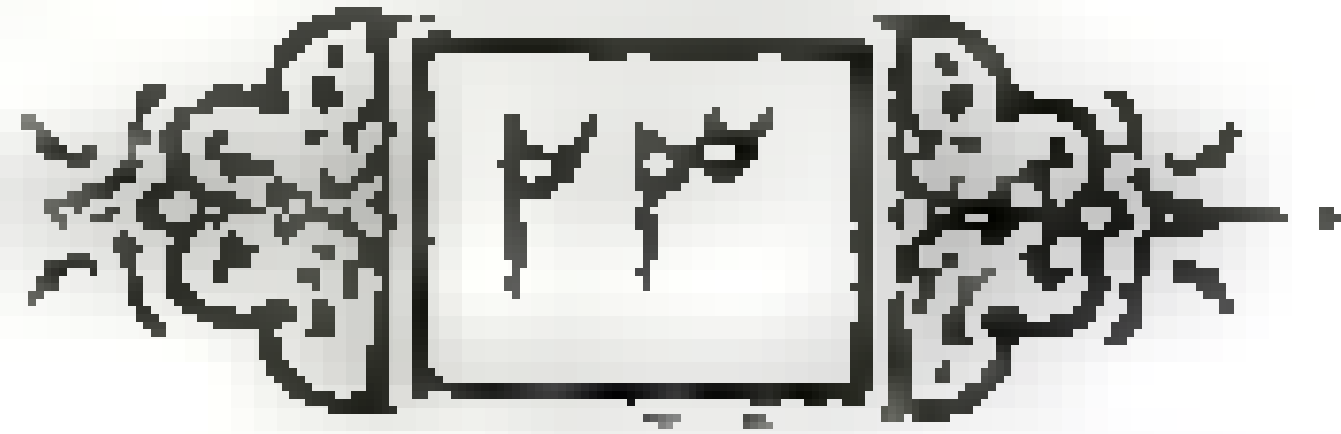
عقل کو آستیاں سے دور نہیں  
دل سینا جی لرزدا سے طلب  
علم میں بھی سرور ہے سیکن  
کیا غشب ہے کہ اس زمانے میں  
اک جنوں ہے کہ باشعور بھی سے  
نامسب بوری سے زندانی دل  
بے حضور ہے تیری موت کا راز  
ہر گھر نے صدف کو توڑ دیا  
اس کی تفسیر میں حضور نہیں  
آنکھ کا نور ، دل کا نور نہیں  
یہ وہ جنت ہے جس میں نور نہیں  
ایکس بھی صاحبِ سرور نہیں  
اک جنوں ہے کہ باشعور نہیں  
آہ! دو دل کہ نامسب بوری نہیں  
زنجیر تو تو تیرے حضور نہیں  
تو ہی آمادۂ طعن ہو نہیں

آمران میں بھی کہ ربابوں نگر  
یہ مدیشتِ کھینچو و طور نہیں

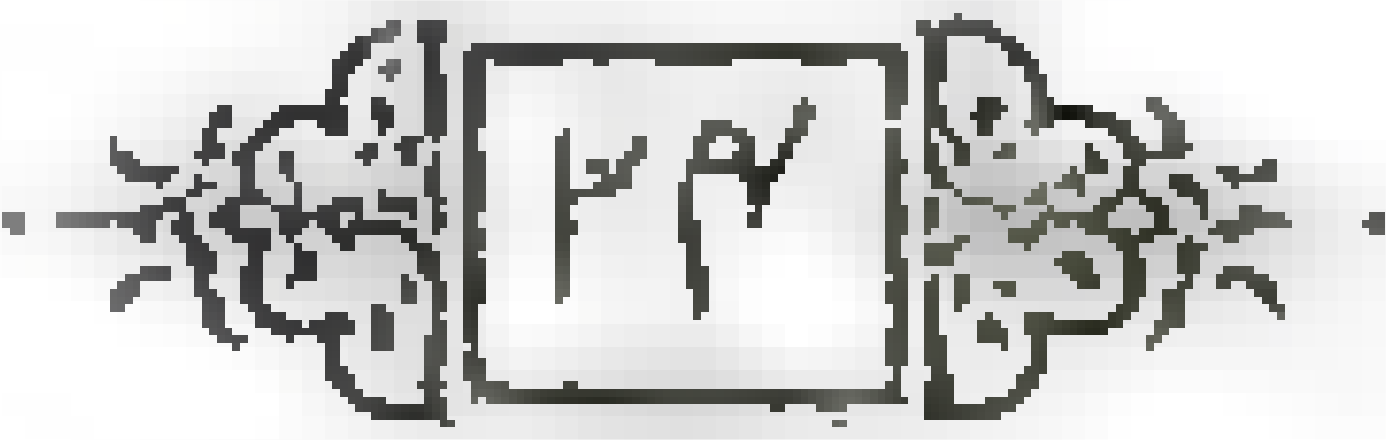
خودی وہ کس ہے جس کا کوئی گنا نہیں  
 تو آج کو اسے سمجھنا اگر تو چاہ نہیں  
 ظلم گنہ گروں کو توڑ سکتے ہیں  
 زُجاج کی یہ عمارت ہے سنگِ خارہ نہیں  
 خودی میں ڈوبتے ہیں پھر ابھر بھی آتے ہیں  
 مگر یہ حوصلہ مرد، یہ سچ کا رہ نہیں  
 ترے مقام کو انجمن شناس کیا جانے  
 کہ خاکِ زندہ ہے تو تاجِ ستارہ نہیں  
 یہیں بہشت بھی ہے خور و خیریل بھی ہے  
 تری نگہ میں ابھی شوخیِ ظنِ ساز و نہیں  
 مرے جنوں نے زمانے کو خوب پہچانا  
 وہ پسینہ بن بھگے بخت کہ پارہ پارہ نہیں  
 غضب ہے عینِ کرم میں خمیل ہے فطرت  
 کہ لعلِ ناب میں آتش تو ہے شرارہ نہیں



پر سپاہِ مہر سے نئی ہے بجٹے بادِ بختابی  
 کہ خودی سے عارفوں کا ہے مقامِ پوشاہی  
 تری زندوں اسی سے تری آبد اسی سے  
 جو رہی خودی تو شہابی نہ رہی تو روسیابی  
 نہ دیا نشانِ سدا بل مجھے اے تجھ تو نے  
 بجھے کب وہ ہو تجھ سے تو نہ رہتیں نہ راہی  
 مرے علائقہ سخن میں ابھی زیرِ تربیت ہیں  
 وہ کد اکہ جانتے ہیں رد و رسمِ کجلاہی  
 یہ دعا ہے ہیں نازکے جو تری رضا ہو، تو کہ  
 کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طہیرتی خانقاہی  
 تو ہمساکا ہے شکاری ابھی ابتدا ہے تیری  
 نہیں مصلحت سے خالی یہ جہان مرغِ دماہی  
 تو عربِ بریا عجم ہو ترا لا الہ الاکبر  
 لغتِ غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی



تری نگاہِ سرور و مہربانی ہاتھ سے کوتاہ  
 ترا گنہ گارِ نخیل بندہ کہ ستائش  
 نکلا تو گھونٹ دیا احسن مدرسے ترا  
 کہاں سے آئے صد الا لہ الا اللہ  
 خودی میں تم ہے حنائی تلاشِ کربا  
 میں ہے تیرے لیے اب صدفِ ہار کی رو  
 حدیثِ دل کسی درویشِ بے غیم سے پوچھ  
 خدا کو تجھے تیرے ممت مہر سے کہ  
 ہر بندہ سر ہے تو غنیمتِ بندِ پیر  
 یہاں فقط سرِ شاہیں کے واسطے ہے کھڑا  
 رہے سارے کی گردشِ نہ بازیِ افلاک  
 خودی کی موت ہے تیرا زوالِ نعمتِ جا  
 احشائیں مدرسہ و خانقاہ سے غنا  
 نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ



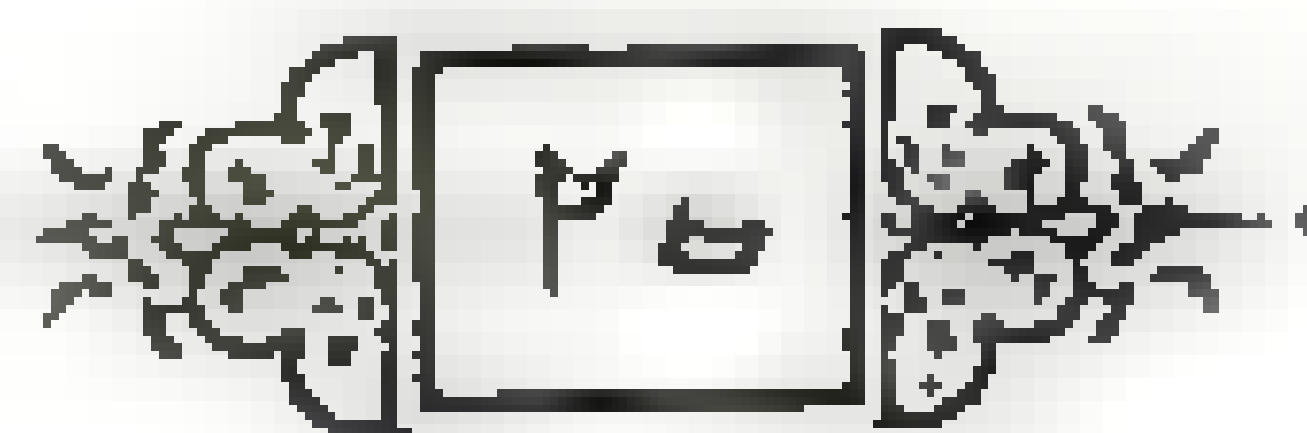
حسد و کینے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں  
 نر غیب بن کر کس کے سوا کچھ اور نہیں  
 ہر آن امت و ملت سے تھے ملت و ملت تیرا  
 دنیا ست ذوقِ سنہ کے سوا کچھ اور نہیں  
 راسِ مہر سے تھے تو حفظِ خوانی سے تھے رند  
 لہریں آسپہاں کے سوا کچھ اور نہیں  
 رنگوں میں گردشِ خوں ہے اگر تو کسبِ حاصل  
 حیا ست سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں  
 غم و کس لالہ! مناسب نہیں کر مجھ سے حجاب  
 کہ میں کس سیم کے سوا کچھ اور نہیں  
 جسے کس دیکھتے ہیں تا جسدِ ان فرماں  
 وہ تھے مستعارِ ہنر کے سوا کچھ اور نہیں  
 بڑا کریم ہے اقبالِ بے نوا کی کہن  
 غلط سے شملہ شہر کے سوا کچھ اور نہیں

۲۵

نگاہِ فسترد میں شانِ سکندری کیا ہے  
 سحران کی جو کد اہو و دھو قیسمت کی کیا ہے  
 بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے تو میدی  
 مجھے بتا تو کس ہی اور کا سکندری کیا ہے  
 فلک نے ان کو عطا کی ہے تو اس کی کہنجیں  
 زبیر نہیں روشِ بند پروری کیا ہے  
 فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا  
 نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دل بسری کیا ہے  
 اسی خط سے عتابِ موک ہے مجھ پر  
 کہ جانتا ہوں ماں سکندری کیا ہے  
 کسے نہیں ہے تم سے اسے سرور ہی لیکن  
 خودی کی موت جو جس میں وہ سروری کیا ہے  
 خوش آگئی ہے جہاں کو ستلندی میری  
 ورنہ شر مرا کیا ہے شاعری کیا ہے

نہ تو نہیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے  
 بہماں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے  
 چہنسل وں ہیں شہرِ شعلہٴ محبت کے  
 وہ خار وئس کے لیے بنے یہ فیتاں کے لیے  
 مستِ مِ پرورشِ آو و ناءِ سب سے یہ پھن  
 نہ میرِ گل کے لیے بنے نہ اشیاں کے لیے  
 رہے نہ راہی و سِل و فِت میں کب تک  
 تو انیسند کہ ہے بحرِ بیکراں کے لیے  
 نشانِ راہِ دہاتے نئے جو ستاراں کو  
 ترس گئے ہیں کسی مردِ رہِ داں کے لیے  
 نگہِ بلند، سخنِ دل نواز، حباں پرورد  
 یہی ہے رختِ سفرِ میسر و رواں کے لیے  
 ذرا سی بات تھی اندیشہٴ غم نے اسے  
 بڑھا دیا ہے فقط زریبِ استاں کے لیے

مست کھو میں ہے کفنِ تیرا شوب  
سنبھال کر جسے رنج ہے دیکھ کے یہ



تو اسے ایسے مٹاں ! افسوس دار نہیں  
وہ جس بدن ہر تکتے خاکدس سے دور نہیں  
وہ مہمند کہ پوچھ غم نہیں جس میں  
غم نہیں نہ ہو کہ ترستے آستیں کو دور نہیں  
یہ ہے خلدِ مسکینہ قلندری ، کہ سیات  
خدا نامِ جستہ ہے لیکن کس سے دور نہیں  
فصلِ تری مہر پر دین سے ہے ذرا آگے  
قدم اٹھا یہ عتاسم آسمان کو دور نہیں  
کے زرا مہم سے کہ چھوڑ دے مجھ کو ،  
یہ بات راہِ نجات داں کو دور نہیں

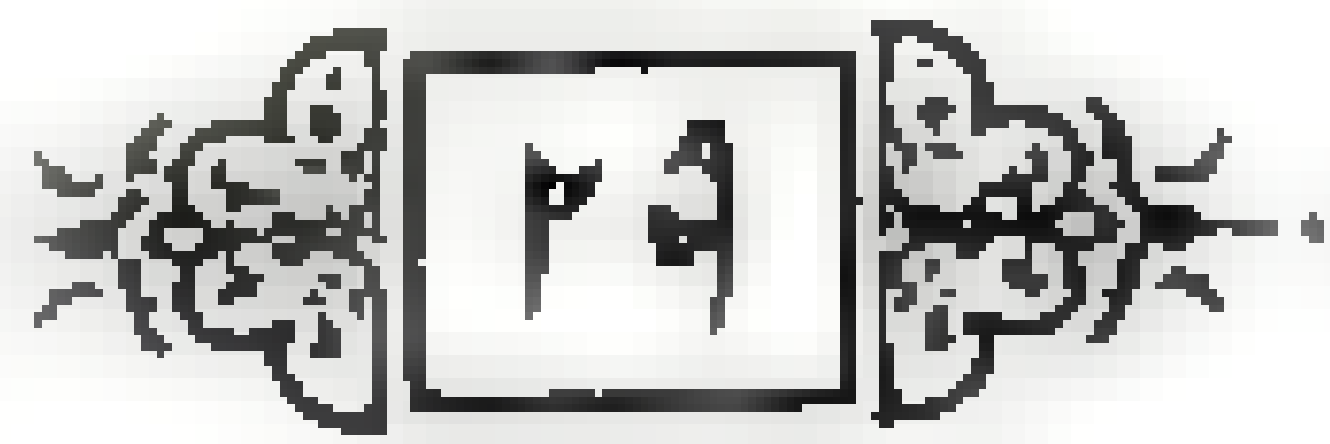


۲۸

ایہ س میں تھے تھے

سہر دستہ مجھ کو عشا کی نظر سے کیا نہ  
 سماں عشق نے مجھ کو مددِ یثرب نہ دیا نہ  
 نہ بادِ سب سے نہ نہ اتنی نہ دورِ مہمیانہ  
 فقط نگاہ سے زخمیں سبے بزمِ حسانانہ  
 میسر ہی تو اسے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ  
 کہ میں ہوں محرابِ مرادِ درونِ سینا نہ  
 کل کو دیکھ کہ سبے شہنشاہِ مہمِ سحر  
 اسی میں سب مرے دل کا ستارہ افسانہ  
 کوئی بتائے مجھے یہ غیبِ اب سے کہ حضور  
 سب شاہیں یہاں یک میں ہوں بیگانہ  
 ونگاہ میں کوئی دان اور بھی کٹھ جباؤں  
 مرے جنوں کو سنبھالے اگر یہ ویرانہ  
 مستِ مِ عقل سے اسکاں گزر گیا اقبال  
 مستِ مِ شوق میں کھویا گیا وہ شہزادہ



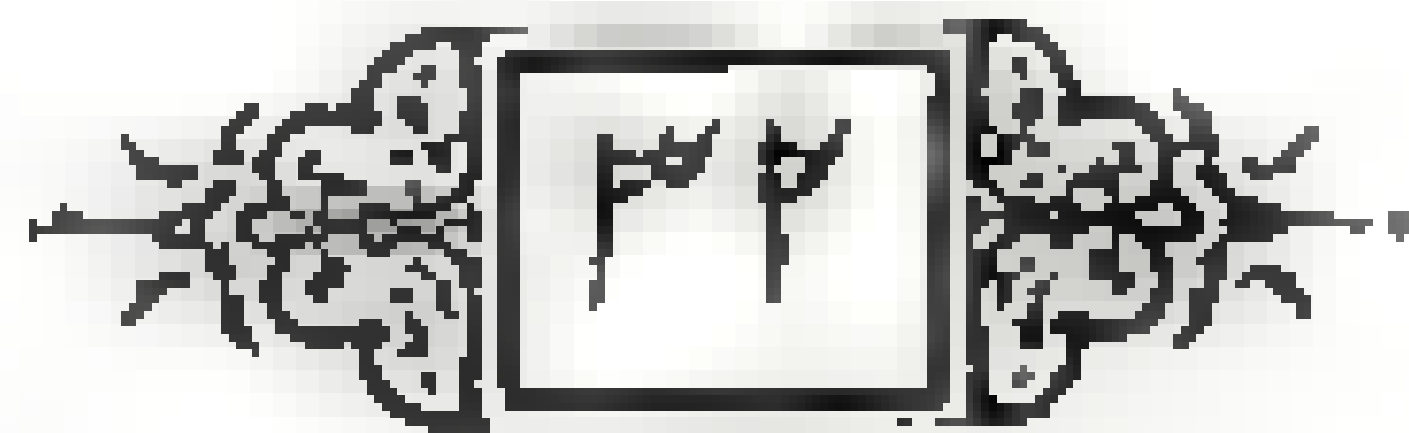


منہ سے آتے تے نالوں کا جواب آغا  
 کرتے ہیں شباب آغا آستے ہیں شباب آغا  
 احوالِ محبت میں پچھلے سق نہیں رہا  
 سوز و تب و تاب اور سوز و تب و تاب آغا  
 میں تجھ کو بتاتا ہوں تفتیرِ اتم کیا ہے  
 شمشیر و سناں اول طائرِ کس در باب آغا  
 مینا نہ یورپ کے دستورِ نرالی ہیں  
 لاتے ہیں سرد و راول دیتے ہیں شراب آغا  
 کسیا دبدبہ مادرِ کسیا شوکتِ بیوی  
 ہو جاتے ہیں سب دفترِ غرق سے ناب آغا  
 خلوت کی گھڑی گزری، جلوت کی گھڑی آئی  
 چھٹنے کو بے کسلی سے آنکوشِ شباب آغا  
 تماغیبِ بہت مشکل اس کیلئے معافی کا  
 کہہ ڈالے متلِ اندر نے اسرارِ کتاب آغا

بہشت مسافہ پیڑ تری! کیا چاند تار سے کیا مرغ دما ہی!  
 تھمڑ و میس تو میرے شکر نوری حضور ہی تیرے سپاہی!  
 کچھ مست رہتی تو نے نہ تباہی یہ بے سواد ہی یہ کلم بگما ہی!  
 دنیا سے دُور کی کب تک غلامی یا راز سبھی کزیا یاد شاہی!  
 پیڑ مر کو دیکھا ہے میں نے  
 گرد آ رہے سوزِ انقست روا ہی!

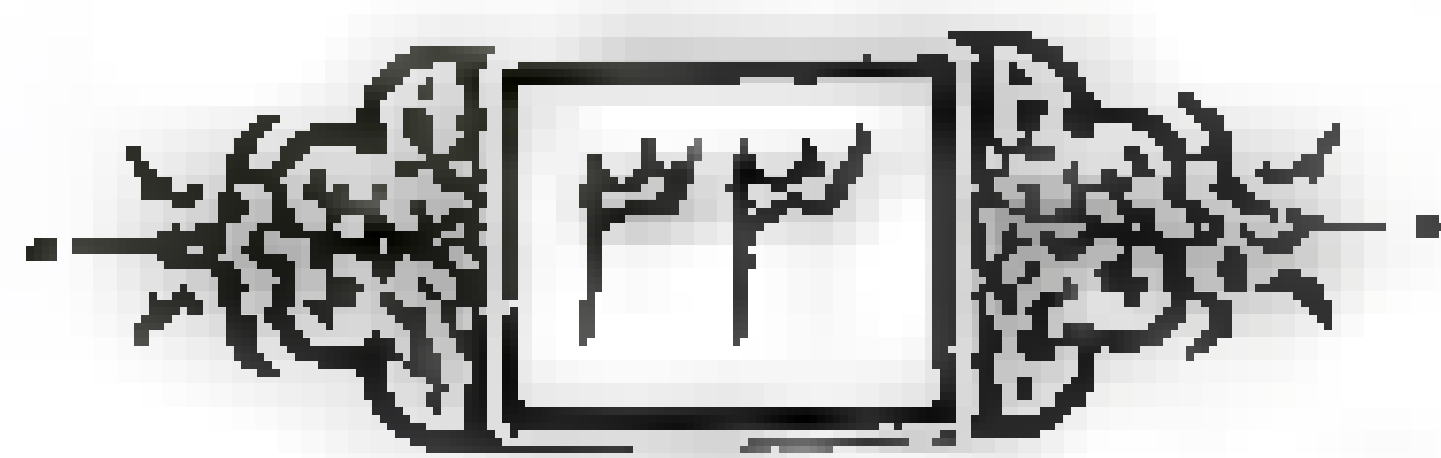
ہر چیز ہے محو خود منائی ہر ذرہ شہید کس بدائی!  
 بے ذوق نمودِ زندگی گریست تفسیرِ خودی میں ہے خدائی!  
 رائی زورِ خودی سے پریت پر بت ضعفِ خودی سے رائی!  
 تار سے آوارہ و کلم آئینہ تقصیرِ وجود ہے بدائی!  
 یہ پچھلے پہر کا زرد و روچہ نہ بے راز و نیلِ آشنائی!

تیری قسیدیں سبے ترا دل تو آپ سبے اپنی روشنائی  
اک تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں باقی ہے نمودِ سیمپائی  
ہیں غمتِ کشایہ نہ تیرا  
کہ رگِ گدہ برمسندِ پائی



اعجاز ہے کسی کا یہ گردشِ زمانہ  
تو ماسے، شیا میں حیرِ فرنگیانہ  
تفسیرِ آشیاں سے میں نے یہ راز پایا  
اہلِ نوا کے حق میں جہلی ہے آشیانہ  
یہ بندگیِ حنائی، وہ بندگیِ گدائی  
یا بندہٗ حنہ دین یا بندہٗ زمانہ  
غافل نہ ہو خودی سے کراپنی پاسبانی  
شاید کسی حیرم کا تو بھی ہے استمانہ  
اے لالہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں  
گفتارِ دبستانہ اگر دارِ قاضی

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے  
 لکویاں تیرے سیراجذبِ قلندر  
 رازِ حرم سے شاید اقبالِ بانجری  
 ہیں اس کی گفتگو کے اندازِ مہرمانہ!



خرد مندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے  
 کہ میں اس سنکڑ میں رہتا ہوں میری ابتدا کیا ہے!  
 خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے  
 خدا بندے سے خود پوچھے بتا میری رضا کیا ہے!  
 مقامِ گفتگو کیا ہے اگر میں کہیں گریہوں  
 یہی سوزِ نفس ہے اور میری کیا کیا ہے!  
 نظر آئیں مجھے تقدیر کی گہرائیاں اس میں  
 نہ پوچھو اے بخشش مجھ سے وہ چشمِ سرور سا کیا ہے!

ارہوتا وہ مجذوبِ ذہنی اس نے نہیں  
تو قسبِ اس کو سمجھتا نہ تیرے بہا کی بات  
نواسے سے بھاگتا ہے جسے جگر خوں کر دیا میرا  
خدا یا جس خطا کی یہ سزا ہے وہ خطا کیا ہے؟



جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود کا  
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی  
عظمتِ سو، رومی ہو، رازی ہو، شریانی ہو  
کچھ بات نہ نہیں آتا ہے آہِ سب گاہی  
نوسید نہ سوان سے اے رہبرِ فرزانہ  
کمِ کوشش تو ہیں لیکن بے ذوقِ شہنشاہی  
اے طائرِ لاہوتی اس رزقِ کرموت اچھی  
جس رزق سے آتی ہو پروانہ میں کو آہی

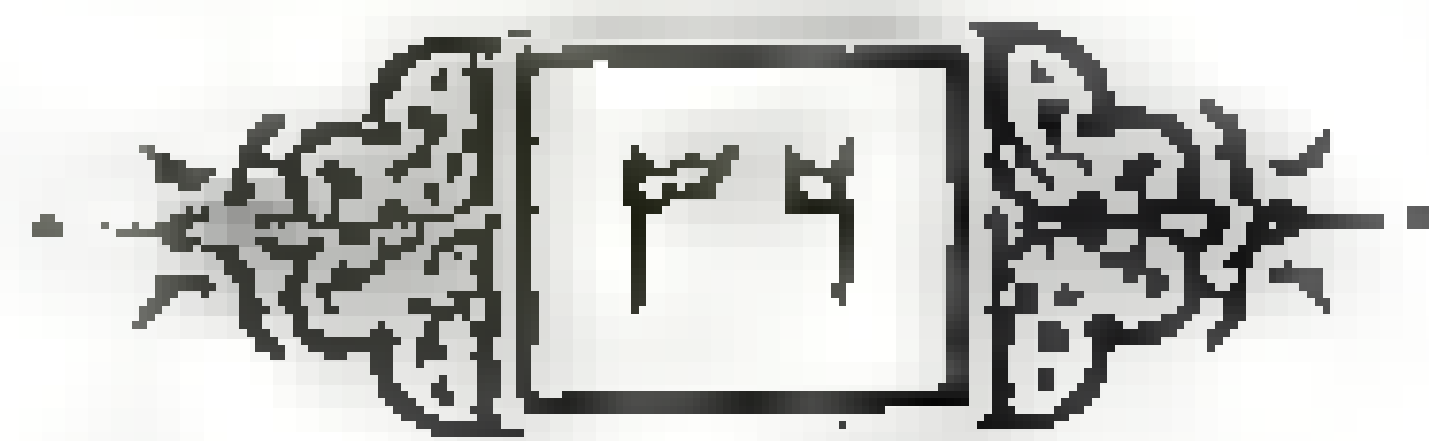
اے جرمی کا مشور مجذوبِ ذہنی شہنشاہ، جو اپنے قلبی واردات کا حسین اندازہ نہ کر سکا اور اس لیے  
اس کے فلسفیانہ افکار سے اسے غلط راستہ پر ڈال دیا۔

دارا و کسدر سے دو مردِ فستہ اولیٰ  
 جو نہیں کی فستہ میں بڑے سدا قلندر  
 آئین جو افرادِ حق کوئی و سبباں  
 اندہ کے شہیدوں کی آتی نہیں رو باہی

۳۵

بچے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا  
 تھم لے رہو کہ شاید پھر کوئی نسلِ مستام آیا  
 ذراستدیر کی کہانیوں میں ڈوب جاؤ بھی  
 کہ اس حبیب سے میں بن کے تیغ بے نیام آیا  
 یہ صرغ لکھ دیا کس شوخ نے مٹرابِ سجد پر  
 یہ ناداں کر کے سب میں جیٹ قوتِ قیام آیا  
 چل لے سیدیِ نرہی کا تہا شاد بکھنے والے  
 وہ محفل اٹھ گئی جس دم تو مجھ تک دورِ جہام آیا  
 دیا اقبال نے ہندی مسلمانوں کو رو اپنا  
 یہ اک مردِ تن آساں تھا تن آسانوں کے کام آیا

اسی اقبال کی میں بستجو کرتا رہا ہوں  
 بڑی مدت کے بعد آخر وہ شاہیں زیرِ دام آیا!



نہ ہو طغیانِ مشتاقی تو میں بتا نہیں باقی  
 کہ میری زندگی کیا ہے؟ یہی طغیانِ مشتاقی  
 مجھے فطرتِ نوا پر پہلے پہلے مجبور کرتی ہے  
 ابھی محفل میں سب سے شاید کوئی دردِ آشنا باقی  
 وہ آتشِ آج بھی تیرا شہینِ چھینک سکتی ہے  
 طلبِ صداق نہ ہو سیری تو پھر کیا سکونِ ساقی  
 نہ کرا فرنگ کا اندازہ اس کی تابناکی سے  
 کہ بجلی کے چراغوں سے ہر اس جوہر کی برآتی  
 دلوں میں دلوں سے آفاقِ گیری کے نہیں اٹھتے  
 نگاہوں میں اگر پیدا نہ ہو اندازِ آفاق  
 خزاں میں بھی کب آسنا تھا میں صیاد کی زد میں  
 مری غمت از تھی شاخِ نشہین کی کلم اوراقی



اٹ جائیں گی تدبیریں بدل جائیں گی تقدیریں  
حقیقت ہے نہیں میرے خیال کی یہ مثالیں!

۳۷

فطرت کو خود کے زور پر دگر  
تعمیر منت سام رکھ کر  
تو اپنی خودی کو سوچ رہے  
کھوئی ہوئی شے کی جستجو کر  
تاروں کی فضا ہے سیدھا  
تو بھی یہ مست ام آرزو کر  
غریاں ہیں تھے چین کی حویں  
چائے گل و لالہ کو رنو کر

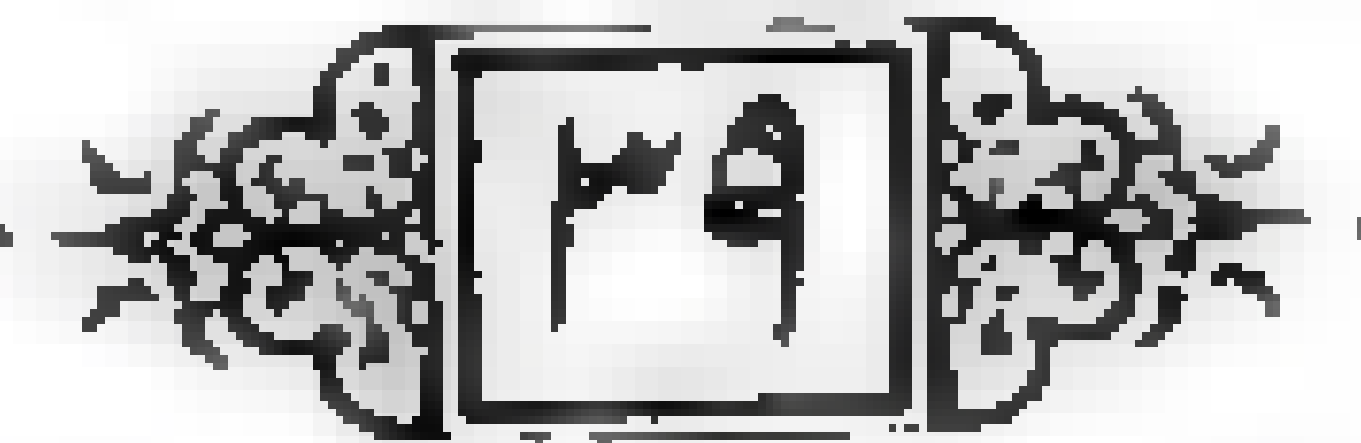
بے ذوق نہیں اگرچہ فطرت  
جو اس سے نہ ہو سکا ادب تو کر!

۳۸

یہ سپیدان کلیسا و حرم! اسے دے مجھ جیوی!  
صلہ ان کی کدو کاوش کا ہے سینوں کی بے نوری!  
یقین پیدا کرے نادان یقیں سے! تجھ آتی ہے  
وہ درویشی کہ جس کے سامنے ٹھکتی ہے غنچہ جیوی!

۳۵۱

کبھی حیرت بستی بستی بستی بستی بستی  
 بدلتا ہے سرور و نام میرا زانہ بوی  
 عداوتِ اک سے باہر ہیں باتیں حق بستی کی  
 سمجھ میں اس قدر آیا دس دس دوست بڑواری  
 وہ اپنے سن کی بستی بستی بستی بستی بستی  
 مری آنکھوں کی بینائی میں اسبابِ ستوری  
 کوئی قصہ دیر کی عشق سمجھ سکتا نہیں نہ  
 نہ تھے ترکاں شامی سے کم ترکاں بیہوشی  
 فقیرانِ حرم کے ہاتھ اقبالِ الہی کیونکر  
 بیتر شہر سلطان کو نہیں شاہین کا فوری



تازہ پھر دانش حاضر نے کیا سیریم  
 لہذا اس عہد میں سکن نہیں بے چوبِ کلیم  
 عقل عیاں ہے سو بھیس بنا لیتی ہے  
 عشق بے چارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم

عیشِ نسیں سب نریبانِ محبت پہ تمام  
 سب مسافروں میں قرب نہ نظر آتے ہیں  
 سبے کراں سیرِ نورِ احمد و زاد سے تو  
 کوہِ و دریا سے گزر سکتے ہیں مانندِ سیر  
 مردِ روشیں کا سر یہ سبے آزادی و دل  
 سبے نفسی، ورنہ خاطر یہ نصابِ زور و سیر

۴۰

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں  
 اسی زندگی سے نہیں یہ فضا ہیں  
 قناعت نہ کر سالمِ رنٹ بو پر  
 اگر کھو گیا کنش میں تو کیا غنم  
 تو شاہیں سبے پر داز ہے کام تیرا  
 اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا  
 ابھی شوق کے متحساں، اور بھی ہیں  
 یہاں سیکڑوں کارواں اور بھی ہیں  
 چمن اور بھی اشعیاں اور بھی ہیں  
 مقامِ مستِ آد و نغماں اور بھی ہیں  
 ترے سامنے آسمان اور بھی ہیں  
 کہ تیرے زمان و مکان اور بھی ہیں  
 گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں  
 یہاں اب مرے رازواں اور بھی ہیں

ذخیرہ میں ہے

دُعاؤں پر ہے ذہنِ عیشِ حبس کا دوام  
 واسے تفسیرِ خود سے تفسیرِ خام  
 پرِ حرم نے کسائیں کمر کی وید  
 پہنچتے سبے تیری فغانِ بے انتہا دل میں تمام  
 تھا آئینہ کو کھیر میں آئینہ کو نہیں  
 کس کو منت نہار و مجھ پہ پست طعناں  
 گرچہ سبے افشاں راہِ اہلِ فغان  
 ہو نہیں سکتا کبھی شہرِ زندانِ عام  
 حالتِ دعویٰ میں ذکرِ بے غم و بے سوز و ساز  
 میں بھی ہاتھ نہ کام تو بھی رہا تھ نہ کام  
 عشقِ تری نہ تھا عشقِ مری نہ تھا  
 تو بھی ابھی نامت مہر میں بھی ابھی نامت  
 آہ! کہ کھویا گیا تجھ سے فہمِ کار  
 ورنہ بے مالِ فہمِ سلطنتِ روم و شام

۴۲

خودی جو سے سے خود تو خیت جبریل  
 اگر ہو مشق سے سے خود تو سر بر سر بیل  
 مذاہب و فلسفہ ناسر سے باغب سوں میں  
 کہ میں اس آگ میں نہ آیا ہوں مثل نعل  
 فریب خورد و کس نساں ہے کار و اس ورنہ  
 زیادہ راحت نساں سے نہ شاید بیل  
 نطق نہیں تو مرے سانس نہن میں بیٹھی  
 کہ نکست با سے خودی میں مشال شفی اصل  
 مجھے وہ درس فرما آج یاد آتے ہیں  
 کہیں حضور کی لذت کہاں حجابِ دل  
 اندھیری شب سے جدا اپنے قافلے سے ہے تو  
 ترے لیے ہے مرا شعلہ نواہنِ دل  
 غریب و سادہ و غمگین ہے دوستانِ حرم  
 نہایت بس کی سیدنی ابتدا ہے اسما میں

۴۴

مکتبوں میں کہیں رہنمائی افکار بھی ہے؟  
 خانقاہوں میں کہیں لذتِ سرور بھی ہے؟  
 منزلِ رسدِ اداں دور بھی دشوار بھی ہے  
 کوئی اس قافلہ میں قافلہ سالار بھی ہے  
 بڑھتے کے خیمہ سے ہے یہ مرکزِ دین و وطن  
 سر زمانے میں کوئی حیدرِ کار بھی ہے  
 ظلم کی حسد سے پرے بندۂ مومن کے لیے  
 لذتِ شوق بھی ہے نعمتِ دیدار بھی ہے  
 پیرِ معینانہ یہ کہتا ہے کہ ایوانِ فرنگ  
 سست بنیاد بھی ہے آنتہ دیوار بھی ہے

۴۴

حادثہ وہ جو ابھی پردہٴ افلاک میں ہے  
 عکس اس کا مرے آئینہٴ ادراک میں ہے

نہ تارے ہیں ستے، نہ پردہ نشانیوں میں ہے  
 تیرنی تیردیر سے نالہ، دیباک میں ہے  
 یا مری آؤ میں کوئی شہرِ زندہ نہیں  
 یا ذرا غم اجی تیرے خس و خاشاک میں ہے  
 کیا شبِ مری نواہ سے سحرِ بقی سے  
 زندہ ہو جاسے وہ آتش کہ تری خاک میں ہے  
 توڑ ڈالے کی یہی خاکِ طالعِ شبِ روز  
 کہ چہ ابھی ہوئی تیرے پیر کے چپک میں ہے

رہا نہ صدِ صوفی میں سوزِ ششماقی  
 فنا نہ پاسے کراماتِ رد گئے باقی  
 خراب کو شکِ سلطان و خافتِ اختیار  
 فغاں کہ تختِ وصلتی کمالِ ذراقی  
 کسے گی داوِ محشر کو شہرِ اک روز  
 کتابِ صوفی و ملاکی سادہ اور اقی



نہ چینی دھڑکی دہنی دہنی دہنی دہنی  
سہا سکا نہ دو غمِ عالم میں رو آفتابی  
نئے شبِ بے نئی مستی تو جو چپکلی نہیں  
نہشتِ کربا ہے دلوں میں کرشمۂ ساقی  
چمن میں تین نوائی مری گورا کر  
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاکی  
عزیز تر ہے مستِ باغِ امیر و سلطان سے  
وہ شعر جس میں جو کبھی کا سوز و بھراقتی

۶۶

ہوا نہ زور سے اس کے کوئی لہریاں چاک  
اگرچہ مستِ بویں کا جسٹوں بھی تھا چاک  
مئے یقیں سے مستِ حیات سے پر سوز  
نہیبِ مدرسہ یارب یہ آبِ اشناک  
عروجِ آدمِ حساکی سے مشتِ بویں تمام  
یکسکشاں، یہ تاسے، یہ نیلگوں افلاک!

۶۵۸

یہی زمانہ حاسنہ کی کائنات ہے کیا؟  
 دماغ روشن و دل تیسرے رنگہ بیباک!  
 تو بے تعبیر ہو تو یہ مانج نکاو بھی ہے  
 وار نہ آک ہے مومن، جہاں شمس و غمشاک!  
 زمانہ غمتل کو سمجھنا ہوا ہے مشعل راہ  
 کسے خبر کہ بسنوں بھی ہے صاحبِ دراک!  
 جہاں مستام ہے میراثِ مردِ مومن کی  
 میرے کلام پر محبت ہے نکتہ رنقِ آک!



یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوسرہ کیٹانہ!  
 یکس زلی و آزادی سے ہمتِ مردانہ!  
 یا سنجہ و ستعل کا آئینِ حبِ انجیری  
 یا مردِ مستندر کے اندازِ ملوکانہ!  
 یا حیرتِ فارابی یا تاب و تبِ رومی  
 یا منکرِ کیمانہ یا جذبِ کلیمانہ!

یا تسلی کی رو باتی یا عشق پر فانی  
 یا حیدر انصاری یا سمدیہ کریم  
 یا شریعہ سبکی یا دیر کی دروہنی  
 یا نیر متانہ کعبہ سوار چاند  
 میری میں، فقیہی میں، شادی میں غدی میں  
 کچھ کام نہیں بستہ جو کتہ زندانی

۴۸

نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے  
 جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے  
 صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل  
 یہ نکتہ وہ ہے کہ پشتِ پیرِ آراں میں ہے  
 وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کر سے پیدا  
 یہ شاگ و خشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے  
 مردِ ستارہ سے آگے مقام ہے جس کا  
 دوشِ خاک ابھی آوارگانِ راہ میں ہے

۲۶۰

نہر ہی سبہ خدا یانِ بس دروست مجھے  
 فوہب رہنڈر سیل بے پناہ میں سبہ  
 تازہ شس اس کی فضاؤں میں کر نعیم اپنا  
 جہان تازہ مری اور سب جگہا میں سبہ  
 مسے لدو کو خیمہ ست سمجھ کہ بانِ ناب  
 نہ در سے میں سبہ باقی نہ خالق و میں سبہ



فطرت نے نہ بخشا مجھے اندیشہ چالاک  
 رکھتی سبہ ملط ساقت پر داز مری خاک  
 وہ خاک، کہ سہے جس کا جنوں سے نقل ادراک  
 وہ خاک، کہ جبریل کی سبہ جس سے قبا چاک  
 وہ خاک، کہ پر داسے شیمین نہیں رکھتی  
 چلتی نہیں پہنا سے چمن سے خس و خاشاک  
 اس خاک کو اللہ نے بخشے ہیں وہ آنسو  
 کرتی سبہ چمک جن کی ستاروں کو عرفا ک

کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد  
 مری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بستان  
 یہ مدرسہ، یہ جواں، یہ سُور و غنائی  
 انھیں کے دم سے بے نیانہ و بے تاب  
 فلسفی سے نہ ملا سے بے غرض و بے کج  
 یہ دل کی موت! وہ اندیشہ و نظر کا فساد  
 فقیرِ شکر کی تحفہ کیا محبِ مای  
 مگر یہ بات کہ میں ٹوٹتا ہوں دل کی تشاد  
 حسد پر سکتے ہیں دنیا میں عشرتِ پور  
 حسد کی دین سب سے مرادِ حسدِ فراوان  
 کیسے ہیں فاش، امروزِ قلندری میں نے  
 کہ شکریہ مدرسہ و خانقاہ ہو آزاد  
 رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کاظم  
 عصانہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بسیا!

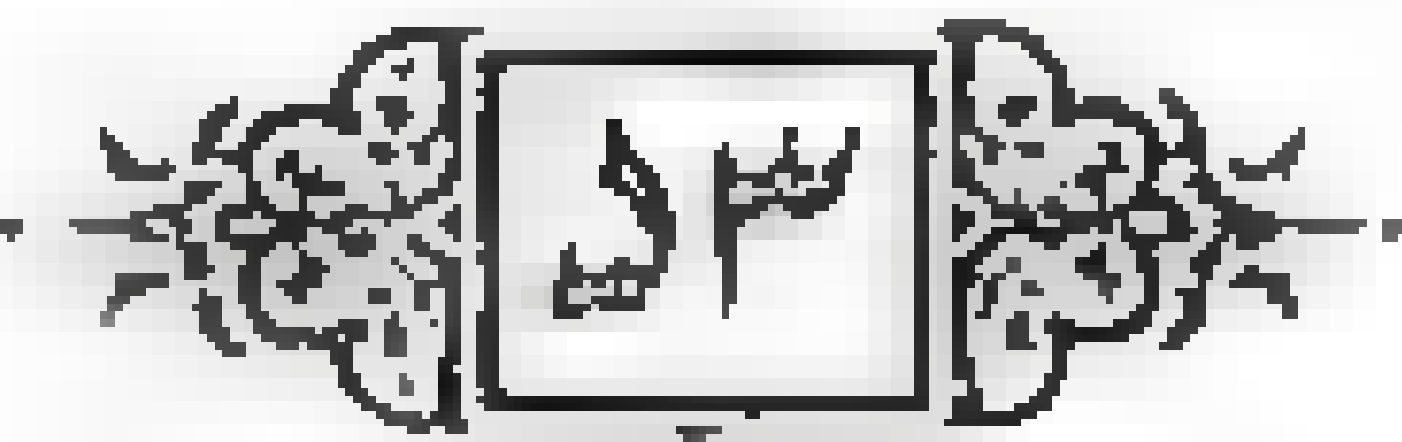
۵۱

کی ت سے فرشتوں نے اقبال کی غمازی  
 سُستمان ہے کرتا ہے فطرت کی حنا بندی  
 خاکی سبہ ہر اس کے انداز میں امتلا کی  
 رومی سبہ نہ شامی سبہ کاشی نہ سمرقندی  
 سکھائی خوشیتوں کو آدم کی تڑپ اس نے  
 آدم کو سکھاتا ہے آدابِ حسن و آدمی

۵۲

جلیا ہے رومی پارا سبے رازی	نے مہر و باقی، نے مہر و بازی
شاہی نہیں ہے بے شیشہ بازی	روشن ہے جامِ شیشہ اب تک
تو بھی نمازی، میں بھی نمازی	دل بے سگماں میسرانہ تیرا
جس حرکتے میں سگما ہوں غازی	میں جانتا ہوں انجسبام اس کا
حرفِ محبت، ترکی نہ تازی	ترکی بھی شیریں، تازی بھی شیریں

آزر کا پیشہ منار تراشی کارِ غمیں کی راگدازی  
تو زندگی سے پائیدگی ہے  
باقی ہے جو کچھ سب خاک بازی



گرم فغاں ہے جس اٹھ کے گیا قاف  
وائے ویرانہ ہے غمِ غمِ رحلہ  
تیری طبیعت ہے اور تیرا زمانہ ہے اور  
تیرے موافق نہیں حنا نقتی سلسلہ  
دل جو غمِ غمِ خرد یا کہ امامِ حسد  
سالکِ رو بہ شیارِ بخت ہے یہ مرحلہ  
اس کی خودی ہے ابھی شام و سحر میں اسیر  
گردشِ دُور کا ہے جس کی زباں پر گھل  
تیرے نفس سے ہوئی آتشِ گل تیز تر  
مُربخِ تہن ہے یہی تیری نوا کا سلسلہ





مری نواسے ہوئے زندہ عارف و عالمی  
 دیا ہے میں نے انہیں، وقتِ آتشِ آشنائی  
 حرم کے پاس کوئی اُسی جی بے مہمہ سنج  
 کہ تازما ہوئے جسمِ سامہ پاسے احمدی  
 مستیتِ ابدی ہے مستِ عالمِ شبیری  
 بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوئی دشامی  
 مجھے یہ ڈر ہے مستِ امر میں پختہ کار بہت  
 نہ رنگ لاسے کہیں تیرے ہاتھ کی خامی  
 عجیب نہیں کہ سلساں کو پھر عطا کر دیں  
 شکوہِ سنج و سنقرِ حشید و بطنامی  
 قبا سے علم و ہنرِ لطیفِ خاص ہے رہے نہ  
 تیری نگاہ میں تھی سیدی ناخوش اندامی



۵۵

ہر اک مستام سے آگے لڑ گیا میر تو  
 کس سال کس کو میسر ہوا ہے بے تگ و  
 نفس کے زور سے دینے پیچہ نہ ہوا بھی تو کیا  
 جسے نصیب نہیں آفتاب کا پر تو  
 نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی  
 کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پسیر  
 پنپ سکا نہ خسیا باں میں لالہ دل سوز  
 کہ سازگار نہیں یہ جہان گسٹ دم جو  
 رہے نہ ایک وغور آتی کے معرکے باقی  
 ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نغمہ خستہ و

۵۶

کھونہ جا اس سحر دشام میں اے صاحبِ شمشاد  
 اک جہاں اور بھی ہے جس میں خردا ہے نہ دوش

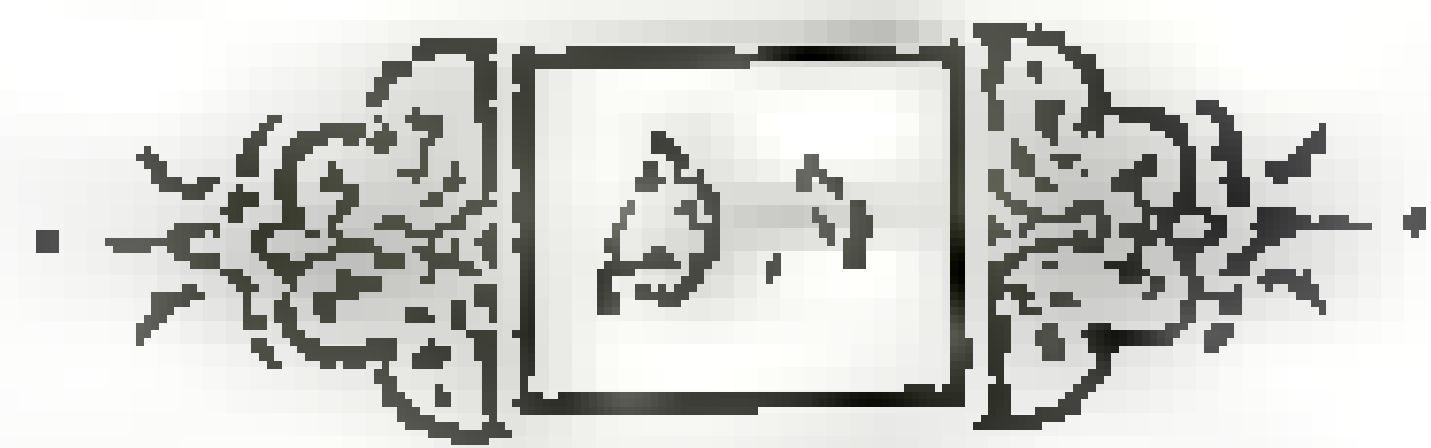
کس کو معلوم ہے کس گامہ فردا کا مقام  
 مسجد و مکتب دسے خانہ میں مدت و خوش  
 میں نے پایا ہے اسے انکس سحر گاہی میں  
 جس کو رِتاب سے خالی ہے صدف کی آغوش  
 نئی تہذیب تکلف کے سوا کچھ بھی نہیں  
 چہرہ روشن ہو تو کیا جاہستِ گلزارِ فردوس  
 صاحبِ ساز کو لازم ہے کہ نافل نہ ہے  
 گاہے گاہے غلط آہنگ بھی ہوتا ہے سرور



تجاہسِاں مدرّسہ شیری و شاہنشاہی  
 آج ان حسنِ انقہوں میں ہے فطر و باہی  
 نظر آئی نہ مجھے قافلہ سالاروں میں  
 وہ شبانی کہ ہے تمہیدِ کلیمِ ہفتی  
 لذتِ نغمہ کہاں مرغِ خوش الحان کے لیے  
 آہ! اس باغ میں کہتا ہے نفس کو تابی



ایک رستی دہشت ستے سراپا تار یکساں  
 ایک نہ رستی و نہیت ہے تمام ہوا  
 سخت برق چمکتا ہے مرا منکب بند  
 کہ بجھتے نہ پھر یہ قسمت شب میں رانی

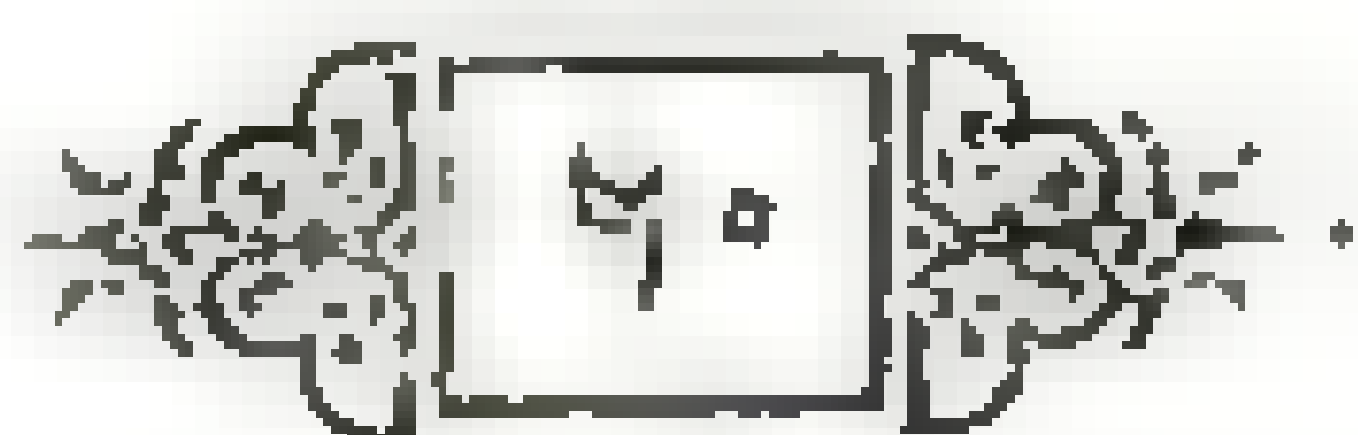


سبے یاد بٹے مکتے بر سہماں خوش آہنگ  
 دنیا نہیں مردانِ جنائش کے پیچے تنگ  
 پیتے کہ جسک چاہتے شاہیں کا تخت  
 جی سکتے ہیں بے روشنی دانش و فرنگ  
 کر بلبل و طاؤس کی تلبید سے توبہ  
 بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ

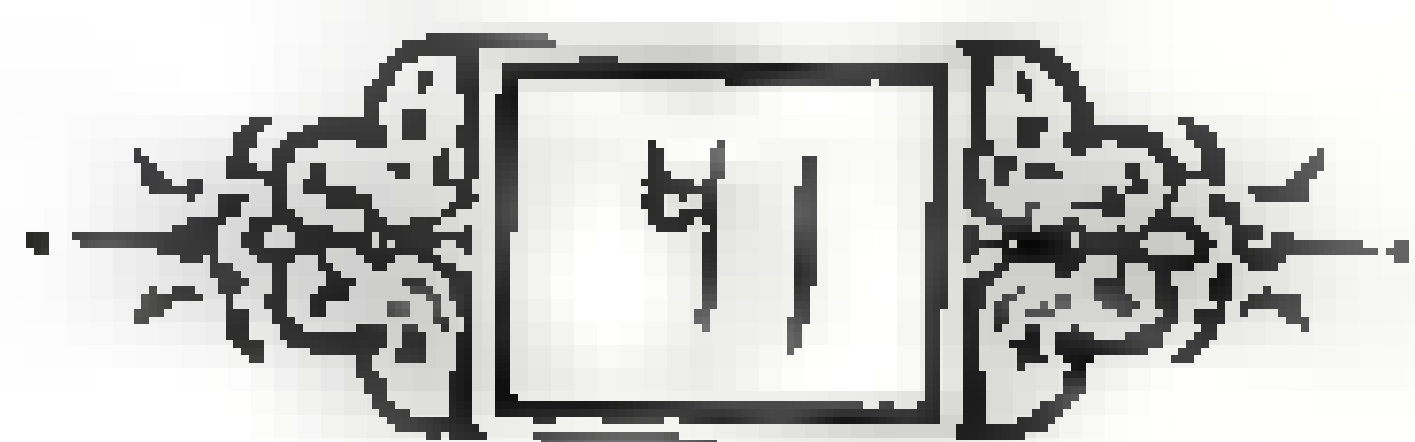


اے سلمان، سعود و سعد سلمان غزنوی دور کا نامور ایرانی شاعر جو غالباً لاہور میں پیدا ہوا۔





کمال جو شس بنوں میں رہا میں کریم ہو ف  
 خدا کا شکر سلامت رہا حسیم کا خلاف  
 یہ اتمناق مبارک ہو مومنوں کے لیے  
 کہ ایک زباں میں فشیب ان شہر سے خلاف  
 ٹرپ رہا ہے خدا کا بیان غیب و عشو  
 ازل سے اہل حسرہ کا منت نام ہے عرف  
 ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب  
 گر کشت ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف  
 سرور و سوز میں ناپا پیدار سبے در  
 مے فرنگ کا ترہ سر نہ بھی نہیں ناف



شہور و جوش و سرور کا مہلہ سبے شیب  
 مقام شوق میں ہیں سب دل و اندر کے رقیب

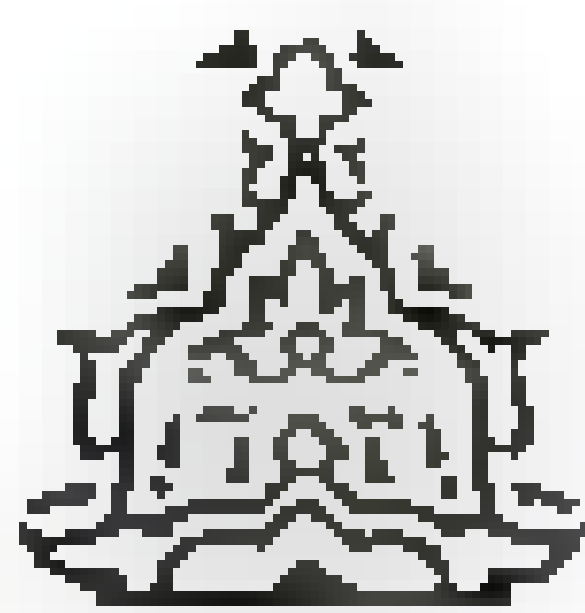
میں بانست ہوں جماعت کا حشر کیا ہوگا  
مسائلِ شندی میں ابجد گسیا ہے طیب  
اگرچہ میرے شہین کا کر رہا ہے ہوا  
مری نوا میں نہیں سنا زفرِ مین کا نصیب  
سناسے میں نے سنن رس ہے ترکِ عثمانی  
سناسے کو ان اسے اقبال کا یہ شعرِ عزیز  
سجھ رہے ہیں وہ یورپ کو کس جوارِ اپنا  
سناسے جن کے شہین سے ہیں زیادہ قریب

انڈیا میں کچھ بہت شوق نہیں ہے  
شاہد کہ ارجانتی تل میں بری بات  
یا دوست افلاک میں یہ سب مسلسل  
یا غافل میں یہ سب مسلسل  
یا غافل میں یہ سب مسلسل  
یا غافل میں یہ سب مسلسل  
یا غافل میں یہ سب مسلسل  
یا غافل میں یہ سب مسلسل

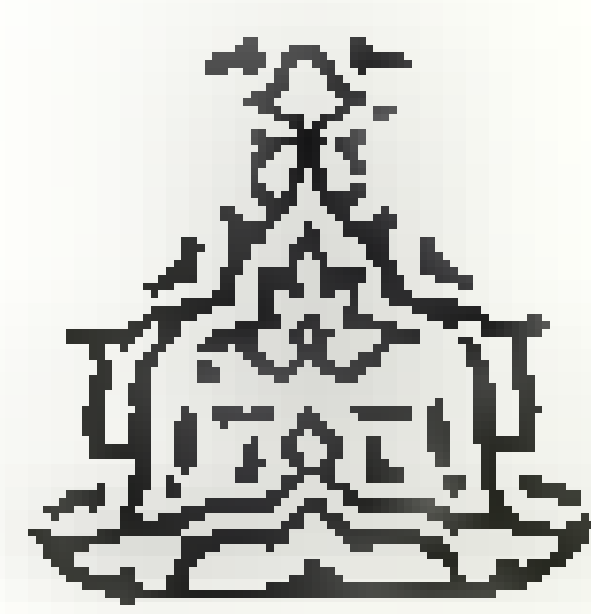


# رہا عیسیٰ

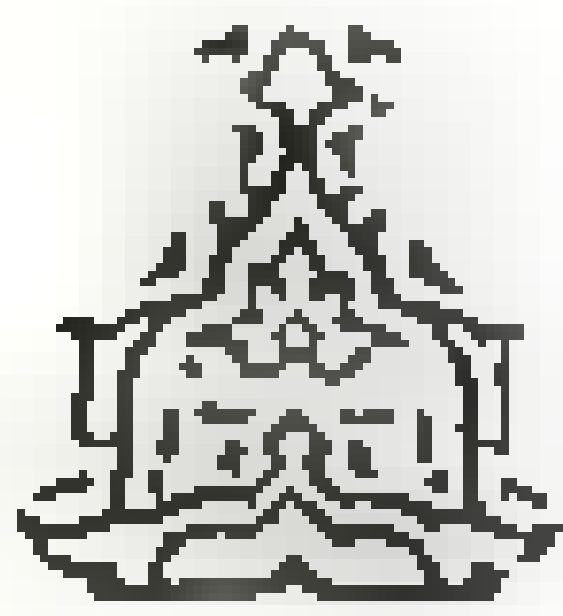
رو و رسیجہ منہا محسنہ  
 کلیسا کی ادا سوداگرانہ  
 تبرک سے مرا پسید رہن چاک  
 نہیں اہل جسنوں کا یہ زمانہ



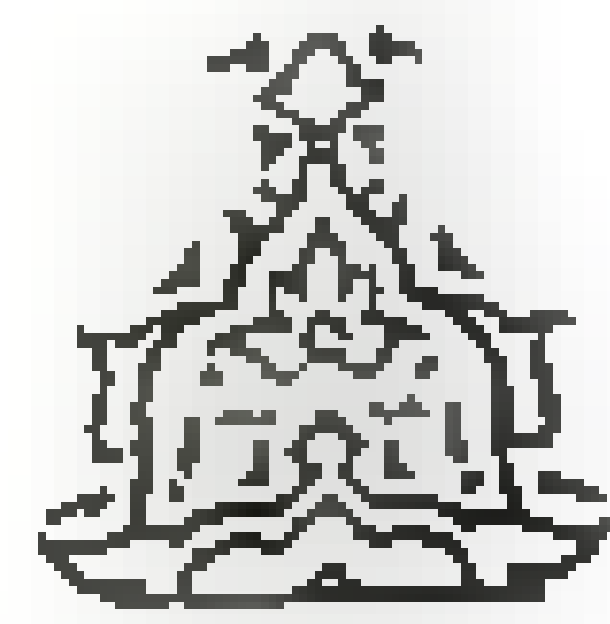
قلندیم جس میں کھو کر منہ بھل جا  
 تڑپ جا ہیج کھسا کھا کر بدل جا  
 نہیں ساحل تری قسمت میں اک موج  
 ابھر کر جس طرف چاہے نکل جا



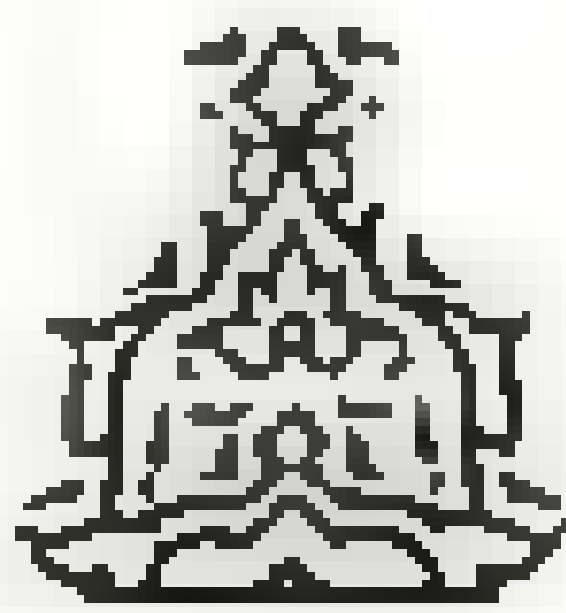
مکانی ہوں کہ آزاد مکان ہوں؟  
 جہاں میں ہوں نہ خود مدار جہاں میں؟  
 وہ اپنی لائے مکانی میں رہیں ست  
 مجھے تنہا بتا دیں میں کہاں ہوں؟



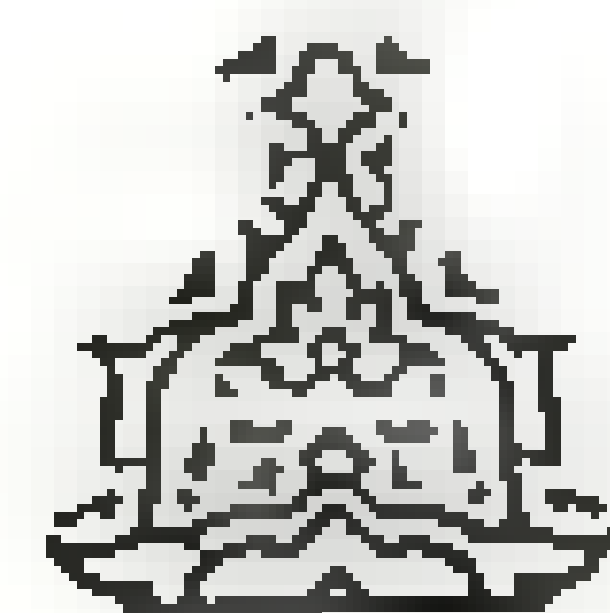
خودی کی سوتوں میں کم رہا میں  
 خدا کے سامنے گویا نہ تھا میں!  
 نہ دیکھا آنکھ اٹھا کر حسبِ دوست  
 قیامت میں تماشہ بن گیا میں!



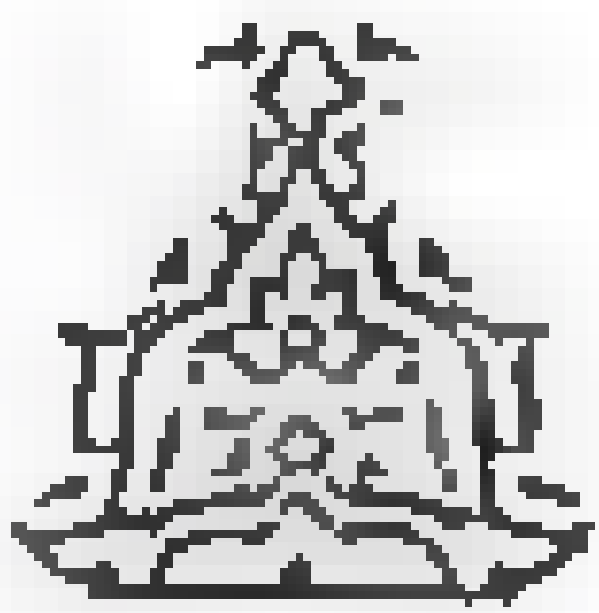
پریشاں کاروبارِ آشنائی  
 پریشاں ترمری شہینِ نوائی  
 کبھی میں ڈھونڈتا ہوں لذتِ نس  
 خوش آتا ہے کبھی سویرِ بدائی



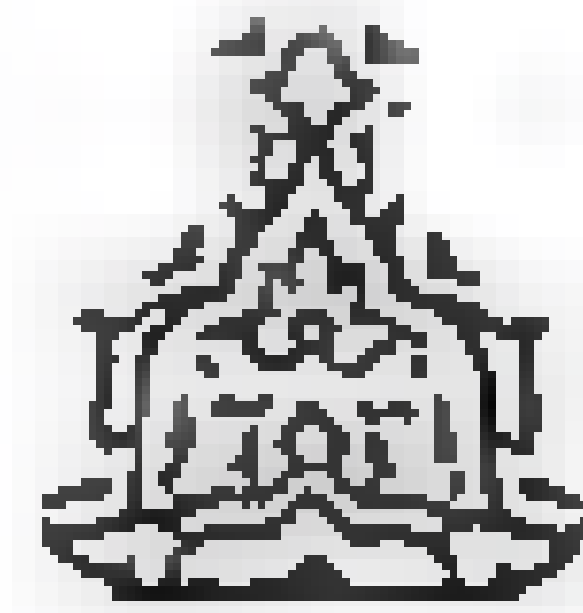
تیشیں شہلِ شیشِ آتشِ شینی  
 تیشیں اللہ مستی خود بینی  
 سن لے تمہذیبِ حاضر کے گرفتار  
 غلامی سے ہر ہے بے نقابینی!



عرب کے سوز میں ساری عجم  
سرم کا راز تو سید احمد ہے  
نتی وحدت سے ہے اندیشہ عرب  
کہ تہذیب فرنگی بے حرم ہے



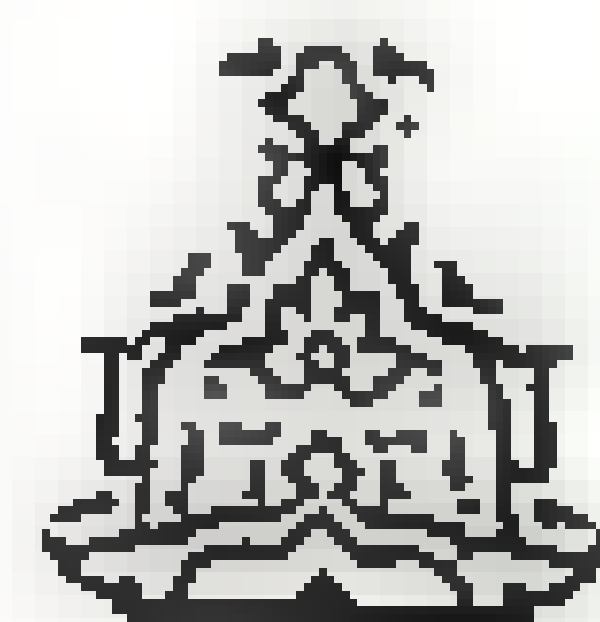
کوئی دیکھے تو میری نئے نوازی  
نفس ہندی، مقامِ نغمہ نوازی  
نغمہ آلودہ اندازِ سنسنگ  
طبیعتِ نغز نومی، قسمتِ ایازی



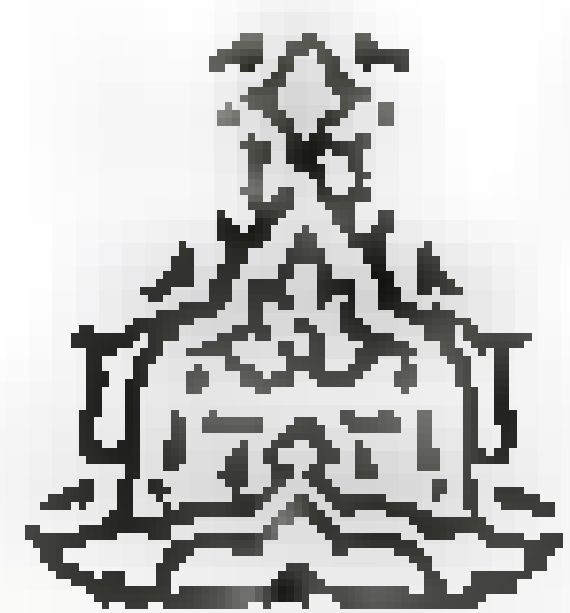
ہر اک ذرہ میں ہے شاید مکین دل  
اسی جلوت میں ہے خوت نشیں دل  
اسیرِ دوش و فردا ہے لیکن  
غلامِ گردشِ دوراں نہیں دل



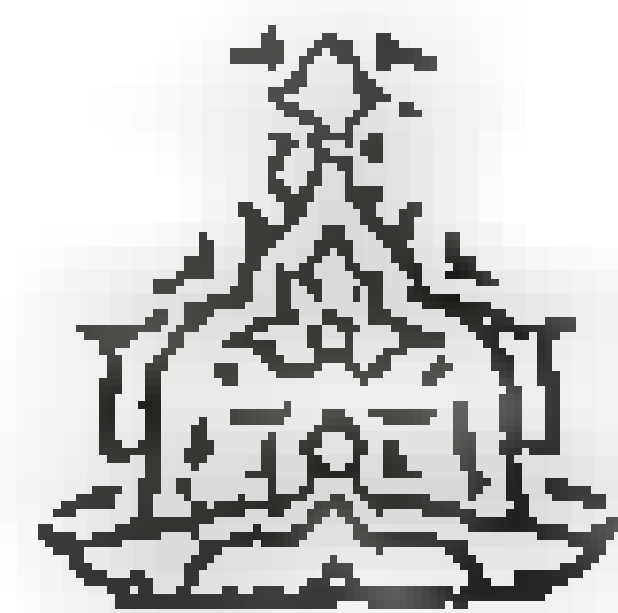
ترا انا بیشہ اسلا کی نہیں ہے  
تری پروازِ لولا کی نہیں ہے  
یہ مانا اصل شاہینی ہے تیری  
تری آنکھوں میں بیباکی نہیں ہے



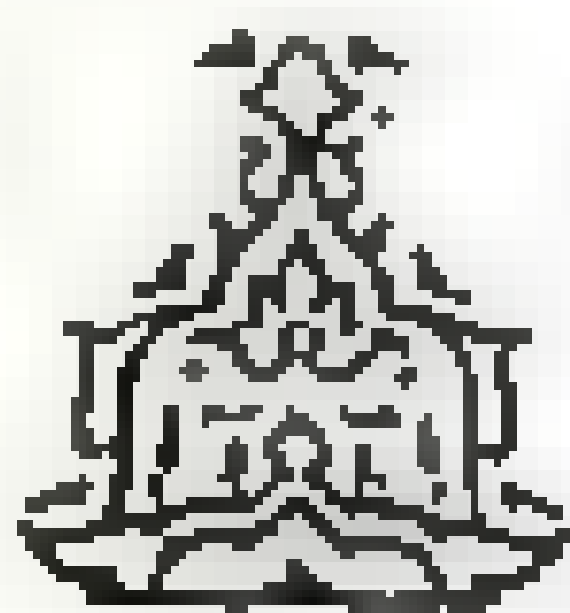
نہ مومن ہے نہ مومن کی سیر  
رہا صوفی گئی روشن سیر  
خدا سے بچ رہی قلب و ظہانگ  
نہیں ممکن ایسے بے اختیار



خودی کی جستجو میں نہ ملنا  
خودی کی جستجو میں کبریا کی  
زمین و آسمان و کرسی و عرش  
خودی کی زد میں ہے ساری خدا کی



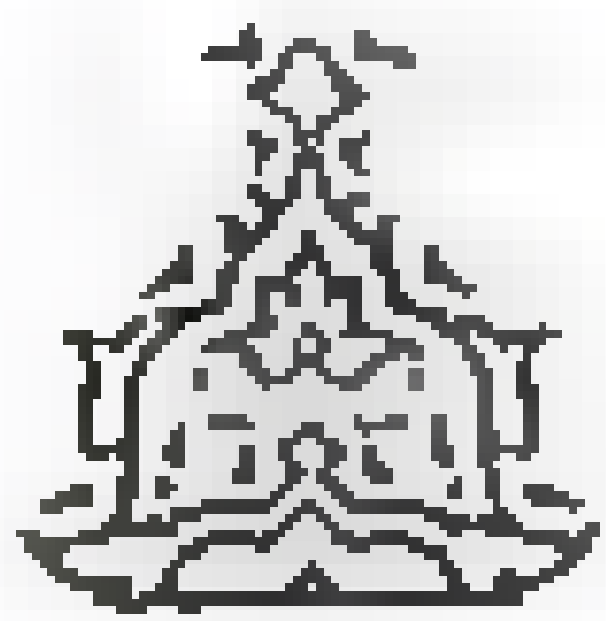
نگہ ابھی ہوئی ہے رنگ و بو میں  
خرد کھوئی گئی ہے چار سو میں  
چھوڑے دل فغانِ سب جگہ ہی  
اماں شاید ہے اللہ ہو میں



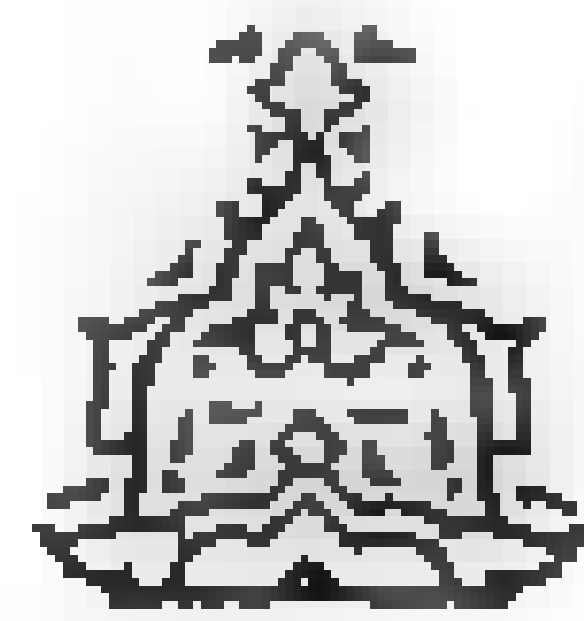
بہاں عشق وستی نے نوازی  
جسداں عشق وستی بے نیازی  
کمال عشق وستی ظرفِ حیدر  
زوال عشق وستی حرفِ آزی



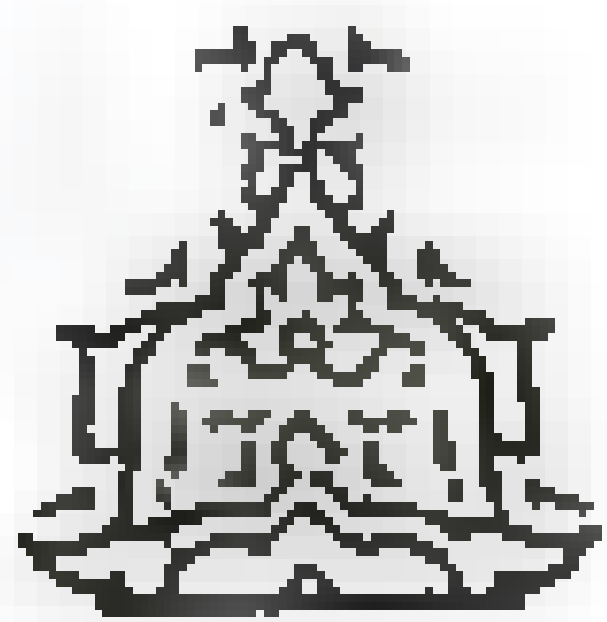
وہ سیدار و نبق محض کہاں ہے  
مرئی تجسبل مرا حاصل کہاں ہے  
مقام اس کہ ہے دل کی خلوتوں میں  
خدا جانے متا میل کہاں ہے



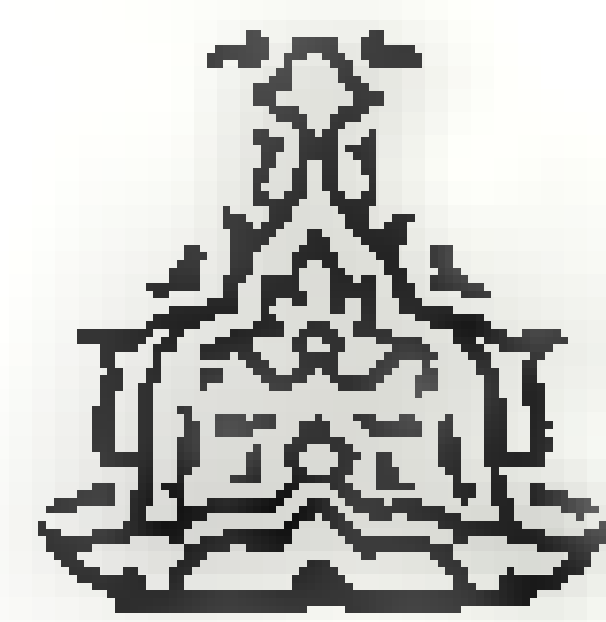
سوارِ ناقہ و محمل نہیں ہیں  
نشانِ جادہ ہوں سنہل نہیں ہیں  
مرئی قسمتِ دیر سب سے خاشاک سوزی  
فقط بجلی ہوں میں حاصل نہیں ہیں



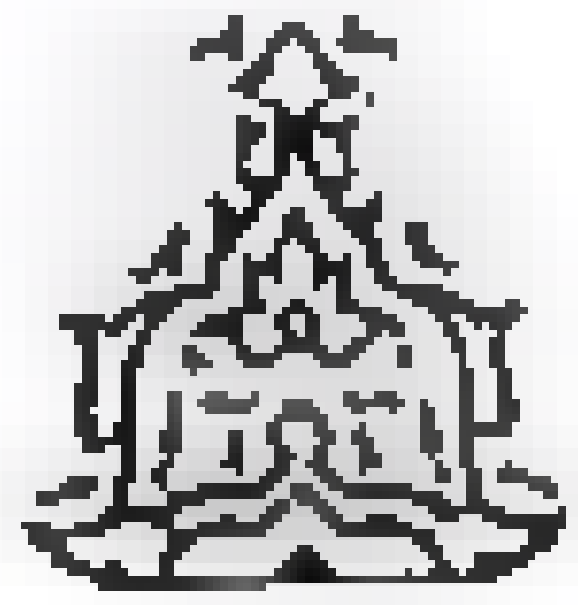
ترسے سینے میں دم بٹوں نہیں ہے  
ترا دم گرمی محض نہیں ہے  
لذرا جانتاں سے آگے کہ یہ نور  
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے



ترا جو ہر ہے نورنی پاک ہے تو  
فسخِ دیدہ افلاک ہے تو  
ترسے صیدِ بوس افرشتہ و حور  
کہ کشا ہین شرِ لولاک ہے تو



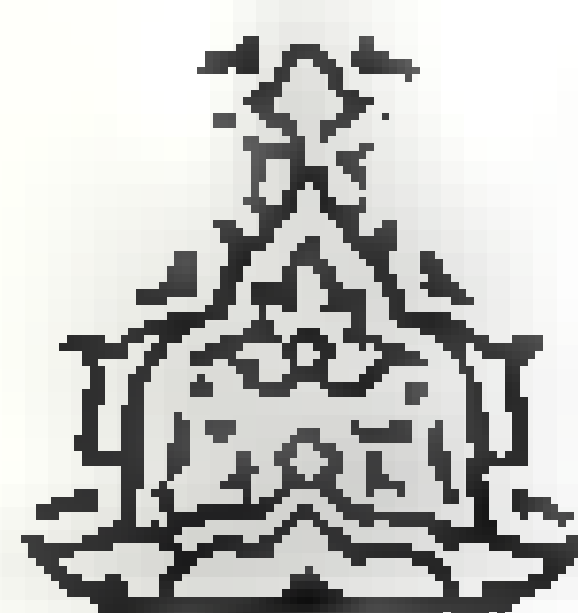
محبت کا بسوں باقی نہیں ہے  
سلسلہ نوح میں باقی نہیں ہے  
صفیں کن، دل پریشان سجدے وقت  
کہ جذبہ اندروں باقی نہیں ہے



نبودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا  
مست مژگ بوکا راز پا جا  
برنگ بحر ساحل آشنارہا  
کعبہ ساحل سے دامن کھینچتا جا



چمن میں رخت گل شبنم سے تھے  
سمن سے سبز و بے بادِ تحر سے  
مگر ہنس گامہ ہو سکتا نہیں گرو  
یہاں کا لالہ بے سوز و حیر ہے



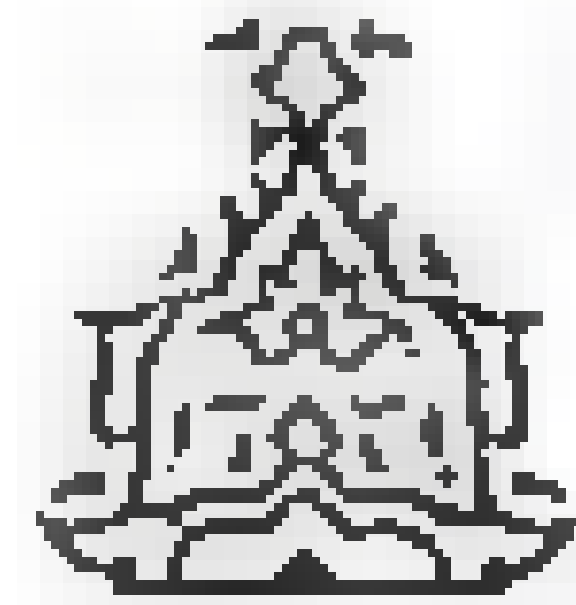
خسرو راہِ روشنِ صبر سے  
خرد کیا ہے چراغِ رہگذر ہے  
دیون خانہ ہنگامے میں کیا کیا  
چراغِ رہگذر کو کیا خبر ہے



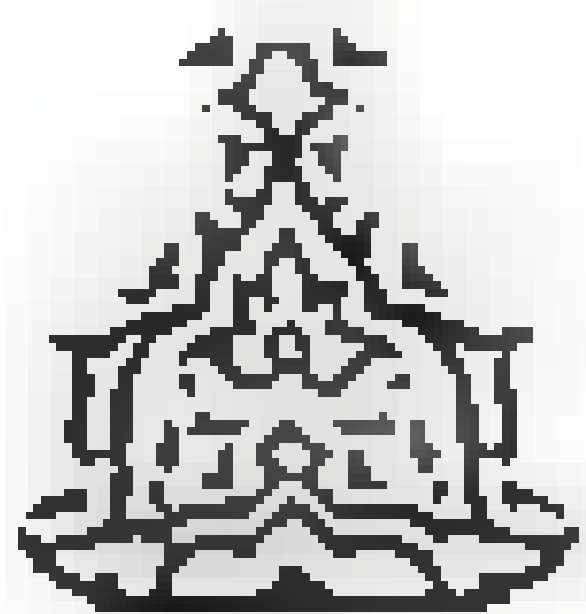
جوانوں کو مری تو حسرت سے  
چہ ان شہین بچوں کو بال پر دے  
خدا یا آرزو پسری یہی سب سے  
مرا تو یہ ہمیشہ ت نام کر دے



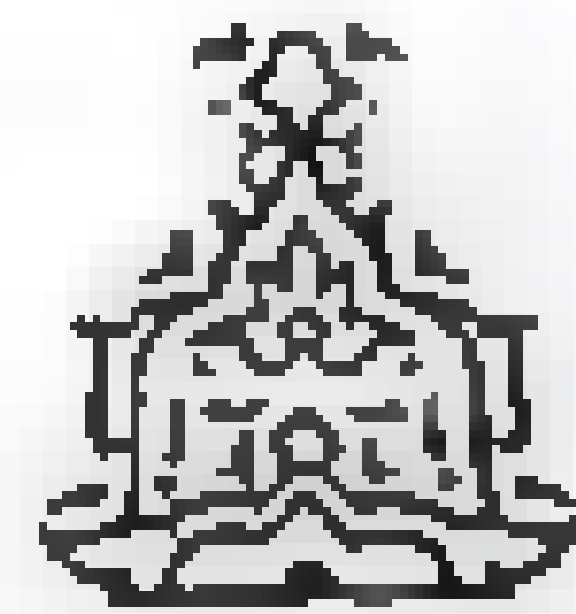
تری دنیا جہاں مرغ و ماہی  
مری دنیا افغانِ صبحگاہی  
تری دنیا میں میں محسوس و مجبور  
مری دنیا میں تیری پادشاہی



زم تیرا کہ بے جوہر نہیں ہیں  
غلامِ طغیانِ دل و خیر نہیں ہیں  
جہاں سینی مری فطرت ہے لیکن  
کسی حبشید کا ساعت نہیں ہیں

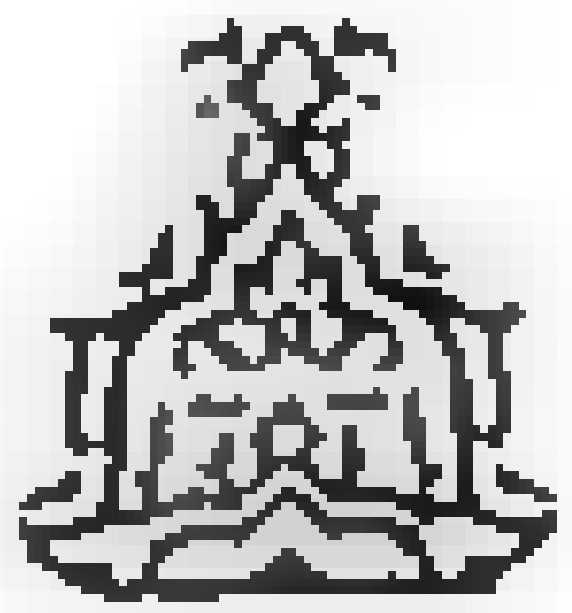


وہی اصل مکان و لامکان ہے  
مکان کیا شے ہے؟ اندازِ بیاں ہے  
خضر کیوں کر بتائے کیا بتائے  
اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے

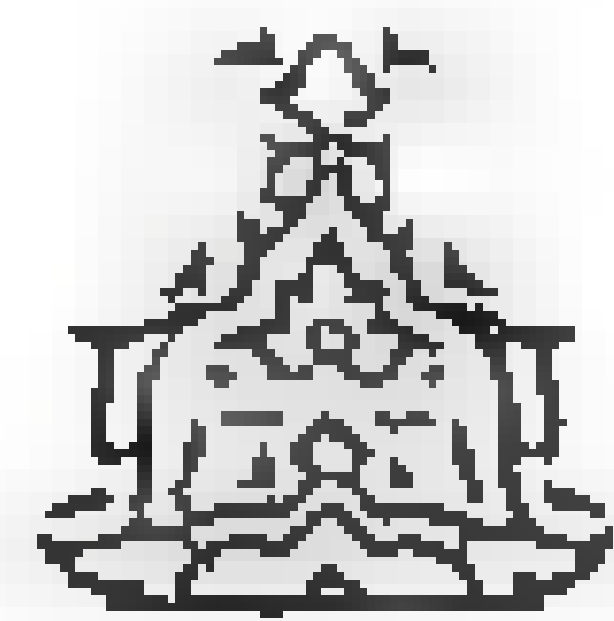




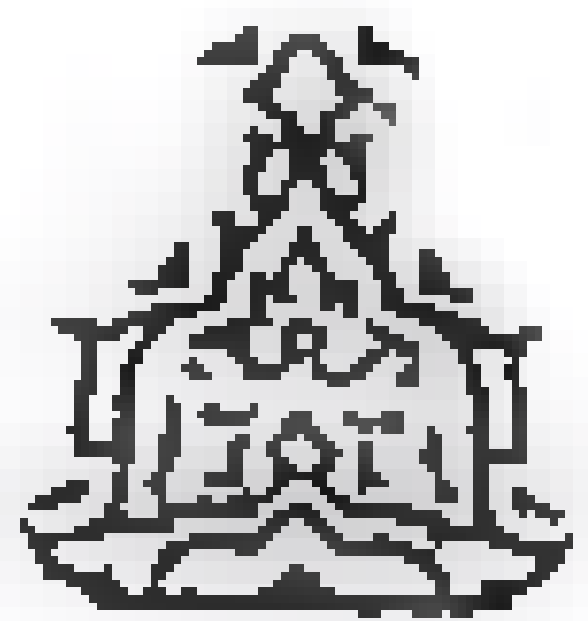
کبھی آوارہ و بے خانہ اس عشق  
کبھی شاہ شہماں نوشیروان عشق  
بہشتی میدان میں آتے تھے روپوش  
کبھی عریان و بے ترقی و سناں عشق!



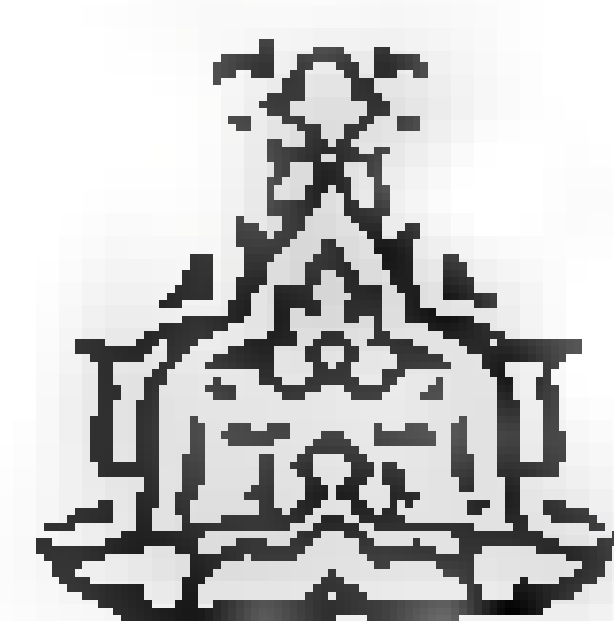
کبھی تنہائی کود و دمن عشق  
کبھی سوز و سرور و انجمن عشق!  
کبھی سرمایہ محرابِ منہ  
کبھی مولا علی شہرِ شکن عشق!



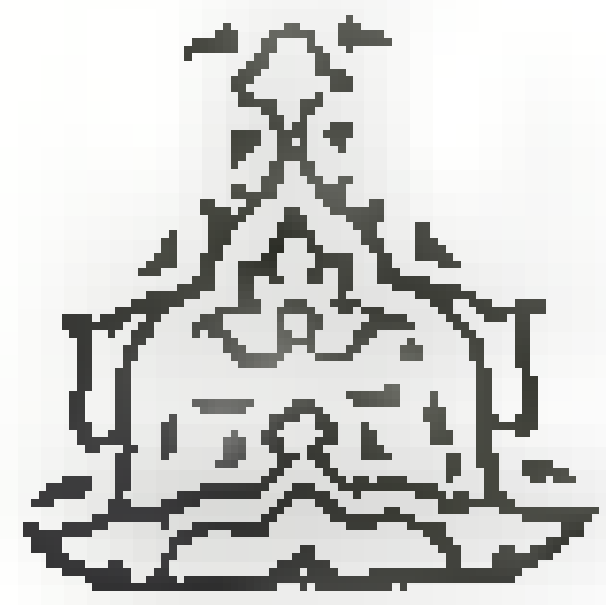
عطا اسلاف کا جذبہ دروں کر!  
شرمایہ زمرہ لاکھیزنوں کر  
حسنہ کی گتھیاں سب بھاپچھتیں  
مرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر!



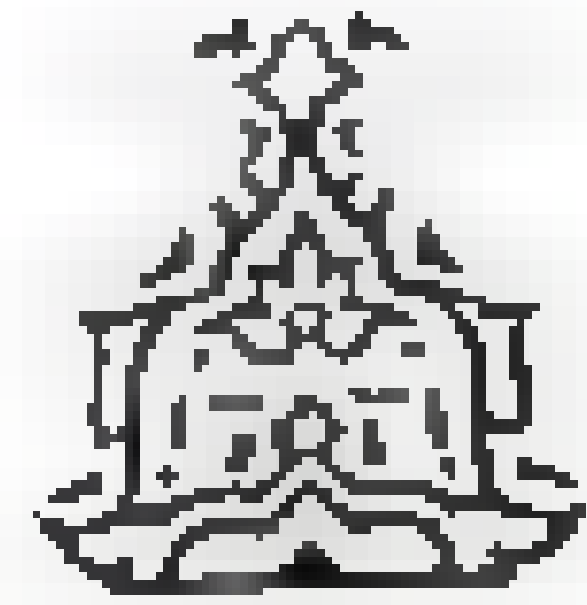
یہ ہمستہ میں نے سیکھا بواہمن سے  
کہ جہاں مرقی نہیں مرگِ بدن سے  
چمک سوج میں کیا باقی رہے گی  
اگر بسبزار ہو اپنی کرن سے!



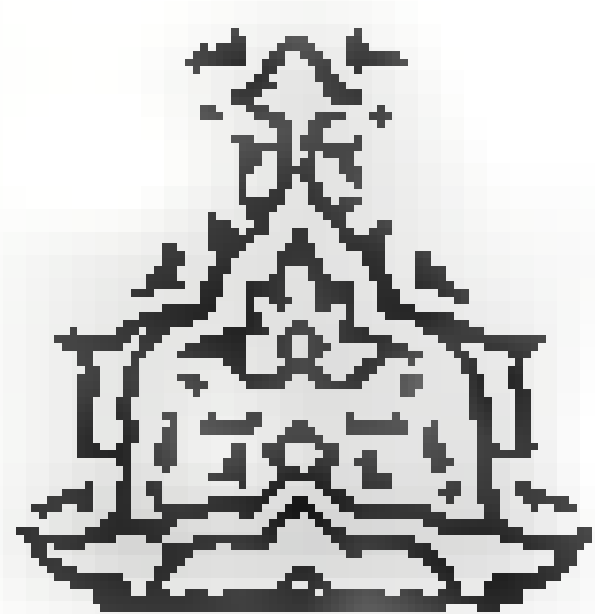
خود واقف نہیں ہے نیک و بد  
بڑھی باقی ہے شہداء و پارس  
خدا جانے پچھے کیا ہو کیا ہے  
خود بیزاروں سے دشمن و دوست



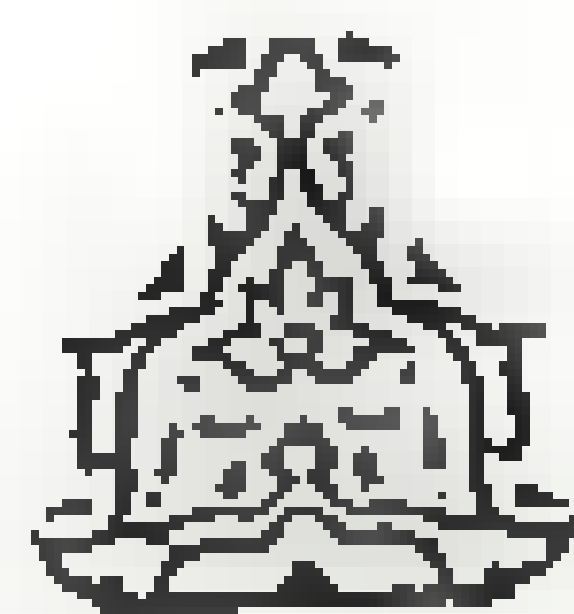
ندانی مستانہ شک و ترس  
خداوند حسدانی دروہر ہے  
وہی کن بندگی است غفر اللہ  
یہ دروہر نہیں دروہر ہے



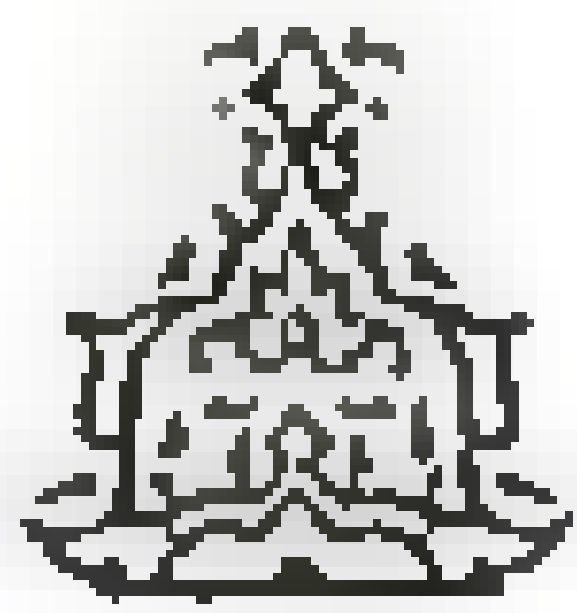
یہی آدم ہے سلطان کبر و بکا  
کہوں کیا ماجر اس بے خبر کا  
نہ خود ہیں نہ خدا ہیں نہ جہاں ہیں  
یہی شہ کار ہے تیرے بھنر کا



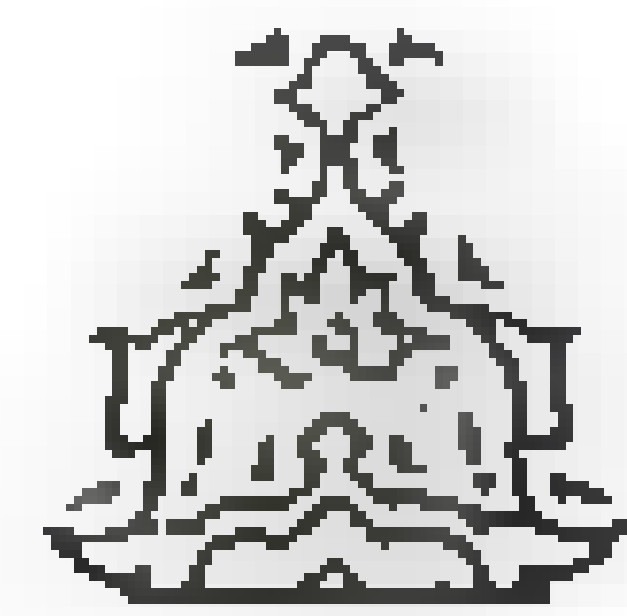
دہ مار و نسیم صبح دم ہے  
اسی سے ریشہ مہنی میں تم ہے  
اگر کوئی شعیب آئے تیرے  
شہانی سے کھینے دو قدم ہے



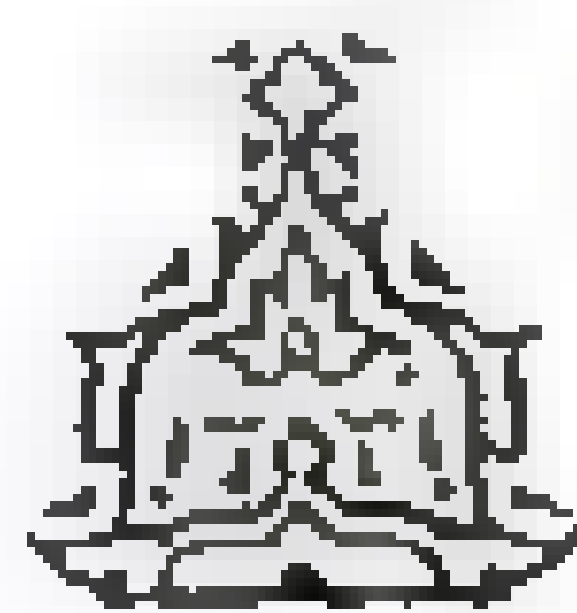
رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے!  
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے!  
مسار و روز و دست باقی نہ رہی  
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے!



کلمہ چاتر میں اسرارِ نہانی  
سیا دورِ حدیث میں ترائی  
ہوئی جس کی خودی پسے نمودار  
وہی مہدی وہی احمد زبانی



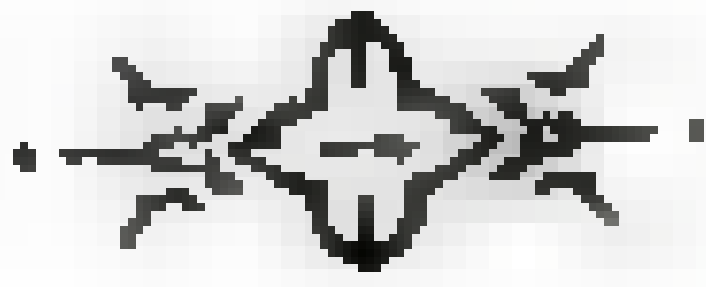
زمانے کی یہ گردش جاودانہ  
حقیقت ایک تو باقی فسانہ!  
کسی نے دوش دیکھا ہے نہ فردا  
فقط امروز ہے تیرا زمانہ!



حکیم سیما سلما فی خودی کی  
کھیم سیما رمزِ پنہانی خودی کی  
تجئے گرفتار شاہی کاتبانوں  
عنبریں ہیں گہ سبانی خودی کی!

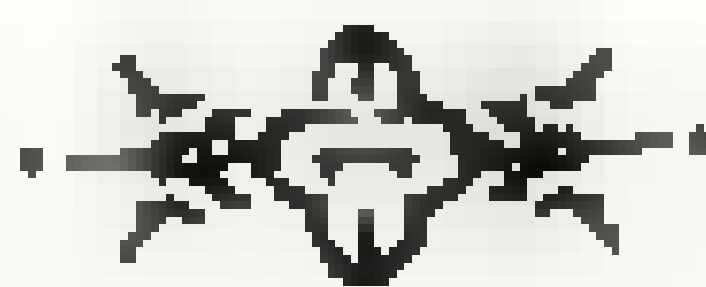


ترا تن روح سے نا آشنا ہے  
عجب کیا آتیری نار سا ہے  
تن بے روح سے بیزار ہے حق  
خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے



### قطعہ

اقبال نے کل اہل خیاباں کو سنایا  
یہ شعرِ شاطِ اور پُرسوز و طربناک  
میں صورتِ گلِ دستِ صبا کا نہیں محتاج  
کہتا ہے مرا جوشِ جنوں میری قبا بچاک



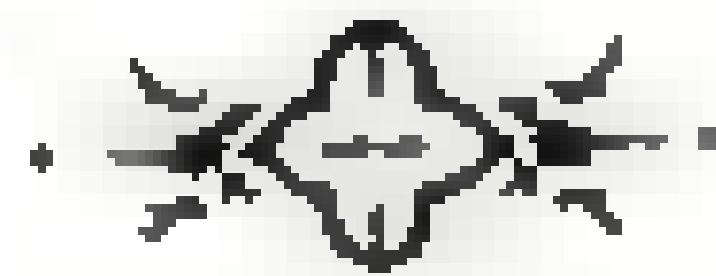


وَع

(مسجدِ طیبہ میں لکھی گئی)

ہے یہی میری نماز ہے یہی میرا وضو  
میری نواؤں میں ہے میرے جگر کا لہو  
محبتِ اہلِ صفا نور و حضور و سرور  
سرخوش و پر سوز ہے لالہ لبِ آبِ بکوا  
راہِ محبت میں ہے کون کسی کا رشتہ  
ساتھ مرے رہ گئی ایک مری آرزو  
میرا نشیمن نہیں درگاہِ میر و وزیر  
میرا نشیمن بھی تو، شاخِ نشیمن بھی تو  
تجھ سے گریباں مرا طبعِ مبعوث  
تجھ سے مرے سینے میں آتشِ اللہ ہو!

تجھ سے مری زندگی سوز و تب و دو داغ  
 تو ہی مری آرزو ، تو ہی مری بستیجا  
 پاس اگر تو نہیں شہ سب ایراں تمام  
 تو ہے تو آباد ہیں آج ٹھہرے ہوئے ملک و دار  
 پھر وہ شراب کھن مجھ کو عطا کرنا نہیں  
 ڈھونڈ رہا ہوں اسے توڑ کے جام و سجا  
 چشمِ کرم سا قیادیر سے ہیں غلط  
 جھلوتیوں کے سبوا جھلوتیوں کے کدوا  
 تیری خدائی سے بے میر سے جنوں کو گلہ  
 اپنے لیے لامکاں میر سے لیے چار سوا  
 فتنہ و شرع کی اور خستہ تیت ہے کیا  
 عرفِ تمنا ہے وہ نہ سیدیں و بڑوا



## مسجد قرطبہ

ایک پڑی کی سرزمین بانسوں و ٹہیوں کی  
 سلسلہ روز و شب، نقش گہ حادثات  
 سلسلہ روز و شب اہل حیات و ممات  
 سلسلہ روز و شب تارِ حیدرِ دورِ اس  
 جس سے بنائی ہے ذاتِ پنی قبائے عفات  
 سلسلہ روز و شب سازِ ازل کی فغان  
 جس سے دکھائی ہے ذاتِ زیرِ دہم مکنات  
 تجھ کو پرکشتا ہے یہ مجھ کو پرکشتا ہے  
 سلسلہ روز و شب صیقلِ کائنات  
 تو ہو اگر کم عیار، میں ہوں اگر کم عیار  
 موت سے تیری برات، موت سے میری برات  
 تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا  
 ایک زمانے کی رو جس میں دن سے نہ رات



آنی دنیائی تمام معجزہ ہاے ہنر  
 کارِ جہاں بے ثبات، کارِ جہاں بے ثبات!  
 اول و آخر فنا، باطن و ظاہر فنا  
 نقشِ کُن ہو کہ نو، منہ نزلِ اسرار فنا  
 ہے مگر اس نقش میں رنگِ ثباتِ دوام  
 جس کو کیا ہو کسی مردِ حسد کے تمام  
 مردِ حسد کا عمل عشق سے صاحبِ فروغ  
 عشق ہے، صلِ حیاتِ موت ہے اُس پر حرام  
 تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو  
 عشق خود اک سیل ہے، سبیل کو لیتا ہے تمام  
 عشق کی تقویم میں سمندرِ رواں کے سوا  
 اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام  
 عشق دمِ حبسِ بدیل، عشق دلِ مصطفیٰ  
 عشق حسد کا رسول، عشق حسد کا کلام  
 عشق کی مستی سے ہے پیکرِ گلِ تابناک  
 عشق ہے ابا سے خام، عشق ہے کاسِ الکرام

عشقِ فقیہِ سرمِ عشقِ ایسے ہو  
 عشقِ سب بن اس کے ہزاروں مقام  
 عشق کے شراب سے نغمہ تار حیات  
 عشق سے نور حیات، عشق سے ارحیات

اسے سرمِ قرطبہ، عشق سے تیرا وجود  
 عشق سے سراپا دوام میں نہیں فٹ بود  
 رہا ہو یا خشتِ زمیں چٹک یا حرفِ صوت  
 معجزہ فن کی ہے خونِ جب سے نمود  
 قطرہ خونِ بگرزل کو بناتا ہے دل  
 خونِ جب سے صدا سوز و سحر و سرود  
 تیری فضا دل مندوز، میری نوا سینہ سوز  
 تجھ سے دلوں کا حضور، تجھ سے دلوں کی کشود  
 غرشِ مستی سے کم سینہ آدم نہیں  
 گرچہ کفِ خاک کی حد ہے سپہرِ کبود  
 پیکرِ نوری کو ہے سحرِ میسر تو کیا  
 بس کو میسر نہیں سوز و گدازِ سودا

کافر ہندی ہوں میں دیکھ مرادوق و شوق  
دل میں مسلوۃ و دروالب پسلوۃ و درو  
شوق مری لئے ہیں بنے شوق مری لئے ہیں سب  
نغمۃ اللہ جو میسر کرگ و سپے میں سب

تیرا سب باں و تہاں مردِ سدا کی دلیں  
وہ بھی جہیں و جہیں تو بھی جہیں و جہیں  
تیری بنا پایہ تیرے سستوں سے شہار  
شام کے تیرے جہاں جو بیتِ بزمِ نخل  
تیرے در و بام پر وادیِ امین کا نور  
تیرا منار بلند حسبِ بلبل گہ جہرِ سیل  
مٹ نہیں سکتا بھی مرو سلاں کہ ہے  
اس کی آوازوں سے فاشش بہتر کلمہ و خلیل  
اس کی زہیں سے حد و ذاس کا افق ہے غور  
اس کے مستدر کی منج و جہد و نیوب دہل  
اس کے زمانے غیب اس کے فلسفے غریب  
عسکِ اکہن کو دیا اس نے پیامِ رحیل

ساتی اربابِ ذوق، فارسیں میدانِ شوق  
 بدن ہے اس کا حقیق تیغ ہے اس کی ایں  
 مردِ سپاہی ہے وہ اس کی زرد لالہ  
 سایہ شمشیریں اس کی پیہ لالہ  
 تجھ سے ہوا آشکار بندہ مومن کا راز  
 اس کے دنوں کی پیش اس کی شعبوں کا لہاز  
 اس کا مستام بند اس کا خسیں غنیم  
 اس کا سرور اس کا شوق اس کا نیاز اس کا ہذا  
 ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ  
 غالب و کارِ آفرین کا رگشاہ کار ساز  
 خاکی و نوری نہاد، بندہ مولا خاں  
 ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز  
 اس کی امیدیں تسلیں اس کے مقاصد جلیں  
 اس کی ادا دل فریب اس کی نگہ دل نواز  
 رزم دم گفتگو، گرم دم جستجو  
 رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

فقیہ پر کارِ حق، مردِ حسنہ کا یقین  
اور یہ عالم تمام دسم و داسم و مجاز  
عقل کی منزل ہے وہ عشق کا حاصل ہے وہ  
حلقہ آفتاق میں گرمیِ منسل ہے وہ

کعبہ اور بابِ فنِ اسطوتِ دینِ حسین  
تجہ سے حرمِ مرتبتِ اندسیوں کی زمیں  
ہے تہِ گردوں اگر حسن میں تسیریِ نظیر  
قلبِ سلماں میں ہے اور نہیں ہے کہیں  
آہ و دردِ انِ حق ! وہ عسکریِ شہسوار  
حائلِ حسیلِ عظیم، صاحبِ حق و یقین  
جن کی حکومت سے ہے فاش یہ رمزِ غریب  
سلطنتِ اسلِ دلِ فقر ہے شاہی نہیں  
جن کی نگاہوں نے کی تربیتِ شرق و غرب  
ظلمتِ یورپ میں تھی جن کی خردِ راہ ہیں  
جن کے لہو کی طغیانیل آج بھی ہیں اندلی  
خوش دل و گرم خستہ لاطمان و روشن جبیں

آتی تھی اس دلیں میں عام ہے چشمِ غزال  
 اور نگاہوں کے تیر آج بھی ہیں دل نشیں  
 بوسے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے  
 رنابِ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے  
 دینِ بخشش میں ہے تیری زمیں آسماں  
 آباد کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے ازاں  
 کون سی وادی میں بنے کون سی منزل میں ہے  
 عشقِ بلاخیز کا قافلہ سخت جاں  
 دیکھ چکا امانی شورشِ مستراحِ دیں  
 جس نے نہ چھوڑے کہیں نقشِ کہن کے نشان  
 حرفِ غلط بن گئی عصمتِ پیرِ کشت  
 اور ہوئی فکر کی کشتی تازک رواں  
 چشمِ فرانیس بھی دیکھ چکی انقلاب  
 جس سے دگرگوں ہوا حسدِ بیوں کا جہاں  
 ستِ ردی نژاد کہنہ پرستی سے ہیر  
 لذتِ تحسین سے دو بھی ہوئی پھر حواں

روحِ مسلمان میں ہے آن وہی شہاب  
رازِ خدا کی ہے یہ کہہ نہیں سکتی زبان!  
دیکھیے اس کبر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا  
گنبدِ نیوفنری رنگ بدلتا ہے کیا!

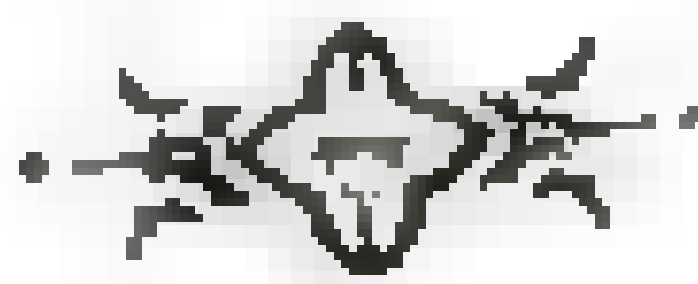
واہی کہار میں غرقِ شفق ہے سحاب  
لعلِ بدخشاں کے ڈھیر چھوڑ گیا آفتاب!  
سادہ و پر سوز ہے خستہ پہاں کا بیت  
کشتیِ دل کے لیے سیل ہے ہمدِ شباب!  
آبِ روانِ کبیرا تیرے کنا سے کوئی  
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب  
عالمِ نو ہے ابھی پردہٴ قہر میں  
میری نگاہوں میں ہے اسکی سحر بے حجاب  
پردہ اٹھا دوں اگر چہ سفاک سے  
لانہ سکے گا فرنگِ مسیری نواؤں کی تاب  
جس میں نہ ہوا انقلابِ موت ہے وہ زندگی  
روحِ افسوس کی حیات کشمکشِ انقلاب!

لے داد البیہ قرطبہ کا مشہور دریا جس کے قریب ہی مسجد قرطبہ واقع ہے



سودت شیر ہے دستِ قنایں وہ قوم  
رتی ہے جو سر زماں اپنے عمل کا سب

انقش ہیں سب نامِ خامِ خونِ جگر کے بغیر  
نعمت ہے سوداے خامِ خونِ جگر کے بغیر!



## قید خانہ میں معتمد کی فریاد

معتمد اشبیلیہ کا بادشاہ اور مغربی شاعر تھا جسے پانیپت کے ایک نگران نے اس کو شکست دیکر قید میں ڈال دیا تھا۔ معتمد کی نظمیں انگریزی میں ترجمہ ہو کر "دزدوم آف دی ایٹ سیریز" میں شائع ہو چکی ہیں۔

اک قنایں بے شریں میں باقی رہ گئی  
سوز بھی رخصت ہوا جاتی رہی تا شیر بھی  
مردِ سر زنداں میں ہے بے نیزہ و شمشیر آج  
میں شہیاں ہوں شہیاں ہے مری تدبیر بھی!

خود بخود زنجیر کی جانب کشیاں تارے دل  
تختی اسی فولاد سے شاید مری شمشیر بھی  
جو مری تیغ و دودم تختی اب مری زنجیر ہے  
شوخی دے پردا ہے کتنا خالقِ امت پریشانی

## عبدالرحمن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت

### ترجمہ میں

یہ اشعار جو عبدالرحمن اول کی تصنیف سے ہیں تاریخ المستدری میں دست ہیں :-

سندرجہ ذیل اردو نظم ان کا آزاد ترجمہ ہے (درخت مذکور مدینہ الزہراء میں بویا گیا تھا)

میرے دل کا سرور ہے تو	میری آنکھوں کا نور ہے تو
میرے لیے نخلِ طور ہے تو	اپنی وادی سے دور ہوں میں
صحرائے عرب کی حور ہے تو	مغرب کی ہوا نے تجھ کو پار
پردیس میں ناصبور ہوں میں	پردیس میں ناصبور ہے تو

غربت کی ہوا میں بار و درہو  
ساقی تیرا خم سحر ہوا

عالم کا عجیب سہنہ انتظار  
ہمت کو ثنا وری مبارک  
دامان نگہ ہے پارہ پارہ  
پیدا نہیں جس کا کنارہ!  
بے سوز دلوں سے زندگانی  
اٹھتا نہیں خاک سے شرارہ  
صبح غربت میں اور چمکا  
ٹوٹا ہوا شام کا ستارہ

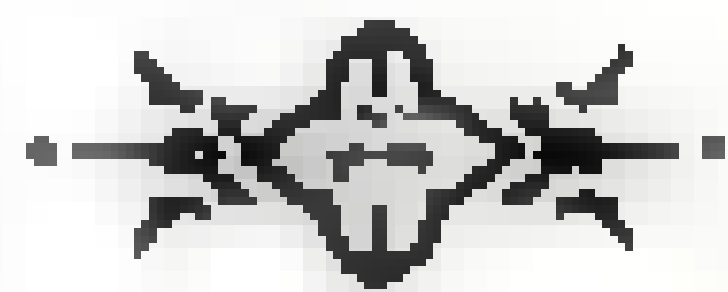
مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے!  
مومن کا مہم سامہ رکھیں ہے!

ہسپانیہ

(ہسپانیہ کی سرزمین میں لکھے گئے،  
(واپس آتے ہوئے)

ہسپانیہ تو خونِ مسلمان کا امیں ہے  
مانندِ حرمِ پاک ہے تو میری نظریں

پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں  
 خاموش اذانیں ہیں تری بادشہ میں  
 روشن خمیر ستاروں کی طرحت ان کی سنائیں  
 خیمے تختے بھی جن کے ترے کوہِ دُمر میں  
 پھر ترے حسینوں کو ضرورت ہے سنائی  
 باقی ہے ابھی رنگِ مرے نیرِ حب میں  
 کیونکر خس و خاشاک سے دب جائے مسلمان  
 مانا وہ تب و تاب نہیں اس کے شراب میں  
 غرناطہ بھی دیکھا، می آنکھوں نے دیکھیں  
 تسکینِ مسافر نہ سفر میں نہ حضر میں  
 دیکھا بھی دیکھا بھی، سنایا بھی سنایا بھی  
 ہے دل کی تسلی نہ فطرت میں نہ خبر میں



## طارق کی دعا

(اندلس کے میدانِ جنگ میں)

یہ غازی یہ تیر سے پُر اسرار بند سے  
دو نیمِ ان کی کھوکھلے سے حسد اوریا  
دو عالم سے کرتی سبے بیگانہ دس کو  
شہادت ہے ظلوب و غمخوردِ مومن

بہنیں تو نے بختا ہے ذوقِ ذہانی  
سمٹ کر پہاڑِ ان کی ہیبت سے زانی  
بیبِ پسینہ ہے لذتِ آشنائی  
نہ مالِ غنیمت نہ شرِ کشائی

خیاباں میں ہے غمخیز لالہ کب سے

قبا چاہیے اس کو خونِ غریب سے

کیا تو نے حسدِ انہیوں کو بکیت  
طلبِ جس کی صدیوں سے بختی زندگی کو  
کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اس کو  
دلِ مردِ مومن میں پسرِ زندہ کر دے

خبر میں بختِ سر میں ، اذانِ سحر میں  
وہ سوز اس نے پایا انہیں کے جگر میں  
بلاکت نہیں موت ان کی کشتی میں  
وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لاکھ لکھ میں

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے

نگاہِ مسکاس کو تلوار کر دے

## لسن

(خدا کے حضور میں)

اے انفس و آفاق میں پیدا تھے آیات  
حق یہ ہے کہ بے زندہ و پابند توی ذات  
میں کیسے سمجھتا کہ تو ہے یا کہ نہیں ہے  
سرم مت شیر تھے خرد کے نظریات  
محمم نہیں فطرت کے سرود و ازلی سے  
بنیائے کو اکب ہو کہ دانائے نباتات  
آج آنکھ نے دکھیا تو وہ سالہ ہوا نبات  
میں جس کو سمجھتا تھا کلیسا کے خرافات  
ہم بند شب و روز میں جکڑے ہوئے بندے  
تو حق الیقین اعظم ساز و نگار زندہ آفات  
اک با ست اگر مجھ کو اجازت ہو تو پوچھوں  
عل کرندہ کے جس کو حکیموں کے مقادیر

جب تک میں جیا خیمہٴ افلاک کے نیچے  
 کاسے کی تسدیں دل میں کھٹکتی رہی یہ بات  
 گفتار کے اسلوب پہ قابو نہیں رہتا  
 جب روح کے اندر ستلاطم ہوں خیالات  
 وہ کون سا آدم ہے کہ تو جس کا ہے مسبوہ  
 وہ آدم حسنا کی کہ جو ہے زیرِ مساوات  
 مشرق کے حسد اور دشمنیِ فردنی  
 مغرب کے حسد اور دشمنیِ فلیزات  
 یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے  
 حق یہ ہے کہ بے چشمہٴ حواں ہے ظلمات  
 رعنائی تعمیر میں رونق میں صفائیں  
 گر جوں سے کہیں بڑھ کے ہیں شکوں کی تمارات  
 ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے  
 سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مٹاجات  
 یہ مسلم، یہ حکمت، یہ تدبیر، یہ حکومت  
 پٹیتے ہیں اہو، دیتے ہیں تسلیم مساوات



ہیکاری و سربانی و سمنوری و افلاس  
 کسبِ کم ہیں سربانی و سمنوری کے فوہات؟  
 وہ قوم کہ سببِ انسانِ مساوی سے ہو محروم  
 حداس کے کمالات کی سبے برق و تجارت۔  
 ہے دل کے لیے موتِ متینوں کی حکومت!  
 احساسِ مرگ کو کچل دیتے ہیں آلات!  
 آثار تو کچھ کچھ نظر آتے ہیں کہ آخر  
 تدبیر کو گفتِ دیر کے شاعر نے کیا مات  
 میخانے کی بنیاد میں آیا ہے تر زلزل  
 بیٹھے ہیں اسی منکر میں سپردِ خرابات  
 پہراں پہ جو سربخی نظر آتی ہے شلیم  
 یا عنازہ ہے یا ساغر و مینا کی کرامات  
 تو فتاد و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں  
 ہیں تلخ بہت بندہٴ مزدور کے اوقات  
 کب ڈوبے گا سرمایہٴ پرستی کا سفینہ؟  
 دنیا ہے تری منتظرِ روزِ مکافات!

## فرشتوں کا گیت

مقل ہے بے زمامِ انجی عشق سے بے تمام انجی  
نقش کر ازل ترا نقش ہے تا تمام انجی  
خلقِ خدائی کائنات میں زند و فیکہ میسر پر  
تیرے جہاں سے وہی روشِ بر و شام انجی  
تیرے امیرِ مالِ مست، تیرے فقیرِ حالِ مست  
بند ہے و چہ گردِ انجی خواجہ بے بند بامِ انجی  
دانش و دین و علم و فن بندگی میں تمام  
عشق گردِ کشا سے کاسِ فیض نہیں ہے غلامِ انجی  
جو ہر زندگی سے عشقِ چو سحرِ عشق ہے خودی  
اے کہ ہے یہ تیغِ تیرے زبردلیِ نبیامِ انجی

فرمانِ خدا

(فرشتوں سے)

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو  
کاخِ امرا کے در و دیوارِ ہر دو

گر بادِ غمِ لاموں کا ہو سوزِ یقیں سے  
 کُنْجِ شکِ مستِ دمایہ کو شاہیں سے لڑا دو  
 سلطانِ جہدور کا آتا ہے زمانہ  
 جو نقشِ کہن تم کو نشتِ آئے مرادو  
 جس کھیت سے دھنوں کو میسر نہیں روزی  
 اس کھیت کے ہر خوشہ مستِ دم و جلا دو  
 کیوں خالق و مخلوق میں تامل رہیں پردے  
 پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو  
 حق را بسجود سے، سناں را بطواف  
 بہتر ہے چراغِ حرم و دیپرِ کجبِ ادا  
 میں مانعِ دُعا رہیں مہر کی سلوں سے  
 میسر ہے لیے رُئی، حرم اور بنا دو  
 تہذیبِ فنی کا رگہ شیشہ گراں ہے  
 ادبِ حسنوں شاعرِ شرق کو کجا دو



## دوق و سوق

ان اسب میں سے اکثر فاسیہ میں رکھے گئے  
دینش آدم زل مرہ بوستان تھی دست بختن ہوئے وصال

قلب دانش کی زندگی دشت میں مسبح کا ماں  
چشمہ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں!  
حسن ازل کی سبے نمود اچاک سبے پردہ وجود  
دل کے لیے خمسزار سو ڈاکہ گمانیاں!  
سرخ و کبود بدلیاں چھوڑ گیا سحابِ شب!  
کوہِ اسلم کو دے گیا رنگِ بزمِ ٹیلساں!  
گرد سے پاک ہے ہوا برگِ شیلِ دھل گئے  
ریگِ نواح کا طندہ زم ہے مثلِ پر نیاں!  
آگ بھی ہوئی ادھر۔ ٹوٹی ہوئی کتابِ ادھر  
کیا خبر اس مستام سے گزے ہیں کتنے کاہن!

اکی صد اسے جبریل تیرا مستام ہے یہی  
اہلِ سداق کے لیے عیشِ دوام ہے یہی

کس سے کہوں کہ زم سے جیسے جیسے حیات  
 کہہ رہے ہرگز کائنات ناز و ہیں میرے اوقات  
 کیا نہیں درمنڈنوں کی ہر ریت میں  
 بیٹھ ہیں کب سے غنیمتِ حق کے مومنات  
 زلزلہ بکے سوز میں، فکرِ تجھ کے سار میں  
 نئے نئے ملی مشاہدات، نئے تجلی نئیات  
 تفلہ محباز میں یک تہیہ بھی نہیں  
 رچ رہے تاب دار بھی کیونستے جلد و اوقات  
 غفل و دل و گناہ کا ہر شہرِ اولیں سے عشق  
 عشق نہ ہو تو شرع و دین بستکہ انعمورات  
 صدقِ خلیل بھی ہے عشقِ تیسرے حبیب بھی ہے عشق  
 معرکہ و جود میں بدر و حشیں بھی ہے عشق  
 آج کا ناست کا مستی دیر یاب تو  
 نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے ناک تو  
 سلو تیان مدرسہ کوڑیگا و و مدد و روق  
 سلو تیان سیکہ کم طلب و تہی کردا

ہیں کہ مری غزل میں سبے تشنہ نش رفته ہا سرت  
 میری تمام سزاؤں کھوسے ہوؤں کی جستجو  
 بادِ سب کی موت سے نشوونما سے خارِ دُش  
 میرے نفس کی موت سے نشوونما سے آرزو  
 خونِ دل و جگر سے سبے میری نوا کی پڑش  
 ہے رگ ساز میں رواں صاحبِ ساز کا دوا  
 وقتِ شمشاد میں ایں دل بے قرار را  
 یک دوشکن زیادہ کن گیسو سے تابدار را  
 تو بن تو تسلیم بھی تو تیرا وجودِ الحجاب  
 لہذا آجیکہ نہ رنک تیرے محیط میں حجاب  
 عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ  
 دروِ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب  
 شوکتِ سنجو سب تیرے سرِ جلال کی نمود  
 فقرِ بخشید و بایزید تیرا جمال بے نقاب  
 شوقِ ترا اگر نہ ہو سیدی نماز کا امام  
 میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پائے گئے  
 عقلِ غیب و جستجوِ عشقِ حضور و شہِ طراب  
 نیر و تار سے جہاں گردِ ششِ آفتاب سے  
 طبعِ زمانہ تازہ کر حبِ لوبہ سے تجاب سے  
 تیری نظر میں ہیں تمام کیسے گذشتہ روز و شب  
 بچہ کو خبر نہ تھی کہ ہے علمِ نخیل بے رطب  
 تازہ مرے ضمیر میں مسرکہ کون ہوا  
 عشقِ تمامِ مصطفیٰ! عقلِ تمامِ بولہب  
 گاہِ بکبیلہ می برد، گاہِ بزورِ می کشد  
 عشق کی استغائبِ عشق کی انتہا عجب  
 عالمِ سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کے ہے فراق  
 وصل میں مرگِ آرزو! ہجر میں لذتِ طلب  
 عینِ وصال میں مجھے حوصلہ نظر نہ تھا  
 گرچہ بہانہ بخورِ میسری نگاہِ بے دہ  
 گرمیِ آرزو و فراق! شورشِ با سے دھو و سراق  
 موج کی جستجو فراق! شورشِ کی ابر و سراق



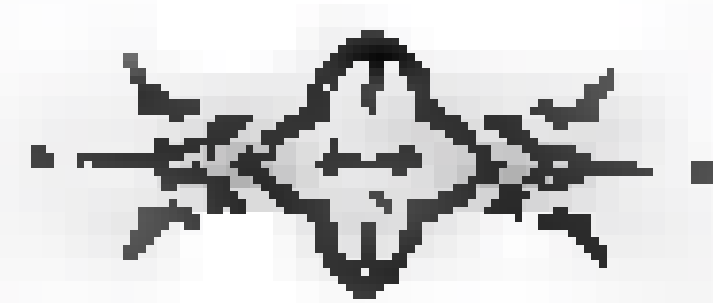
## پروانہ اور جگنو

پروانہ

پروانے کی منزل سے بہت دُور ہے جگنو  
کیوں آتش بے سوز پرست رہے جگنو

جگنو

اللہ کا سوشکر، کہ پروانہ نہیں میں  
دریوزہ گر آتش بیگانہ نہیں میں



## جاوید کے نام

خودی کے ساز میں ہے عسکرِ جاوید کا سراغ!  
خودی کے سوز سے روشن ہیں اُمتوں کے چراغ!

یہ ایک بات کہ آدم سے دعا ہے دعا ہے تفتہ و  
 ہزار گونہ فتنہ و ہزار گونہ فتنہ و  
 بدئی نہ داغ میں پیدا ہست پر پارمی  
 خراب کرگشت میں نیچے کو بہت زاغ  
 جیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی  
 حسد اکڑے کہ جوانی تری ہے بے داغ  
 ٹھہر سکا نہ کسی خافتہ میں اقبال  
 کہ ہے ظریف دشواری ازیش شکستہ داغ

## گدائی

میکدے میں ایک دن اک زندہ بیک نے کہا  
 ہے ہمارے شجر کا والی گدائے بے حیا  
 تاج پہنایا ہے کس کی بے کلاہی نے اُسے؟  
 کس کی عریانی نے بخشی ہے اسے زریں قبا؟

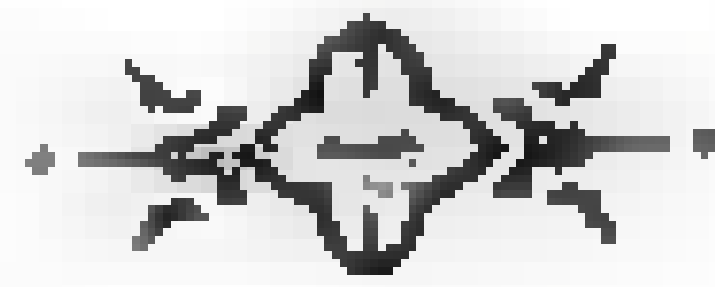
اس کے آبِ لالہ لوں کی خونِ ہمتاں سے کشید  
 تیرے پیر سے کجیت کی ٹٹی ہے اس کی لیمیا  
 اس سے نعمتِ خائے کی ہر چیز سب مانگی ہوئی  
 دینے والا وہ ہے ہر دنیویب و دینیبے نوا  
 ماننے والا لہ ہے ہر حق ماننے پرست  
 کوئی مانے یا نہ مانے میرے سلطان سب کدا

(ماخوذ از انوری)

## فلان اور بہشت

میں بھی حاضہ تھا دہانِ فسطیٰ سخن کرنے سکا  
 حق سے جب حنہ تڑا تو ملا سکر بہشت  
 مرض کی میں نے الہی مریقی سے سیرِ معاف  
 خوش نہ آئیں گے اسے جو شراب لبِ کشت  
 نہیں فرسوسِ مستِ امِ جیل و قال و اقول  
 بحث و تکرار اس اللہ کے بند سے کی سرشت

سب سے بڑا آزمونی اقوام و ملکہ مس کہ  
اور حقیقت میں نہ سجد نہ کھینا نہ گشت!

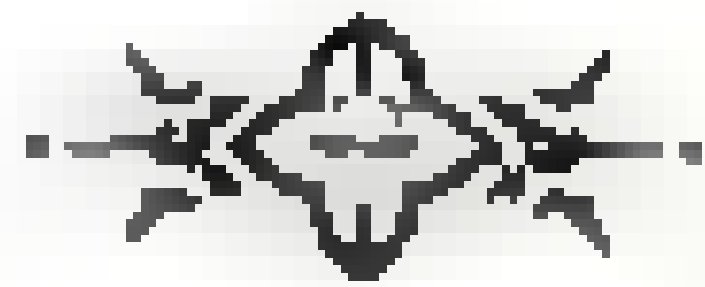


## دین و سیاست

کلیسا کی بنیاد در بنائیت تھی  
خصوصیت تھی سلطانی و راہی میں  
سیاست مذہب سے بچھا چھڑا  
ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی  
دوئی ملک دیں کے لیے ناراضی  
یہ عجب از ہے ایک صحرائشیں کا

سماتی کہاں اس فقیری میں میری  
کہ وہ سر طلبندی سے پیر زیری  
جس کی کچھ نہ پیر کلیسا کی پیری  
ہو س کی امیری ہو س کی وزیری  
دوئی چشم تہذیب کی نابعدیری  
شیری ہے آئینہ دارندیری

اسی میں حفاظت سے انسانیت کی  
کہ ہوں ایک جستیدہ وار و شیری



## الارض للہ

پالست اسے بیچ کو مٹی کی تاربتی میں کون؟  
 کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب؟  
 کون الایا کھینچ کر کھپتہم سے باد ساز گار؟  
 خاک یہ کس کی ہے؟ کس کا ہے یہ نورِ آفتاب؟  
 کس نے بھر دی موتیوں سے خوشہ لندم کی جیب؟  
 موسموں کو کس نے سکھایا ہے نغمے انقلاب؟  
 وہ خدا یا! یہ زمیں تیری نہیں تیری نہیں!  
 تیرے آبا کی نہیں تیری نہیں تیری نہیں!

## ایک فوجوان کے نام

ترے صوفے ہیں اذنگی، تمسے قالیں ہیں ایرانی  
 لہو مجھ کو رلاتی ہے جوفوں کی تن آسانی!

امارت کیا شک و شبہ دی بچی کو تو یہ ناسل  
 نہ زو حسیہ دردی تجھ میں نہ شگفتاے سلطانی  
 نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ صبا کی تختی میں  
 کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ سلطانی  
 عقیقہ بانی رون جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں  
 نظر آتی ہے اس کو اپنی منزلِ آسمانوں میں  
 نہ ہو تو میسڈ تو میسڈی رالِ عالمِ سرفراز ہے  
 مہسڈ میردِ مومن ہے خدا کے رازدانوں میں  
 نہیں سیرالشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر  
 تو شاہیں۔۔۔ سیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

## نصیحت

بچہ پر شاہیں سے کہتا تھا غائبِ سالخورد  
 اے ترے شہسوار پہ آسانِ نصیحت چرخ بریں

سبب اپنے ہوئی اک میں جلتے کا نام  
سخت کوئی سے تکی نہ دانی اسیر  
جو ابو ترپر بنچنے میں وہ اسے اسے یہ  
وہ شاید ابو ترسے ہو میں بھی نہیں

## لالہ صحرا

یہ کس بد بینائی! یہ عالم تنہائی  
محب کو تو ڈراتی ہے اس دشت کی پہنائی  
بھٹکا ہوا راہی میں، بھٹکا ہوا راہی تو  
منزل ہے کہاں تیری اسے لالہ صحرائی؟  
منالی ہے کلیموں سے یہ کوہ و کمرہ  
تو شمس سینائی، میں شمس سینائی  
تو شان سے کیوں پچوٹا میں شان سے کیوں ٹوٹا  
اک جسد چہ پیدائی، اک لذت یکنائی



نمواص مجست کا اللہ نگمباں ہو  
 مسر قطرہ دریا میں دریا کی سب گہرائی  
 اس موج کے ماتم ہیں روتی سبے بھنور کی آنکھ  
 دریا سے اٹھی ہیکن ساحل سے نہ ٹکرائی  
 سبے گرمی آدم سے سنگامہ عالم گرم  
 سونج بھی تماشائی تار سے بھی تماشائی  
 اسے بادِ سیا بانی محب کو بھی غنایت  
 خاموشی و دل سوزی، سہتی در عنائی

## ساقی نامہ

ہوا نیمہ زن کاروان بہر	آدم بن گسیادین کو ہمار!
گل و زکس و سون و نستر!	شہید ازل لہ خونیں کفن!
جہاں چھپ گیا پردہ رنگیں	ہو کی سبے گردش رب رنگ میں!
فضائی نیلی ہو میں سرور	ٹھہرتے نہیں آشیاں میں طیبو

وہ جو نہ استاں پہنچتی ہوئی      اچھی چپکتی، سرکتی ہوئی  
 آپہنچتی نہیں پھلتی، نہ پھلتی ہوئی      بڑے پیچ کھساکر نکلتی ہوئی  
 رکے جب توڑیل چیر دیتی ہے یہ      پہاڑوں کے دل چیر دیتی ہے یہ  
 ذرا دیکھو اسے سانی، لالہ فام      سنائی ہے یہ زندگی کا پیغام  
 پلا دست میٹھ، ہونٹ پر وہ سوز      کہ آتی نہیں نسیل کل روز روزا  
 وہ مے جس سے روشن خمیر حیات      وہ مے جس سے ہے شتی کائنات  
 وہ مے جس میں ہے سوز و سازِ ازل      وہ مے جس سے مہلکات ہے ازل

اتھا سا قیا پر وہ اس راز سے

لڑا دے مہولے کو شہباز سے

زمانے کے انداز بدے گئے      نیا راگ ہے ساز بدے گئے  
 مہا اس طرح فاش رازِ فرنگ      کہ حیرت میں ہے شیش بازِ فرنگ  
 پرانی سیاست گری خواہے      زمیں میر و سلطان سے بیزار ہے  
 کسیا دورِ سردیہ داری گیا      مستاشاد کھا کر مدار می گیا  
 گراں خواب چینی سنہلنے لگے      دھلے لے کے چشمے ابلنے لگے  
 دلِ طورِ سینا و قاراں و ونیم      تجبلی کا پھر منہ نظر ہے کلیم  
 مسلمان ہے توحید میں گر مجوش      مگر دل ابھی تک ہے تار پوش

تس دن تصور شریعت کلام  
حقیقتِ خوات میں کھو گئی  
بھاتا ہے دل کو کلامِ خطیب  
بیاں اس کا منطق سے بچا ہوا  
تجربہ جسے چسپاں تمام  
یہ منتِ روایات میں کھوئی  
ملالتِ شوق سے بے نصیب  
لغت کے کچھڑوں میں ابجا ہوا  
محبت میں بکھا، محبت میں فرد  
یہ سالک مقامات میں کھو گیا

بکھی عشق کی آں اندھیر

سلساں نہیں اکھ کا ڈھیر

شرابِ کھن پھر پسا قیا  
مجھے عشق کے پر لگا کر اڑا  
حشر کو غلامی سے آزاد کر  
ہری شاخ ملت گئے غم سے ہے  
تڑپنے پھر کئے کی توسیق دے  
جگر سے وہی یہ پھر پا کر  
ترے آسمانوں کے تاروں کی خیر  
جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے  
وہی جامِ گردش میں لاسا قیا  
مری خاکِ بگنو بنا کر اڑا  
جوانوں کو پیڑوں کا استاد کر  
نفس اس بدن میں تجھے دم سے ہے  
دلِ مریضی سوزِ صدیق دے  
تھا کو سینوں میں بیدار کر  
زمینوں کے شبِ نازداروں کی خیر  
مرا عشق میری نشہ بخش دے

مری ناؤ گرداب سے پار کر  
بتائے کواں راہِ مرک و سیات  
مرے دیدہ ترائی سے خوابیاں  
مرے نالہ نیم شب ہنسنا  
اسکین مری آرزوئیں مری  
مری فطرت آئینہ روزگار  
مراد مری رزم گاہِ حیات  
یہی کچھ ہے ساقی مستانِ فقیر  
مرے قافلے میں لٹا دے اسے  
لٹا دے بچکانے لگا دے اسے

دما دم رواں ہے ہم زندگی  
اسی سے ہوئی ہے بدن کی نمود  
گراں گرچہ ہے صحبتِ آب و گل  
یہ ثابت بھی ہے اور ستیا بھی  
یہ وحدت کثرت میں ہر دم سیر  
یہ عالم یہ تجا نہ ریشش جہات  
براک شے سے پیدا رہم زندگی  
کہ شعلے میں پوشیدہ ہے مہج دود  
خوش آئی اسے محنتِ آب و گل  
غماصر کے چھندوں سے ہزار بھی  
مگر ہر نہیں بے چسگوں بے نظیر  
اسی نے تراشا ہے یہ سونات

پسند اس کو تکرار کی خو نہیں  
من و تو سے ہے انجمن آفریں  
چمک س کی بجلی میں تارے میں ہے  
اسی کے بیاباں اسی کے بھول  
کہیں اس کی طاقت کو کسار چور  
کہیں مجر و شاہین سیاب رنگ  
کہ تو نہیں نہیں اور میں تو نہیں  
مگر میں بمنزل میں شکوت نشیں  
یہ چاندی میں سونے میں پارتے ہیں ہے  
اسی کے ہیں ٹٹے اسی کے ہیں بھول  
کہیں اس کے پتے ہیں جبریل و خور  
ہو سے پکڑوں کے تودہ چنگ  
کہ تو تر کہیں اشیانے سے دور

پھر ٹکٹا ہوا جال میں نامسبوا

فریب نظر ہے سکون و ثبات  
شہر سدا نہیں کاروان وجود  
سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی  
بہت اس نے دیکھے ہیں سپت بند  
سفر زندگی کے لیے برگ و ساز  
الحدو کر سبب ہے ابدت اسے  
تو دپتا ہے سرور و کائنات  
کہ سر خط ہے تازہ شان وجود  
فقط ذوق پرواز ہے زندگی  
سفر اس کو منزل سے بڑھ کر پسند  
سفر ہے حقیقت جبر ہے مجا  
ترپنے پھر کئے میں احت اسے  
کٹھن تھا بڑا تناسل موت کا  
رہی زندگی موت کی لگات میں

مذاقِ دوئی سے بنی زونجِ زونج  
اٹھی دشت و کسار سے فوجِ فوج  
گل اس شاخ سے ٹوٹتے بھی رہے  
ایسی شاخ سے پھوٹتے بھی رہے  
سبکھٹے ہیں نادان اسے بے ثبات  
اجہ تباہتِ مٹ مٹ کے نقشِ حیات  
بڑی تیز بولیں بڑی زود رس  
ازل سے ابد تک دم یک نفس

زمانہ نہ زنجیرِ ایام ہے

دھوں کے اٹ پچھو کا نام ہے

یہ مرنے نفس کیا ہے تلوار ہے  
خودی کیا ہے تلوار ہے  
خودی کیا ہے رازِ درونِ حیات  
خودی جلوعِ بدستِ خودت پسند  
اندھیرے اجاسے ہیں بے تابک  
ازل اس کے پیچھے ابد سامنے  
زمانے کے دریا میں بہتی ہوئی  
تجسس کی راہیں بدلتی ہوئی  
سبک اسکے پاتھوں میں رنگِ گول  
سفر اس کا انجھام و آغاز ہے  
کرن چاند میں سہے شررِ سناس  
خودی کیا ہے تلوار کی دھار ہے  
خودی کیا ہے بیداری کا ثبات  
سمندر ہے اک بوندِ پانی میں بند  
من تو میں پیدا ہوں تو سے پاک  
نہ خدا اس کے پیچھے نہ خدا سامنے  
تسم اس کی موتوں کے سہتی ہوئی  
دما دم نگاہیں بدلتی ہوئی  
پہاڑ اس کی ضربوں سے گیسواں  
یہی اس کی تقویم کا راز ہے  
یہ بیزنگشت ڈوب کر رنگ میں



اسے واسطہ کیا کم و بیش سے  
نشیب فرازد پس پیش سے  
ازاں سکے یہ کشمکش میں اسیر  
ہوئی خاکِ آدم میں صورت پذیر  
خودی ناشیمن تنے اں میں ہے  
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے

خودی سنے گاہاں کو بے نہ ناب  
وہاں جس سر جانی رہے اس کی آب  
بقی ماں ہے اس کے بیسے اور بند  
سب سے جس سے دنیا میں گردن بند  
ذوقِ محسوس سے درگزر  
خودی کو نگہ رکھنا یا زری نہ کر  
دنیٰ جس مذہبے لائق است تمام  
کہ جو جس سے ہر سجدہ کچھ پر حرام  
یہ عالم یہ پسنگا مژدہٴ صغوت  
یہ عالم یہ ستیخانہ چشم و گوش  
خودی کی یہ منجے سذلی اوہیں  
یہ عالم یہ ستیخانہ چشم و گوش  
تری گ اس خاکدان سے نہیں  
بڑھے حساب یہ کوہِ دراں توڑ کر  
خودی شیرِ مولا جہاں اس کا صیدا  
زہیں اس کی صیدا آسماں اس کا صیدا  
جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود  
کہ غای نہیں ہے صنمِ شیرِ بود  
ہر اک غنچہ شیرِ مینا کا  
تری شوخی منکر و کردار کا



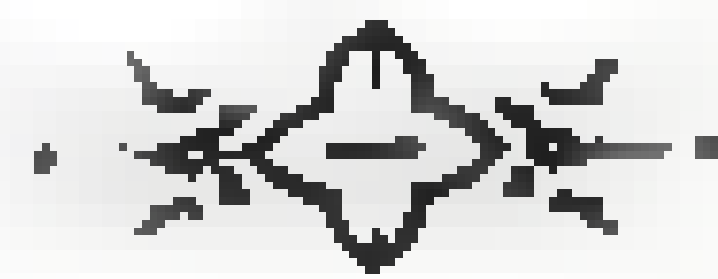
یہ سبے تندر دوشسِ وزگار  
تو سبے فانی کا فوٹو بٹ نہشت  
تو تیری خودی تجھ پر ہوا آشکار  
تجھے کیا بتاؤں تری سر نوشت  
تحقیقت ہے جانے خوفِ ناشا  
تحقیقت ہے آئینہ افکارِ زمانہ  
فرداں ہے بیٹھے ہیں شمعِ غس  
ظلماتِ نیست راقی ہے بس

ریک سیرت سے بدتر پدم  
شعشعِ حبلی بسوزد پر مدام

## زمانہ

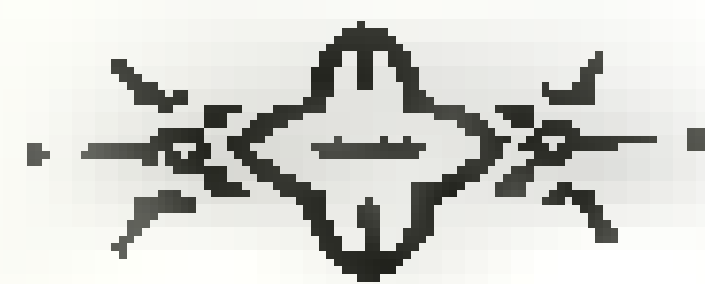
جو تمہا نہیں ہے جو ہے نہ ہوگا یہی ہر اک حرفِ محو ما  
قریب تر ہے نو دجس کی اسی کا مشتاق ہے نا  
مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادثِ ٹپک رہے ہیں  
میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ  
ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جدا جدا رسمِ راہیبری  
کسی کا راکب، کسی کا مرکب کسی کو عبرت کا آریا

نہ تھا اگر تو شریبِ نخل، قصور میرے سے یا کہ تیرا ؟  
 مرا پسند لقمہ نہیں کہ رکھوں کسی کی خاطر سے شبانہ !  
 مے سے نم و پتہ کو نجومی کی آنکھ کھینچا سکتی نہیں ہے  
 مدد سے بچے نہ تیرا، اس کا نظر نہیں جس کی عارفانہ !  
 شش نہیں مغربی افق پر یہ جو سے نول پر یہ جو سے نول ہے  
 خلوص و سرور کا منتظر وہ کہ دوشنِ مرد و زن سے فدا !  
 وہ فکرِ ستارِ جس نے نمایاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو  
 اسی کی قیاس بچیوں سے شہر میں ہے اس کا آشیانہ !  
 جوانی کی فضا میں ان کی بھند ان کے جہاز ان کے  
 گرد بجنور کی کھلے تو کیونکر بجنور ہے تیرا کا بہانہ !  
 جہاں تو مہر ہا ہے پیدا وہ عالم پیر مر رہا ہے  
 جسے فرنگی مُعتامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ !  
 ہوا ہے گو تندرست و تیز اس کن چراغ اپنا جلا رہا ہے  
 وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں اندازِ خسروانہ !



# فرشے دم کو جنت سے رخصت کرتے ہیں

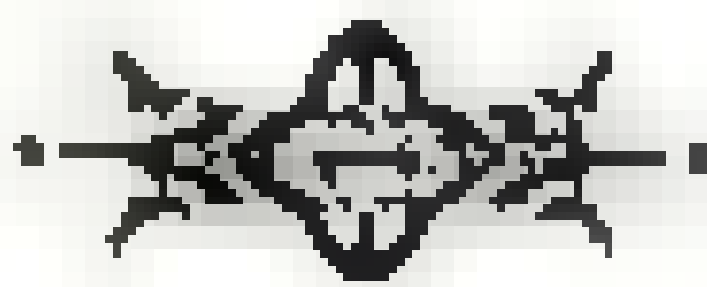
عطا ہوتی ہے تجھے در و شب کی بیانی  
شیر نہیں کہ تو خاک کی ہے پاکہ سیما بیانی  
سنا ہے خاک سے تیری نمود ہے لیکن  
ترمی سرشت میں ہے کوئی دہتالی  
جمال اپنا اگر خواب میں بھی تو دیکھے  
ہزار ہوش سے خوشتر تری شکر خوابی  
گراں بہا ہے ترا گریہ سحر گاہی  
اسی سے ہے تھے نخل کہن کی شادابی  
ترمی نوا سے ہے بے پردہ زندگی کا ضمیر  
کہ تیرے سحر سازنِ فطرت نے کی ہے بیانی



# روحِ ارغی ادم کا استقبال کرتی ہو

کھول آنکھ، زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ!  
 مشرق سے بھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ!  
 اس سب کو بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ!  
 آیامِ بدلتی کے ستم دیکھ، جناب دیکھ!  
 بے تاب نہ ہو، ہر کہ بہیم و رجا دیکھ!  
 میں تیرے تصرف میں یہ بادل، یہ گھٹائیں  
 گیند، بدلا، فلک، یہ خاموش فضا میں  
 یہ کود، یہ سمجھ، یہ سمجھ، یہ ہوائیں  
 تجھیں پیشِ نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں  
 آج آیم میں آج اپنی ادا دیکھ!  
 سمجھے گا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے!  
 دیکھیں گے تجھے دور سے گردن کھٹکاتے!

ناپید تھے بحرِ تنگیل کے کنارے  
 پانچویں کے فلکِ تکیا کی آہوں کے شرار  
 تمسیرِ خودی کا اثر آؤ رسا دیکھا  
 خورشیدِ جہاں تاب کی صورتِ سر میں  
 آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنرمیں  
 چھتے نہیں بجھے ہوئے فردوسِ نظر میں  
 جنتِ تری پہاں ہے تمہے خونِ جگر میں  
 اے پیکرِ گل کو ششِ پیہم کی بسزا دیکھا  
 نالسنده ترے عود کا ہر تار ازل سے  
 تو جنسِ محبت کا حسنِ دیدار ازل سے  
 تو پیہمِ خاتمِ اسرار ازل سے  
 محنتِ کش و خورِ یزدکم آزار ازل سے  
 ہے راکبِ تقدیر جہاں تیری رضا دیکھا



## پیر و مرید

## مرید ہندی

پیشہم سینا سے ہے جاری تجھے خون عظیم حاضر سے ہے دیں زار و زبوں!

## پیر رومی

عالم را بر تن زنی مارے بود!

عالم را بر دل زنی یارے بود!

## مرید ہندی

اے امام ناشمتان دردمند یاد ہے محب کو ترا حرفِ بلند

منشآتِ غزو خشک مار و خشک پرست

از کبامی آید این آوازِ دوست

دورِ حاضر مستِ چنگ و بے سرور! بے ثبات و بے یقین و بے حضور!

کیا خبر اس کو کہ ہے یہ راز کیا! دوست کیا ہے دوست کی آواز کیا!

آہ یورپ! با مندرغ و تابناک

نغمہ اس کو کھینچتا ہے سوسے خاک!

پیرِ رومی

برسِ باغِ راستِ بہرِ کسِ چیرِ نیت!  
نمِ نہ ہرِ رنگِ آبِ سیرِ نیت!

مریدِ ہندی

پڑتے لیے ہیں نئے علومِ شرق و غرب      رُوتے ہیں باقی سے اب تک دُرب!

پیرِ رومی

دستِ ہرِ نائلِ بسیارِ تَسَنَدِ  
سو سے مادرِ آکِ تمیزِ اَرْتِ کَسَنَدِ

مریدِ ہندی

اے دُتیرِ مری مرے دل کی اشاد      کھول مجھ پر کُستِ حُکمِ جہاد

پیرِ رومی

نقشِ حقِ راہِ سہمِ باہرِ حقِ شکن  
برزِ جہانِ دِ دستِ ننگِ دُستِ زن

مریدِ ہندی

بے نگاہِ حسا درانِ سحرِ غریب      حورِ جنت سے ہے خوشتر خودِ غریب



پیرِ رومی

نظارہ فقرہ گرا پیدا است و نو  
دستِ دجامِ ہسم سید گردد از او  
مریدِ ہندی

اے مکتب کا جوانِ گرمِ نوحں! ساحرِ افرنک کا صیدِ زبوں!

پیرِ رومی

مَرِغِ پَرنا رستہ چوں پڑاں شود  
طعمہ شہرِ گربہ دِراں شود  
مریدِ ہندی

تاکب آدیزشِ دین و وطن جو سرِ جاں پرستِ دم ہے بدن!

پیرِ رومی

قلبِ پہلومی زند با ز ریشب!  
انتظانِ روزی دار و دہب

مریدِ ہندی

سرِ آدم سے مجھے آگاہ کر خاک کے ذرے کو کھسکا کر!

پیرِ رومی  
ظاہرِ شمسِ را پشتِ آردِ پیرِ شمسِ آمدِ محیطِ ہفت چرخ

مریدِ ہندی  
خاکِ تیرے نور سے روشن ہوا ! غایتِ آدمِ خمیہ ہے یا نظر ؟

پیرِ رومی  
آدمی دیدا است باقی پوشت است  
دید آں باشد کہ دید دوست است

مریدِ ہندی  
زندہ ہے مشرقِ تری گفتار سے  
اتھیں مرقی ہیں کس آزار سے ؟

پیرِ رومی  
ہر مسداکِ امتِ پیشین کہ بود  
ز انکہ بر حسبِ دل گساں بُر بند عودا

مریدِ ہندی  
اب گساں میں نہیں دُرنگ و بُر  
سرد کیونکر ہو گیا اس کا لہو ؟

## پیر روی

تا دل صاحبِ دے نامہ برد  
ہیچ قوسے راحت نہ کر دے

## مرید ہندی

گرچہ بے رونق ہے بازارِ وجود کون سے سودے میں ہے دلوں کا سودہ

## پیر روی

زیر کی بندوشِ دھیانی بند  
زیر کی تن است و حیرانی نظر

## مرید ہندی

ہم نفس میرے سدھیں کے نیم میں فستیر بے کاہ و بے گھیم

## پیر روی

بند و یک مردِ روشن دل شوی  
ہر کہ بر سرِ شہاں روی

## مرید ہندی

اے شریکِ سستیِ خاصانِ بدر میں نہیں سمجھا حدیثِ جبر و قدر

پیرِ روی

بالِ بازاں را سوئے سلطانِ برد

بالِ زاعنِ ناں را بجورِ ستاں برد

مریدِ ہندی

کار و بارِ خسروی یا را سبجی؟ کیسا ہے آخر غایتِ دینِ نبی؟

پیرِ روی

مصاحبتِ در دینِ ما جنگ و شکن

مصاحبتِ در دینِ عیسیٰ غار و کن

مریدِ ہندی

کس طرح قابو میں آئے آب و گل؟ کس طرح بیدار ہوئے سینے میں دل؟

پیرِ روی

بندہ باشش و برز میں کچھ چوں سمندا

چوں حبنازہ نے کہ برگردنِ برندا

مریدِ ہندی

بسترِ دیں ادراک میں آتا نہیں کس طرح آئے قیامت کا یقیں؟

پیرِ رومی

پس قیامت شوقیاست ابہیں!  
دیدنِ ہر چیز را شرط است، ایں!

مریدِ ہندی

اس میں را کرتی ہے خودی صیدِ مہر و ماہ کرتی ہے خودی!

بے حضور و باغِ فرغ و بے فراغ!  
اپنے پھیروں کے ہاتھوں داغِ داغ!

پیرِ رومی

اں کہ از و صیدِ راضی است و بس  
لیکن او کے گنبد اندر دام کس!

مریدِ ہندی

تجھ پر روشن ہے ضمیرِ کائنات کس طرح محکمِ ہولت کی حیات!

پیرِ رومی

دانہ باشی مرغِ کانتِ برچسندا  
غنچہ باشی کو دکانتِ برکشندا!

دانہ پنساں کن سدا پا دام شو!  
نچنچہ پنساں کن گسیاہ بام شو!

مریدِ ہنسندی

تو یہ کہتا ہے کہ دل کی کرتا شش  
طالبِ دل باشش و درِ پکار باش!  
خو مراد دل سے مرے سینے میں ہے  
میرا جو بہ میرے آئینے میں ہے!

پیرِ رومی

تو بھی گوئی مرا دل نہ نہت  
دل فرازِ عشش باشد نے بہشت!  
تو دل خود را دے پسنداشتی!  
جستجو سے اہل دل گزشتی!

مریدِ ہنسندی

اتمسانوں پر مرا فن کرا بند!  
کارِ دنیا میں رہا جاتا ہوں میں  
میں زمیں پر خوار و زار و درو مند!  
تھو کریں اس او میں کھاتا ہوں میں  
کیوں مرے بس کا نہیں کارِ زمیں؟  
ابلیہ دنیا ہے کیوں دانا سے دیں؟

پیرِ روی

اں کہ برائے دلِ رفتارِ شش بود  
بر زبیںِ رفیقِ چہ دشوارِ شش بود

مریدِ بندی

علم و حکمت کا ملے کیونکر سدا؟ کس طرح با تھ آسے سوزِ دردِ داغ؟

پیرِ روی

علم و حکمت زاید از زمانِ سدا!  
عشق و رقت آید از زمانِ سدا!

مریدِ بندی

ہے زمانے کا قہرِ فنا انجمن اور ہے خلوت نہیں سوزِ سخن!

پیرِ روی

خلوت از انبیا باید نہ زیار پوستیں بہر دے آمد نے بہار

مریدِ بندی

بند ہیں اب نور ہے باقی نہ سوز! اہلِ دل اس دیس میں ہیں تیر و ناز!

پیرِ روی

کارِ مرداں روشنی دگر می است کارِ دوناں حسید و بے شرمی است



# جبریل و ابلیس

جبریل

ہم در دیرینہ کیا سب جہان زکام و بؤہ

ابلیس

سوز و ساز و درد و داغ و بہت جوئے و آرزوا

جبریل

ہر گھڑی انداک پر رتقی ہے تیری گھنٹہ  
کیا نہیں مسکن کہ تیرا چاک دامن ہو رفوہ

ابلیس

اُدھے جبریل تو واقف نہیں اس راز سے  
گر گیس سمرست مجھ کو ٹوٹ کر سیراب ہو  
اب یہاں سیدی گزہ ممکن نہیں، ممکن نہیں  
کس قدر خاموش ہے یہ عالم بے کاخ و گواہ

جس کی نو مہرہ بی سے جو زرد دریاں کائنات  
اس کے حق میں تَقْنَطُوقُ اِتِجَابِہِ یَا لَتَقْنَطُوقُ

جبریل

کھود سیئے انکار سے تو نئے ستارے بلند  
چشمِ یزداں میں فرشتوں کی رہی یہ سب رو!

ابلیس

ہے مری جرات سے مشتبہ خاک میں ذوقِ نر  
میرے فتنے بارہ غفل و حسد کا تار و پود  
دیکھتا ہے تو فقط ساحل سے رزمِ میسر شر  
کون طوفان کے طما سچے کھا رہا ہے؟ میں کہ تو؟  
بختر بھی بے دست پُیا، ایکس بھی بے دست پُیا  
میرے طوفاں یم بہ یم، دریا بہ دریا، جو بہ جو  
گر کبھی حسرتِ میسر ہو تو پوچھ اللہ سے  
قنطہ آدم کو رگمیں کر گیا ریس کا لہو؟  
میں لکھتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح،  
تو فقط! اَللّٰہُ هُوَ، اَللّٰہُ هُوَ، اَللّٰہُ هُوَ!

## اذان

اک رات ستاروں سے کہا بسمِ سحر نے  
 آدم کو جی دیکھا ہے کسی نے بھی سیدارا  
 کئے اہلِ مرتبہ ادا بسمِ ہے مستدیر  
 بچے پسند ہی اس تھوڑے سے فتنے کو سزاوار  
 زہر ڈرنے کہا اور کوئی بات نہیں کیا  
 اس کو کبِ شب کو رس کیا بسم کو ترکارا  
 بولا میرے کامل کہ وہ کو کب ہے زمینی  
 تم شب کو نمودار ہوا وہ دن کو نمودار !  
 واقف ہوا اگر لذتِ بیداری شب سے  
 اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاک پر اسرار  
 آغوش میں اس کی وہ تختی ہے کہ جس میں  
 کھد جائیں گے افدک کے سب ثابت دسیر !  
 ناگاہ فضا بانگِ اذان سے ہوئی بسریز  
 وہ سدا پہل جاتا ہے جس سے دل کُسار !

## محبت

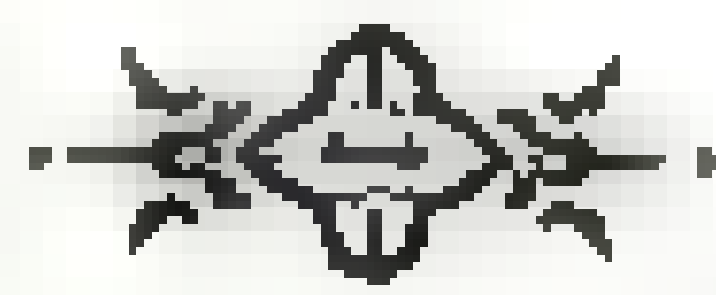
شہید محبت نہ کاغذ نہ غازی  
 وہ کچھ اور ہے بنے محبت نہیں ہے  
 یہ چہرہ کہ رونا نہیں ہے  
 نہ محتاج سلطان نہ مدعوب سلطان  
 محبت کی رسمیں نہ ترکی نہ تازی !  
 سکھاتی ہے خوشنوی کو یازی !  
 توہیں رسم و حکمت فتنہ شیشہ بازی !  
 محبت ہے آزادی و بے نیازی !  
 رافت رہتہ ہے اکندری سے  
 یہ آدم گری بنے وہ شیشہ سازی

## سارے کا پیغام

مجھے ڈرا نہیں سکتی فضا کی تاریکی  
 مری سرشت میں ہے پاکی و درخشانی  
 تو اے مسافر شب خود سپرداں بن اپنا  
 کہ اپنی رات کو درخ تبسّر سے نورانی

## جاوید کے نام

اندن میں اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا پہلا خط آئے پر  
 دیا رشتہ میں اپنا مقام پیدا کر  
 نیا زمانہ نئے سبب و شام پیدا کر  
 خدا اگر دل فطرتِ شاکس سے تجھ کو  
 سکوستِ لالہ دکھل سے کلام پیدا کر  
 اٹھٹا نہ شیشہ زانِ فرہنگ کے احوال  
 سخال بہندے سینا دجاہم پیدا کر  
 میں شاخِ تاک ہوں میری غزل سے میرا اثر  
 مرے مرے مئے لالہ نام پیدا کر  
 مرا طریقِ امیری نہیں فقیری ہے  
 خودی نہ بیچ غنیری میں نام پیدا کر



## فلسفہ و مذہب

یہ آفتاب کیا یہ سپہریں سے کیا ؟  
 سبب نہیں تپست دشت مدوسہ وہیں  
 اپنے دشمن ہیں ہوں نہ نایب المیاء ہوں  
 دوتا ہوں دیبہ دیکھئے کس دشتِ دیوین  
 کھتا نہیں مرے سفرِ تندرہں ۵ راز  
 انوکھوں سے بندہ صاحبِ غر کوئیں  
 حیراں ہے بوتلی کہ میں آیا کہاں سے ہوں  
 رومی یہ سوچتا ہے کہ جاؤں کدھر کو میں !  
 ”جاتا ہوں تھوڑی دور ہراک راہرو کے ساتھ  
 پھپھاتا نہیں ہوں ابھی راہِ سبر کوئیں“

## یورپ کے ایک خط

ہم نوٹر محسوس ہیں حاصل کے خریدار  
 اک بھر پر آشوب و پراسرار ہے رومی

تو ہی ہے اسی قافلہ شوق میں اقبال  
بس قافلہ شوق کا سارا ہے رومی  
اس غم کو بھی اُس نے دیا ہے کوئی پیغام  
کہتے ہیں پیرِ رواں سدا رہے رومی

### جواب

کہ نسب یاد خورد و جو پیموں خداں  
آہوانہ در حُسنِ پیرِ غواں  
مگر کہ گاہ و جو خورد و تیرِ باں شود  
مگر کہ نورِ حق خورد و تیرِ باں شود

### نپولین کے مزار پر

راز ہے راز ہے تقدیرِ جہانِ تہک و تار  
جوشِ کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز



جوش کر دار سے شمشیر کندہ کا  
 کوہ الوند ہوا جس کی سدرت سے گذار  
 جوش کر دار سے یہ سمور کا سیل شمر گیر  
 سیل کے سامنے کیا شے ہے شیب و فراز  
 صفت جنگاویں مردانِ حند کی تکبیر  
 جوش کر دار سے بنتی ہے حند کی آواز  
 ہے مگر فرست کر دار شمس یاد و نفس  
 عینش یک دو نفس قبر کی شب ہا سے دراز  
 نما قبت بنسند ما وادی خاموشان است  
 حالیا غلغلہ در گنبد افلاک انداز

## مسوپی

ندرت فکر و عمل کیا شے ہے؟ ذوقِ انقلاب!  
 ندرت فکر و عمل کیا شے ہے؟ ملت کا شباب!

نہرتِ منکر و عمل سے معجز استِ زندگی  
 نہرتِ منکر و عمل سے شگبارِ اہلِ ناب  
 رومۃ العجب سے : ڈرگوں ہو گیا تیرا ضمیر  
 بنامِ نبی پیغمبرِ بیداری است یا رب یا بخواب !  
 چشمِ پیرانِ لہن میں زندہ ہانی کا شمعِ غ  
 نوجوان تیرے ہیں سوزِ آرزو سے سینہ تبا  
 یہ محبت کی سدا رہا یہ تمنا : یہ نمود !  
 فہم کس میں بچوں رہ سکتے نہیں زیرِ تجارب  
 نعمتِ باست شوق سے تیری فضا ماحمور ہے  
 زخمِ دور کا منہ تیرا تیری فطرت کا رباب  
 فینس یہ کس کی نظر کا ہے کہ ہمت کس کی ہے  
 وہ کہہ رہے جس کی ناکہ مشعلِ شعاعِ آفتاب

## سوال

اک منظرِ خود دار یہ کہتا تھا خدا سے      میں کر نہیں سکتا گلہ دردِ فقیری  
 لیکن یہ بتا تیری اجازت کے فرشتے      کرتے ہیں غلامِ دُروماہ کو میری؟

## پنجاب کے ہرقاں سے

بتا کیس تری زندگی کا ہے راز  
 ہزاروں برس سے ہے تو خاکِ بزار  
 اسی خاک میں دب گئی تیری آگ  
 سحر کی اداں ہو گئی اب تو بجاگ  
 زمیں میں ہے گویا کیوں کی برات  
 نہیں اس اندھیرے میں آبِ حیات  
 زمانے میں جھوٹا ہے اس کانگیں  
 جو اپنی خودی کو پرکھتا نہیں  
 بستانِ شعوبتِ قبائل کو توڑ  
 رسومِ کہن کے سلاسل کو توڑ  
 یہی دینِ محکم ہیں منتِ باب  
 کہ دنیا میں تو حید ہو بے حجاب  
 بجا کہ بدنِ دانشِ دلِ فشاں  
 کہ ایں دانہ دارد ز حاصلِ نشاں!

## مادرِ شاہِ افغان

خضرِ حق سے چپدالے کے لوہے سے لاہ  
 وہاں جس سے ربِ کل ہے مثلِ تمارِ نفس!  
 بہشتِ رویں دیکھا تو بولسا بے تاب  
 غیبِ مٹا مسببِ جی چاہتا ہے جاؤں برس  
 سدا بہشت سے آئی کہ منتِ ٹرے ہے ترا  
 ہرات و کابل و غنڈنی کا سبزۂ نورس!

سرشکِ دیدِ مادرِ بہ دارِ لالہ نقشاں!  
 چناں کہ آتشِ اُورا دگرِ نذرِ نقشاں!

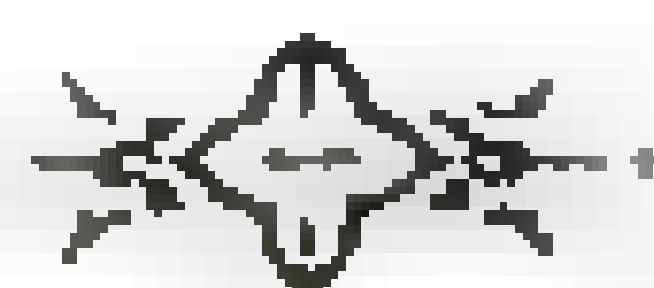




## خوشحال خاں کی وصیت

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں نہ  
محبت بٹھکان چو انوس سے جہ  
مغل سے کسی طرح کلمہ نہیں  
کہوں تجھ کو اسے دیکھنا دل کی بات  
کہ ہوں مراد فغانیوں کا بلند  
ستاراں پہ چوڑھتے ہیں کہند  
تہستان کا یہ بچہ اتریں نہ  
وہ ہر فن سے خوشحال خاں کو پسند

اڑا کر نہ لاسے جہاں باد کوہ  
مغل شہسواروں کی گردِ سمند



اسے خوشحال خاں شکرپشتو زبان کا مشہور وطن دوست شاعر تھا جس نے افغانستان کو مغلوں سے آزاد  
کرانے کے لیے سرحد کے افغانی قبائل کی ایک جمعیت قائم کی۔ قبائل میں صرف آفریدیوں نے آخر  
دمِ ہمسایوں کا ساتھ دیا اس کی قریباً ایک سو نظموں کا انجمنی ترجمہ ۱۹۶۳ء میں لندن میں شائع ہوا تھا۔

## تاتاری کا خواب

کہیں سجادہ و عتلمردہ زن  
کہیں ترسایچوں کی چشم بیاک !  
رد اسے دین و ملت پارہ پارہ  
قباۓ ملک دولت چاک و رچاک !  
مراایاں تو ہے باقی دوسیکن  
نہ کھا جائے کہیں شعلہ کوخاشاک !  
ہو اسے تشد کی موتوں میں منور  
سمرقند و بخارا کی کشفِ خاک !

بلا آنگشتری و منیغینم  
بلا آنگشتری و منیغینم

یکایک ہل گئی خاکِ سمرقند  
انٹھا تیمور کی تربت سے اک نور !  
شفق آئینہ نشی اس کی سفیدی  
صدا آئی کہ ”میں ہوں ریح یہ سحر !“  
اگر محصور ہیں مردانِ تاتار !  
نہیں اشد کی قفسِ تدبیر محصور !  
تفا نسا زندگی کا کسب یہی ہے  
کہ تورانی ہو تورانی سے مہجور !

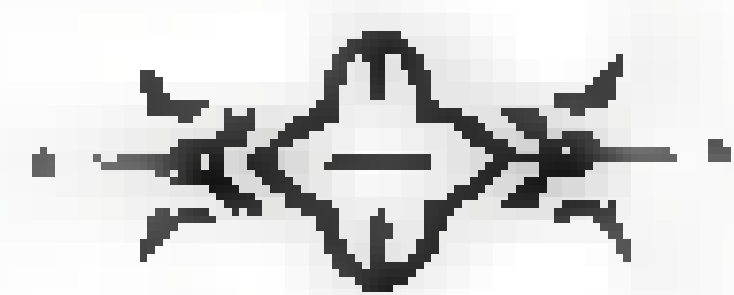
”خودی را سوز و تابے دیگر سے دہ

جہاں را افتد بے دیگر سے دہ“

اے شاعر مہجور نہیں کس کہ ہے نصیر الدین طوسی نے غالباً شرح اشارات میں اسے نقل کیا ہے۔

## حال و مقام

دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بست در بچ  
بندے کو عطا کرتے ہیں چشمِ نگر اور  
احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ  
ہر لحظہ سے سالک کا زماں اور مکاں اور  
الفاظ و معانی میں تضاد نہیں لیکن  
ملا کی اداں اور محابہ کی اداں اور  
پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں  
گر کس کا جہاں اور بسے شاہیں کا جہاں اور

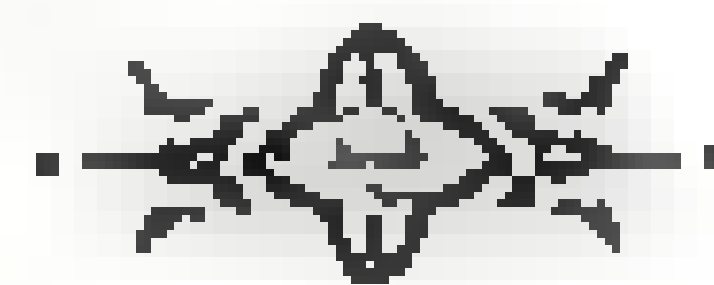


## ابوالعلا معری

کہتے ہیں کبھی گوشت نہ کھاتا تھا مہرے  
پھل پھول پہ کرتا تھا ہمیشہ گذر اوقات



اک دوست نے بچونا ہوا تیرا سے عجیب  
 شاید کہ وہ شاعر اسی ترکیب سے ہومات  
 یہ خوان تر و تازہ ہستی نے جو دیکھا  
 کہنے لگا وہ صاحبِ غفران و لازومات  
 اے مرغِ آبِ حیاتِ رواذرا یہ تو بہت تو  
 تیرا وہ گنہ گسار تھا یہ ہے جس کی مکافات  
 افسوس صد افسوس کہ شاید نہ بنا تو  
 دیکھے نہ تیری آنکھ نے فطرت کے اشارات  
 تیرے کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے  
 ہے جبریم یعنی کی سزا ملے مہاجات



۱۔ غفران — رسالہ الغفران معری کی ایک مشہور کتاب کا نام ہے۔  
 ۲۔ لازومات — اُس کے قصاید کا مجموعہ ہے۔

## سینما

وہی بُتِ فردشی، وہی بُتِ گری ہے      سینما ہے یا صنعتِ آذری ہے  
 وہ صنعت نہ تھی، شیوہ کا فری تھا      یہ صنعت نہیں، شیوہ ساہری ہے  
 وہ مذہب تھا اقوامِ شمسِ دکن کا      یہ تہذیبِ حاسنہ کی سواگری ہے  
 وہ دُنیب کی مٹی، یہ دوزخ کی مٹی  
 وہ تجنّہ خاکی، یہ خاکستری ہے

## پچاپ کے پیراؤں سے

حاضر ہوا میں شیخِ مجتہد کی محسّر پر  
 وہ خاک کہ ہے زیرِ فلکِ مطلعِ انوار  
 اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے  
 اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار

گردن نہ تکی جس کی جہانگیر کے آگے  
 جس کے نفس امارے سے زخمی اسرار  
 وہ ہند میں سدا یہ ملت کا نگہاں  
 اللہ نے ہر وقت کیا جس کو خسار  
 کی عرض یہیں سے کہ عطا فتنہ ہو مجھ کو  
 آنکھیں نہ ہی سینا میں دیکھن نہیں بیدار  
 آئی یہ سدا سلسلہ فقر ہوا بسند  
 ہیں اہل شکر کشورِ پنجاب سے بیزار  
 عارف کہ ٹھکانا نہیں وہ خطہ کہ جس میں  
 پیدا کلمہ فقر سے ہر طرف دستار  
 باقی کلمہ فقر سے بھتا دلولہ حق  
 طسوں نے چڑھایا نشہ خدمت سرکار

سستیا

اس کھیل میں تعین مراتب نہ دردی  
 بیچارہ پیادہ تو ہے اک مہرۂ ناچیز  
 نشاط کی غنایت سر تو فز میں پیادہ  
 فز میں سے بھی پوشیدہ ہے نشاط کا ارادہ

## ف

اک فقر رکھتا ہے صیاد کو پتھیری !  
 اک فتنے سے کھلتے ہیں اسرارِ جانگیری !  
 اک فتنے سے قوموں میں مسکنی و دبیری !  
 اک فتنے سے مٹی میں خاصیتِ افسیری !  
 اک فتنے سے شبیری بس فتنے میں ہے میری !  
 میراثِ مسلمانی بس ناریہ شبیری !

## خودی

خودی کو نہ دے سیم و زر کے عوض      نہیں شعلہ دیتے شرک کے عوض  
 یہ کہتا ہے منہ دوسری دید و در      بزمِ جس کے سرے سے روشنِ بصر  
 ”ز بہرِ درم تند و بد خو مباحش  
 تو باید کہ باشی درم تو مباحش“

## جِدائی

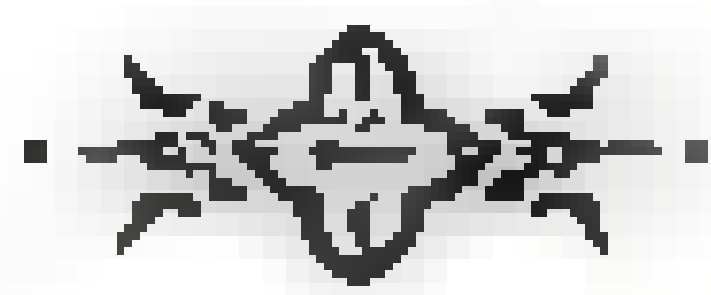
سُورِق بُناتا ہے تارِ زر سے      دنیا کے لیے رداسے نوری !  
 غلام ہے نوکشِ دستِ بویا      ہر شے کو نصیب ہے حضورِ !  
 دریا، کُسا رہا چاند تار سے      کیا جانیں مشرقِ دماغِ بوی !  
 شایاں ہے مجھے غمِ جدائی  
 چنک ہے مجھ پرِ جدائی

## خائفتہ

رمزد ایسا اس زمانے کے لیے موزوں نہیں  
 اور آتا بھی نہیں محب کو سخنِ سبزی کا فن  
 "تم باذن اللہ" کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے  
 خائفتہ ہوں میں محبِ دورہ گئے یا گورکن !

## ابلیس کی عرضداشت

کتا تھا خضر ایل نندا و نیر جہاں سے  
 پر کالہ آتش بیدی آدم کی افس خان  
 جاں لاغسر و تن فریبہ و بلوس بدن فیبا  
 دل نزع کی حالت میں جسرد و بختہ و چاراک  
 ناپاک جسے کہتی تھی مشرق کی شریعت  
 مذہب کے فقیہوں کا یہ فتویٰ ہے کہ سبے پاک  
 تجھ کو نہیں مسدوم کہ حوران بہشتی  
 ویرانی جنت کے تصور سے ہیں غمناک  
 جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست  
 باقی نہیں اب میری ضرورت تیرا مذاک



## لہو

اگر لہو ہے بدن میں تو خوف ہے نہ ہراس  
اگر لہو ہے بدن میں تو دل ہے بے وسواس  
یتھے ملا یہ ستارے گراں ہوا اس کو  
نہ سیم و زر سے محبت ہے نہ غم افلاس !

## پھر وار

کہا درخت نے اک دُرُغِ صحرائے  
ستم یہ غمگینہ رنگ دبو کی سہجے بنیاد  
حس دیا مجھے بھی اگر بال و پر عطف کرتا  
شگفتہ اور بھی ہوتا یہ عالم ایسب آباد  
دیا جواب اُسے خوب مرغِ نصرت نے  
غضب ہے داد کو سمجھا ہوا ہے تو بیداد  
جہاں میں لذت پر واز حق نہیں اس کا  
وجود جس کا نہیں جذبِ خاک سے آزاد



## شیخ مکتب سے

شیخ مکتب ہے اک غمارت گر جس کی صنعت ہے روح انسانی  
نکتہ دہ پذیر تیرے یہ کہ گیب ہے حکیم قآانی  
”پیشِ خورشید برکش دیوار  
خواہی ار سخن حسانہ نورانی“

## نفسی

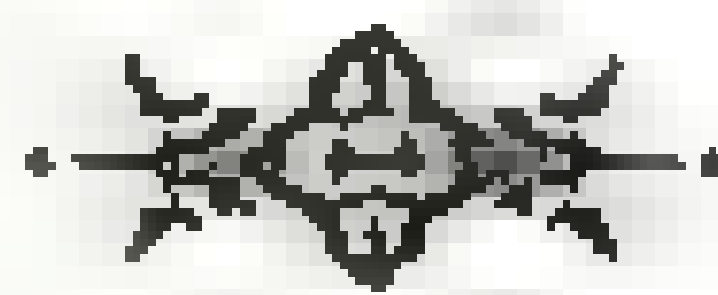
بند بال تھا، یہ سکن نہ تھا جسور و غیور  
حکیم تر محبت سے بے نصیب رہا!  
پھر افضاؤں میں کر گس اگرچہ شاہیں دار  
شکارِ زندہ کی لذت سے بے نصیب رہا!

## شائیں

کیا میں نے اُس خاکداں سے کنار  
بیاباں کی خلوت خوش آتی ہے مجھ کو  
نہ بادِ ہمدانی نہ چھین نہ بیل  
نخیا بانہوں سے ہے پرہیز لازم  
ہو اسے بیاباں سے ہوتی ہے کاری  
حسام و کبوتر کا بھوکا نہیں میں  
چھپٹا پلٹا پلٹ کر تھپٹٹا  
یہ پورب کچھ پیٹم خوروں کی دنیا

جہاں رزق کا نام ہے اب ودانہ  
ازل سے ہے فطرت مری راہبانہ  
نہ بیاری نہ شہد عاشقانہ  
ادا نہیں ہیں ان کی بہت دبدبہ  
جوانمرد کی ضربتِ غازیانہ  
کہ ہے زندگی باز کی زاحمانہ  
لو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ  
را نیلگوں آسمان بیکرانہ

پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں  
کہ شاہیں بناتا نہیں اشیانہ



## بالی مرید

مسم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی  
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن  
شہر دی ہو دہائی ہو مسلمان ہے وہ  
ماندِ بستاں پکڑتے ہیں کسبے کے برہمن  
نذرانہ نہیں! سود ہے پیرانِ حرم کا  
ہر قدر سالوس کے اندر ہے حجاج  
میراث ہیں آئی ہے نہیں مسندِ ارشاد  
زاعوں کے تصرف میں عقابوں کے نشمن

## ہارون کی آخری نصیحت

ہارون نے کہا وقتِ رحیل اپنے پسرے  
جائے گا کبھی تو بھی اسی راہ گزرے!

پوشیدہ ہے کافر کی نظر سے ملک الموت  
یہ کہ نہیں پوشیدہ مسلمان کی نظر سے!

## ماہرِ نفسیات سے

جرات ہے تو افکار کی دنیا سے گذر جا  
ہیں کسبِ خودی میں ابھی پوشیدہ جزیرے!  
کھلتے نہیں اس قلزمِ خاموش کے اسرار  
جب تک تو اسے ضربِ کلیمی سے نہ تھیرے

## لوہِ پ

تاک میں بیٹھے ہیں مذت سے یودی سوداگر  
جن کی رو باہی کے آگے سچ ہے زورِ پلنگ!  
خود بخود گیسے کو ہے پکتے ہوئے پھل کی طرح  
دیکھیے پڑتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ!  
(ماغوز از نیشا)

## آزادی افکار

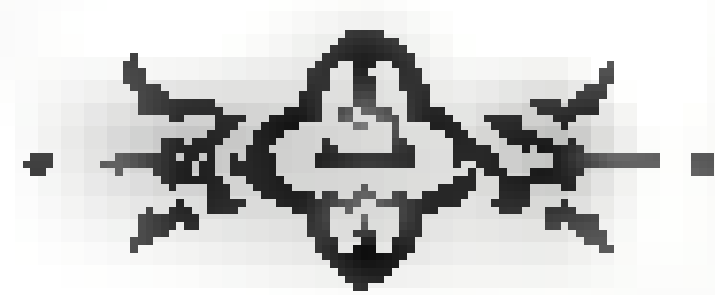
خود دنی فطرت سے نہیں الٹی پر داز  
 م م غلب جیپ اردہ کا خوب م ہے افاد  
 ہر سینہ نشین نہیں جسیریں ایس کا  
 ہر منکر نہیں ملک ہر فرد و کسٹل کا صیاد  
 اس قوم میں ہے شوخی اندیشہ خطرناک  
 جس قوم کے اندر ہوں ہر بند سے آزاد  
 گوشت کر خدا داد سے روشن ہے زمانہ  
 آزادی افکار ہے ابیس کی ایجاب

## شیر اور چکر شیر

ساکنان دشت و صحرا میں ہے تو سب کے انگ  
 کون ہیں تیرے اب وجد؟ کس قبیلے سے ہے تو؟

پنجر  
میرے ماموں کو نہیں پہچانتے شاید حضور  
وہ سب رفتار شاہی اے طہبسل کی آبرو!

(مانخوڈ از جبریل)



## چیونٹی اور عقاب

چیونٹی

میں پامیساں و خوار و پریشان و دردمند  
تیرا ہمت نام کیوں ہے ستاروں سے بھی بلند؟

عقاب

تو رزق اپنا ڈھونڈتی ہے خاکِ اہ میں!  
میں نہ سپہر کو نہیں لاتا نگاہ میں!



### قطرہ

فطرت مری مانندِ نیم سحری ہے  
 رفتار ہے میری کبھی آہستہ کبھی تیز  
 پہناتا ہوں طلسم کی قبا لالہ و گُل کو  
 کرتا ہوں سحرِ خار کو سوزن کی طرح تیز

### قطرہ

کل اپنے مریدوں سے کہا پیرِ مغان نے  
 قیمت میں یہی معنی ہے درنا بگوہ چند  
 زہرا بیک اس قوم کے حق میں آفرنگ  
 جس قوم کے بچے نہیں خود دار دہنِ مرند





ضربِ کلیم

(مجموعہ کلام اردو)

علامہ اقبال

ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی

## فہرست مضامین

(۱) اعلیٰ حضرت نواب سرسید اللہ خاں فرمانروائے بھوپال کی خدمت میں

(۲) ناظرین سے

(۳) تہیہ

شمار	مضمون	صفحہ	شمار	مضمون	صفحہ
۱	صبح	۱۴	۹	اجتہاد	۲۲
۲	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	۱۵	۱۰	شکر و شکایت	۲۲
۳	تنہا بہ تقدیر	۱۶	۱۱	ذکر و منکر	۲۳
۴	معراج	۱۷	۱۲	ظلمتِ حرم	۲۴
۵	ایک فلسفہ زدہ تیز زاویے		۱۳	تقدیر	۲۴
	کے نام	۱۸	۱۴	توحید	۲۵
۶	زمین و آسمان	۱۹	۱۵	علم اور دین	۲۶
۷	سلمان کا زوال	۲۰	۱۶	ہندی مسلمان	۲۶
۸	علم و عشق	۲۰	۱۷	آزادی شمشیر کے اعلان پر	۲۷

شمار	مضمون	صفحہ	شمار	مضمون	صفحہ
۱۸	جسار	۲۸	۳۶	قلندر کی پچپان	۴۱
۱۹	قوت اور دین	۲۹	۳۷	فلسفہ	۴۲
۲۰	فقر و ملوکیت	۳۰	۳۸	مردانِ حسد	۴۳
۲۱	اسلام	۳۰	۳۹	کافر و مومن	۴۴
۲۲	حیاتِ ابدی	۳۱	۴۰	ہندی برحق	۴۴
۲۳	سلطانی	۳۱	۴۱	مومن	۴۵
۲۴	صوفی سے	۳۳	۴۲	محمد علی باب	۴۶
۲۵	افرنک زدہ	۳۳	۴۳	تقدیر	۴۶
۲۶	تصوف	۳۴	۴۴	اے روحِ محمد	۴۸
۲۷	ہندی اسلام	۳۵	۴۵	مدنیتِ اسلام	۴۸
۲۸	غزل	۳۶	۴۶	امامت	۴۹
۲۹	دشیا	۳۷	۴۷	فقر و راجہی	۵۰
۳۰	نساز	۳۷	۴۸	غزل	۵۱
۳۱	وحی	۳۸	۴۹	سلیم و رضا	۵۲
۳۲	شکت	۳۸	۵۰	نکتہ توحید	۵۳
۳۳	عقل و دل	۳۹	۵۱	الہام اور آزادی	۵۴
۳۴	ستی کردار	۳۹	۵۲	جہان و تن	۵۵
۳۵	قبر	۴۰	۵۳	لاہور و کراچی	۵۵

شمار	مضمون	صفحہ	شمار	مضمون	صفحہ
۵۲	بہت	۵۶	۴۰	اقوام مشرق	۶۹
۵۵	آدم	۵۷	۴۱	آگاہی	۷۰
۵۶	مکہ اور حبیوا	۵۸	۴۲	مصلحتیں مشرق	۷۱
۵۷	لے پیر حرم	۵۹	۴۳	مغربی تہذیب	۷۱
۵۸	مہدی	۶۰	۴۴	اسرار پیدا	۷۲
۵۹	مرد مسلمان	۶۱	۴۵	سلطان ٹیپو کی وصیت	۷۲
۶۰	پنجابی مسلمان	۶۲	۴۶	غزل	۷۳
۶۱	آزادی	۶۳	۴۷	بیداری	۷۴
۶۲	اشاعت اسلام و پاکستان میں	۶۴	۴۸	خودی کی تربیت	۷۵
۶۳	لاؤ اِلا	۶۵	۴۹	آزادی فکر	۷۵
۶۴	امرائے عرب سے	۶۶	۵۰	خودی کی زندگی	۷۶
۶۵	احکام الہی	۶۷	۵۱	حکومت	۷۶
۶۶	موت	۶۸	۵۲	ہندی مکتب	۷۷
۶۷	قلم باذن اللہ	۶۹	۵۳	تربیت	۷۹
۶۸	تعلیم و تربیت	۷۰	۵۴	خوب و زشت	۷۹
۶۹	مقصود	۷۱	۵۵	سرگِ خودی	۸۰
	زمانہ حاضر کا انسان	۷۲	۵۶	مہمان عزیز	۸۱
			۵۷	عصر حاضر	۸۱

صفحہ	شمار	مضمون	صفحہ	شمار	مضمون
۹۷	۱۰۳	عورت	۸۸		طاسبِ علم
		ادبیاتِ فنونِ لطیفہ	۸۹		استحسان
			۹۰		مدرسہ
۱۰۰	۱۰۵	دین و ہنر	۹۱		حکیمِ نقشہ
۱۰۰	۱۰۶	تخصیق	۹۲		اساتذہ
۱۰۱	۱۰۷	جنوں	۹۳		غزل
۱۰۲	۱۰۸	اپنے شعر سے	۹۴		دین و تعلیم
۱۰۲	۱۰۹	پیرس کی مسجد	۹۵		جاوید سے
۱۰۳	۱۱۰	ادبیات			عورت
۱۰۳	۱۱۱	نگاہ			مردِ فرنگ
۱۰۵	۱۱۲	مسجدِ قوتِ الاسلام	۹۶		ایک سول
۱۰۶	۱۱۳	تیسرا	۹۸		پردہ
۱۰۷	۱۱۳	شعاعِ امید	۹۹		خلوت
۱۱۰	۱۱۵	امید	۱۰۰		عورت
۱۱۱	۱۱۶	نگاہِ شوق	۱۰۱		آزادیِ نسواں
۱۱۲	۱۱۷	اہلِ ہنر سے	۱۰۲		عورت کی حفاظت
۱۱۳	۱۱۸	غزل	۱۰۳		عورت اور تعلیم
۱۱۴	۱۱۹	وجود			

شمار	مضمون	صفحہ	شمار	مضمون	صفحہ
۱۲۰	سرود	۱۰۴	۱۳۹	ہندوستان ہند	۱۲۸
۱۲۱	نسیم و شبیر	۱۱۵	۱۴۰	مرد بزرگ	۱۲۹
۱۲۲	ابراہیم خضر	۱۱۶	۱۴۱	عالم نو	۱۳۰
۱۲۳	مخوقات بہار	۱۱۷	۱۴۲	ایجادِ معانی	۱۳۱
۱۲۴	اقبال	۱۱۸	۱۴۳	موسیقی	۱۳۲
۱۲۵	فنون لطیفہ	۱۱۹	۱۴۴	ذوقِ نظر	۱۳۳
۱۲۶	صبحِ چین	۱۲۰	۱۴۵	شعر	۱۳۴
۱۲۷	خاقانی	۱۲۱	۱۴۶	رقص و موسیقی	۱۳۵
۱۲۸	رومی	۱۲۲	۱۴۷	ضابطہ	۱۳۶
۱۲۹	جدت	۱۲۳	۱۴۸	رقص	۱۳۷
۱۳۰	مرزا بیدل	۱۲۴	۱۴۹	سیاسی مشرق و مغرب	۱۳۸
۱۳۱	جلال و جمال	۱۲۵	۱۵۰	اشتراکیت	۱۳۹
۱۳۲	مستور	۱۲۶	۱۵۱	کارل مارکس کی آواز	۱۴۰
۱۳۳	سرودِ حلال	۱۲۷	۱۵۲	انقلاب	۱۴۱
۱۳۴	سرودِ حرام	۱۲۸	۱۵۳	خوشامد	۱۴۲
۱۳۵	قوارہ	۱۲۹	۱۵۴	مناصب	۱۴۳
۱۳۶	شاعر	۱۳۰	۱۵۵	یورپ اور یہود	۱۴۴
۱۳۷	شعرِ مجسم	۱۳۱			

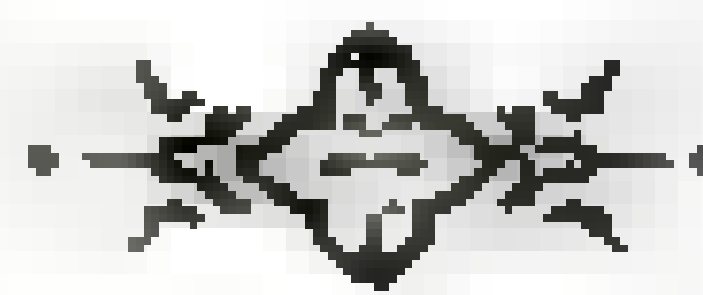
شمار	مضمون	صفحہ	شمار	مضمون	صفحہ
۱۵۳	نفسیاتِ غلامی	۱۳۰	۱۵۱	استدباب	۱۵۱
۱۵۵	نیشویک روس	۱۳۱	۱۵۲	لا دین سیاست	۱۵۲
۱۵۶	آج اور کل	۱۳۱	۱۵۳	دامِ تہذیب	۱۵۳
۱۵۷	مشرق	۱۳۲	۱۵۴	نفسیت	۱۵۴
۱۵۸	سیاسیاتِ افرنک	۱۳۲		ایک بھری مستزاق اور	
۱۵۹	خوابِ بک	۱۳۳	۱۵۵	سکندر	۱۵۵
۱۶۰	غلاموں کے لیے	۱۳۴	۱۵۶	جمعیتِ اقوام	۱۵۶
۱۶۱	اہلِ مصر سے	۱۳۴	۱۵۷	شام و فلسطین	۱۵۷
۱۶۲	اہلِ سینیا	۱۳۵	۱۵۸	سیاسی پیشوا	۱۵۸
۱۶۳	ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی	۱۳۶	۱۵۹	نفسیاتِ غلامی	۱۵۹
	فرزندوں کے نام	۱۳۶	۱۶۰	غلاموں کی نماز	۱۶۰
۱۶۴	جمعیتِ اقوام اور مشرق	۱۳۷	۱۶۱	فلسطینی عرب	۱۶۱
۱۶۵	سلطانی جاوید	۱۳۸	۱۶۲	مشرق و مغرب	۱۶۲
۱۶۶	جمہوریت	۱۳۸	۱۶۳	نفسیاتِ حاکمی	۱۶۳
۱۶۷	یورپ اور سواریا	۱۳۹		محراب گل افغان کے افکار	
۱۶۸	مسولینی	۱۳۹		محراب گل افغان کے افکار	
۱۶۹	گل	۱۴۱	۱۶۴	محراب گل افغان کے افکار	۱۶۴



علاج حضرت ابوسعید خدریؓ  
ایں جہانِ بے وفا میں

کی خدمت میں

زمانہ با اہم، یسٹیا چہ کرد و گشت  
کے نہ بود کہ ایں داستانِ فود خوانہ  
تو صاحبِ نظری آنچہ در ضمیر من است  
دل تو بے بسند و اندیشہ تو سے داند  
بگیر ایں سرمہ ساریہ بہارِ امن  
کہ گل بدست تو از شاخ ناز و ترماند

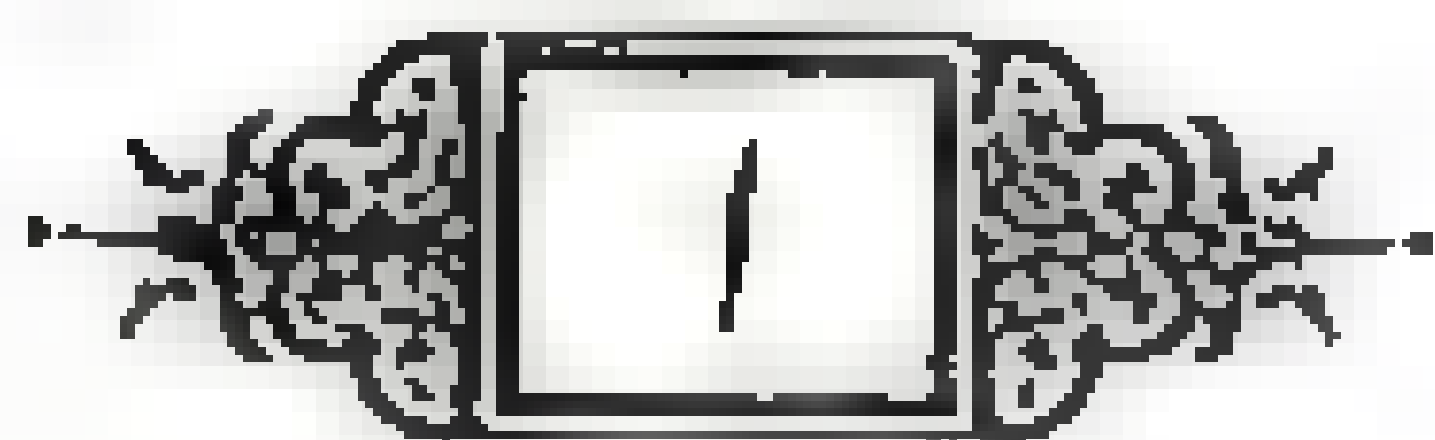


## ناظرین سے

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ پہنچے نہ  
 تیسرا زنجار ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ  
 یہ زورِ دست و ضربتِ کاری کا ہے مقام  
 میدانِ جنگ میں نہ طلب کر نولے چنگ  
 خونِ دل و جگر سے ہے سڑیہ حیات  
 فطرتِ لہو ترنگ ہے غافل! نہ جل ترنگ

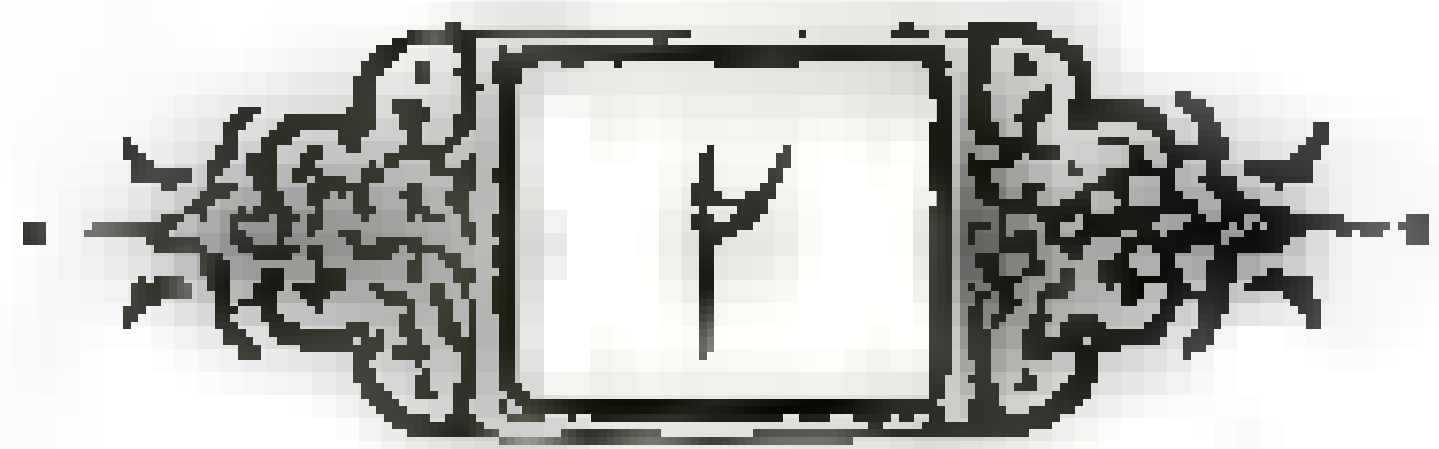


شیر

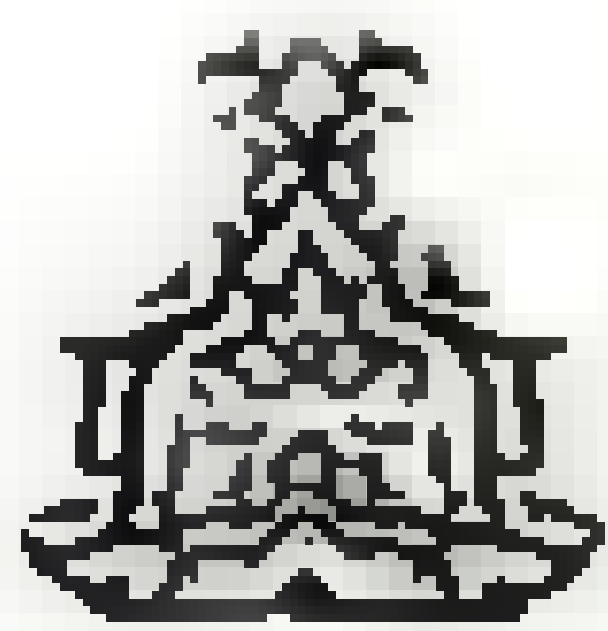


نہ دیر میں نہ حیرم میں خودی کی بیداری  
 کہ خاوراں میں ہے قوموں کی روح تریا کی!  
 اگر نہ سہل ہوں تجھ پر زمیں کے ہنگامے  
 بُری ہے مستی اندیشہ ہائے ہنگامہ کی!  
 تری نجات غنیم مرگ سے نہیں ممکن  
 کہ تو خودی کو سمجھتا ہے پیکرِ خاکی!  
 زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا  
 ترا حجاب ہے قلبِ وطن کی ناپاکی!

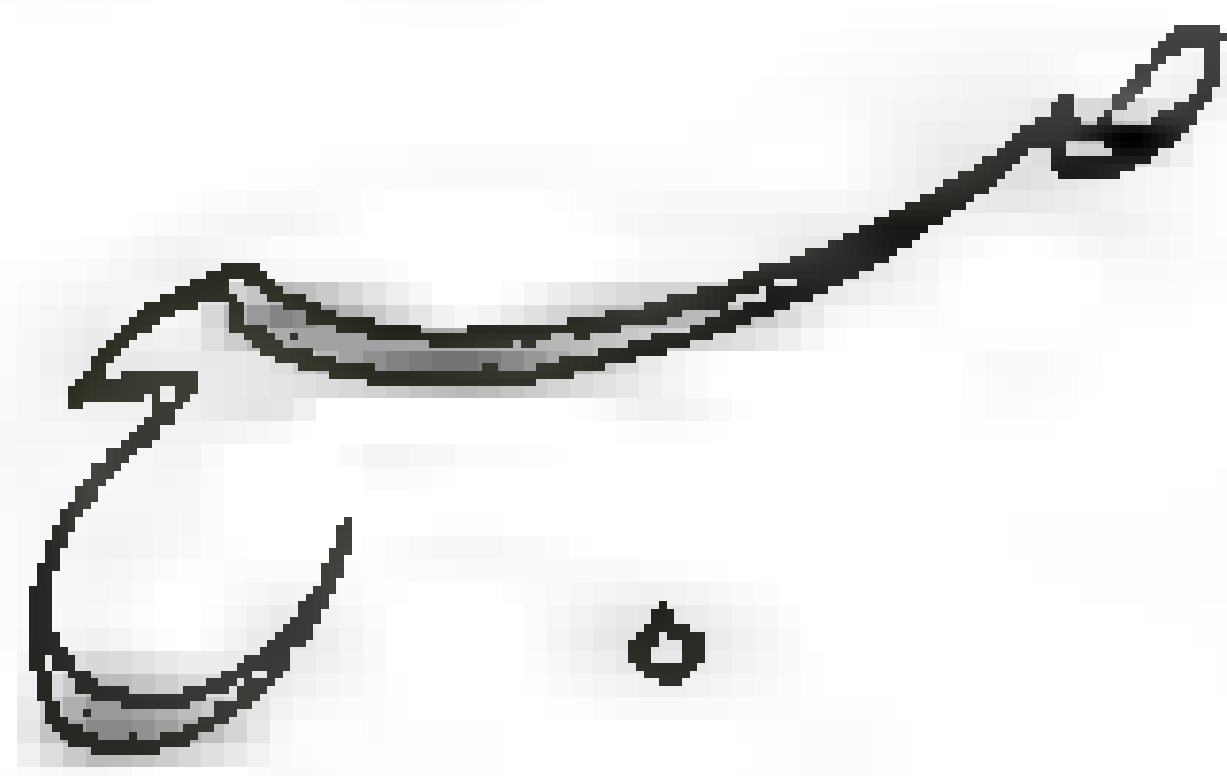
عطا ہوا خس و خاشاکِ ایشیا مجھ کو  
کہ میرے شعلے میں سب سے سرکشی دسے باکی!



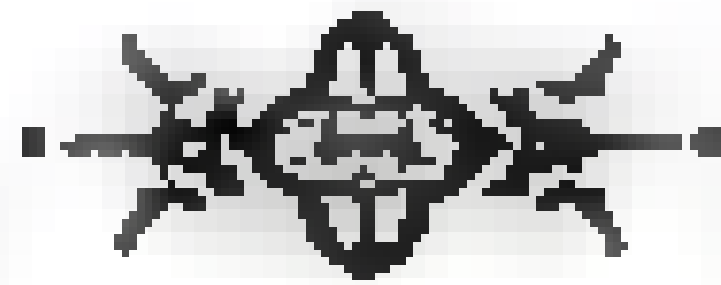
ترا گناہ ہے اقبالِ مجلسِ آرائی  
اگرچہ تو ہے مستانِ زمانہ کم پیوند!  
جو کو کسار کے خوگر تھے ان نریوں کو  
تری نوا نے دیا ذوقِ جذبہ ہائے بلند!  
ٹپ رہے ہیں فضا ہائے نیلگوں کے لیے  
وہ پر شکستہ کہ صحنِ سرا میں تھے خورسند!  
تری سزا ہے نوائے سحر سے محرومی  
مقامِ شوق و سرور و نظر سے محرومی!



# اسلام اور مسلمان



یہ سر جو کبھی بند رہا ہے کبھی ہے امروز  
 نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا  
 وہ سر جس سے لرزتا ہے ثبستانِ وجود  
 ہوتی ہے بندہ مومن کی ازاں سے پیدا



بھرپال ریش محل میں کئے گئے

## لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

خودی کا سترِ نہاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
 خودی ہے تیغِ نساں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
 یہ دور اپنے براہِ سیم کی تلاش میں ہے  
 صنم کدو ہے جہاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
 کیا ہے تو نے متاعِ غنیمتِ دور کا سودا  
 فریبِ سود و زیاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
 یہ مال و دولتِ دنیا یہ رشتہ دہیوند  
 بتانِ دھم و گماں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
 خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زنجاری  
 نہ ہے زمان نہ مکاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ



نہیں فصلِ گلِ دلاور کا نہیں پاسبند  
 ہمارا ہو کہ خنداں، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
 اگرچہ بت ہیں جماعت کی استیسیوں میں  
 مجھے ہے حکیمِ اداں، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

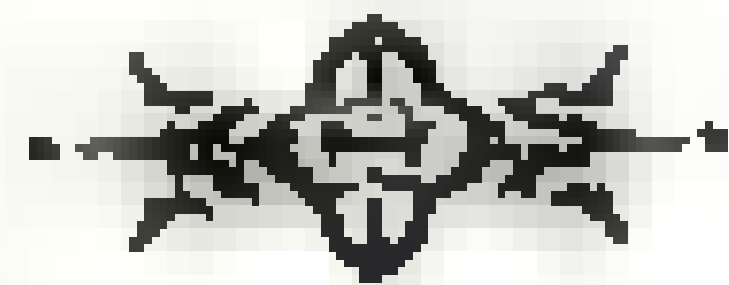
### تن بہ تقدیر

اسی قرات میں ہے اب ترکِ جہاں کی تسلیم  
 جس نے مومن کو بنایا مہ و پردیں کا اسیر  
 'تن بہ تقدیر' ہے آج ان کے عمل کا انداز  
 تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر  
 تھا جو ناخوب، بستہ دینج وہی 'خوب' ہوا  
 کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر



## معراج

دے دلوں شوق جسے لذتِ پرواز  
 کر سکتا ہے وہ ذرہ در دھر کو تاراج  
 مشکل نہیں یارانِ حینِ افسردہ با  
 پر سوزاگر ہو نفسِ سینہ دراج  
 نادر ہے مسلمان! ہدفِ اس کا ہے ثریا  
 ہے سترِ سراپردہ جانِ نکتہ معراج  
 تو معنی والتجم نہ سمجھا تو عجب کیا  
 ہے تیرا مددِ سزا بھی چاند کا محتاج



## ایک فلسفہ زدہ سیدزائے کے نام

تو اپنی خودی اگر نہ کھوتا  
ہیگل کا صدف گہرے خالی  
محکم کیسے ہو زندگانی؟  
آدم کو ثبات کی طلب ہے  
دنیا کی عشا ہر جس سے اشراق  
میں اصل کا خاص مومناتی  
تو سید ہاشمی کی اولاد  
ہے فلسفہ میرے آب و گل میں  
اقبال اگرچہ بے ہنر ہے  
شعلہ ہے تیرے جنوں کا بے سوز  
انجامِ خرد ہے بے حضوری  
افکار کے نغمہ ہائے بے صوت  
دیں مسلکِ زندگی کی تقویم  
دیں سیرِ محمد و براہِ سیم

زنا رہی برگساں نہ ہوتا  
ہے اس کا طلسم سب خیالی!  
کس طرح خودی ہو لازمانی؟  
دستورِ حیات کی طلب ہے  
مومن کی ازاں ندائے آفاق!  
آبا مرے لاتی و منناتی  
میری کھفِ خاک برہمن زاد  
پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں  
اس کی رگ رگ سے بانجبر ہے  
سُن مجھ سے یہ نکتہ دل افروز  
ہے فلسفہ زندگی سے وری!  
ہیں ذوقِ عمل کے واسطے موت  
دیں سیرِ محمد و براہِ سیم

”دل در سخن مستندی بند  
 اے پور علی ز بو علی چسند  
 چوں دیدہ راہ ہیں نداری  
 قاید تشرشی بہ اند بشاری“

## زمین و آسمان

ممکن ہے کہ تو جس کو سمجھتا ہے بہاراں  
 ادروں کی نگاہوں میں وہ موسم ہونخزاں کا  
 ہے سلسلہ احوال کا ہر لحظہ درگاہوں  
 اے ساکبِ روضہ نہ کر سود و زیاں کا  
 شاید کہ زمیں ہے یہ کسی اور جہاں کی  
 تو جس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا



۵ فارسی اشعار سکیم خاتانی کی تحفۃ العراقرین سے ہیں۔

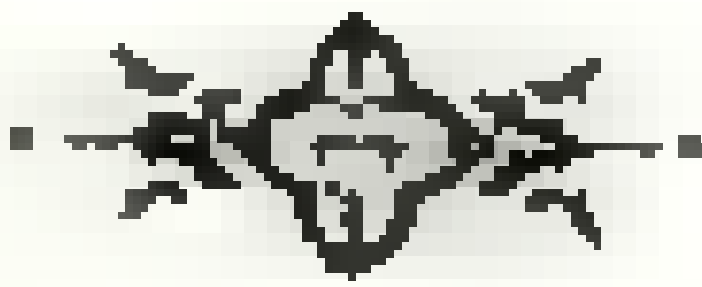
## مسلمان کا زوال

اگرچہ زرخیزی جہاں میں ہے قاضی الحاجات  
جو فقر سے ہے میسر تو ٹکری سے نہیں !  
اگرچہ ہوں مری قوم کے جسوڑ و خیر  
قلندر مری کچھ کم سکندری سے نہیں !  
سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے  
زوال بسندہ مومن کا بے زری سے نہیں !  
اگر جہاں میں مرا جو ہر سر آشکار ہوا  
قلندر مری سے ہوا ہے تو ٹکری سے نہیں !

## علم و عشق

علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن !  
عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تخمین و ظن !

بندۂ نچین و نلن ! کرمِ کستِ بلی زین !  
 عشقِ سدا پاشنورِ علم سرا پا عجب !  
 عشق کی لرمی سے ہے مسرکہ کائنات !  
 علمِ مستِ مدحِ ثبات : عشقِ ماثبات !  
 عشق سکون و ثبات : عشق حیات و ممات !  
 علم ہے پیدا سوالِ عشق ہے پہاں جواب !  
 عشق کے ہیں معجزاتِ بہشت و فقر و دیں !  
 عشق کے ادسے ندامتِ صاحبِ آج و یمن !  
 عشق مکان و مکین ! عشق زمان و زمین !  
 عشقِ سدا پائیں اور یقینِ مستی باب !  
 شرعِ محبت میں ہے عشرتِ منزلِ حسدِ آ  
 شورِ ششِ طوفاںِ حلال : لذتِ سائلِ حسدِ آ  
 عشق پہ بجلیِ حلال ، عشق پہ حاصلِ حسدِ آ  
 علم ہے ابنِ الکتابِ عشق ہے اُمّ الکتاب !



## اجتہاد

بند میں حکمت دیں کوئی کہاں سے سیکھے  
 نہ کہیں لہجہ ست کر دار نہ افکارِ عمیق  
 حلقہ شوق میں وہ جرات اندیشہ کہاں  
 اہ! محکومی تظہیر و زوالِ مستیق  
 خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں  
 ہوسے کس درجہ فقیہانِ جسم بے توفیق  
 ان غلاموں کا یہ مسک بے کہ تا شس بے کتاب  
 کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

## شکر و شکایت

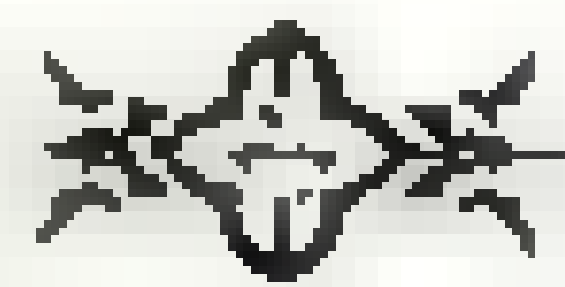
میں بندہ ناداں ہوں مگر شکر ہے تیرا  
 رکھتا ہوں نہا خندانہ راہوت سے پویدا



اک دولہ تازہ دیا میں نے دلوں کو  
 لاہور سے تا خاکِ بختِ رادِ سہر قند  
 تاثیر ہے یہ میرے نفس کی کہ حسناں میں  
 مرغانِ حسدِ خواں مری صحبت میں ہیں خورند  
 لیکن مجھے پیدا کیا اس دیں میں تو نے  
 جس دیں کے بندے ہیں غلامی پہ رضا مند!

## ذکر و فکر

یہ میں سب ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام  
 وہ جس کی شان میں آیا ہے علمِ الاسما:  
 مستامِ ذکر کمالِ استِ رومی و عشتار  
 مستامِ فکر مقالاتِ بوعلی سینا!  
 مستامِ فکر ہے پیمائشِ زمانِ مکاں  
 مستامِ ذکر ہے سبحانِ ربی الاعلیٰ



## ملائے حرم

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو  
 تری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام  
 تری نمازیں باقی حلال ہے نہ جمال  
 تری اذان میں نہیں ہے مری سحر کا پیام

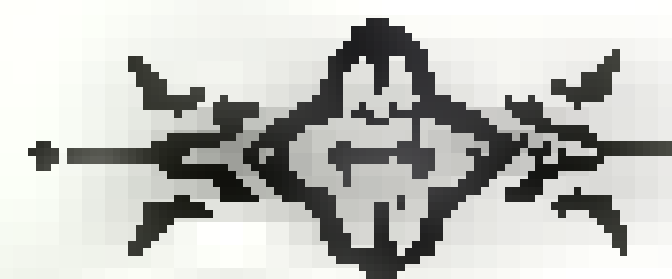
## تفسیر

ماہل کو حاصل ہے کبھی قوت درجہ ورت  
 ہے خوار زمانے میں کبھی جوش و خروش  
 شاید کوئی منطق ہو نہاں اس کے عمل میں  
 تفسیر نہیں تاہم منطق فطرت آتی  
 ہاں ایک حقیقت ہے کہ علوم ہے سب کو  
 آریخ، نظم جس کو نہیں مسم سے چھپاتی

نہرِ نقطہ ہے قوموں کے عمل پر نرسداس کی  
تہاں نہفتِ تیغِ دوپیکر نظر اس کی

## توحید

زندہ قوت تھی جہاں میں ہی توحید کبھی  
آج کیا ہے ؟ فقط اک سلسلہ علمِ کلام  
روشن کس فسوسے اگر ظلمتِ کردار نہ ہو  
خود سلاں سے ہے پوشیدہ سلاں کا شمار  
میں نے اے میر سپہ تیری پہنچی ہے  
قل ھو اللہ کی شمشیر سے خالی ہیں نیام  
اے اس راز سے واقف نہ ممانہ فقیر  
وحدت افکار کی بے وحدتِ کردار ہے شمار  
قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے  
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے ورکعت کے نام



## علم اور وطن

وہ علم اپنے بتوں کا ہے آپ ابراہیم  
 کیا ہے جس کو خدا نے دل و نضر کا ندیم  
 زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک  
 دلیل کم نظیری قہقہہ جدید و قدیم  
 یحییٰ میں تربیتِ غنیمت ہو نہیں سکتی  
 نہیں ہے قطرۂ شب زم اگر شریکِ نسیم  
 وہ علم کم بصری جس میں ممکن نہ رہیں  
 تجلیاتِ کلیم و شاہدِ استِ حکیم!

## ہندی مسلمان

غدارِ وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن  
 انگریز سمجھتا ہے سلساں کو گداگر!

پنجاب کے درباب نبوت کی شریعت  
کہتی ہے کہ یہ مومن پارینہ سب سے کافرا  
آوازہ حق اٹھاتے کب اور کدھر سے  
مسکین و لکم مانع ویریں شکست اندر

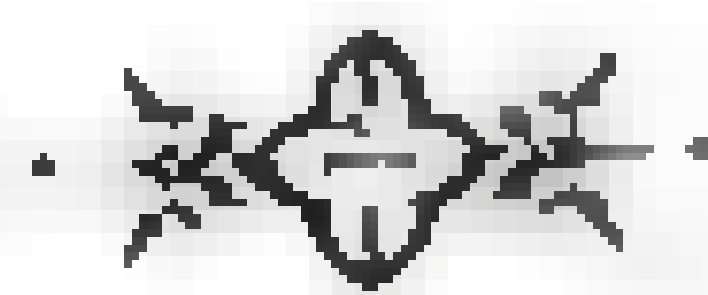
## آزادی شمشیر کے اعلان پر

سوچا بھی ہے اے مردِ سبساں کبھی تو نے  
کیا پسینہ ہے فولاد کی شمشیر جگر دار  
اس بیت کا یہ مصرعِ اول ہے کہ جس میں  
پوشیدہ چلے آتے ہیں توحید کے ارار  
ہے منکر مجھے مصرعِ ثانی کی زیادہ  
اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار  
قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن  
یا خالدِ جانب زہے یا حیدرِ کار

## جہاد

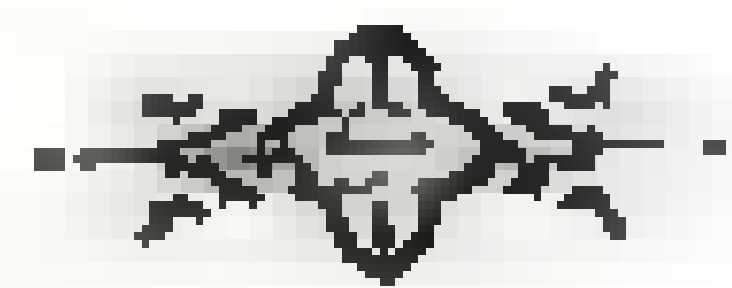
فوتنی ہے شیخ کا یہ زمانہ مستحکم کا ہے  
 دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کا دگر  
 لیکن خیابِ شیخ کو مسموم کیا نہیں؟  
 مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے ٹکدو بے اثر  
 تیغ و تفتاک دستِ مسلمان میں ہے کہاں  
 بو بھی تو دل ہیں موت کی لذت سے بے خبر  
 کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل  
 کتنا ہے کون اسے کہ مسلمان کی موت مرا  
 تعلیم اس کو چاہیے ترکِ تہجد کی  
 دنیا کو جس کے پنجہ خونیں سے جھوٹا  
 باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے  
 یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوشِ تانکرا  
 ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے  
 شرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی شر

حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات  
اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر



## قوت اور دین

اسکندریہ و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں  
سو بار ہوئی حضرتِ انساں کی قبا چاک!  
تاریخِ انکم کا یہ پیغامِ ازلی ہے  
صاحبِ نظراں! نشہ قوت ہے خطرناک!  
اس سیلِ سبک سیر و زمیں گیر کے آگے  
عقل و نظر و علم و ہنر ہیں خس و خاشاک  
لا دیں ہو تو ہے زہرِ ہلاہل سے بھی بڑھ کر  
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک!





## فقر و ملوکیت

فقر جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے  
ضربِ کاری ہے اگر سینے میں ہے قلبِ سلیم !  
اس کی بڑھتی ہوئی بے باکی و بے تابی سے  
تازہ ہر عہد میں ہے قصۂ فرعون و کلیم !  
اب ترا دور بھی آنے کو ہے اے فقرِ غیور  
کھاگئی روحِ مندرنگی کو ہوائے زر و سیم !  
عشقِ دستی نے کیا ضبطِ نفسِ مجاہدِ حرام  
کہ گردِ غنچے کی کھلتی نہیں بے موجِ نسیم !

## اسلام

روحِ اسلام کی ہے نورِ خودی / نارِ خودی  
زندگانی کے لیے نارِ خودی نورِ حضور !

یہی ہر چیز کی تقویم، یہی اصل نمود  
گرچہ اس روح کو فطرت نے رکھا ہے مستور  
لفظِ اسدِ مہ سے یورپ کو اگر کہہ ہے تو خیر  
دوسرا نام اسی دین کا ہے فقرِ غیور!

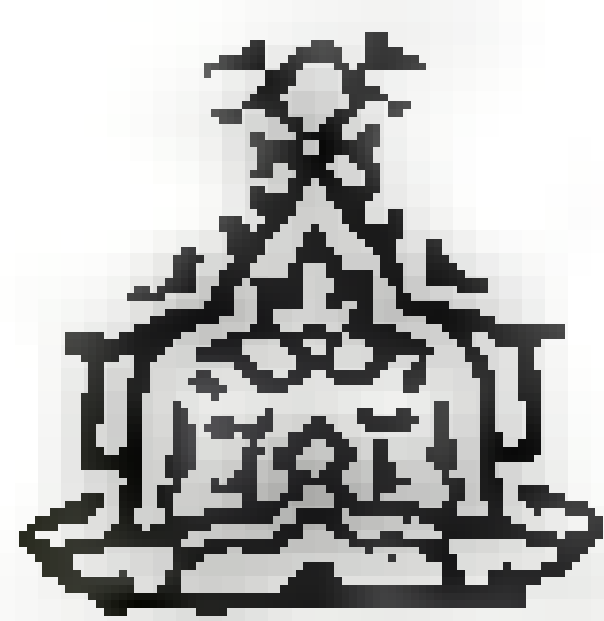
## حیاتِ ابدی

زندگانی ہے صدفِ قطر و نیاں ہے خودی  
وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو لہر کر نہ سکے  
ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیسر خودی  
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے!

## سلطانی

کے خبر کہ ہزاروں مستام رکھتا ہے  
وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روحِ قرآنی  
۵ ریاضِ منزلِ دولت کہ ہر اس سعودِ بجدِ پال میں لکھے گئے۔

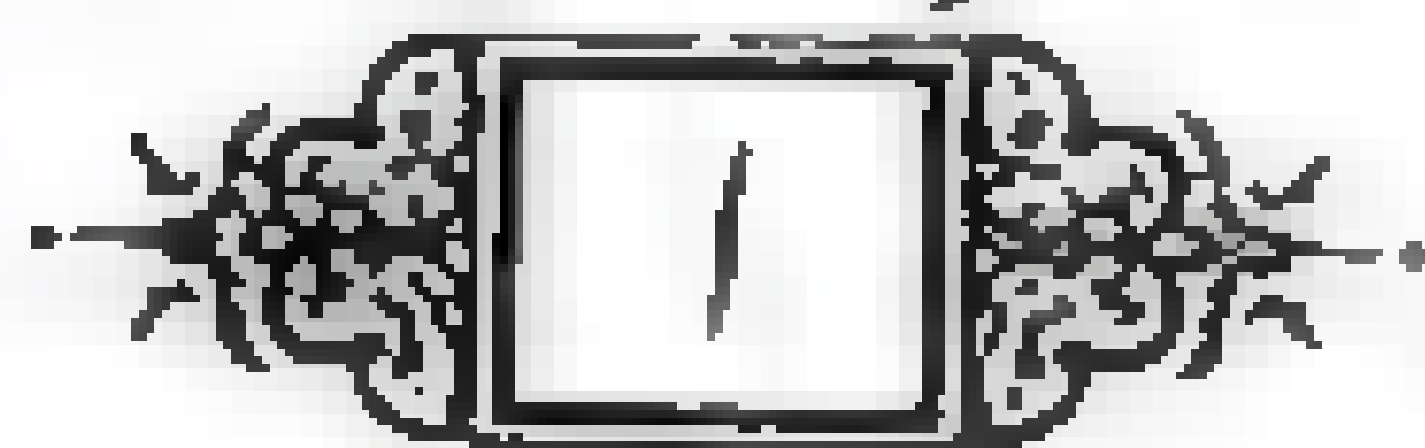
خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی  
 یہی مہم ہے کہتے ہیں جس کو سطلانی  
 یہی مہم ہے مومن کی قوتوں کا عیار  
 اسی مہم سے آدم ہے نخل سبحانی  
 یہ جبر و قہر نہیں ہے یہ عشق و مستی ہے  
 کہ جب روقہ سے ممکن نہیں جہان بانی  
 کیا گیا ہے غلامی میں مستلا تجھ کو  
 کہ تجھ سے ہونہ سکی فشتہ کی نگہ بانی  
 مثال ماہ چمکتا تھا جس کا داغِ سجود  
 سریدلی ہے فرنگی نے وہ مسلمان  
 ہوا حریفِ ردِ آفتاب تو جس سے  
 رہی نہ تیرے ستاروں میں وہ درخشانی



## صوفی سے

تری نگاہ میں ہے معجزات کی دنیا  
 سری نگاہ میں ہے حادثات کی دنیا  
 تخیلات کی دنیا غریب ہے لیکن  
 غریب تر ہے حیات و ممات کی دنیا!  
 عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہ تری  
 بلا رہی ہے تجھے سکنت کی دنیا!

## افرنک زوہ



ترا وجود سراپا تجسّی افرنگ  
 کہ تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر!  
 مگر یہ سپیکرِ خاکی خودی سے ہے خالی  
 فقط نسیم ہے تو زنگار و بے شمیر!

۲

تری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود  
 مری نگاہ میں ثابت نہیں وجودِ ترا !  
 وجود کیا ہے ؟ فقط جو مسخِ خودی کی نمود  
 کر اپنی فکر کہ جو ہر جے بے نمود ترا

## تصوف

یہ حکمتِ علوتی، یہ علمِ لاہوتی  
 حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں  
 یہ ذکرِ نیم شبی، یہ مراقبے، یہ سرور  
 تری خودی کے نگہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں  
 یہ عقلِ جوہر و پرویں کا کھیلتی سبے شکار  
 شریکِ شورشِ پناہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

○ ریاضِ منسزل (دولتِ کدہ سر اس سعور، بھوپال میں لکھے گئے)

خود نے کہہ بھی دیا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تو سیما مل  
 دل و نگاہ سلساں نہیں تو کچھ بھی نہیں  
 عجیب نہیں کہ پریشاں ہے گفتگو سیری  
 فروغِ صبح پریشاں نہیں تو کچھ بھی نہیں!

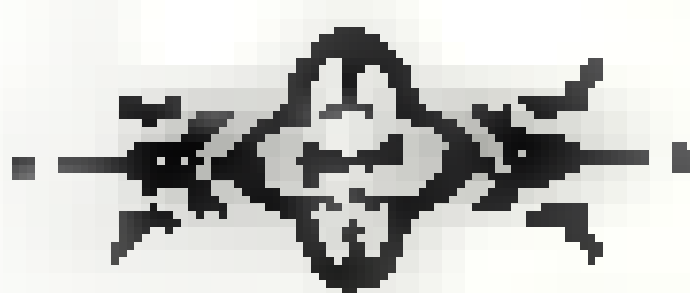
## ہمدی اسلام

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملت  
 وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد!  
 وحدت کی حفاظت نہیں بے قوتِ بازو  
 آتی نہیں کچھ کام ہمارے عقلِ حاد  
 اے مردِ حند! تجھ کو وہ قوت نہیں حاصل  
 جب بیٹھ کسی غبار میں اللہ کو گریاد  
 سکینی و محکومی و زمیدی جاوید  
 جس کا یہ تصوف ہو وہ اسلام کراچاد

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت  
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

## غزل

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ  
کہ یہی ہے آفتوں کے مرض کہن کا چارہ  
ترا بحرِ پُرسوں ہے! یہ سکوں ہے یا فسوں ہے؟  
نہ تنگ ہے نہ طوفان نہ خرابی کنارہ!  
تو خمیرِ آسمان سے ابھی آشنا نہیں ہے  
نہیں بے قرار کرتا تجھے غمزہ ستارہ!  
ترے نیستیاں میں ڈالا مرے نغمہ سحر نے  
مری خاک پئے سپر میں جو نہاں تھا اک شرارہ!  
نظر آئے گا اسی کو یہ جہانِ دوش و فردا  
جسے آگئی میسر مری شوخیِ نطفہ ارہ!





## دنیا

بُجھ کو بھی فتنہ آتی ہے یہ بو فلمونی  
 وہ چاندیہ تار اسے وہ پتھر یہ ٹکس ہے  
 دیتی ہے مری چشم بصیرت بھی یہ فوٹے  
 وہ کوہِ ایدہ دریا ہے دو گردوں یہ زمیں ہے  
 حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا  
 تو ہے تجھے جو کچھ نظر آتا ہے نہیں ہے!

## نماز

بدل کے بھیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں  
 اگرچہ پیر ہے آدمِ جواں ہیں لات و منات  
 یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے  
 ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!



## وحی

عقل بے مایہ اماست کی سزاوار نہیں  
 رہا ہر ہو وطن و تہیں تو زبوں کارِ حیات !  
 منکر بے نور ترا، جذبِ عمل سبے بنیاد !  
 سخت شکل ہے کہ روشن ہو شبِ تاریکیات !  
 خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ واکھونکر  
 گر حیات آپ نہ ہو شارح اسرارِ حیات !

## شکست

مبادا نہ حرارت رہی نہ صوفی میں  
 ہر سانس بے عملی کا بنی شرابِ است !  
 فقیہِ شہر بھی رہبانیت پہ سبے مجبور  
 کہ معرکے ہیں شریعت کے جنگِ دستِ بدست !

○ ریاضِ منزلِ ردِ دولت کہ وہ سرا سس معبود، بھوپاں میں نکھے گئے ۔

زریز شمعش زندگی سے مردوں کی  
از شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست!

## عقل و دل

ہر حس کی و نوری پہ حکومت ہے خود کی  
باہر نہیں کچھ عقل خدا داد کی زد سے  
عالم ہے غلام اس کے حسبِ لالِ ازل کا  
اک دل ہے کہ ہر لحظہ الجھتا ہے خود سے

## مستی کردار

صوفی کی طریقت میں فقط مستی احوال  
ملا کی شریعت میں فقط مستی غفار

شاعر کی نوا مُردہ و فسرہ و بے ذوق  
 افکار میں سرست ! نہ خواہید نہ بیدار !  
 وہ مردِ محبہ فتنہ آتا نہیں مجھ کو  
 بوجہ کئے رک و سپے میں فقط مستیِ کردار !

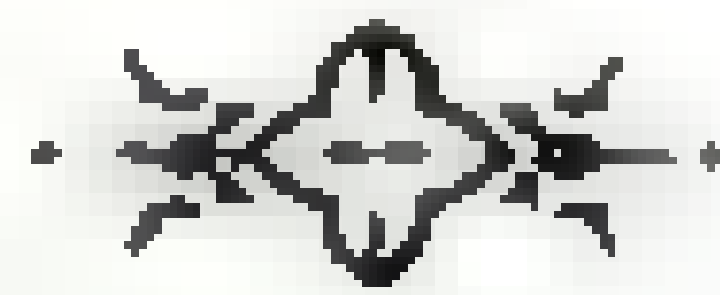
## قبر

مرقد کا شہستان بھی اسے راس نہ آیا  
 آرام مستند کو تیرِ خاک نہیں ہے  
 خاموشیِ افلاک تو ہے قبر میں لیکن  
 بے قسیدی و پہنائیِ افلاک نہیں ہے



## فلندہ کی پہچان

کہنات نامے سے یہ درویش جوانمرد  
جانات بہ بدستہ بندہ حق تو بھی ادھر جا!  
منہ سے ہیں میرے تری طاقت سے یاد  
بچتا ہوا بنگا و ستلندہ سے گزر جا!  
میں شتی و ملّاح کا محتاج نہ ہونگا  
چڑھتا ہوا دریا ہے اگر تو اتر جا!  
توڑا نہیں حساب دوسری بکسیر نے تیرا  
سبے بچہ میں مگر جانے کی جرات تو کر جا!  
مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندہ!  
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندہ را!



## فلسفہ

افکارِ جوانوں کے خفی ہوں کہ جلی ہوں  
 پوشیدہ نہیں مروتِ سندر کی نظر سے  
 معلوم ہیں مجھ کو ترست احوال کہ میں بھی  
 مدت ہوئی گذرا تختِ اسی راہِ گذر سے  
 الفانہ کے پیچوں میں اُٹھتے نہیں دانا  
 غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے؟  
 پیدا ہے فقط حسدِ آرا بابِ جنوں میں  
 وہ شعل کہ پا جاتی ہے شعلے کو شر سے  
 جس مستی پیچیدہ کی تسبیح کرے دل  
 قیمت میں بہت بڑھ کے بہتے تابندہ گہر سے  
 یا مژدہ ہے یا نزع کی حالت میں گرفت  
 جو فلسفہ لکھا نہ گیا خونِ جگر سے!



## مردانِ خدا

وہی سبے بندہ خُرجس کی ضرب ہے کاری  
 نہ دو کہ حب ہے جس کی مستام تمپائی  
 ازل سے فطرتِ احرار میں ہیں دوش بدوش  
 قلمندری و قسب پوشی و کلمہ داری!  
 زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے  
 انہیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری  
 وجود انہیں کا طوافِ تباں سے ہے آزاد  
 یہ تیرے مومن و کافر تمام زتاری!

## کافر و مومن

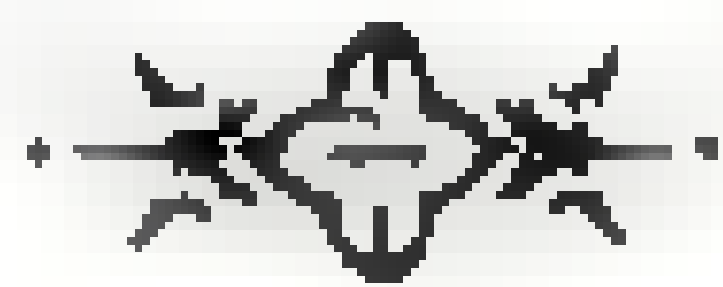
کل ساحلِ دریا پہ کہا مجھ سے خضر نے  
 تو ڈھونڈ رہا ہے سیمِ افرنک کا تریاق؟



اک نکتہ مرے پاس ہے ششیر کی مانند  
 بزمند و صیقل زد و روشن و براق  
 کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے  
 مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

### ہمدی برحق

سب اپنے بنائے ہوئے زنداں میں ہیں مجبوس  
 خادرس کے ثوابت ہوں کہ افغان کے تیار  
 پیران کھینچا ہوں کہ شیخانِ حرم ہوں  
 نے جدت گنستا رہے نے جدت کردار  
 ہیں اہل سیاست کے وہی کہنہ خم و پیچ  
 شاء اسی انس و جن میں گرفتار  
 دنیا کو ہے اس ہمدی برحق کی ضرورت  
 ہو جس کی نگہ زلزلہ عالم افکار

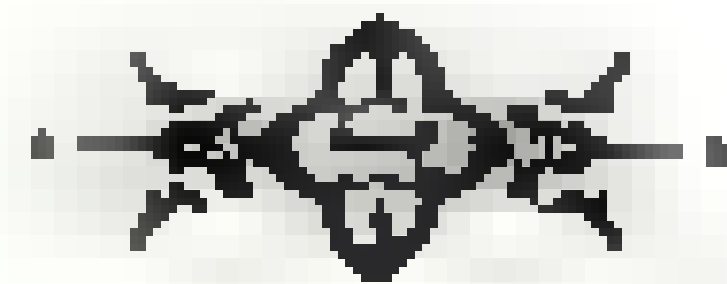


## مومن (دنیا میں)

ہو سلفۂ یاراں تو برہم کی طرح نرم  
نرم حق و باطل ہو تو فلاں ہے مومن؛  
افدک سے ہے اس کی حریفانہ کشائش  
نمائی ہے مکر حناں سے آزاد ہے مومن؛  
بچتے نہیں کنجشاک و حمام اس کی نظریں  
جبریل و کسرافیل کا عباد ہے مومن؛

## (جنت میں)

کہتے ہیں فرشتے کہ دلاؤ رہے مومن  
حوروں کو شکایت ہے کم آئینہ ہے مومن؛



○ بچر پال ریش مکہ میں ملے گئے۔

## محمد علی باب

تھی خوب حضورِ سلما باب کی تفتیر  
 بیچارہ غلط پڑھتا تھا اعرابِ سموات !  
 اس کی غلطی پر سلما تھے متبسم  
 بولا تمہیں معلوم نہیں میرے مقامات !  
 اب میری امامت کے تصدیق میں ہیں آزاد  
 مجھ کو سنا تھے اعراب میں قرآن کے آیات !

## نفسِ بے

(ابلیسِ نیرواں)

ابلیس

اے خدائے کن فکاں مجھ کو نہ تھا آدم سے بے خبر  
 آؤ ! دو زندانی نزدیک و دور و دیر و زود

حرفِ استکبار تیرے سامنے ٹکھن نہ تھا  
ہاں مگر تیری مشیت میں نہ تھا میسر اس جود

میرزاں

کب کھلا تجھ پر یہ راز؟ انکار سے پہلے نہ بعد؟

ابلیس

بسد اسے تیری تجلی سے کمارتِ جود

میرزاں

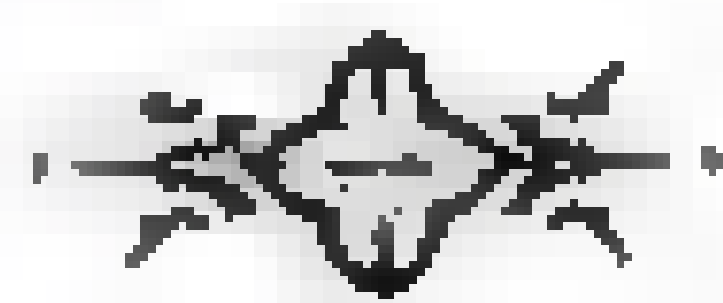
(فرشتوں کی طرف دیکھ کر)

پستیِ فطرت نے سکھائی ہے یہ حجت اسے  
کہتا ہے تیری مشیت میں نہ تھا میسر اس جود  
وسے رہا ہے اپنی آزادی کو محسوس کا نام  
ظالم اپنے شمسِ سوزاں کو خود کہتا ہے جود

دماغِ انجی الین ابن علی

## اے رُحِ محمد!

شیرازہ ہوا منتِ مرحوم کا اہتر!  
 اب تو ہی بتائیرا مسلمان کدھر جائے!  
 وہ لذتِ آشوب نہیں بجزِ عرب میں  
 پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ ہوفان کدھر جائے!  
 ہر چہ دے ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد  
 اس کو وہ بیاباں سے کھدی خوان کدھر جائے!  
 اس راز کو اب فاش کر اے رُحِ محمد!  
 آیاتِ الہی کا نگہببان کدھر جائے!



## مدنیتِ اسلام

بتاؤں تجھ کو سلسلے کی زندگی کیا ہے  
 یہ ہے نہایتِ اندیشہ و کسبِ جنوں

ملوث ہے صفتِ آفتاب اس کا غروب  
 یگانہ دور مشالِ زمانہ کونا گوں؛  
 نہ اس میں عنصرِ رواں کی حیا سے بیزاری  
 نہ اس میں عسدرِ کہن کے فسانہ و فسون؛  
 ستائشِ ابدی پر اساس ہے اس کی  
 یہ زندگی سبب نہیں ہے طاسمِ فلاطون؛  
 غمازِ اس کے ہیں رقصِ اقدس کا ذوقِ جمال  
 عیشِ کاحسنِ طبیعتِ عرب کا سوزِ دروں؛

## امامت

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے  
 حق تجھے میری طرح صاحبِ اراد کرے  
 ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق  
 جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

موت کے آنے میں تجھ کو دکھا کر رخِ دوست  
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے  
دے گئے احساسِ زباں تیرا ہو کر مادے  
فقر کی کسان چڑھا کر تجھے تنوار کرے  
فیتنہ ملتِ بیضیا ہے امامت اس کی  
جو مسلمان کو سدا میں کا پرستار کرے

## فقرو راہی

کچھ اور چسبہ ہے شاید تیری مسلمانی  
تری نگاہ میں ہے ایک فقر و دہبانی  
سکوں پرستی راہب سے فقر ہے ہزار  
فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی  
پسندِ روح و بدن کی ہے و انمود اس کو  
کہ ہے نہایتِ مومنِ خودی کی عریانی !



وجودِ مسیر فی کائنات ہے اس کا  
 اسے خبر ہے یہ باقی ہے اور وہ فانی  
 ہی سے پوچھ کہ پیشِ نگاہ ہے جو کچھ  
 جہاں ہے یا کہ فقط رُگ و بو کی طغیانی  
 یفتر مر و مسمان نے کھو دیا جب سے  
 رہی نہ دولتِ سلسانی و سلیمانی

## غزل

تیری مستراحِ حیات، علم و ہنر کا سرور  
 میری مستراحِ حیات، ایک دلِ ناصبور  
 معجزۂ اہل فن و کرامت، سچے سچ  
 معجزۂ اہل ذکر و موسیٰ و منعمون و طور  
 مصلحتاً کہہ دیا میں نے سلساں تجھے  
 تیرے نفس میں نہیں گرمیِ یوم النشور

ایک زمانے سے سبے چاک گریباں مرا  
 تو سبے ابھی ہوش میں امیر سے جنوں کا آسوا  
 سنہیں نثر کے لیے ضربِ سخن چا سبیہ  
 حرفِ پریشاں نہ کہہ اہلِ نظر کے حضور  
 خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم  
 عشقِ ہو جس کا جسور فہرستِ ہو جس کا غبور

## تسلیم و رضا

ہر شاخ سے یہ نکتہ پیچیدہ ہے پیدا  
 پودوں کو بھی احساس ہے پہنائے فنا کا  
 ظلمتِ کدوِ خاک پہ شکر نہیں رہتا  
 ہر لحظہ ہے دانے کو جنوں نشو و نما کا  
 فطرت کے تقاضوں پہ نہ کر راہِ عمل بند  
 مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا

جرات ہو نو کی تو فضا تنگ نہیں ہے  
اے مردِ خدا غالبِ خدا تنگ نہیں ہے

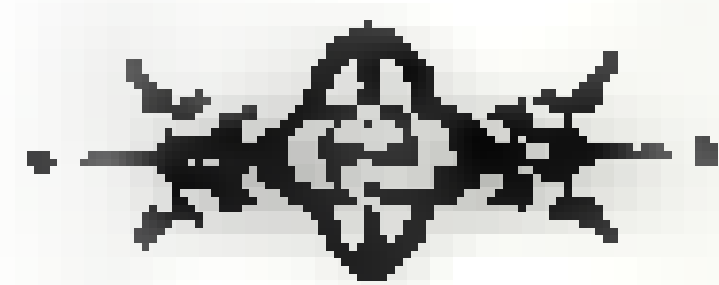
## نکتہ توحید

بیاں میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے  
ترسے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کیسے!  
وہ رمزِ شوق کہ پوشیدہ لآلہ میں ہے  
طریقِ شیخِ فقیہانہ ہو تو کیا کیسے!  
سرورِ جو حق و باطل کی کارزار میں ہے  
تو حرب و ضرب سے بگیا نہ ہو تو کیا کیسے!  
جہاں میں بندہ حرکے شہادت ہیں کیا  
تری نکاوِ عندا مانہ ہو تو کیا کیسے!  
سستامِ فقر ہے کتنا بلبلِ شاہی سے  
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کیسے!



## الہام اور آزادی

ہو بندۂ آزاد اگر صاحبِ اسام  
 ہے اس کی نڈھکدھل کے لیے ہمیز!  
 اس کے نفسِ گرم کی تاثیر ہے ایسی  
 ہو جاتی ہے غالبِ چمنستانِ شرِ آمیز!  
 شاہیں کی ادا ہوتی ہے بلبل میں نمودار  
 کس درجہ بدل جاتے ہیں مرغِ سحر خیز!  
 اس مردِ خود آگاہ و خداست کی صحبت  
 دیتی ہے گداؤں کو شکوہِ جسمِ پر ویز!  
 محکوم کے الہام سے اللہ بچائے  
 غارت گرا قوام ہے وہ صورتِ چنگیز!



## جان و تن

عقل مدت سے ہے اس پچاک میں اُجھی ہوئی  
 تن اس جوہر سے خاک تیر و کس جوہر سے ہے  
 میری شکل ہستی و شور و سرور و درد و داغ  
 تیری مشعل ہے سے ہے ساغر کسے ساغر سے ہے  
 ارتباطِ حرف و دہنی پخت لا ط جان و تن؟  
 جس طرز ہنگر قبا پوش اپنی خاکستر سے ہے!

## لاہور و کراچی

نظر اللہ پر رکھتا ہے مسلمان غنی و  
 موت کیا شے ہے؟ فقط عالم معنی کا سفر!  
 ان شیشوں کی دیت میں کھینچا ہے نہ مانگ  
 قدر و قیمت میں بے نگوں جن کا حرم سے بڑھ کر!

اُد اے مردِ سب سے بچے کیا یاد نہیں  
حرفِ لاتذع مع اللہ الہیٰ آخِر!

## نبوت

میں نہ شارف نہ محب نہ محدث نہ فقید  
مجھ کو سب دوسم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام  
ہاں مگر غایمِ اسلام پہ رکھتا ہوں نظر  
فاش ہے مجھ پہ حسدِ میرِ نقابِ نیلی فام!  
عمرِ سائنہ کی شبِ تاریں دیکھی میں نے  
چیمتِ بیت کہ ہے روشنِ صفتِ بادِ تمام  
دو نبوت ہے مسلمان کے لیے برگِ شیش  
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام!



## آدم

طسیم بود و عدم ہمیں کا نام ہے آدم  
 خدا کا راز ہے قادر نہیں ہے جس سخن  
 زمانہ صبحِ ازل سے رہا ہے محو سفر  
 مگر یہ اس کی تک و دوس ہو سکا نہ کہن  
 اگر نہ ہو تجھے الجھن تو کھول کر ہمدوں  
 وجودِ حضرتِ انسان نہ روح ہے نہ بدن



## مکہ اور حبشہ

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام  
 پوشیدہ نگاہوں سے وہی وحدتِ آدم

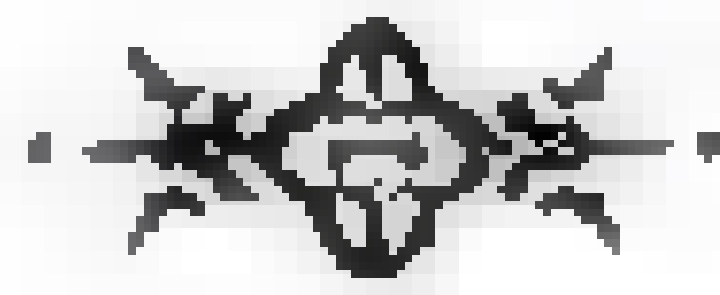


تفسیرِ حق حکمتِ افراتاب کا مقصود  
اسلام کا مقصود فقط ملتِ آدم  
مکتے نے دیا خاکِ جنو کو یہ پیغام  
جمعیتِ اقوام کہ جمعیتِ آدم؟

## اے پیرِ حرم

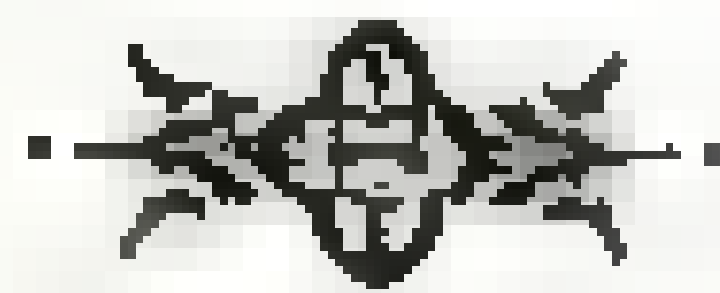
اے پیرِ حرم رسمِ درو خانقہ چھوڑ  
مقصودِ سمجھ سیری نوائے سہری کا  
اللہ رکھے تیرے گرجوانوں کو سلامت  
دے ان کو سبقِ خود شکنی خود نگری کا  
تو ان کو سکھا خارہ شگافی کے طریقے  
مغرب نے سکھایا انھیں فنِ شیشہ گری کا  
دل توڑ گئی ان کا دوسدییوں کی غلامی  
دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا

کہہ جاتا ہوں میں زورِ جنوں میں تھے اُسرا  
مجھ کو بھی سدا سے مری آشفۃ سہری کا!



## مہدی

قوموں کی حیات ان کے تختل پہ ہے موقوف  
یہ ذوق سکھاتا ہے ادبِ مرغِ چین کو  
مجنو و سبِ فرنگی نے باندا زِ سندل  
مہدی کے تختیل سے کیا زندہ وطن کو  
اے وہ کہ تو مہدی کے تختل سے ہے بیزر  
نوسید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو  
ہو زندہ کفنِ پوشش تو میت اسے سمجھیں  
یا چاک کریں سروکِ ناداں کے کفن کو؟



## مردِ مسلمان

ہر لحظہ ہے مومن کی نیشِ شانِ ہی آن  
 گفتار میں کردار میں اللہ کی بھان !  
 قناری و غنکاری و ستوری و جبریت  
 یہ چار نکاتِ صبر ہوں تو بتا ہے مسلمان !  
 ہمسایہ جبریلِ امیں بندہٴ خاکی  
 ہے اس کاشمین ، نہ بخارا نہ بدخشاں !  
 یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن  
 قاریِ نظر آتا ہے حقیقت میں سب قرآن !  
 قدرت کے مقاصد کا غبار اس کے ارادے  
 دنیا میں بھی میزان ، قیامت میں بھی میزان !  
 جس سے سب گمراہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم !  
 دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں طوفان  
 فطرت کا سردِ دِ ازل اس کے شبِ روز  
 آہنگ میں بختِ صفتِ سورہٴ رحمن !

بنتے ہیں مری کار گاہِ فساد میں غم  
لے اپنے غم کے ستارے کو تو پہچان

## پنجابی مسلمان

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت  
کرے کہیں منہ سداں تو گذرتا ہے بہت جلد  
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا  
ہو کھیل مریدی کا تو ہر تار ہے بہت جلد  
تاویل کا پھندا کوئی نصیب ادا لگا دے  
یہ شیخ نشین سے اترتا ہے بہت جلد

## ازادی

ہے کس کی یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے  
حریتِ افکار کی نعمت ہے خدا داد

چاہے تو کرے کعبے کو تشن کدہ پارس  
 چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد  
 فسادِ آن کو باز چپہ تاویں بنا کر  
 چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے یکباد  
 ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا  
 اسلام ہے مجھوسِ سلمان ہے آزاد

## اشاعتِ اسلامِ فرنگستان میں

ضمیر اس مدنیت کا دیں سے ہے خالی  
 فرنگیوں میں اخوت کا ہے نسب پہ قیام  
 بلند تر نہیں انگریز کی نگاہوں میں  
 قبولِ دینِ مسیحی سے برہمن کا مقام  
 اگر قبول کرے دینِ مسطقیٰ انگریز  
 سیاہ روزِ مسلمان رہے گا پھر بھی غلام



## لا والا

فخمائے نور میں کرتا نہ شاخ و برگ و برپیدا  
 سفحِ سن کی شبتاں سے نہ کر سکتا اگر دانہ  
 نہسا و زندگی میں بہتہ الا انتہا الا  
 پیامِ موت ہے جب لا ہوا الا سے بگایا  
 وہ ملت و مَحِجّس کی الا سے آگے بڑھ نہیں سکتی!  
 یقین جانو ہوا لب ریز اس عانت کا پیمانہ!

## امراۓ عرب کے

کرے یہ کافر ہندی بھی حراتِ گفت  
 اگر نہ ہو امراۓ عرب کی بے ادبی  
 یہ نکتہ پہلے سکھایا گیب کس امت کو  
 وصالِ مصطفویٰ، افسردہ بولہبی!

○ بھوپال ریش محل میں لکھے گئے

نہیں وجودِ حدود و ثغور سے اس کا  
مستند عربی سے ہے عالم عربی!

## احکامِ الہی

پابندیِ تقدیر کہ پابندیِ احکام؟  
یہ مسئلہ شکل نہیں لے مر و خرمند  
اک آن میں سو بار بدل جاتی ہے تقدیر  
ہے اس کا مسئلہ ابھی ناخوش ابھی خورمند  
تقدیر کے پابند نباتات و جمادات  
مومن فقط احکامِ الہی کا ہے پابند

## موت

لحد میں بھی یہی غیب و حضور رہتا ہے!  
اگر ہو زندہ تو دل نامسبب و رہتا ہے!

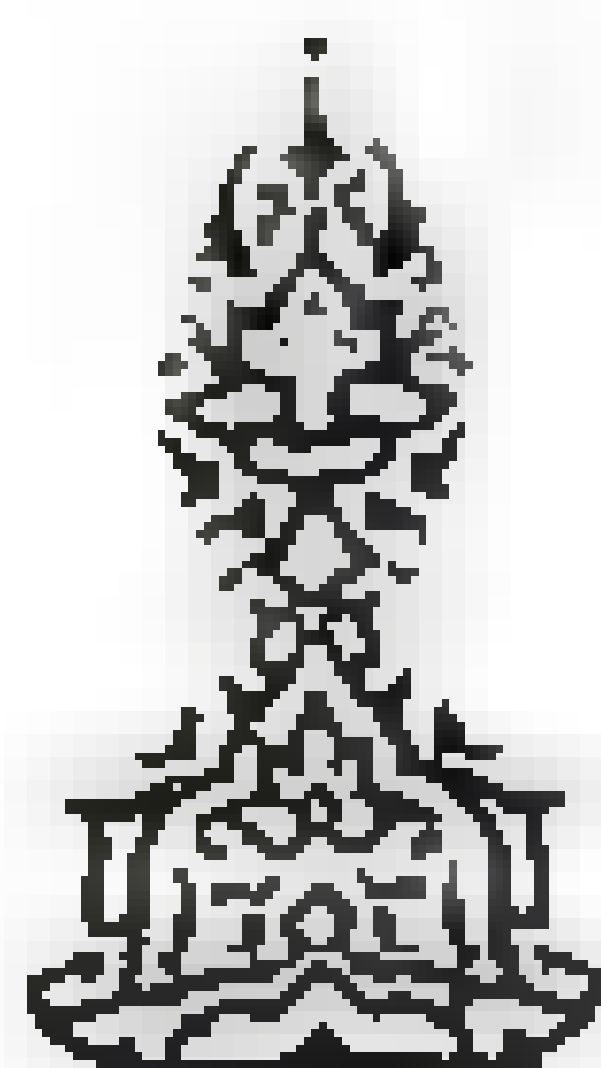


مہ دستارہ مثالِ شرابِ یک و نفس  
تے خودی کا ابد تک سرور رہتا ہے  
فرشتہ موت کا چھوٹا ہے گو بدن تیرا  
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے!

## مسم باذن اللہ

جہاں اگرچہ دگرگوں ہے مسم باذن اللہ  
وہی زمین وہی گردوں ہے مسم باذن اللہ  
کسی نوائے انا الحق کو آتشیں جس نے  
تہی دگوں میں وہی خوں ہے مسم باذن اللہ  
غمیں نہ ہو کہ پراگسندہ ہے شور ترا  
نہ رنگیوں کا یہ افسوں ہے مسم باذن اللہ

ضربِ کلیم



تعلیم و تربیت

## مقصود

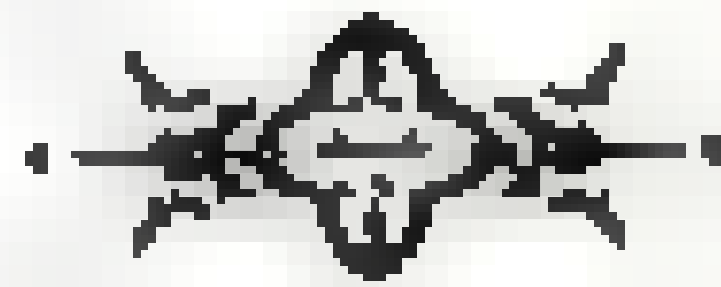
## سینورا

نظرِ حیات پہ رکھتا ہے مردِ دانشمند  
حیات کیا ہے ؟ حضور و شر و نور و وجود !

## فلاطون

نگاہِ موت پہ رکھتا ہے مردِ دانشمند  
حیات ہے شبِ تاریک میں شر کی نمود

حیات و موت نہیں التفات کے لائق  
فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود



○ ریاضِ منزل (دولتِ کردہ سرِ اس سمود) بھوپال میں لکھے گئے۔

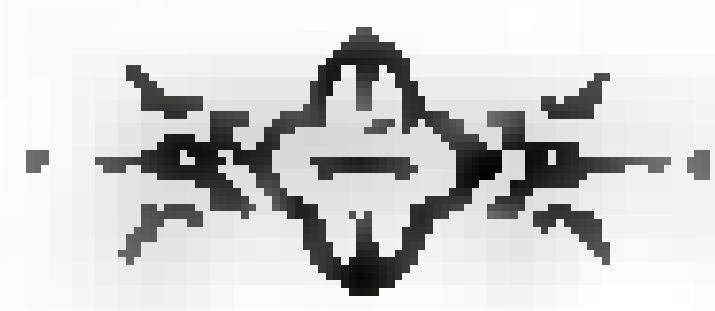
## زمانہ حاضر کا انسان

عشقِ ناپید و خرد سے گزشتہ صورتِ مار  
عقل کو تابعِ فسادِ نطفہ کرنے کا  
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا  
اپنے افکار کی دنیا میں سیر کرنے کا  
اپنی حکمت کے حسم و بیج میں الجھا لیا  
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کرنے کا  
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا  
زندگی کی شبِ تاریک سمجھ کرنے کا

## اقوامِ مشرق

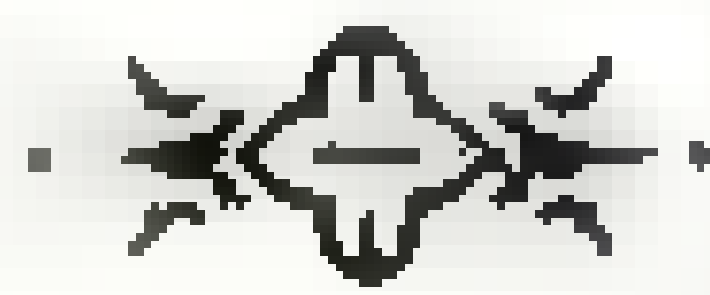
نظر آتے نہیں بے پردہ حقیقتِ ان کو  
آنکھ جن کی ہوئی محسوسِ تعلید سے کو

زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کی کیونکر  
یہ سرنگی مد نیت کہ جو ہے خود لب گور!



## آگاہی

نظر سپر پہ رکھتا ہے ہوا ستار و شناس  
نہیں ہے اپنی خودی کے ممتام سے آگاہ!  
خودی کو جس نے فلک سے باند تزدکیا  
وہی ہے ملکوتِ سبح و شام سے آگاہ  
وہی نگاہ کے ناخوب و خوب سے محرم  
وہی ہے دل کے حلال و حرام سے آگاہ



## مصلحینِ مشرق

یہ جوں نو میدانِ تیرے ساقیانِ سامری فن سے  
کہ بزمِ خاواں میں سے کئے ساگہیں خالی !  
تجی بچی کہاں اُن بادلوں کے جیبِ دامن میں  
پڑی بچیوں سے تجی سے جن کی استہیں خالی !

## مغربی تہذیب

فداِ قلب و نظرسے فرنگ کی تہذیب  
کہ رون اس مذہب کی ریسکی یہ عقیقت !  
بے ضرورت میں پاکیزگی تو ہے ایسے  
نمیرِ پاک و خسیاں لبِ بندِ ذوقِ شیف !





## اُسرا لے پید ا

اُس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی  
 ہو جس کے جانوں کی خودی صورتِ فلاد ا  
 ناچیزِ جہانِ مسدودِ پروں ترسے آگے  
 وہ عالمِ مجبور ہے تو عالمِ آزاد ا  
 مہجوں کی تیش کیا ہے ؟ فقط ذوقِ طلب ہے  
 پنہاں جو صدف میں ہے وہ دولت ہے خیمِ داد ا  
 شاہیں کبھی پرواز سے تھک نہیں لڑتا  
 پتھر دم ہے اگر تو تر نہیں خطِ سزا فاد ا

## سلطانِ ٹیپو کی وصیت

تو رہ نور و شوق ہے ؟ منزل نہ کرستبول ا  
 بساں بھی مسم نہیں ہو تو محل نہ کرستبول ا

اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریا سے تند و تیز!  
 حاصل کیجئے عطا ہو تو ساحل زکریا بول!  
 کہو یا نہ جا صدم کدہ کائنات میں!  
 غفل گداز اگر ہی محفل زکریا بول!  
 صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبریل نے  
 جو غفل کا غلام ہو و دل زکریا بول!  
 ہنس دوئی پسہ سے حق لا شرک ہے  
 شرکت میا نہ حق و باطل نہ زکریا بول!

## غزل

نہ ہیں اچھی نہ ہندی نہ عراقی و حبانی  
 کہ خودی سے میں نے سیکھی دو جہاں سکے نیازی  
 تو مری نظریں کا فتنہ میں تری نظریں کا  
 ترا دیں انفس شکاری مرادیں انفس گدازی!

تو بدل گیا تو بہتر کہ بدل گئی شریعت  
 کہ موافق تدر واں نہیں دین شاہسپاری  
 ترے دشت و در میں مجھ کو وہ جنوں نظر نہ آیا  
 کہ سکھ اسکے خرد کو رد و رسم کار سازی  
 نہ جدا رہے نوا گر تب و تاب بندگی سے  
 کہ ہلا کی اُمم ہے چسپیری نے نوازی!

## بیداری

جس بندہ حق ہیں کی خودی ہو گئی بیدار  
 شمشیر کی مانند ہے برتندہ و براق  
 اس کی نگہ شوخ پہ ہوتی سب نمودار  
 ہر ذرہ میں پوشیدہ ہے جو قوت اشراق  
 اس مرد خدا سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو  
 تو بندہ آفاق ہے وہ صاحب آفاق!

تجھ میں ابھی سپہ انہیں شامل کی طلب بھی  
وہ پاکی فطرت سے ہوا سرمد اعلیٰ

## خودی کی تربیت

خودی کی پرورشش تربیت ہے موقوف  
کہشت خاک میں پیدا ہوا تشریف  
یہی ہے سترِ کلیسی ہر اک زمانے میں  
ہوائے دشت و شیبِ شبانی شبِ روزا

## آزادی و فکر

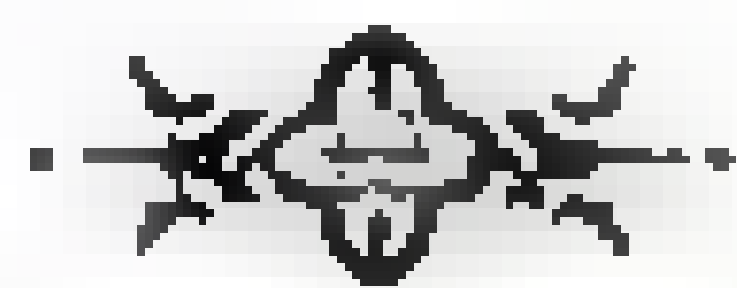
آزادی افکار سے ہے ان کی تباہی  
رکتے نہیں جو فکر و تدبیر کا سید

ہو مگر ارحم نام تو آزادی افکار  
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ



## خودی کی زندگی

خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی  
نہیں ہے سنجہ و طفل سے کم شکوہ فقیر  
خودی ہو زندہ تو دریا سے بکریاں پایاب  
خودی ہو زندہ تو کہسار پر نیان و حریر  
نہنگ زندہ ہے اپنے محیط میں آزاد  
نہنگ مردہ کو موجِ سراب بھی زنجیر



## حکومت

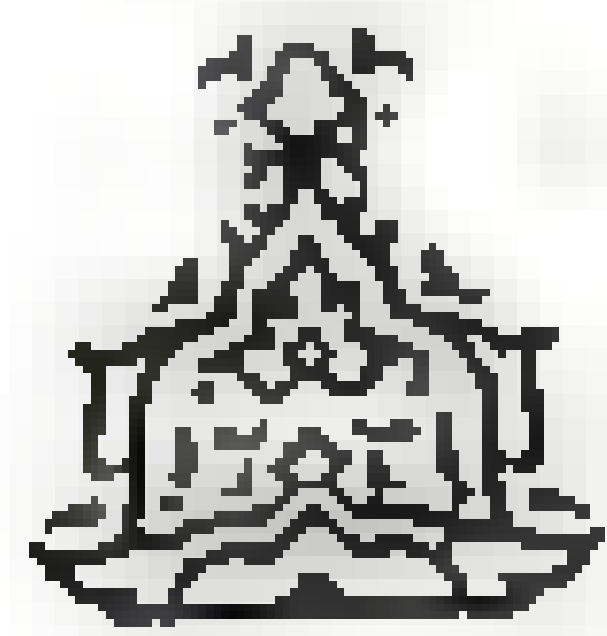
سبے مریدوں کو تو حق بات گوارا لیکن  
 شیخ و ملا کو بُری ملتی ہے درویش کی بات  
 قوم کے ہاتھ سے جاتا ہے ستارِ کردار  
 بحث میں آتا ہے جب فلسفہ ذات و صفات  
 گرچہ اس دیر کہن کا ہے یہ دستورِ قدیم  
 کہ نہیں سیکدہ و ساقی و سینا کو ثبات  
 قسمتِ بادہ مگر حق ہے اسی علت کا  
 انجمنیں جس کے جوانوں کو ہے تلخابِ حیات

## ہندی مکتب

اقبال! یہاں نام نہائے سلیمِ خودی کا  
 موزوں نہیں مکتب کے لیے ایسے مقالات

○ ریاضِ منزل (دولت کدہ سر داس مسعود) بھوپال میں لکھے گئے

بہتر ہے کہ یہ چار سے محو لوں کی نظر سے  
 پوشیدہ رہیں باز کے احوال و مقامات !  
 آزاد کی اک آن سبے محکوم کا اک سال  
 کس درجہ گراں سیر ہیں محکوم کے وقت !  
 آزاد کا سر لفظ پیامِ ابدیت  
 محکوم کا بہ لفظ نئی مرگِ مخافت !  
 آزاد کا اندیشہ حقیقت سے منور  
 محکوم کا اندیشہ گرفتِ خرافات  
 محکوم کو پسپوں کی کرامات کا سودا  
 ہے بندِ آزاد خود اک زندہ کرامات !  
 محکوم کے حق میں ہے یہی تربیتِ اچھی  
 نویسی و صورتِ گرمی و سلمِ نباتات





## کبریت

زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے  
 زندگی سوزِ جگر ہے علم ہے سوزِ دماغ  
 علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی اسے امت بھی  
 ایک مثل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ  
 اہل دانش عام ہیں کم یاب ہیں اہل نظر  
 کیا تعجب ہے کہ خالی رو گیا تیسرا رخ  
 شیخِ محنت کے طریقوں سے کشادہ دل کہاں  
 کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ!

## خوب زشت

ستارگانِ فضا ہائے نیلگوں کی طرح  
 تخیلات بھی ہیں تابعِ طلوع و غروب

جہاں خودی کا بھی ہے صاحبِ فراز و نشیب!  
یہاں بھی معرکہ آرا ہے خوب سے ناخوب!  
نود جس کی فسادِ خودی سے ہو وہ جیل  
ہو ہونشیب میں پیدا، قلع و نا محبوب!

## مرگِ خودی

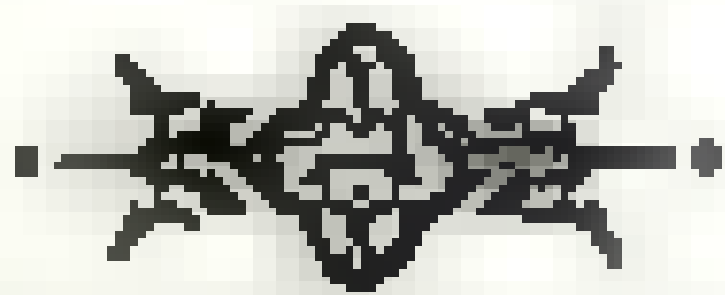
خودی کی موت سے مغرب کا اندروں بے ٹو  
خودی کی موت سے مشرق سے مبتلائے جذام  
خودی کی موت سے روحِ عرب بے تب و تاب  
بدنِ عراق و عجم کا ہے بے عروق و عظام  
خودی کی موت سے ہست دنی سکتے باؤں پر  
قفص ہوا ہے تسلال اور آشیانہ حرام  
خودی کی موت سے پیرِ حرم ہوا مجبور  
کہ بیچ کھائے سلساں کا جامہٴ حرام

## مہمانِ عزیز

پُرسے افکار سے ان مدرسہ والوں کا ضمیر  
خوب و ناخوب کی اس دور میں ہے کس کھتیزا  
چاہیے خانہٴ دل کی کوئی منسلِ خالی  
شاید آجائے کہیں سے کوئی مہمانِ عزیز

## عصرِ حاضر

پختہ افکار کہاں ڈھونڈنے جائے کوئی  
اس زمانے کی ہوا رکھتی ہے ہر چیز کو خام  
مدرسہ عمتل کو آزاد تو کرتا ہے مگر  
چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام  
مردہ لادینی افکار سے افرنگ میں عشق  
عقل بے ربطی افکار سے مشرق میں غلام

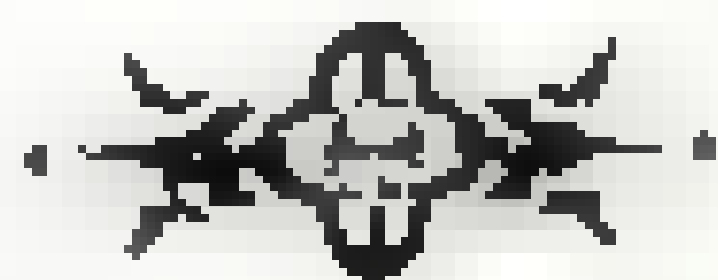


## طالب علم

خدا ایسے تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے  
 کہ تیرے بحر کی موجوں میں خط اب نہیں  
 تجھے کتاب سے ممکن نہیں فرما دے کہ تو  
 کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

## امتحان

کہا پس اڑنی ندی نے سنگ نیلے سے  
 فنا دگی و سرا فگندگی تری مندرج  
 ترا یہ حال کہ پاہل و در و سند ہے تو  
 مری یہ شان کہ دریا بھی ہے مرا محتاج  
 جس میں تو کسی دیوار سے نہ ٹکرایا  
 کسے خبر کہ تو ہے سنگ خارہ یا کہ زرجاج



## مدرسہ

عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے  
قبض کی، دین تری دے کے تجھے فکرِ معاش!  
داں لرزتا ہے حریفانہ شکاکش سے ترا  
زندگیاں موت سے کھو دیتی ہے جب ذوقِ خراش!  
سب سبوں سے کچھ تعلیم نے بگایا نہ کیا  
جو یہ کہتا تھا خرد سے کہ بہانے نہ تراش!  
فیضِ فطرت نے تجھے دیدہ شاہیں بخشا  
جس میں رکھ دی ہے غلامی نے نگاہِ خفاش!  
مدرسے سے تری آنکھوں سے چھپایا جن کو  
خلوتِ کوہِ وریا باں میں دوا سرار ہیں فاش!

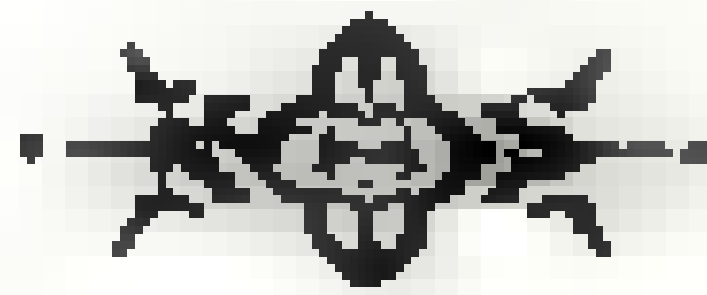
## حکیم نطشہ

حریفِ نکتہ توحید ہو سکا نہ حکیم  
نگاہِ چاہیے اسرارِ لا الہ کے لیے

خدا نگہ سینہ گردوں سے اس کا فکری بند  
 کمند اس کا تختل ہے مہر و مہ کے لیے  
 اگرچہ پاک ہے طینت میں راہی اس کی  
 ترس رہی ہے مگر لذتِ گنہ کے لیے

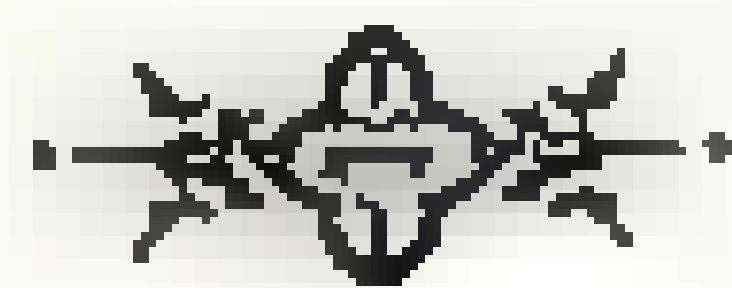
### السامدہ

مقصود ہو اگر تربیتِ لعلِ بخشاں  
 بے سود ہے بھٹکے ہوئے خورشید کا پرتوا  
 دنیا ہے روایات کے پھندوں میں گرفتار  
 کیا مدرسہ کسی مدرسہ والوں کی تہمت و!  
 کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی مامست  
 وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرا



## غزل

ملے گا منہ زلِ قنود کا اُسی کو سراغ  
 اندھیری شب میں سب سے پتے کی آنکھ جس کا چراغ  
 میسر آتی ہے فرصتِ فقطِ عسلاؤں کو  
 نہیں سبے بندہ ہر کے لیے جہاں میں فراغ  
 فروغِ مغربیاں خیر و کر رہا ہے تجھے  
 تری نظنہر کا نگہاں ہو صاحبِ مازِ اغ  
 وہ بزمِ عیش ہے مہمانِ یک نفس و نفس  
 چمک رہے ہیں مثالِ ستاروں کے چراغ  
 کیا ہے تجھ کو کستابوں نے کورِ ذوقِ اتنا  
 صبا سے بھی نہ ملا تجھ کو بوئے گل کا سراغ

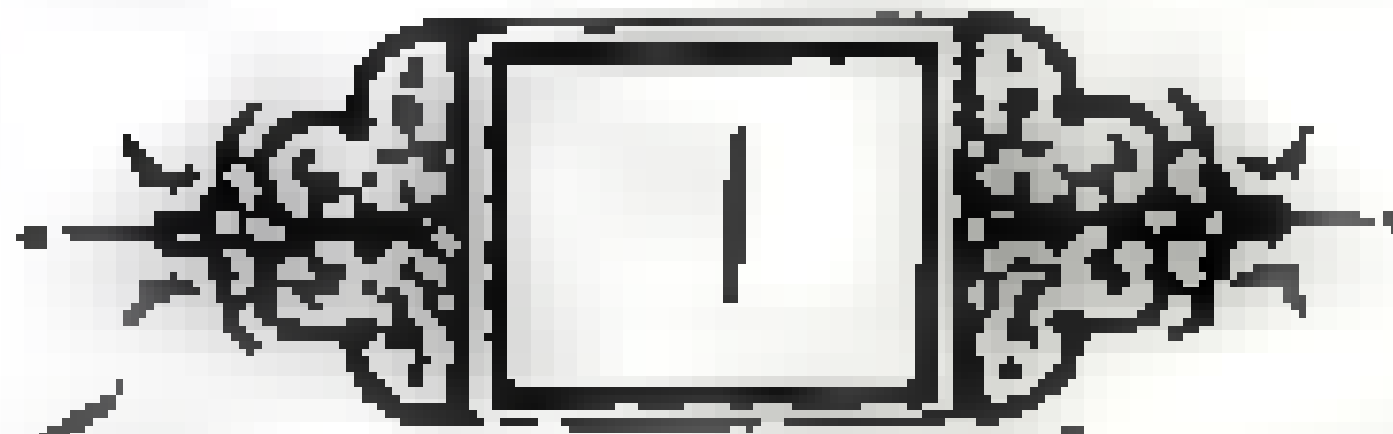




## تسلی و تسیم

مجھ کو مسدوم ہیں سپیدینِ حرم کے اندر  
ہو نہ اخلاص تو دعویٰ نظرِ لاف و گزاف  
اور یہ مسلِ کلیسا کا نصفِ تسیم  
ایک سازش ہے فتنہ دینِ مروت کے خلاف  
اس کی تشریح میں محسوس کوئی وظیفہ ہے  
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف  
فطرتِ فراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے  
کبھی کرتی نہیں منت کے گناہوں کو عاف

## جاوید سے



غارت گردیں سب سے یہ زمانہ ہے اس کی نہاد کا فرانہ

دربارِ شمنشہی سے خوشتر      مردانِ خدا کا استمانہ!  
 لیکن یہ دورِ سامری ہے      انداز ہیں سب کے جادوانہ!  
 حشرِ شیعہ زندگی ہوا شتاب      باقی سبے کہاں سے شہانہ!  
 خالی ان سے ہوا دستان      تھی جن کی نگاہ تازیانہ!  
 جس گھر کا مگر چراغ ہے تو      ہے اس کا مذاق غارِ فانہ!  
 جو ہر میں ہو کا اللہ تو کیا خوف      تسلیم ہو گوشتِ گمانہ!  
 شاخِ گل پر چہک دیکھن      کر اپنی خودی میں آشیانہ!  
 وہ بکھرے آدمی کہ جس کا      مسدود ہے ہر سیکانہ!  
 دہقان اگر نہ ہوتن آساں      ہر دانہ ہے صد ہزار دانہ!

”غافل منشیں نہ وقت بازیست

وقت ہنراست کار سازیست“

سینے میں اگر نہ ہو دلِ گرم      رو جاتی ہے زندگی میں خامی!  
 بچیر اگر ہو زیرِ کٹ چست      آتی نہیں کام کہنہ امی!

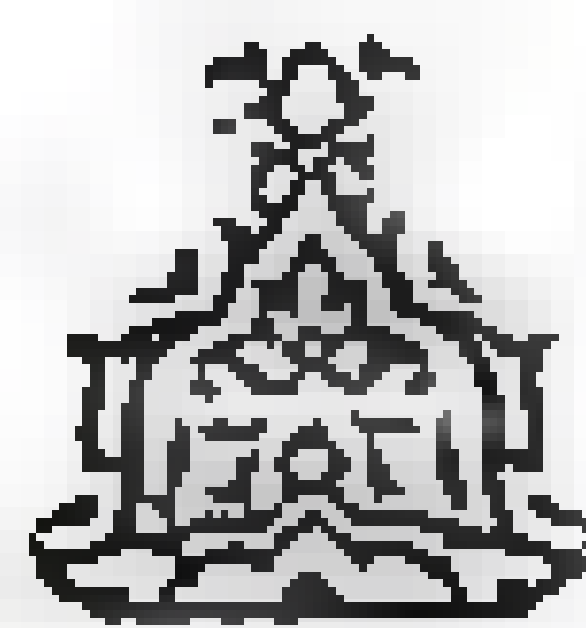
ہے آج حیاتِ اسی جہاں میں      شرطِ اس کے لیے ہے تشنگانی  
 غیرت ہے طرقتِ حق      غیرت سے ہے فقر کی غلامی  
 اے جانِ پدر نہیں ہے ممکن      شاہیں سے تدرو کی غلامی  
 نایاب نہیں ستارِ کفّار      صدِ لوری و سدا جانی  
 ہے میری بساطِ کیا جہاں میں؟      بس ایک فتنِ زیرِ بامی  
 اک صدقِ مٹاں ہے کہ جس سے      میں چشمِ جہاں میں ہوں گرامی  
 اللہ کی دین ہے جسے دے      میراث نہیں ملے بدنامی  
 اپنے نورِ نظر سے کیا خوب      فرماتے ہیں حضرتِ نظامی

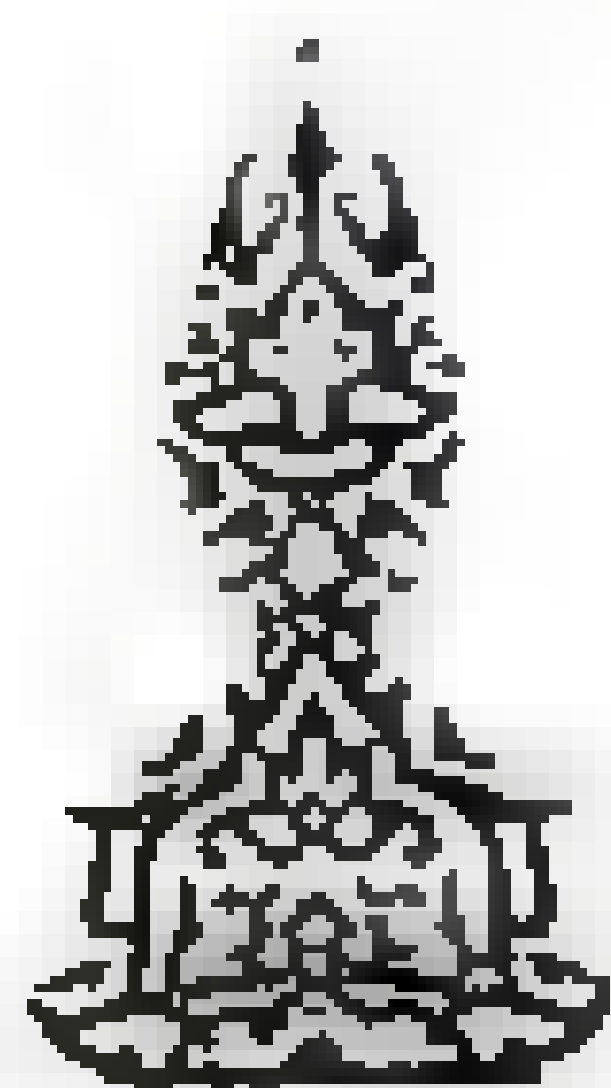
تجائے کہ بزرگِ بایت بود  
 فرزندِ من ندارد دست سودا

مومن پہ گراں ہیں پشہ روز      دین و دولتِ سارِ بازی  
 ناپید ہے بندِ عملِ مست      باقی ہے فقط نفسِ رازی  
 ہمت ہو اگر تو ڈھونڈوہ فقر      جس فقر کی اصل ہے حجازی

اس فقر سے آدمی میں پیدا  
 فتنہ شکستِ حمام کے لیے موت  
 روشن اس سے شرد کی آنکھیں  
 حاصل اس کا شکوہ محمود  
 تیری دنیا کا یہ سراپیل  
 ہے جس کی نگاہِ عالم آشوب  
 فیتہ غیور ہیں نے پایا  
 اللہ کی شانِ بے نیازی  
 ہے اس کا مقامِ شاہِ بازی  
 بے سرمہ بوسلی رازی  
 فطرت میں اُرنہ ہوا یازی  
 رکھتا نہیں ذوقِ نئے نوازی  
 درپردہ تمام کار سازی  
 بے تیغ دشاں ہے مردِ غازی

مومن کی اسی میں ہے امیری  
 اللہ سے مانگ فیتہ سیری





دست

## مرد و فرنگ

ہزار بار حکیموں نے اس کو سمجھایا  
مگر یہ مسئلہ زن و سادہ ہیں کا وہیں  
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں  
گواہ اس کی شرافت پہیں مرد و پردیں  
فناد کا ہے فساد کی معاشرت میں ظہور  
کہ مرد سادہ ہے بے پیار و زن شناس نہیں

## ایک سوال

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے  
ہندو یونان ہیں جس کے حلقہ بگوشش



کسیا یو ہے معاشرت کا کمال؟  
مرد بیچارہ و زن تھی آغوش!

### پروہ

بہت رنگ بدے سپہریں نے  
خدا یا یہ و شب جہاں تھی وہیں ہے  
تفادست نہ دیکھا زن و شو میں نے  
وہ خلوت نشیں ہے! یہ خلوت نشیں ہے!  
ابھی تک ہے پردے میں اولادِ آدم  
کسی کی خودی آشکارا نہیں ہے!

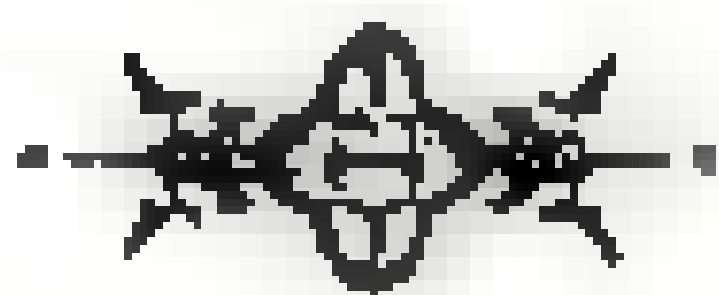
### خلوت

رسوا کیا اس دور کو خلوت کی ہوس نے  
روشن ہے نگہ آئینہ دل بے مکہ

بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے  
 ہو جاتے ہیں افکار پر انگسٹ و ابتر  
 آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے  
 وہ قسطِ غیاں کبھی بنتا نہیں گہر  
 خلوت میں خودی ہوتی ہے خود گیر و لکین  
 خلوت نہیں اب دیر و حرم میں بھی میسر

## عورت

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ  
 اسی کے سانس سے ہے زندگی کا سوزِ دروں  
 شرف میں بڑھکے تپا سے مشیتِ خاک اس کی  
 کہ ہر شرف ہے اسی دُج کا دُرِ مکنون  
 مکالماتِ سلاطین نہ لکھ سکی لیکن  
 اسی کے شعلے سے ٹوٹا شہِ افلاطون



## آزادی نسواں

اس بحث کا پتہ فیصلہ نہیں کر نہیں سکتا  
 نو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے اور قند  
 کیا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں اور بھی معتوب  
 یہ ملے ہی خفا مجھ سے ہیں تہذیب کے فرزند  
 اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کھلے فاش  
 مجبور ہیں ہندو در ہیں مردانِ خرد مند  
 کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ  
 آزادی نسواں کہ زمرہ کا گلو بند؟

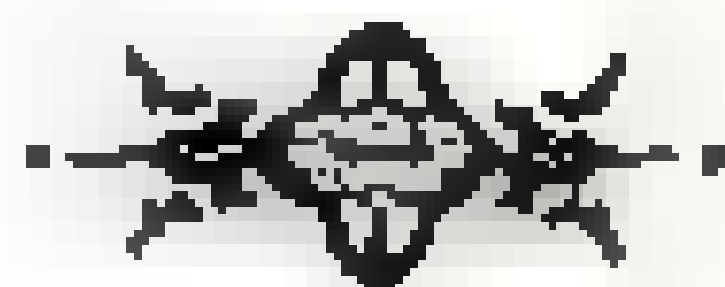
## عورت کی حفاظت

اک زندہ حقیقت کے سینے میں بے ستور  
 کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد

نے پردہ نہ تسلیم، نہی ہو کہ پرانی  
نسوانیتِ زن کا نگہباز ہے فقط مرد  
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا  
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زد

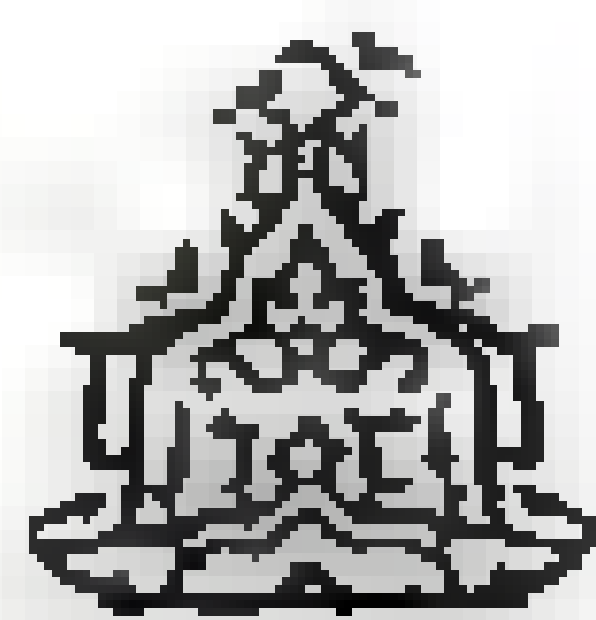
## عورت اور تعلیم

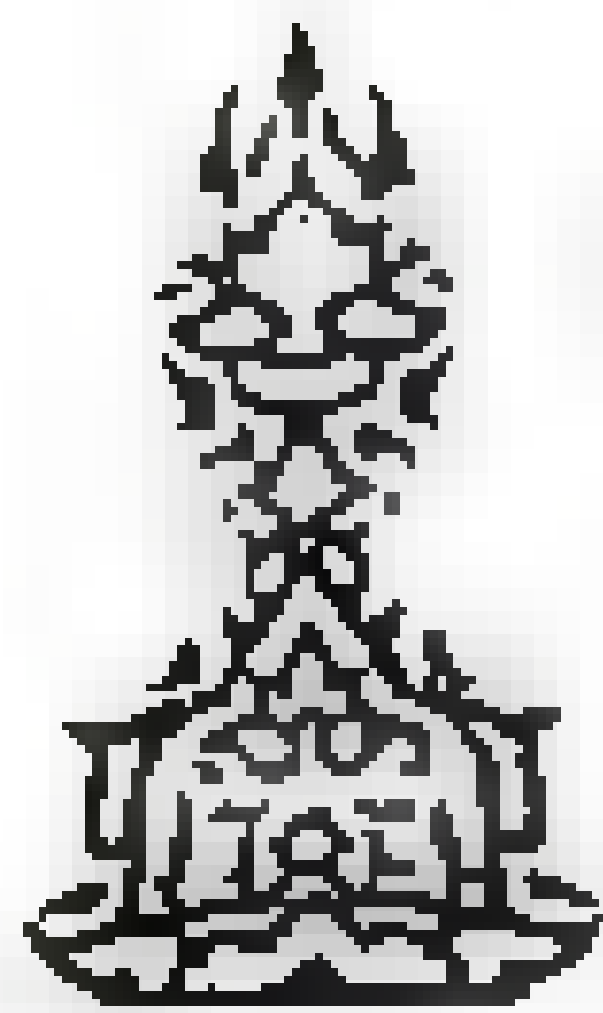
تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ امومت  
ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثمر موت!  
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن  
کہتے ہیں اسی علم کو ادبِ نظر موت!  
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسہ زن  
ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت!



## عورت

جو ہر مردِ عیساں ہوتا ہے بے منتِ غیر  
غیر کے ہاتھ میں ہے جو ہر عورت کی نمود!  
راز ہے اس کے تپِ غم کا یہی کچھ شوق  
آتشِ لذتِ تخلیق سے ہے اس کا وجود!  
کھلتے جاتے ہیں اسی آگ سے سراپا حیات  
گرم اسی آگ سے ہے معرکہ بود و نبود!  
میں بھی مظلومی نسواں سے ہوں غمناک بہت  
نہیں مسکن مگر اس غمتِ قدِ شکل کی کشود!





# ادبیات، فنون لطیفہ



## دین و ہنر

سرود و شعر و سیاست کتابِ دین و ہنر  
گہریں ان کی گرہ میں مستام یک دانہ!  
ضمیرِ بندہ خاکی سے ہے نمود ان کی  
بلند تر ہے ستاروں سے ان کا شانہ!  
اگر خودی کی حفاظت کریں تو عینِ حیات  
نہ کر سکیں تو سراپا فسون و افسانہ!  
ہوئی ہے زیرِ سنگِ امتوں کی رسوائی  
خودی سے جب اُٹ دیں ہوئے ہیں بیگانہ!

## تخلیق

جہانِ تازہ کی انکارِ تازہ سے ہے نمود  
کہ رنگِ دشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا!

خودی میں ڈوبنے والوں کے عزم و ہمت نے  
 اس آج کو سے کیے بحرِ سبکراں پیدا!  
 وہی زمانے کی گردش پر غالب آتا ہے  
 جو نفیس سے کرے سحرِ جاوداں پیدا!  
 خودی کی موت سے شرق کی سرزمینوں میں  
 ہوا نہ کوئی حسدائی کا رازداں پیدا!  
 ہوا سے دشت سے بوجے فاقہ آتی ہے  
 عجب نہیں ہے کہ ہوں میرے ہم غماں پیدا!

## جنوں

زحبا جگر کی دکان شاعری و ملائی  
 ستم ہے خوار پھرے دشتِ دریں دیوانہ!  
 کسے خبر کہ جنوں میں کس سال اور بھی ہیں  
 کریں اگر اسے کوہِ دگر سے بیگانہ!

ہجوم در سہ بھی سازگار ہے اس کو  
کہ اس کے واسطے لازم نہیں ہے پرانا

## اپنے شجر سے

ہے گلہ بچہ کو تری لذت پر پانی کا  
تو ہوا فاش تو ہیں اب مے سرار بھی فاش  
شعلہ سے ٹوٹ کے مثل شہ آوارہ تہ رو  
کر کسی سینہ پر سوز میں خلوت کی تلاش !

## پیرں کی مسجد

سری نگاہ کساں ہنر کو لب دیکھ  
کہ حق سے یہ سہم مغربی ہے بگایا

حرم نہیں ہے، ونگی کر شہبازوں نے  
 تن سہم میں چھپا دی ہے رُخِ تجنا  
 یہ ستارہ انہیں غائبوں کی ہے تعمیر  
 وِشقِ پاتھ سے جن کے ہو اسے دیرانہ

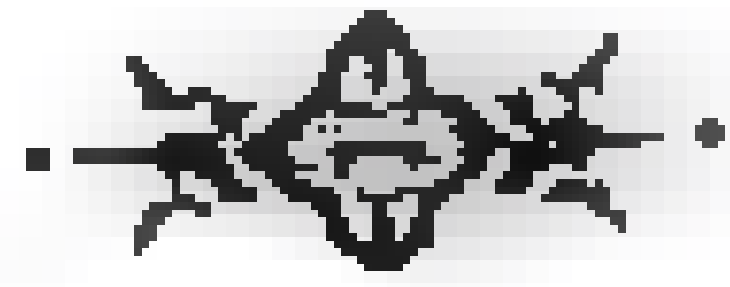
## اوپیات

عشق اب پیرونی محفلِ خدا داکرے  
 آبرو کو چسپہ جاناں میں نہ برباد کرے  
 کہنہ سپیکر میں نئی روح کو آباد کرے  
 یا کہن روح کو قفسِ تسلید سے آزاد کرے



## نگاہ

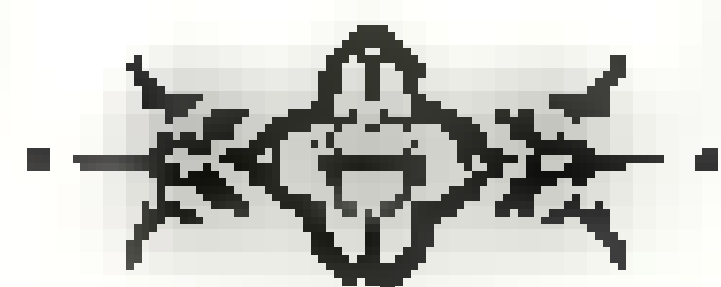
بہار و قافلہ لالہ ہائے صحرائی  
 شباب وستی و ذوق و سرور و رغائی  
 اندھیری رات میں یہ چمکیں ستاروں کی  
 یہ بکسر! یہ فلکِ نیلوں کی پسنائی  
 سفرِ ویران قمر کا عسائی شب میں  
 طلوعِ ہمدرد سکوتِ پہرِ سینائی  
 نگاہ ہو تو بہائے نطفِ ارہ کچھ بھی نہیں  
 کہ بیچتی نہیں فطرت جمال و زیبائی



بیاض منزل (دولت کہ سرِ اسس سود) بھوپالی میں لکھے گئے۔

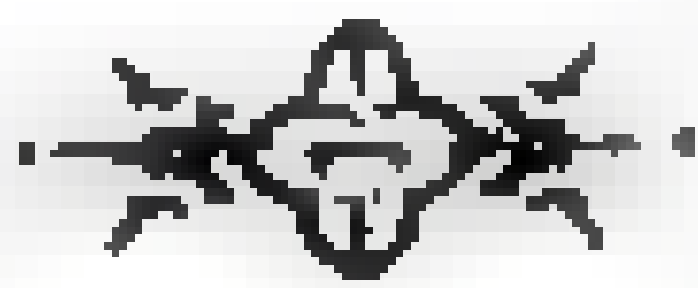
## مسجدِ قوتِ اسلام

سے سے سینہ بے نور میں اب کیا باقی  
 لا اِلهَ مردہ و افسردہ و بے ذوق نمود  
 چشمِ فطرت بھی نہ پہچان سکے گی مجھ کو  
 کہ ایازی سے دگرگوں ہے مقامِ محمود  
 کیوں مسلمان نہ خمِ بے ہو تری سنگینی سے  
 کہ غلامی سے ہوا مثلِ زجاج اس کا وجود  
 ہے تری شان کے شایاں اسی مومن کی نماز  
 جس کی کجسیر میں چھو سر کہ بود و نبود  
 اب کہاں میرے نفس میں وہ حرارت و گداز  
 بے تب و تابِ دروں میری صلوٰۃ اور رُود  
 ہے مری بانگِ اذان میں نہ بلندی نہ شکوہ  
 کیا گوارا ہے تجھے ایسے مسلمان کا سجود؟



## نیا تر

تری خودی سے ہے روشن تر اس حرمِ وجود  
 حیات کیا ہے؟ اسی کا سرور و شہات  
 بلند تر مہ و پروں سے ہے اسی کا مستم  
 اسی کے نور سے پیدا ہیں تیرے ذاتِ صفات  
 حیرم تیرا خودی غیب کی ہر سازش  
 دوبارہ زندہ نہ کر کار و بارِ لات و منات  
 یہی کہاں ہے تیشیل کا کہ تو نہ ہے  
 رہا نہ تو، تو نہ سوزِ خودی نہ سازِ حیات !





## شعاع امید

۱

سورج نے دیا اپنی شعاعوں کو یہ پیغام  
 دنیا ہے عجب چیز! کبھی صبح کبھی شام  
 مدت سے تم آوارہ ہو پہناسے فضا میں  
 بڑھتی ہی چلی جاتی ہے بے مہرئی ایام  
 نے ریت کے ذروں پر چمکنے میں ہے رست  
 نے مثلِ صبا طوفِ گلِ ولالہ میں آرام  
 پھر میرے تجسی کدۂ دل میں سما جاؤ  
 چھوڑو چمنستان و سیا بان و در و بان

۲

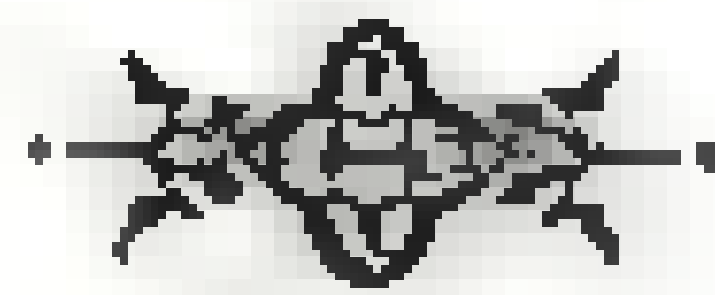
آفاق کے ہر گوشہ سے اٹھتی ہیں شعاعیں  
 بکھرے ہوئے خوردشید سے ہوتی ہیں ہم آغوش!

اک شور ہے مغرب میں اُجالا نہیں ممکن  
 افراگ شینوں کے دھو میں سے ہے یہ پوش  
 مشرق نہیں گو لذتِ نفسا رے محروم  
 لیکن صفتِ عالم لاہوت سے خاموش  
 پھر مسم کو اسی سینہ روشن میں چھپا لے  
 اے مہرِ جہاں تاب نہ کر ہم کو فراموش



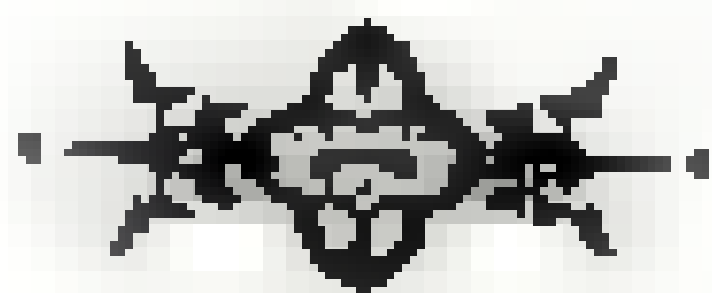
اک شوخ کرن، شوخ مٹاں نگہ حور  
 آرام سے فسارِ غصفت جو ہر سیاب  
 بولی کہ مجھے رخصتِ تنویر عطا ہو  
 جب تک نہ ہو مشرق کا ہر اک ذرہ جہاں تاب  
 چھوڑوں گی نہ میں بسند کی تار یک نضا کو  
 جب تک نہ اٹھیں خواب کے مڑانِ گراں خواب

خاور کی آسیدوں کا یہی خاک ہے مرکز  
 اقبال کے اشکوں سے یہی خاک ہے پیرا  
 چشمِ مرد پروں ہے اسی خاک سے روشن  
 یہ خاک کہ ہے جس کا خرف ریزہ درِ ناب  
 اس خاک سے اٹھتے ہیں وہ غواصِ معانی  
 جن کے لیے ہر سیرِ پر آشوب ہے پایاب  
 جس ساز کے نغموں سے حرارت تھی دلوں میں  
 محفل کا وہی ساز ہے بگیا نہ مضرب  
 بت خانے کے دروازے پہ روتا ہے بہمن  
 تفتدیر کو روتا ہے مسلمان تو مخراب  
 مشرق سے ہو بیزا ز نہ مغرب سے حذر  
 فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر



## مستند

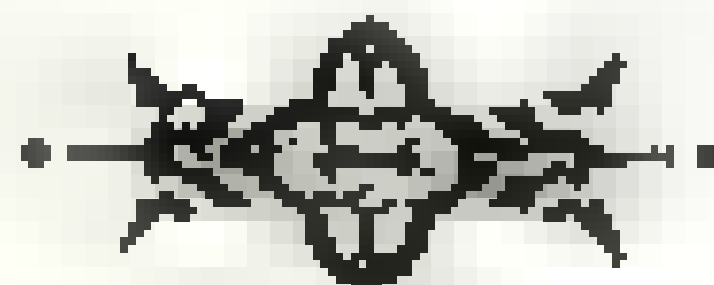
مستابلہ تو زمانے کا خوب کرتا ہوں  
 اگرچہ میں نہ سپاہی ہوں نے امیر جنود!  
 مجھے خیر نہیں یہ شاعری ہے یا کچھ اور  
 غطا ہوا ہے مجھے ذکر و فکر و جذب و سرود!  
 جبینِ بسندِ حق میں نمود ہے جس کی  
 اُسی حبلِ لال سے بربز ہے فیروز!  
 یہ کافری تو نہیں کافندی سے کم بھی نہیں  
 کہ مردِ حق ہو گرفتارِ خانہٴ سرود!  
 غمیں نہ ہو کہ بہت دور ہیں ابھی باقی  
 نئے ستاروں سے خالی نہیں پہرِ کبود!



○ ریاضِ منسزلِ دولت کہ درِ اسِ سعود بھوپال میں لکھے گئے۔

## نگاہِ شوق

یہ کائنات چھپاتی نہیں ضمیر اپنا  
 کہ ذرہ ذرہ میں ہے ذوقِ آشکارائی  
 کچھ اور ہی نشہ آتا ہے کار و بارِ جہاں  
 نگاہِ شوق اگر ہو شریکِ بینائی  
 اسی نگاہ سے محکوم قوم کے فرزند  
 ہوئے جہاں میں سزاوارِ کارِ فدائی  
 اسی نگاہ میں ہے قاہری و جستباری  
 اسی نگاہ میں ہے دسبدری و عرسائی  
 اسی نگاہ سے ہر ذرہ کو جنوں میرا  
 سکھا رہا ہے رہ و رسمِ دشتِ پیمائی  
 نگاہِ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو  
 ترا وجود ہے قلب و نشہ کی رسوائی



## اہلِ ہنس کے

مہر و مدد مشتری چست نفس کا فروغ  
 عشق سے سبے پایدار تیری خودی کا وجود  
 تیرے حرم کا خمسیر اسود و احمر سے پاک  
 ننگ ہے تیرے لیے سرخ و سپید و کبود  
 تیری خودی کا غیاب معرکہ ذکر و فن کر  
 تیری خودی کا حضور عالم شہر و سرود  
 روح اگر ہے تری رنج غلامی سے نثار  
 تیرے ہنر کا جہاں دیر و طواف و سجود  
 اور اگر باخبر اپنی شرافت سے ہو  
 تیری سپہانس و جن! تو ہے امیرِ جنود!



## غزل

دریا میں موتی! اے موجِ سیسہ کا!  
 ساحل کی سوغات؟ خار و خس و خاک!  
 میرے شرر میں کبلی کے جومرہ  
 لیکن نیستیاں تیرا ہے منساک!  
 تیسرا زمانہ، تاشیر تیری!  
 ناداں! نہیں یہ تاشیرِ افلاک!  
 ایسا جنوں بھی دیکھا ہے میں نے  
 جس نے سے ہیں تفتیر کے چاک!  
 کامل وہی ہے رندی کے فن میں  
 مستی ہے جس کی بے منتِ تاک!  
 رکھتا ہے اب تک مئے خانہ، شرق  
 وہ مئے کہ جس سے روشن ہوا دراک!



اہلِ فتنہ ہیں یورپ سے نوسید  
ان اُمتوں کے باطن نہیں پاک!

### وجود

اے کہ ہے زیرِ فلک مثلِ شررِ تیری نمود  
کون سمجھائے تجھے کیا ہیں مقاماتِ وجود  
گر ہنر میں نہیں تعمیرِ خودی کا جوہر  
وائے صورتِ گری و شاعری و نائے و سرود!  
مکتب و مسیکدہ جزِ درسِ نبودنِ مذہب  
بودنِ آموز کہ رسمِ باشی و ہم خواہی بود!

### سرود

آیا کہاں سے نالہ نے میں سرورِ دے  
ہل اس کی نے نواز کا دل ہے کہ چوبے؟

دل کیا ہے؟ اس کی مستی و قوت کہاں ہے؟  
 کیوں اس کی آنکھ گاہ الٹی ہے تختِ کسے؟  
 کیوں اس کی زندگی سے سبے اقوام میں حیات؟  
 کیوں اس کے واردات بٹلتے ہیں پے پے؟  
 کیا بات ہے کہ صاحبِ دل کی نگاہ میں  
 تختی نہیں ہے سلطنتِ روم و شام و رے؟  
 جس روز دل کی رمزِ منسی سبھی گیب  
 سمجھو تمام مرحلہ اس کے ہنر ہیں طے!

نسیم  
 و  
 نسیم

انجم کی فضا تک نہ ہوئی میری رسائی  
 کرتی رہی میں سپرین لالہ و گل چاک!

مجبور ہوئی جاتی ہوں میں ترکِ وطن پر  
 بے ذوق ہیں بسبل کی نوا ہائے خطرِ بناک !  
 دونوں سے کیا ہے تجھے تفسد نے محرم  
 خاکِ چین اچھی کہ سدا پر وہ افلاک !

### شبنم

کھینچیں نہ اگر تجھ کو چین کے خس و خاشاک  
 گلشنِ بھی ہے اک بسترِ سدا پر وہ افلاک !

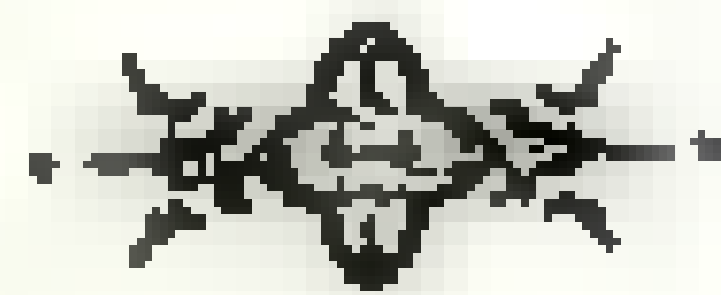
### اہرامِ مصر

اس دشتِ جگر تاب کی خاموش فضا میں  
 فطرت نے فقط ریت کے ٹیلے کیے تعمیر !  
 اہرام کی عظمت سے گونسا رہیں افلاک  
 کس ہاتھ نے کھینچی ابدیت کی تصویر ؟

فطرت کی غسلائی سے کر آزاد ہنر کو  
سسیا دیں مردانِ ہنر سدا کہ بچیر!

## مخلوقاتِ ہنر

سب سے یہ فردوس نظر اہل ہنر کی تقسیم  
فاش ہے چشمِ تماشا یہ نہا نما نہ ذات  
نہ خودی ہے نہ جہانِ سحر و شام کے دور  
زندگانی کی حریت نہ کشاکش سے نجات  
او! دو کافرِ بیچارہ کہ ہیں اس کے صنم  
عصرِ رفتہ کے وہی ٹوٹے ہوئے لاتِ منات  
تو ہے میت! یہ ہنر تیرے جنازے کا امام  
نظر آئی جسے مرستہ کے شستاں میں حیات!



## اقبال

فردوس میں رومی سے یہ کہتا تھا سنائی  
مشرق میں ابھی تک ہے وہی کانٹہ ہی آتش  
حلّاج کی لیکن یہ روایت ہے کہ آخر  
اک مردِ قلندر نے کیا رازِ خودی فاش!

## فنونِ لطیفہ

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن  
جوشے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نشہ کیا!  
مقصودِ ہند سوزِ حیاتِ ابدی ہے  
یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شر کیا!  
جس سے دل دریا متلاطم نہیں ہوتا  
اے قطرۂ نمایاں وہ صدف کیا گہر کیا!

شاعر کی نوا ہو کر مفسیقی کا نفس ہو  
 جس سے چین افسردہ ہو وہ بارِ سحر کیا!  
 بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں تو میں  
 جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنس کر کیا!

## صبحِ چین پھول

شاید تو سمجھتی تھی وطن دور ہے میرا  
 اے قاعدہِ اندک انہیں بدور نہیں ہے!

## شبنم

ہوتا ہے مگر محنتِ پرواز سے روشن  
 یہ نکتہ کہ گردوں سے زمیں دور نہیں ہے!

## صبح

مانندِ صحرانِ گستاں میں قدم رکھ  
 آئے تو پیاگوں سرِ شبنم تو نہ ٹوٹے  
 ہو کوہِ دبیاباں سے ہم آغوشِ دلیکن  
 ہاتھوں سے ترے دامنِ افلاک نہ چھوٹے !

## خاقانی

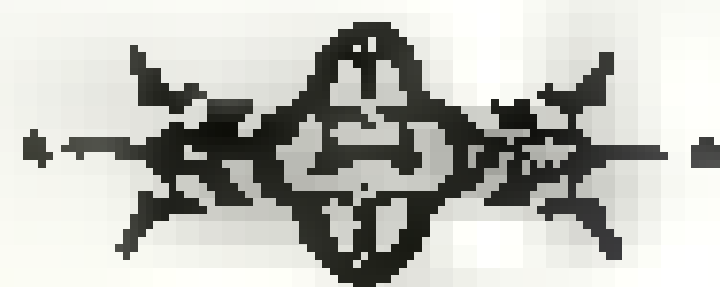
وہ صاحبِ تحفۃ السدائین  
 اربابِ نظر کا مسرۃ العین  
 ہے پردہِ شگافِ اس کا ادراک  
 پر دے ہیں تمام چاکِ درچاک  
 خاموش ہے عالمِ معانی  
 کست نہیں حرفِ لہنِ ترانی !



پوچھ اس سے یہ خاکداں ہے کیا چیز  
 ہنگامہٴ این و آن سے کیا چیز  
 وہ محمدِ عالمِ مکافات  
 اک بات میں کہہ گیا ہے سو بات  
 "خود بوسے چنین آباں توں بڑ  
 کا بلیس بسا ند و بوالبشر مرد"

## رومی

غاطِ نگر ہے تری چشمِ نیم باز اب تک !  
 ترا وجودِ ترے واسطے ہے راز اب تک !  
 ترا نیاز نہیں آشنائے ناز اب تک !  
 کہ ہے قیام سے خالی تری ناز اب تک !  
 محبتِ تار ہے تیری خودی کا ساز اب تک !  
 کہ تو ہے نغمہٴ رومی سے بے نیاز اب تک !



## جذبت

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے  
 اس نلک منور ہوں تو سے نورِ سحر سے !  
 خورشید کرے کسبِ ضیاء تیرے شر سے !  
 ظاہر تری قستِ دیر جو سیما سے قمر سے !  
 دریا مٹلا طم ہوں تری موجِ گہر سے !  
 شمر سند ہو فطرت ترے اعجازِ بہر سے !  
 غمبار کے افکار و تخیل کی گدائی !  
 کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی ؟

## مرزا پیدل

سب حقیقت یا مری چشمِ غلط ہیں کافاد  
 یہ زمین، یہ دشت، یہ کسار، یہ سپرِ رخِ کبود !

کوئی کتنا ہے نہیں ہے کوئی کتنا ہے کہ ہے  
 کیا خبر! ہے یا نہیں ہے تیری دنیا کا وجود!  
 میرزا بیدل نے کس خوبی سے کھولی یہ گرہ  
 اہل حکمت پر بہت مشکل رہی جس کی کشود!  
 دل اگر می اُشت و سعت بے نشان بولیں چن  
 رنگے پیرِ شست از بکہ عینا تنگ بود!

## جلال و جمال

مرے لیے ہے فقط زورِ حسیہ کی کافی  
 ترے نصیبِ فلاطوں کی تیرے اندر اوراک  
 مری نظن میں یہی ہے جمالِ زیبائی  
 کہ سرِ حجب ہیں قوت کے سامنے افلاک!  
 نہ ہو جلال تو حسن و جمال بیتے تشر  
 نرا نفس ہے اگر غنم ہو نہ آتش خاک

مجھے سزا کے لیے بھی نہیں قبول وہ آگ  
کہ جس کا شعلہ نہ ہو تسند و سرکش و بیابا

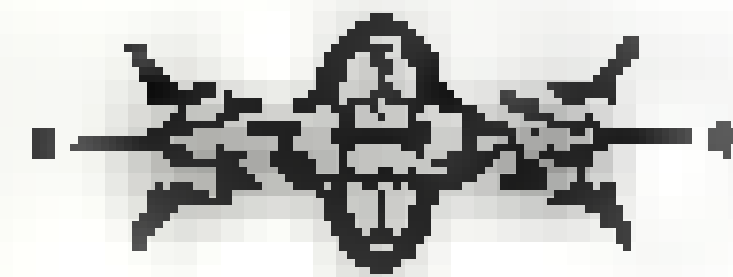
### مصور

کس درجہ میاں سام ہوئی مرگِ تخیل  
ہندی بھی سندگی کا مستند، عجمی بھی  
مجھ کو تو یہی غم ہے کہ اس دور کے ہنراد  
کھو بیٹھے ہیں مشرق کا سرورِ ازیلی بھی  
معلوم ہیں اسے مردِ ہنر تیرے کمالات  
صنعت تجھے آتی ہے پرانی بھی نئی بھی  
فطرت کو دکھایا بھی ہے، دکھایا بھی ہے تو نے  
ایسے فطرت میں دکھا اپنی خودی بھی



## سرودِ حلال

کھل تو جاتا ہے ہنسنے کی ہم وزیر سے دل  
 نہ رہا زندہ و پائیدار تو کیا دل کی کشور  
 ہے ابھی سینہ فداک میں پہاں وہ نوا  
 جس کی گرمی سے گچل جائے ستاروں کا وجود  
 جس کی تاثیر سے آدم ہو غم و خوف سے پاک  
 اور پیدا ہوا یا زنی سے امت ہم محمود  
 مہ و انجسم کا یہ حیرت کدہ باقی نہ رہے  
 تو رہے اور ترا زمزم سے لاموجود  
 جس کو شروع سمجھتے ہیں فقیہانِ خودی  
 منتظر ہے کسی مطرب کا ابھی تک وہ سرود



## سُردِ عِرام

نہ میرے ذکر میں ہے صوفیوں کا سوز و سرور  
 نہ میرا فک کر ہے پیمانہٴ ثواب و عذاب  
 خدا کرے کہ اسے افسانہ ہو مجھ سے  
 فقیرِ شہر کہ ہے محرمِ حدیث و کتاب  
 اگر نوا میں ہے پوشیدہ موت کا پیغام  
 حرامِ میری نگاہوں میں نئے چنگِ رباب

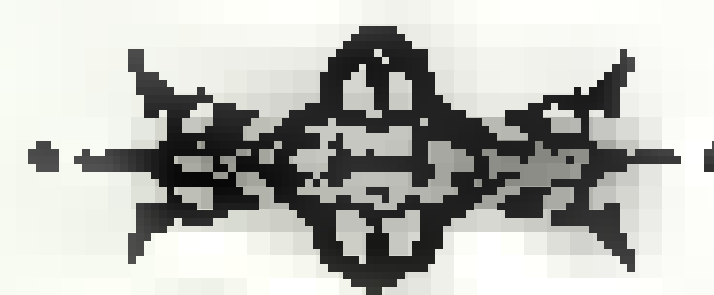
## فوارہ

یہ آبِ جو کی روانی یہ ہسکناریِ خاک  
 مری نگاہ میں تا خوب ہے یہ نظارہ

ادھر نہ دیکھو ادھر دیکھ لے جو ان عزیز  
بلند زورِ دروں سے ہوا ہے قرار

## شاعر

مشرق کے نیپتاں میں بے محتاجِ نفس نے!  
شاعر! ترے سینے میں نفس ہے کہ نہیں ہے!  
تاثیرِ غلامی سے خودی جس کی ہوئی نرم  
اچھی نہیں اس قوم کے حق میں عجیبی سنے!  
شیشے کی صراحی ہو کہ مٹی کا سب ہو  
شمشیر کی مانند ہو تیزی میں تری سے!  
ایسی کوئی دنیا نہیں افلاک کے نیچے  
بے معرکہ ہاتھ آئے جہاں تختِ جم کے  
مسدودِ نقطہ نسبِ علوانیِ برقِ محبتی  
اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو سٹے!





## شعرِ عبم

ہے شعرِ عبم گرچہ طربناک و دل آویز  
 اس شعر سے ہوتی نہیں شمشیرِ خودی تیز  
 افسردہ اگر اس کی نوا سے ہو گلستان  
 بہتر ہے کہ خاموش رہے مرغِ سحر خیز  
 وہ ضرب اگر کوہِ شکن بھی ہو تو کیا ہے  
 جس سے متزلزل نہ ہوئی دولتِ پردیز  
 اقبال یہ ہے حصارِ تراشی کا زمانہ  
 'از ہر چہ بایستہ نمایند بہرِ پرسیزا'

## منہرورانِ ہند

عشقِ دستی کا جنازہ ہے تجھ نیلِ ان کا  
 ان کے اندیشہ تاریک میں قوموں کے نزارا

سوت کی نقش گری ان کے صنم خانوں میں  
 زندگی سے ہنسہ ان برہمنوں کا بیزار!  
 چشمِ آدم سے چھپاتے ہیں مقاماتِ بلند  
 کرتے ہیں روح کو خوابیدہ بدن کو بیدار  
 ہند کے شاعر و صورت گرد افسانہ نویس  
 آہ! بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار!

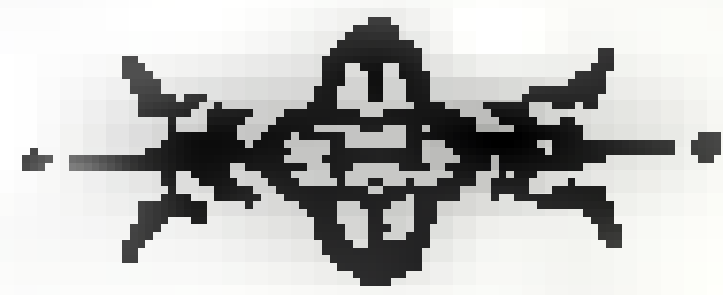
## مردِ بزرگ

اس کی نفرت بھی عمیق اس کی محبت بھی عمیق!  
 قہر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پر عمیق!  
 پرورش پاتا ہے تقلید کی تاریکی میں  
 ہے مگر اس کی طبیعت کا تقاضا تخلیق!  
 انجمن میں بھی میسر رہی شہوت اس کو  
 شمعِ محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق!

مثلِ خورشیدِ سرسبز کی تابانی میں  
 بات میں سادہ و آزادہ معانی میں دستیق  
 اس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا  
 اس کے احوال سے مجرم نہیں پیرانِ طریق

## عالمِ نو

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیرِ تقدیر  
 خواب میں دیکھتا ہے عالمِ نو کی تصویر  
 اور جب بانگِ اذان کرتی ہے بیدار اسے  
 کرتا ہے خواب میں دیکھی ہوئی دنیا تعمیر  
 بدن اس تازہ جہاں کا ہے اسی کی کفنِ خاک  
 روح اس تازہ جہاں کی ہے، سی کی بکبیر



## ایجادِ معانی

ہر چہند کہ ایجادِ معانی ہے خدا داد  
 کوشش سے کہاں سرد ہنرمند ہے آزاد  
 خونِ رگِ مسالہ کی گرمی سے ہے تعمیر  
 میٹ نہ حافظہ ہو کہ تنہا نہ بہرِ آزاد  
 بے منتِ پیسہ کوئی جو مس نہیں کھلتا  
 روشن شہرِ تیشہ سے ہے خانہ فرہاد

## موسیقی

وہ نعمتِ سردی خونِ غزل سرا کی دلیل  
 کہ جس کو سن کے تراپہ سہ تاناک نہیں  
 نوا کو کرتا ہے موجِ نفس سے زہدِ آلود  
 وہ نے نواز کہ جس کا ضمیر پاک نہیں

پھر میں مشرق و مغرب کے لالہ زاروں میں  
کسی چین میں گریب ان لالہ چاک نہیں!

## ذوقِ نظر

خودی بلند تھی اس خوں گرفتہ چینی کی  
کہا غریب نے حبِ لاد سے دمِ تعزیر  
ٹھہر ٹھہر کہ بہت دکھتا ہے یہ منظر  
ذرا میں دیکھ تو لوں تابین کی شمشیر!

## شعر

میں شعر کے اسرار سے محرم نہیں لیکن  
یہ نکتہ ہے تاریخِ اُتم جس کی ہے تفصیل

وہ شعر کہ سینہٴ امِ حیاتِ ابدی ہے  
یا نعمۂ جبریل ہے یا بانگِ سرافیل!

## رقص و موسیقی

شعر سے روشن ہے جانِ جبریل و امین  
رقص و موسیقی سے ہے سوز و سرورِ انجمن  
فاش یوں کرتا ہے اک چینی حکیم اسرارِ فن  
شعر گو یا روحِ موسیقی ہے رقص اس کا بدن!

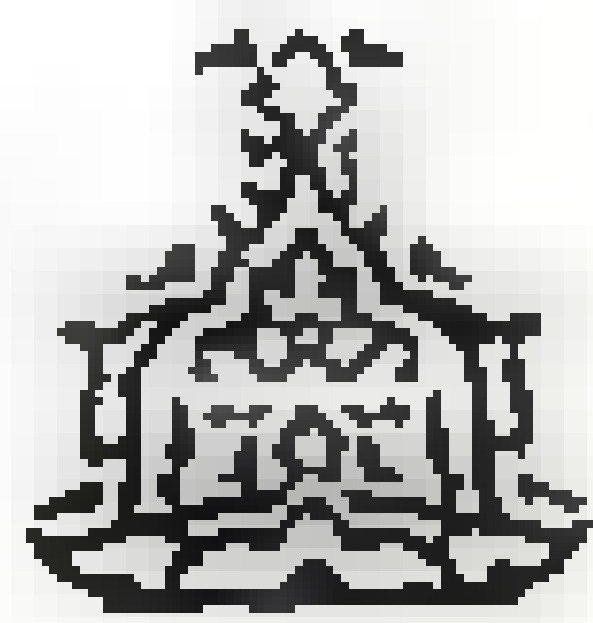
## خط

طریقِ اسل دنیا ہے گلہٴ سکھو زانے کا  
نہیں ہے زخمِ کھا کر آہ کرنا نشانِ رویشی!

یہ بکستہ پردانائے مجنّے موت میں سمجایا  
کہ سبے مضبوط فغاں شیریں فغاں و باہری ویشی

## رقص

چھوڑو روپ کے یہ رقص بدن کے خم و پہنچ  
روح کے رقص میں ہے ضرب کلیم اللہی  
صلہ اس رقص کا ہے تشنگی کا دم و دہن  
صلہ اس رقص کا درویش و شاہنشاہی

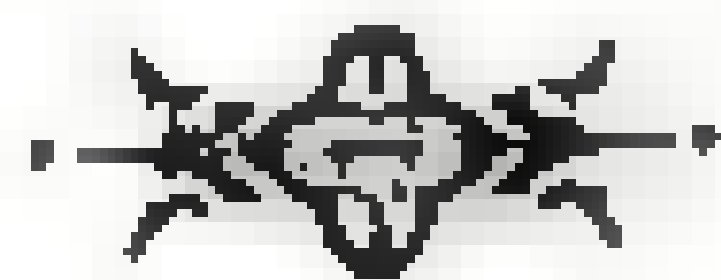




# سیاسیاتِ شرق و غرب

## اشتراکیت

قوموں کی روش سے مجھے ہوتا ہے یہ معلوم  
 بے سود نہیں رہو کس کی یہ گرمی رفتار!  
 اندیشہ ہوا شوخی افکار پہ مجبور  
 شہرِ سودہ طریقوں سے زمانہ ہوا بیزار!  
 انساں کی ہوس نے جنہیں رکھا تھا چھپا کر  
 کھلتے نظر آتے ہیں بستہ کج وہ اسرار!  
 تمدن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان  
 اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار  
 جو حرفِ قِلِّ الْعَفْوِ میں پوشیدہ ہے اب تک  
 اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار!



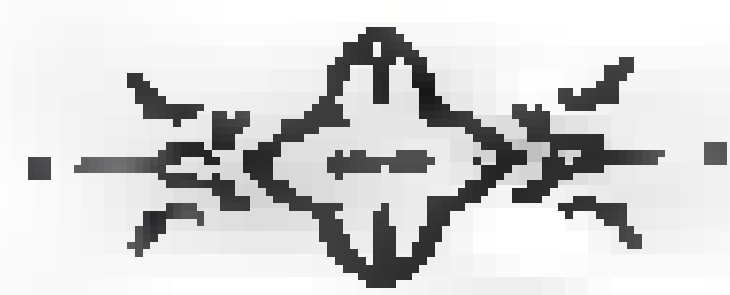
## کارل مارکس کی آواز

یہ علم و حکمت کی مہر بازی یہ بحث و تکرار کی نمائش !  
 نہیں ہے دنیویا کو اب گوارا پرانے افکار کی نمائش !  
 تری کتابوں میں اے حکیم معاشش رکھا ہی کیا ہے آخر  
 مخطوطِ خسدار کی نمائش ! سریز و کبدار کی نمائش !  
 جہانِ مغرب کے تگدو میں کلیسیاؤں میں مدرسوں میں  
 ہوس کی خونریزیاں چھپاتی ہے عقلِ عیار کی نمائش !

## نقشبند

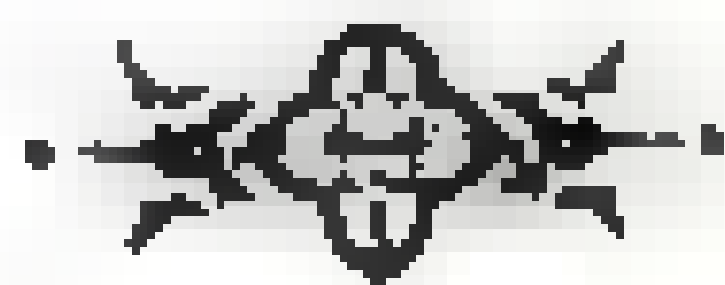
نہ ایشیا میں نہ یورپ میں سوز و مازِ حیات  
 خودی کی موت ہے یہ اور وہ ضمیر کی موت !

دلوں میں ولولہٴ انفتاب ہے پیدا  
قریب آگئی شاید جہانِ پیر کی موت!



## خوشامد

میں کا رُحباں سے نہیں آگاہ، لیکن  
اربابِ نظر سے نہیں پوشیدہ کوئی راز  
کہ تو بھی حکومت کے ذریعوں کی خوشامد  
دستورِ نیا اور نئے دور کا آغواز  
معلوم نہیں ہے یہ خوشامد کہ حقیقت  
کہہ دے کوئی اُتو کو اگر رات کا شہباز



## مناصب

ہو اسے بسندۂ مومن فسونی افرنگ  
 اسی سبب سے قفسِ در کی آنکھ سے ہنناں  
 ترے بلند مناصب کی خیر ہو یا رب  
 کہ ان کے واسطے تو نے کیا خودی کو ہلاک!  
 مگر یہ بات چھپائے سے چھپ نہیں سکتی  
 سمجھ گئی ہے اسے مسدِ طبیعتِ چراک!  
 ”شُرکِ حکمِ غلاموں کو کر نہیں سکتے  
 خریدتے ہیں فقط ان کا جوہرِ ادراک!“

## یورپ اور ہندو

یہ عیش فراوانِ یہ حکومتِ یہ تجارت  
 دل سینہ بے نور میں محسوسِ مہمِ تلی!

تاریک ہے فرنگِ مشینوں کے حصوں سے  
یہ وادیِ امین نہیں شایانِ تجلیٰ  
ہے نزع کی حالت میں یہ تہذیبِ جوانمرگ  
شاید ہوں کلیسا کے یہودی متولیٰ

## نفسیاتِ غلامی

شاعر بھی ہیں پیدا غلاما بھی ٹھکرا بھی  
خالی نہیں قوموں کی غلامی کا زمانہ  
مقصود ہے ان اللہ کے بندوں کا مگر ایک  
ہر ایک ہے گو شرحِ معانی میں یگانہ  
”بہتر ہے کہ شیروں کو سکھادیں دم آہو  
باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ“

کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضا مند  
تاویں مسائل کو بناتے ہیں ہسانہ

## بلشویک روس

روشِ قضاے الہی کی ہے عجیب و غریب  
خبر نہیں کہ فسمیرِ جہاں میں ہے کیا بات  
ہوتے ہیں کسرِ حلیہ پا کے واسطے مارو  
وہی کہ حفظِ حلیہ پا کو جانتے تھے نکات  
یہ وحی دھڑکتی روس پر ہوئی نازل  
کہ توڑ ڈال کلیسیائیوں کے لات و منات

## آج اور کل

وہ کل کے غم و عیش پر کچھ حق نہیں رکھتا  
جو آج خود اس روزِ بگر سوز نہیں ہے



وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا  
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے!

## مشرق

مری نوا سے گریبانِ لالہ چاک ہوا  
فیضِ صبحِ چین کی تلاش میں ہے ابھی  
نہ مصطفیٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی  
کہ روحِ شرقِ بدن کی تلاش میں ہے ابھی  
مری خودی بھی سزا کی ہے مستحق لیکن  
زمانہ دار و رسن کی تلاش میں ہے ابھی!

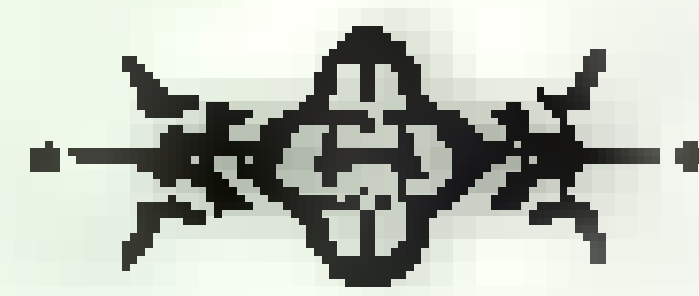
## سیاستِ افرنک

تری حریف ہے یارب سیاستِ افرنک  
مگر ہیں اس کے پجاری فقط ایسے نہیں!

بنایا ایس ہی اٹیس اُل سے تو نے  
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار اٹیس!

## خوابِ بگی

دورِ حاضر ہے حقیقت میں وہی عہدِ ستیم  
اہلِ سبب اور ہیں یا اہلِ سیاست میں اُم  
اس میں پیری کی کرامت ہے نہ میری کل ہے نور  
سیکڑوں صدیوں سے خوگر ہیں غلامی کے عوام  
خوابِ بگی میں کوئی مشکل نہیں رہتی باقی  
پنختہ ہو جاتے ہیں جب خوشے غلامی میں غلام



## غلاموں کے لیے

حکمتِ مشرق و مغرب نے سکھایا ہے مجھے  
ایک نکتہ کہ غلاموں کے لیے ہے اکسیر!  
دین ہو سلفہ ہو فہرست ہو سبطانی ہو  
ہوتے ہیں پختہ عفتاید کی بنا پر تسخیر!  
حرف اس قوم کا بے سوز، عمل زار و زبوں  
ہر گیب پختہ عفتاید سے تھی جس کا خمیر!

## اہلِ مصر سے

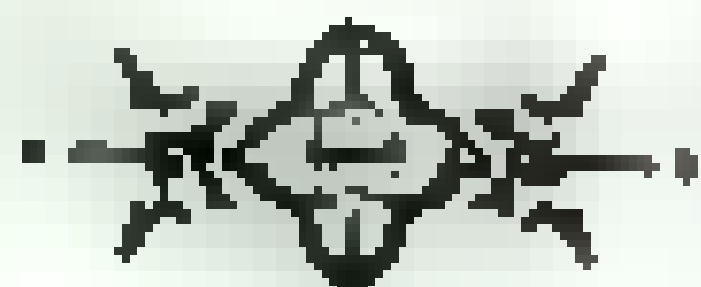
خود ابوالہول نے یہ نکتہ سکھایا مجھ کو  
وہ ابوالہول کہ ہے صاحبِ اسرارِ قدیم!  
دفعۂ جس سے بدل جاتی ہے تفتیکِ دالم  
ہے وہ قوت کہ حریف اس کی نہیں عقلِ حکیم!

ہر زمانے میں دگرگوں ہے طبیعت اس کی  
کبھی شمشیرِ مجید ہے کبھی چوبِ کلیم!

## ابی سینیا

(۱۸- اگست ۱۹۳۷ء)

یورپ کے کرگوں کو نہیں ہے ابھی خبر  
ہے کتنی زہرناک ابی سینیا کی لاش!  
ہونے کو ہے یہ مردہ دیرینہ قاش قاش!  
تہذیب کا کساں شرافت کا ہے نال  
غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی معاش!  
مسہرگ کو ہے برہ معصوم کی تلاش!  
اسے واسے آبرو سے کلیسا کا آئینہ  
رومانے کر دیا سربازارِ پاش پاش!  
پیرِ کلیسا! یہ حقیقت ہے دلخراش!



## ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام

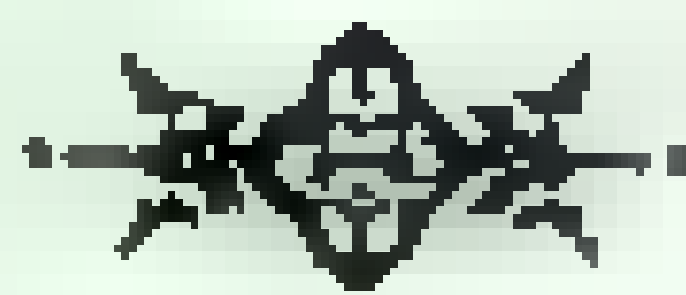
لا کر برہمنوں کو سیاست کے بیج میں  
 زنا دیوں کو دیر کہن سے نکال دو!  
 وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا  
 روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو!  
 فسکِ عرب کو دے کے فرنگی تحلیلات  
 اسلام کو محبِ زمین سے نکال دو!  
 افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج  
 ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو!  
 اہلِ سہم سے ان کی روایات چھین لو  
 آہو کو مر غنڈا رختن سے نکال دو!

○ بھوپال ریش محل میں لکھے گئے۔

اقبال کے نفس سے بے لاسے کی آگ تیز  
ایسے غسزل سدا کو چمن سے نکال دوا

## جمعیتِ اقوامِ مشرق

پانی بھی مسخ رہے ہوا بھی بے مسخر  
کسیا ہو جو نگار و منکب پر بدل جائے!  
دیکھا ہے عو کیتِ افرنگ نے جو خواب  
ممکن ہے کہ اس خواب کی تعبیر بدل جائے!  
ظہران ہو گر عالمِ مشرق کا جلیںوا  
شاید کرۂ ارض کی تستیر بدل جائے!



۵ بھوپال (شیش محل) میں لکھے گئے۔

## سلطانی جاوید

غواص تو فطرت نے بنایا ہے مجھے بھی  
لیکن مجھے اعماقِ سیاست سے ہے پرہیز  
فطرت کو گوارا نہیں سلطانی جاوید  
ہر چند کہ یہ شعبہ بازی ہے لا آویز  
فرہاد کی خاداشکنی زندہ ہے اب تک  
باقی نہیں دنیا میں ملکیتِ پرویز

## جمہوریت

اس راز کو اک مردِ فرنگی نے کیا فاش  
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے

○ سنڈل



جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں  
بندوں کو گناہ کرتے ہیں تو انہیں کرتے

## یورپ اور سواریا

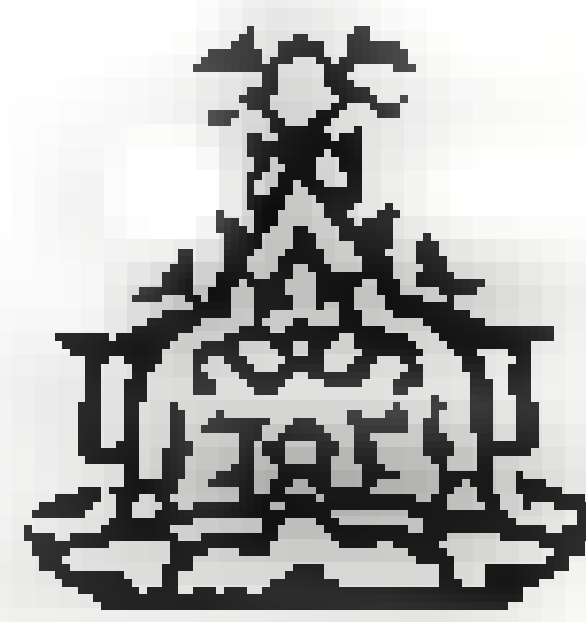
منہ بگیوں کو ظانِ خاکِ سواریا نے کیا  
نبیِ عفت و عسّمِ خواری و کمِ آزاری  
مکہ و ماب سے آیا ہے سواریا کے لیے  
مے و قمار و ہجومِ زنانِ بازاری

## مسوینی

(اپنے مشرقی اور مغربی حریفوں سے)

کیا زمانے سے نرالا ہے مسوینی کا بھرم؟  
بے محل بگڑا ہے معصومانِ یورپ کا مزاج

میں پھٹکتا ہوں تو چھلنی کو برا لگتا ہے کیوں  
 ہیں سبھی تہذیب کے وزراء ابو چھلنی میں حجاج !  
 میرے سودا سے ملو کیت کو ٹھکراتے ہو تم  
 تم نے کیا توڑے نہیں کمزور قوموں کے رجا ج !  
 یہ عجائب شعبہ سے کس کی ملوکیت کے ہیں  
 راجدھانی بنے مگر باقی نہ راجہ سب سے نہ راج  
 اہل سیر و چوب نے کی آبسیاری میں سب سے  
 اور تم دنیا کے بنجر بھی نہ چھوڑو بے خراج !  
 تم نے لوٹے بے نوا صحرائشینیوں کے خیام  
 تم نے لوٹی کشتِ ستقان ! تم نے لوٹے تختِ تاج !  
 پردہ تہذیب میں غارت گری ، آدم کشی  
 کل روار کھی تھی تم نے میں روار کھتا ہوں آج !



۲۲ اگست ۱۹۳۵ء بھوپال (پیش محل) میں لکھے گئے۔

## گلہ

سردوم کے ہند کی تختِ دیر کہ اب تک  
 بجپارہ کسی تاج کا تابندہ نہیں ہے  
 دہشتاں سے کسی قبر کا اگلا ہوا مردہ  
 بوسیدہ کفن جس کا ابھی زیرِ زمیں ہے!  
 جہاں بھی گرو غیب، بدن بھی گرو غیب!  
 افسوس کہ باقی نہ مکان ہے نہ مکین ہے!  
 یورپ کی غلامی پر رضا مست ہوا تو  
 مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے، یورپ سے نہیں ہے!

## انڈیا

کہاں فرشتہ تہذیب کی ضرورت ہے  
 نہیں زمانہ حاضر کو اس میں دشواری

جہاں قدر نہیں زان تناک لباس نہیں  
 جہاں سدرم بتاتے ہیں شغل سے خواری  
 بدن میں کرچہ ہے اک رشتِ ناشکیب عمیق  
 طریقہ آب و جدت نہیں ہے ہزاری  
 جسور و زیرک و پردہ سے بچہ بدوی  
 نہیں ہے فینسِ مکاتب کا پشتمہ جاری  
 انظر و رانِ فسنرنگی کا ہے یہی فوتے  
 وہ سرزمینِ مدثیت سے ہے ابھی غاری!

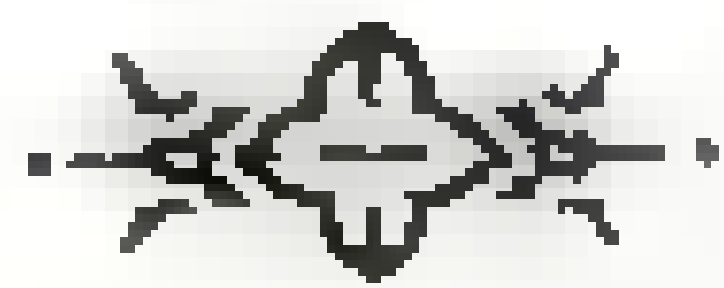
## لاوین سیاست

جو بات حق ہو وہ مجھ سے چسپی نہیں رہتی  
 خدا نے مجھ کو دیا ہے دلِ خمیر و بصیر  
 مری نگاہ میں ہے یہ سیاستِ لاوین  
 کنیزِ اسدِ من و دوں نہاد و مردہ ضمیر

ہوتی ہے ترکِ کلیسا سے حسا کی آزاد  
فرنجیوں کی سیاست ہے یو سبے زنجیر  
مستحقِ عیسٰی یہ ہوتی ہے جب نظر اس کی  
تو ہیں مسدود شکر کلیسا کے مفید

## درا تہذیب

اقبال کو شک اس کی شرافت میں نہیں ہے  
ہر ملتِ متمدن کا یورپ ہے خریدار  
یہ سپر کلیسا کی کرامت ہے کہ اس نے  
بجلی کے چند اعنوں سے منور کیے افکار  
جتنا ہے مگر شامِ فلسطین پر مراد  
تدبیر سے کھلتا نہیں یہ عفتِ دوشوار  
ترکانِ 'جنجا پیشہ' کے پنجے سے نکل کر  
بیچارے ہیں تہذیب کے پھندے میں گرفتار



## نصیحت

اک لڑکھنڈنگی نے کہا اپنے پسر سے  
منظر وہ طلب کر کہ تری آنکھ نہ ہو سیرا  
بیچاڑے کے حق میں سبھی سب سے بڑا ظلم  
برے پہ اگر فاشش کریں قاعدہ شیر  
سیٹے میں رہے رازِ ملوکا نہ تو بہتہ  
کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر  
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو  
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر  
تاثیر میں اکیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب  
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر



## ایک بحری قزاق اور سکندر

سکندر

صلہ تیرا تری پنجسیر یا شمشیر ہے میری  
کہ تیری رہزنی سے تنگ ہے دریا کی پہنائی

قزاق

سکندر بحیف تو اس کو جو اندری سمجھتا ہے  
گوارا اس طرح کرتے ہیں ہم چشموں کی رسوائی؟  
تو ایشہ ہے سنت کی مرا پیشہ ہے رفا کی  
کہ ہم قزاق ہیں دونوں تو سیدانی میں بیانی





## جمعیت اقوم

بھیپاری کئی روز سے دم توڑ رہی ہے  
 ڈر ہے خبر بد نہ مرے منہ سے نکل جائے  
 امتدیر تو میرا نظم آتی ہے لیکن  
 پیران کلیسا کی عسایہ ہے کہ ٹل جائے  
 ممکن ہے کہ یہ داشتہ پیرک افرونگ  
 ابلیس کے تعویذ سے کچھ روز سنبھل جائے!

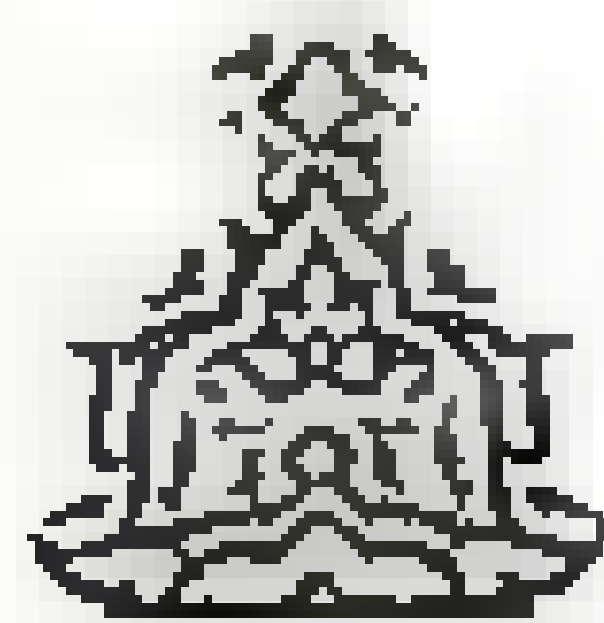
## شامِ فلسطین

رندانِ فرانسس کا سینہ نہ سلامت  
 پر ہے مئے گلرنگ سے ہر شیشہ حلب کا  
 ہے خاکِ فلسطین یہ یہودی کا اگر حق  
 سپانیہ پر حق نہیں کیوں اہل عرب کا؟

مقتصد ہے ملکہیتِ انگلیں کا پتہ اور  
قصد نہیں نارنج کا یا شمس و رطب کا!

### سیاحی پشوا

مہمسد کیا ہے سیاحت کے پشواؤں سے  
یہ خاکسار ہیں رکتے ہیں خاک سے پیوڑا  
ہمیشہ مور و مگس پر نگاہ ہے ان کی  
جہاں میں ہے صفتِ عنکبوت ان کی کندا  
خوشا وہ قافلہ جس کے امیر کی ہے متاع  
تختِ سلِ عکوتی و جبذہ ہائے بلند!



## نفسیاتِ غلامی

سخت باد یک ہیں امراضِ اُحتم کے اسباب  
 کھل کر کیسے تو کرتا ہے بسیاں کوتاہی!  
 دینِ شیریں میں غلاموں کے امام اور شیوخ  
 دیکھتے ہیں فقط اک فلسفہ رو باہی!  
 ہوا اگر قوتِ سحرِ عون کی در پردہ مرید  
 قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیمِ اللہی!

## غلاموں کی نماز

(ترکی وفدِ ہلالِ احمر لاہور میں)

کما عبادِ ترکی نے مجھ سے بعدِ نماز  
 طویل سجدہ ہیں کیوں اس قدر تمھارے امام؟

وہ سادہ مردِ محبِ ابد وہ مومنِ آزاد  
 خبر نہ تھی اسے کیا چیز ہے نازِ غلام  
 ہزار کام ہیں مردانِ حسد کو دنیا میں  
 انھیں کے ذوقِ عمل سے ہیں امتوں کے نظام  
 بدنِ غلام کا سوزِ عمل سے ہے محروم  
 کہ ہے مرورِ غلاموں کے روز و شبِ حرام  
 طویلِ سجدہ اگر ہیں تو کیا تعجب ہے  
 وراے سجدہ غریبوں کو اور کیا ہے کام  
 خدا انصیب کرے بہند کے اماموں کو  
 وہ سجدہ جس میں ہے ملت کی زندگی کا پیام

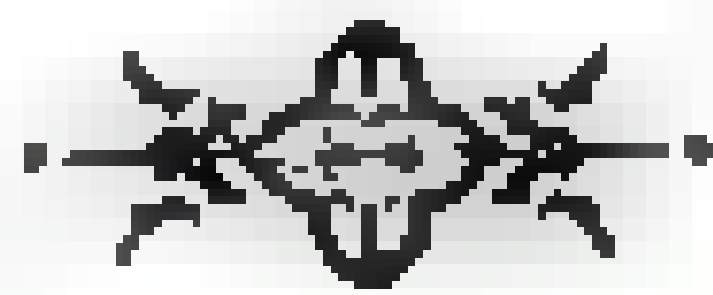
## فلسطینی عربی

زمانہ اسب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ  
 میں جانتا ہوں وہ آتش تے وجود میں ہے

تری روانہ جینوا میں ہے اندلسِ دین میں  
 فرنگ کی رگِ جاںِ پنجبِ یہود میں ہے  
 سنا ہے میں نے غلامی سے اُمتوں کی نجات  
 خودی کی پرورش و لذتِ نمود میں ہے

## مشرق و مغرب

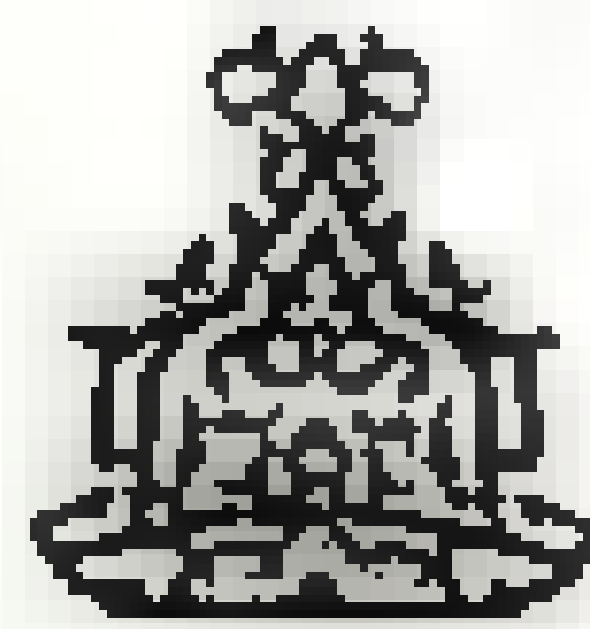
یہاں مرض کا سبب ہے غلامی و تعلیس  
 وہاں مرض کا سبب ہے اُستِ امامِ تمہوری  
 نہ مشرق اس سے بڑی ہے نہ مغرب اس سے بڑی  
 جہاں میں عام ہے قلب و نظر کی رنجوری!

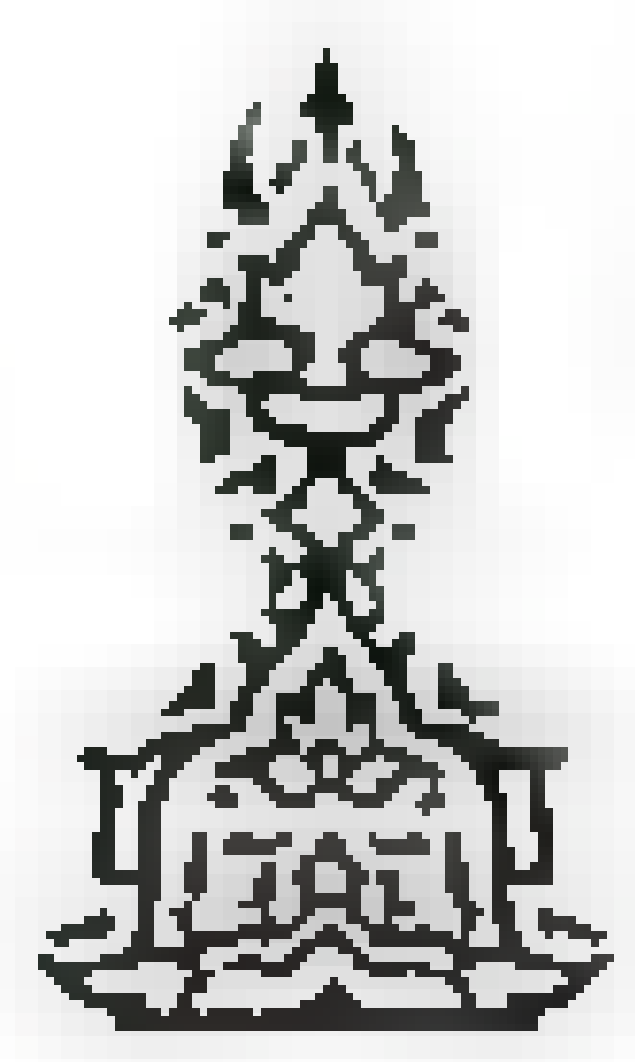


# نفسیاتِ جاکی

(اصلاحات)

یہ مہر ہے بے مہرئی صبیاد کا پردہ  
آئی نہ مرے کام مری تازہ صفیری  
رکھنے لگا مر جھبائے ہوئے پھول قفس میں  
شاید کہ اسیروں کو گوارا ہو اسیری

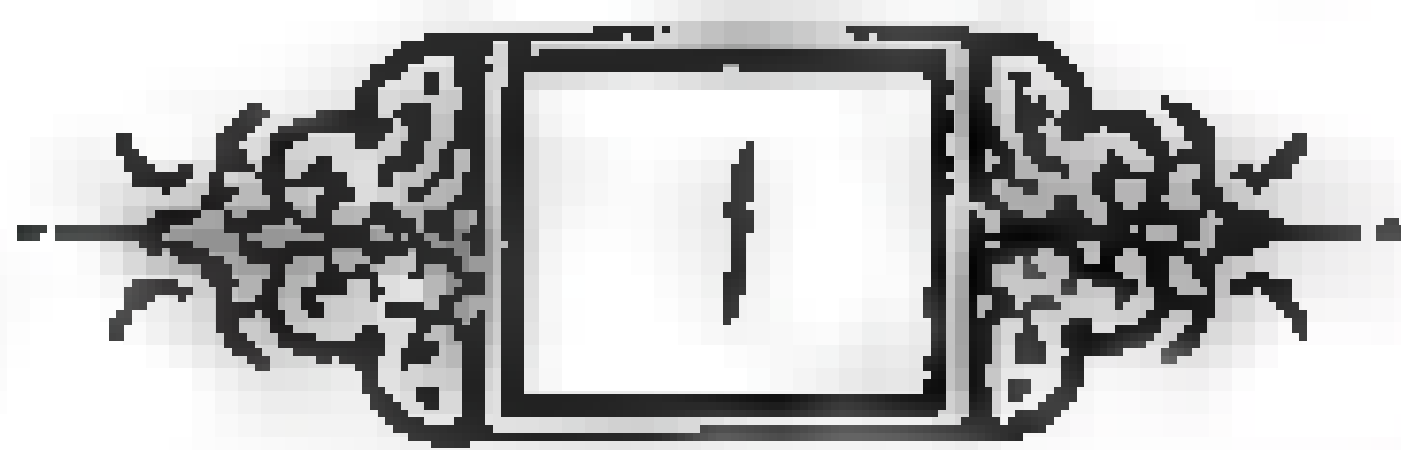




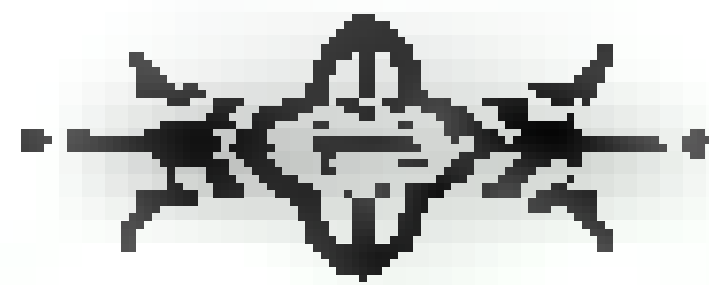


# غریب گل افغان کے افکار

# محراب گل افغان کے افکار



میرے کمتاں! تجھے چپوڑ کے جاؤں کہاں  
 تیری چٹانوں میں ہے میرے لبِ جد کی خاک!  
 روزِ ازل سے ہے تو منسزلِ شاہین و چرخ  
 لالہ و گل سے تھی، غنیمتِ بیل سے پاک!  
 تیرے خم و پیچ میں میری بہشتِ بویں  
 خاکِ تری غنیمتِ بویں! آبِ ترا تا بناک!  
 باز نہ ہوگا کبھی بندہ کبک و حرام  
 حفظِ بدن کے لیے روح کو کر دوں ہلاک!  
 اسے مرے فقرِ غیور سے یہ تیرا ہے کیا  
 خلعتِ انگریز یا پیرِ ہن چاک چاک!



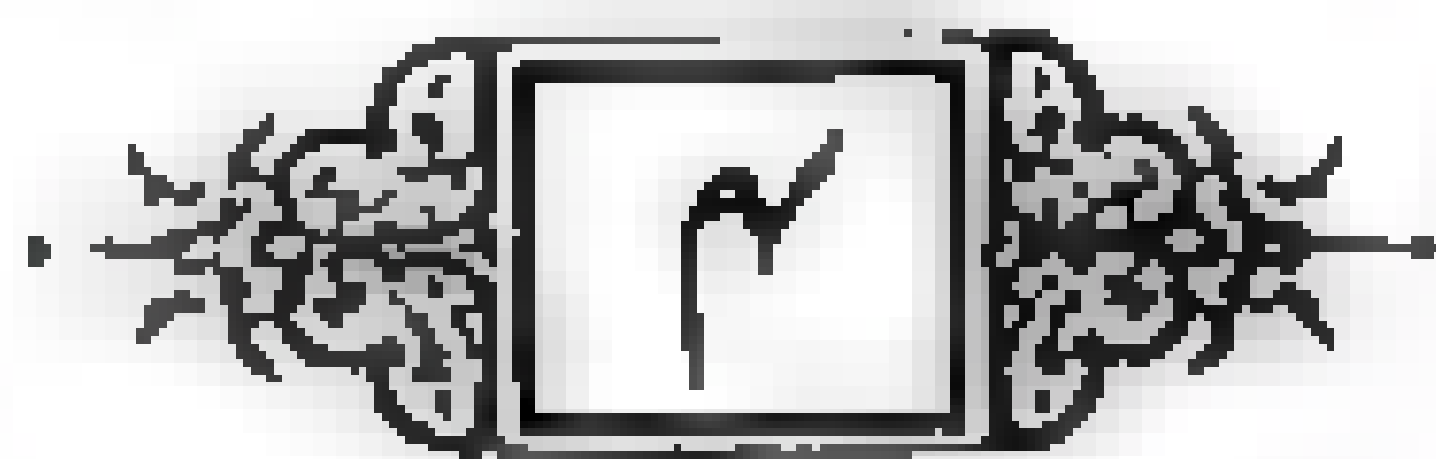
۲

حقیقتِ ازلی ہے رقابتِ اقوام  
 نگاہِ سپرِ فلک میں نہ میں عزیز نہ تو!  
 خودی میں ڈوب زمانے سے ناامید نہ ہو  
 کہ اس کا زخم ہے درپردہ استقامِ رفا  
 رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا  
 اتر گیا جو ترے دل میں لا شَرِیک لہ

۳

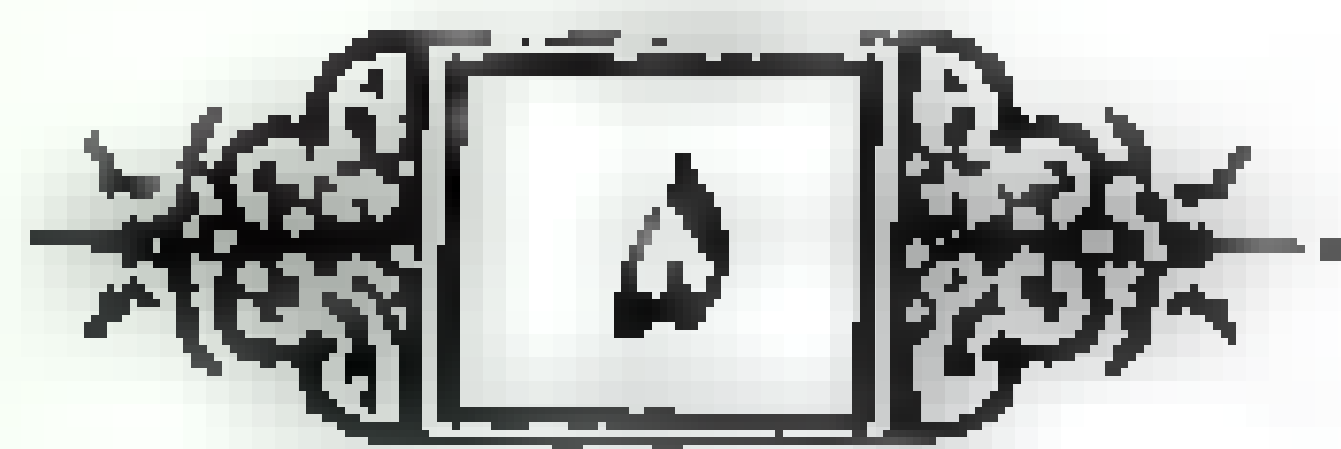
تری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی  
 مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے!  
 تری خودی میں اگر انفتاب ہو پیدا  
 عجب نہیں ہے کہ یہ چار سو بدل جائے!  
 وہی شرابِ دہی ہاں سے وہو رہے باقی  
 طریقِ ساقی و رسمِ کہ وہ بدل جائے!

ترمی دعا ہے کہ بتوسیری آرزو پوری  
مری دعا ہے ترمی آرزو بدل جائے!

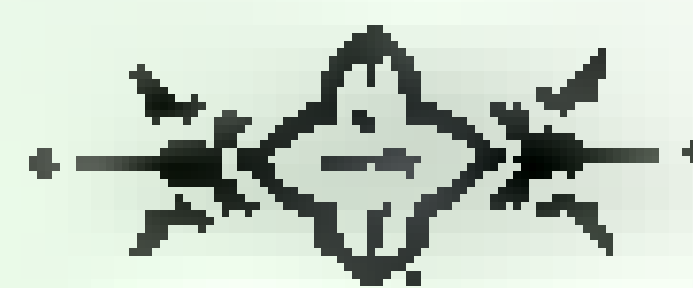


کیا چرخِ کجرو! کیا مہر، کیا ماہ  
سب را سروس ہیں وا ماندہ راہ!  
کڑکانہ کندرِ حبیبی کی مانند  
تجھ کو خبر ہے اسے مرگِ ناگاہ!  
نادر نے بوٹی ولی کی دولت  
اک غریبِ شمشیر! افسانہ کو تاہ!  
افغان باقی! کہسار باقی!  
اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ! اَلْهٰلِکُ لِلّٰہِ!  
حاجت سے مجبور مردانِ آزاد  
کرتی ہے حاجت شیروں کو رو باہ!  
مہرمِ خودی سے جس دم ہوا فقر  
تو بھی شہنشاہ میں، بھی شہنشاہ!

قوموں کی قسمت بدیدہ مردِ درویش  
جس نے نہ ڈسٹوٹھی سلطان کی درگاہ!



یہ مدرسہ یہ کھیں یہ غوغائے روارو  
اس عیشِ فساداں میں ہے ہر منظرِ غمِ نوا  
وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں  
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کتبِ جوا  
ناداں! ادب و فلسفہ کچھ چیز نہیں ہے  
اسبابِ بہر کے لیے لازم ہے تاثر و  
فطرت کے نوا میں یہ غالب ہے بہرِ مند  
شام اس کی ہے مانند سحرِ صاحبِ پرتوا  
وہ صاحبِ فن چاہے تو فن کی برکت سے  
ٹپکے بدن مہر سے شبِ بنم کی طرح ضو!



۶

جو علم ایجاد میں ہے صاحبِ ایجاد  
 ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ!  
 تقلید سے ناکارو نہ کر اپنی خودی کو  
 کہ اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ  
 اس قوم کو تحبید کا پیغام مبارک  
 ہے جس کے تصور میں فقط بزمِ شبانہ  
 لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازِ تحبید  
 شرق میں ہے تقلیدِ سندھلی کا بہانہ

۷

رومی بد لے، شامی بد لے، بدلا ہندوستان!  
 تو بھی اے فرزندِ کُستان! اپنی خودی پہچان!  
 اپنی خودی پہچان  
 اوستا فلِ افغان!

موسم اچھا، پانی وافر، مٹی بھی زرخیز  
جس نے اپنا کمیت نہ سینچا وہ کیسا دہقان!

اپنی خودی پہچان  
او غنفل افغان!

اچھی جس کی لہر نہیں ہے وہ کیسا دریائے  
جس کی ہوائیں تند نہیں ہیں وہ کیسا طوفان!

اپنی خودی پہچان  
او غنفل افغان!

ڈھونڈ کے اپنی خاک میں جس نے پایا اپنا آپ  
اس بندے کی دستانی پر سلطانی قربان!

اپنی خودی پہچان  
او غنفل افغان!

تیری بے علمی نے رکھ لی بے علموں کی لاج  
علم فاضل بیچ رہے ہیں اپنا دین ایمان!

اپنی خودی پہچان  
او غنفل افغان!



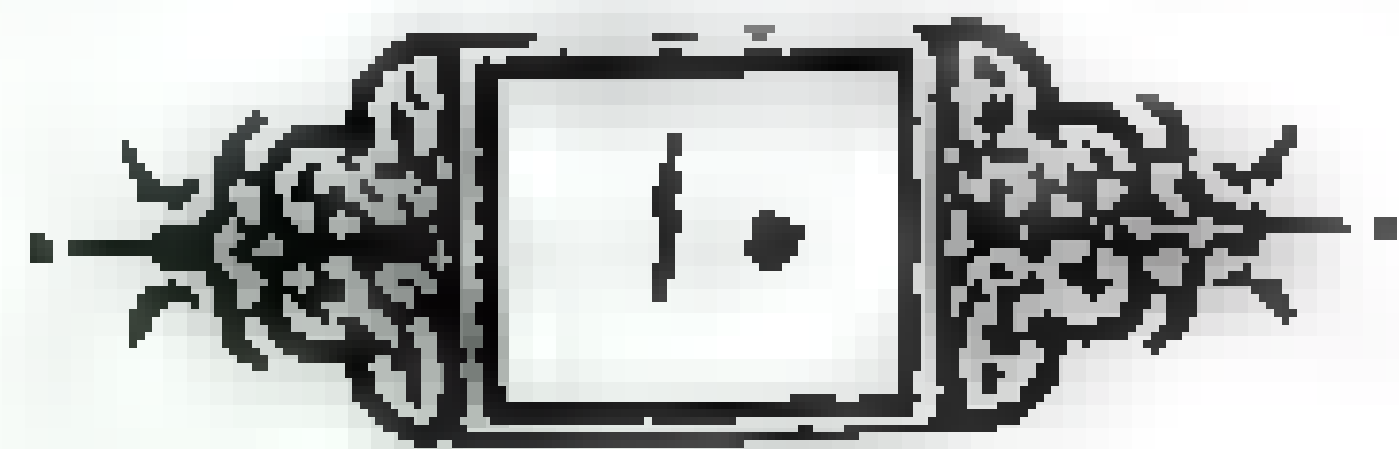
۸

زاغ کتنا ہے نہایت بد نما ہیں تیرے پر  
 شیرک کہتی ہے تجھ کو کور چشم وسیع ہنر  
 لیکن اے شہباز یہ مرغِ ان سحر کے اچھوت  
 ہیں فضا کے نیلگوں کے بیچ و خم سے بے خبر!  
 ان کو کیا معلوم اس طائر کے حوال و مقام  
 روح ہے جس کی دیم پر داز سر تا پا نظر!

۹

عشق طینت میں نہ رہا یہ نہیں مثلِ ہوس  
 پر شہباز سے ممکن نہیں پر دازِ نگس  
 یوں بھی دستورِ گلستاں کو بدل سکتے ہیں  
 کہ نشیمن ہو عثمانِ اول پہ گراں مثلِ قفس!  
 سفرِ آمادہ نہیں منتظرِ بانگِ حسیں  
 ہے کہاں قافلہٴ موج کو پروائے جس!

گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظم آتا ہے  
مردہ ہے! مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس!  
پرورشِ دل کی اگر تدفین ہے تجھ کو  
مرزِ مومن کی نگاہِ غلط انداز ہے بس!



وہی جواں ہے قیدی کی آنکھ کا تارا  
شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری  
اگر ہو جنگ تو شیرانِ غاب سے بڑھ کر  
اگر ہو صلح تو عثمانِ غزالِ تاملاری!  
عجب نہیں ہے اگر اس کا سوز ہے ہمہ سوز  
کہ نیستاں کے لیے بس ہے ایک چنگاری!  
خدا نے اس کو دیا ہے شکوہ سلطان  
کہ اس کے فقر میں ہے حیدری کراڑی!  
نگاہِ کم سے نہ دیکھ اس کی بے کلاہی کو  
یہ بے کلاہ ہے سرمایہ کلاہ داری!

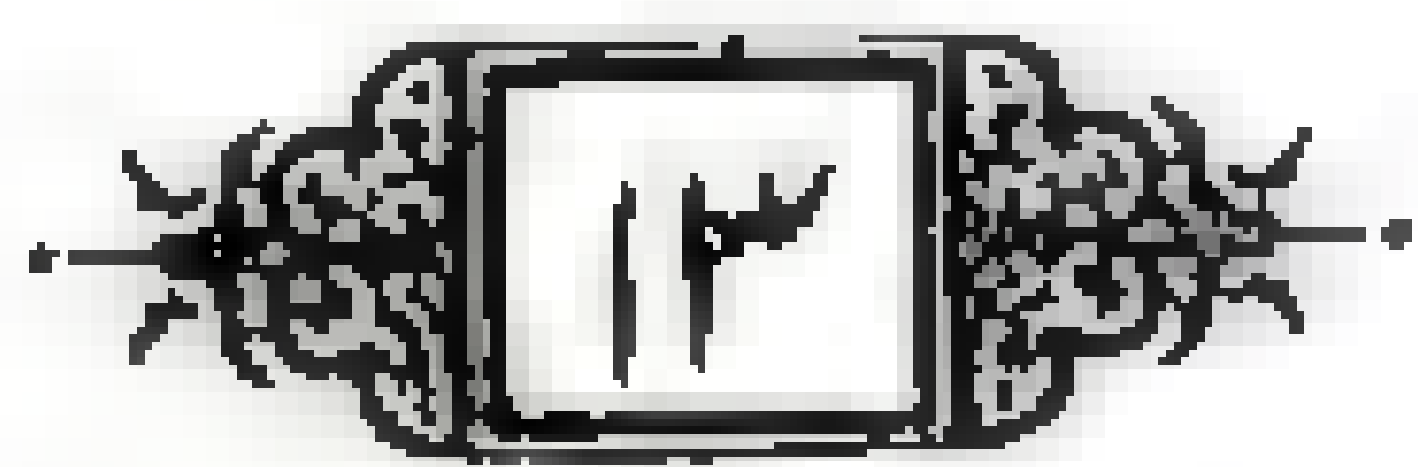
۱۱

جس کے پر تو سے منور رہی تیری شبِ روش  
 پھر بھی ہو سکتا ہے روشن وہ سپہِ راغ خاموش  
 مرد بے حوصلہ کرتا ہے زمانے کا گلہ  
 بندہ حر کے لیے نشترِ تفتدیر ہے نوش  
 نہیں ہنگامہ پیکار کے لائق وہ جواں  
 جو ہوا نالہ مرغانِ بحر سے مدہوش  
 مجھ کو ڈر ہے کہ ہے طعنِ دلانہ طبیعت تیری  
 اور عیتِ ارمیں یورپ کے شکر پارہ فروش

۱۲

لاوینی و لایسنی اس بیچ میں الجھتا تو  
 دارو ہے ضعیفوں کا لاغالب الاھو  
 صیادِ معانی کو یورپ سے ہے نو میدی  
 دلکش ہے فضا، یہ سکن بے نافہ تمام آہو

بے اٹکِ سحر گاہی تقویمِ خودی شکل  
 یہ لالہ پیکانی خوشتر ہے کس رجا  
 صیاد ہے کافر کا انچیس ہے مومن کا  
 یہ دیر کہن یعنی بت خانہ رنگ و بوا  
 اے شیخ امیروں کو مسجد سے نکلا دے  
 ہے ان کی نمازوں سے مہرابِ ترش ابرو!



مجھ کو تو یہ دنیایا نظر آتی ہے درگوں  
 معلوم نہیں دیکھتی ہے تیری نظر کیا  
 ہر سینے میں اک صبح قیامت ہے نمودار  
 افکارِ جوانوں کے ہوئے زیر و زبر کیا!  
 کر سکتی ہے بے سحر کہ جینے کی تلافی  
 اے پیرِ حرمِ تیری مناجاتِ سحر کیا؟  
 مسکن نہیں تخلیقِ خودی خالقوں سے  
 اس سلسلہ نم خوردہ سے ٹٹے گا شر کیا!

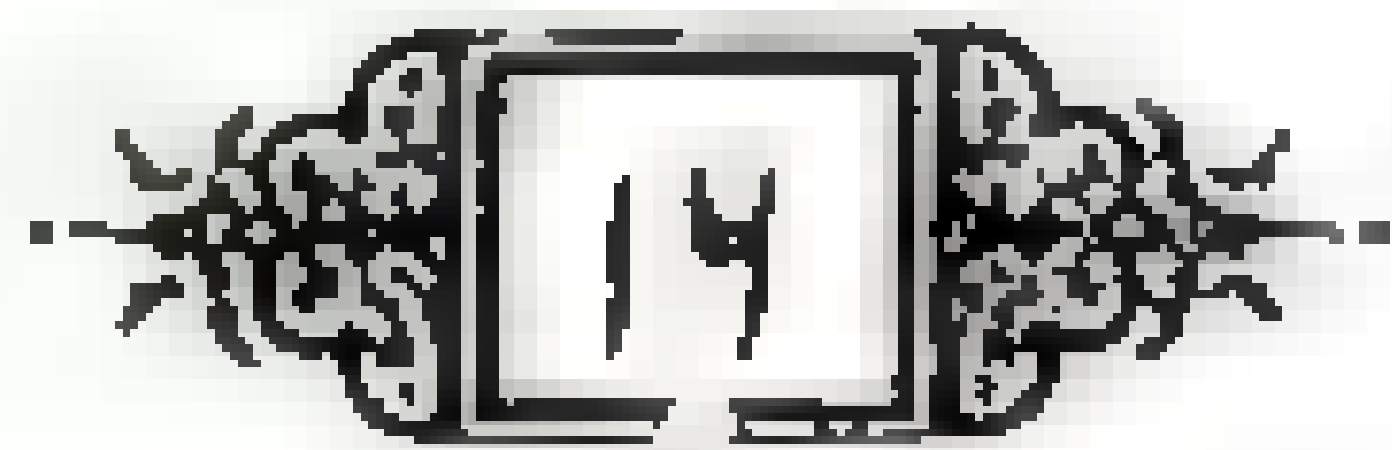
۱۴

بے جراتِ زندانہ شد عشقِ بے واپسی  
 بازو ہے قوی جس کا وہ عشقِ یدِ الہی !  
 جو سختیِ منزل کو سامانِ سفر سمجھے  
 اے وائے تن آسانی ! ناپید ہے دورِ اپنی !  
 دشت نہ سمجھ کس کو اے مردِ کِیسانی  
 کسار کی خلوت ہے تجھے تسلیم خود آگاہی !  
 دنیا ہے روایاتی، غیبی ہے سنا جاتی  
 دروازہ عالمِ راہین است شہنشاہی !

۱۵

آدم کا ضمیر اس کی حقیقت پہ ہے شاہ  
 شکل نہیں اے سالکِ رہِ سلیم فقیری  
 فولاد کساں رہتا ہے شمشیر کے لائق  
 پیدا ہوا اگر اس کی طبیعت میں حریری !

خود دار نہ ہو فتر تو ہے قسمِ الہی  
 ہو صاحبِ غیرت تو ہے تمہیں امیری  
 افرتاب ز خود بے خبرت کرد و گرنہ  
 اے بندۂ مومن تو بشیری! تو ندیری!



قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی!  
 ہو صاحبِ مرکز تو خودی کیا ہے پھدائی!  
 ہو فتر ہو آنٹی دوراں کا گلہ مسند  
 اس فتر میں باقی ہے ابھی بوسے گدائی!  
 اس دور میں بھی مردِ حسد کو ہے مہتر  
 جو مجذہ پر بت کو بنا سکتا ہے رانی!  
 درِ حسد کہ بے سوز تو ذوقِ نتواں یافت  
 اے بندۂ مومن تو کج بانی! تو کج بانی!  
 خورشید! سراپدۂ مشرق سے نکل کر  
 پہنا مرے کہسار کو ملبوسِ حسانی!

۱۷

آگ اس کی پیونک دیتی ہے برناو پیر کو  
 لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحب یقیں !  
 ہوتا ہے کوہ و دشت میں سپید اکمبھی کبھی  
 وہ مرد جس کا فقر خرف کو کرے نگہیں !  
 تو اپنی سرفروشت اب اپنے قلم سے لکھ  
 خالی رکھی ہے خامہ حق نے تری حبیب !  
 یہ نیلگوں فنا جسے کہتے ہیں آسمان  
 ہمت ہو پرکشٹ تو حقیقت میں کچھ نہیں !  
 بالائے سر رہا تو ہے نام بس کا آسمان  
 زیر پر آگیا تو یہی آسمان زمین !



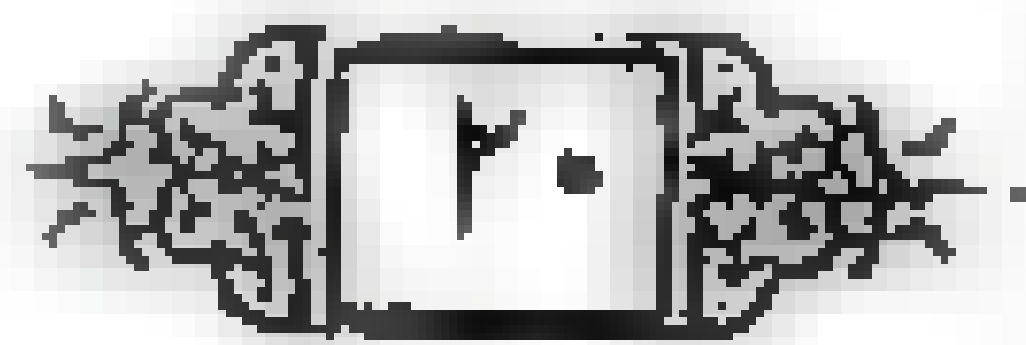
۱۸

یہ بختِ خوب کہا شیر شاہ سوری نے  
 کہ امتِ یازِ قسبِ آلِ تمام تر خواری  
 عزیز ہے انھیں نامِ وزیرِ می و محسود  
 ابھی یہ خلعتِ افغانیت سے ہیں عاری  
 سزارِ پارہ ہے کہسار کی مسلمان  
 کہ ہر قسبِ بد ہے اپنے بتوں کا زقاری  
 وہی حسد ہے وہی اعتبارِ لاتِ منات  
 خدا نصیب کرے تجھ کو ضربتِ کاری !

۱۹

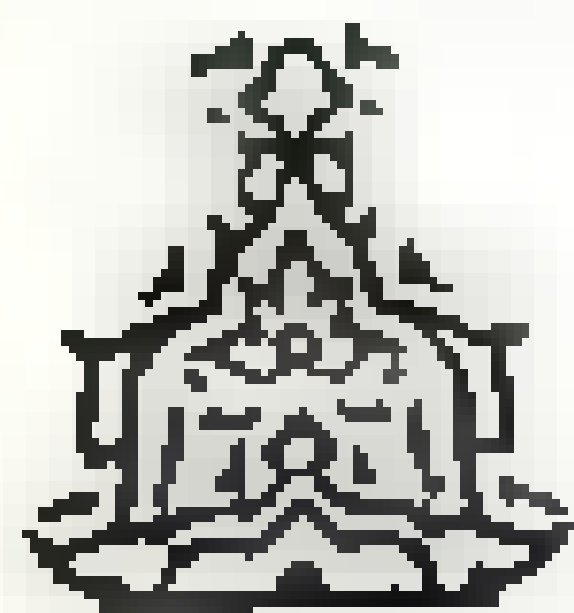
نگاہ وہ نہیں جو سرخ و زرد پہچانے  
 نگاہِ دوست ہے کہ محبتِ ہر دماہ نہیں !  
 فرنگ سے بہت آگے ہے منزلِ مومن  
 قدم اٹھا ! یہ صفتِ تمام انتہائے رہ نہیں !

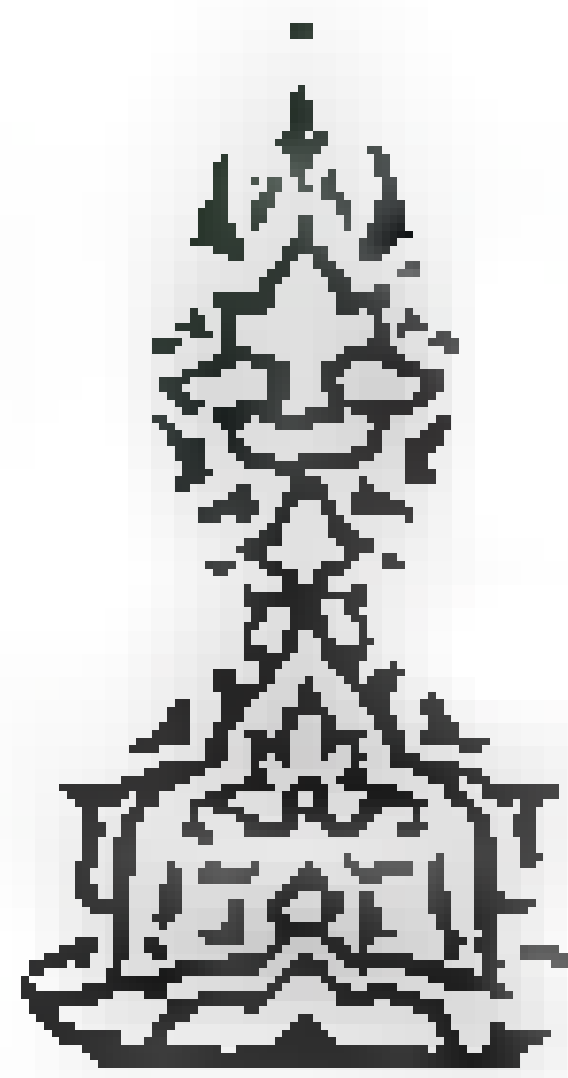
کھلے ہیں سب کے لیے غریبوں کے منخانے  
 علوم تازہ کی سرستیاں گناہ نہیں  
 اسی سردار میں پوشیدہ موت بھی ہے تری  
 تم کے بدن میں اگر سوزِ آلاء نہیں  
 نہیں گے میری سدا خازنِ دکانِ کبیر  
 کلیم پوششِ بوں میں صاحبِ کلاہ نہیں



فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی  
 یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی  
 دنیا میں محاسب ہے تہذیبِ فسوں کا  
 ہے اس کی فقیری میں سرمایۂ سلطانی  
 یہ حسن و لطافت کیوں؟ وہ قوت و شوکت کیوں؟  
 بلبل چمنستانی ، نہ باز بیابانی

اے شیخ بہت انجی عتب کی فتنہ بین  
 بنو سبے بیا باں میں فاروقی و سلمانی !  
 معدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا  
 تو اوستے تیسری میں سمبائے مسلمان !





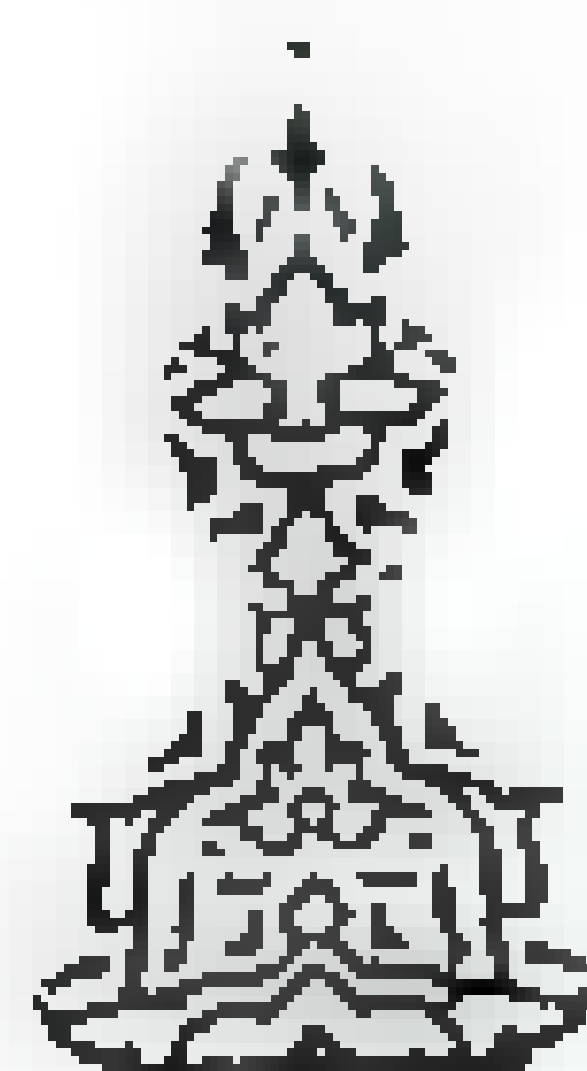
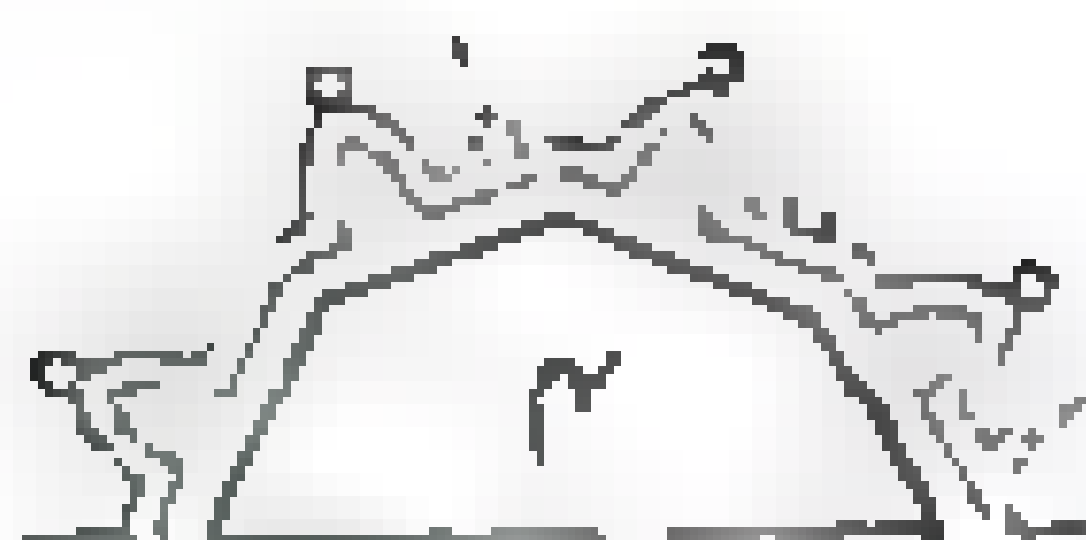
# ارمغانِ حجاز

(مجموعہ کلام اُردو)

علامہ اقبال

کمشنر پبلشنگ ہاؤس، دہلی

اُردو میں





# ایس کی مجلس شری

۶۱۹۳۶

ایس

عیسٰی سرکار پرانا کھیل یہ دنیائے دہ  
 سائنس و شریعت کی تشابہ کی تھیں  
 اس کی بربادی پہ آج آمادہ سب سے وکار ساز  
 جس نے اس کا نامہ رشتہ تھا جہان کاف و نور  
 میں نے دیکھا یا سن کر ڈی کو ملو کیت کا خواب  
 میں نے توڑا جس دیر و کلیسا کا فسوں  
 میں نے ناداروں کو کھلا یا سبق نصرت کا  
 میں نے منعم کو دیا سدا داری کا جنوں



نوں کر سکتا ہے اس کی آتش سوزی کو سرد  
جس کے ہنگاموں میں جو طبعی چاندروں  
جس کی شاخیں ہوں ہماری آبیاری سے بند  
نوں کر سکتا ہے اس خشک سالی کو سرسبز

## پہلا مشعر

اس میں کیا شک ہے کہ یہ طبعی نظام  
پختہ تو اس سے جوئے خوشی میں جو  
بے ازل سے ان غیبوں کے تقدیر میں جو  
ان کی فطرت کا تقاضا ہے مازے قیام  
آرزو اول تو یہ کہ جو نہیں سکتی نہیں  
جو نہیں پیدا تو مہجانی سے بڑی ہے  
یہ ہماری حق پرست کی راست ہے آج  
صوفی و ملاطوایت کے بندے ہیں تمام  
طبع مشرق کے لیے موزوں ہیں افیون کتنی  
ورنہ قوتانی سے کچھ نہیں علم کلام

سب سے نواف و نچ کا ہنگامہ اتر باقی تو کیا  
کشتہ ہو کر رہ گئی مومن کی تیغ بے نیام  
کس کی نو سیدی پہ تجبت ہے فیضانِ جدیہ؟  
نسبے بہادرس دور میں مردِ سیماں چسپام

## دوسرا مشیر

خیر ہے سلطانی جمہور کا نوغالہ شرع  
تو جہاں کے تازہ فتنوں سے نہیں بنے یا خبر

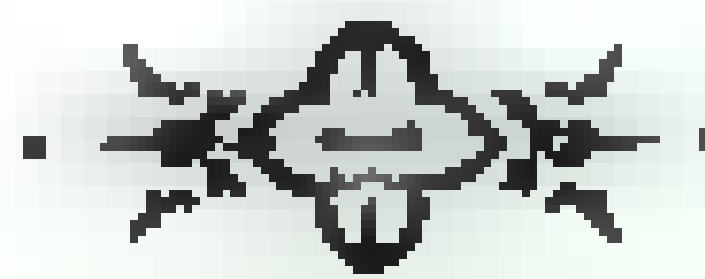
## پہلا مشیر

ہوں مگر میری جہاں بینی بتاتی ہے مجھے  
جو ملکیت کا اک پردہ ہو کیا اس سے تڑپا  
ہم نے خود شاہی کو پہنا یا ہے جمہوری لباس  
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس خود نگر  
کار و بارِ شہر ماری کی حقیقت اور ہے  
یہ وجودِ میرِ سلطاس پر نہیں ہے منحصر

مجلسِ ملت ہو یا پرویز کا دربار ہو  
 سب سے وہ سلطانِ غیر کی کھیتی پہ جو جس کی نظر !  
 تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری افسانہ  
 چہرہ روشن : اندروں چنگیز سے تاریک !

## طہر آشیر

روحِ سلطانی رستے باقی تو پھر کیا فسطراب  
 ہے مگر کیا اس یہودی کی شرارت کا جواب ؟  
 وہ کلیم بے بستی ! وویح بے حبیب !  
 نیست پیغمبر لبیک کن در بسل دارد کتاب !  
 کیا بتاؤں کیا ہے کافسہ کی نگاہ پر وہ سوز  
 مشرق و مغرب کی قوموں کے لیے رنجِ حساب !  
 اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا طبیعت کا فساد  
 توڑ دی بندوں نے آقاؤں کے خمیوں کی طنائ !



## پوٹھاشیر

توڑا اس کار و مژدہ الکبریٰ کے یوانوں میں دیکھ  
 الٰہی سیر کو دکھایا ہم نے پیر سیر کا خواب  
 کون کب سے روم کی موحوں سے بے لپٹا ہوا  
 گاہ بالچوں صنوبر گاہ نالہ چوں رباب

## تلمسراشیر

میں تو اس کی عاقبت بینی کا کچھ قائل نہیں  
 جس نے افرغی سیاست کو کیا یوں بے حجاب!

## پانچواں شیر

(ابیس کو مخاطب کر کے)

اے ترے سوزِ نفس سے کارِ عالم استوار  
 تو نے جب چاہا کسی مہرِ پردگی کو آشکار

آبِ دہل تیری حرارت سے جہان سوز و سار  
 ابلہِ جنتِ تری تسلیم سے دنا سے کار  
 تجھ سے بڑھ کر فطرتِ آدم کا وہ محرم نہیں  
 سادہ دل بندوں میں جو مشہور ہے پُر دگار  
 کام تھا جن کا فقط تقدیس و تسبیح و طواف  
 تیری غیرت سے بدنام نہ نگوں و شرمسار  
 گرچہ میں تیرے مریدِ افرونگ کے ساحرِ تمام  
 اب مجھے ان کی فراست پر نہیں ہے غبار  
 وہ یہودی فتنہ زار و روحِ مزدک کا بروز  
 برقباہوں کو ہے اس کے جنوں سے تار تار  
 زاغ و شتی ہو رہا ہے ہمسرِ شاہین و چرخ  
 کتنی سرعت سے بدلتا ہے مزاجِ روزگار  
 چھائی آشفۃ ہو کر وسعتِ افلاک پر  
 جس کو نادانی سے ہم سمجھے تھے اک مشتِ غبار  
 فتنہ فساد کی ہیبت کا یہ عالم ہے کہ آج  
 کانپتے ہیں کوہسار و مرغزار و جوہر

میرے آقا! وہ جہاں زیرِ وزر ہونے کو ہے  
جس جہاں کا ہے فقط تیری سیادت پر مدار

## اہلس

(اپنے شیروں سے)

ہے مرے دستِ تنہا میں جہاں رنگِ بو  
کیا زمین کیا محسوس نہ کیا آسمان تو ہو  
دیکھیں گے اپنی آنکھوں سے تماشا عرب و شرق  
میں نے جب گراما دیا اٹوارم یورپ کا اہو  
کیا امانِ سیاست کیا کلیسا کے شیروں  
سب کو دیوانہ بنا سکتی ہے میری ایک سہوا  
کا گاہِ شیشہ جو ناداں سمجھتا ہے اسے  
توڑ کر دیکھے تو اس تہذیب کے جامِ دہو  
دستِ فطرت نے کیا ہے جن گریبانوں کو پاک  
مزد کی منطق کی سوزن سے نہیں ہوتے رفو



کب ڈاڑھیں ہیں مجھ کو اشته کی کوچہ گرد  
یہ پریش و زکھ۔ ششختہ ششختہ ہو  
ہے اگر مجھ کو نہ کوئی تو اس اُمت سے ہے  
جس کی خاکستریں بے تاب تک شرار آرزو  
خالِ مال اس قوم میں اتنا نظر آتے ہیں وہ  
کرتے ہیں شکِ سحر گاہی سے جو خالِ دُشو  
جانتے ہیں جس پر روشن باطنِ ایام ہے  
مزدکیتِ فتنہ رُفروا نہیں اسلام ہے



جانتا ہوں میں یہ اُمتِ حائلِ قرآن نہیں  
ہے وہی سرمایہ داری بندہ مومن کا دیں  
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں  
بے یدرِ نیاس ہے پیرانِ حسد کی آستیں  
عصرِ حاضر کے تقاضاؤں کے لیے لیکن یہ خوف  
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ چہرِ سیمہ نہیں

اس نذر آیین پیغمبر سے موبار الخضر  
 حافظِ ناموس زن، مرد آرمنا، مرد فاسدیں  
 موت کا پیغام ہر مردِ نوحِ غلامی کے لیے  
 نئے نئی غفورو خاقان نے فقیرِ ریشیں  
 کرتا ہے دولت کو ہر لودگی سے پاک صاف  
 منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں  
 اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا نسب  
 پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں  
 چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب  
 یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محمد و مہدیں  
 ہے یہی بسترِ الہیات میں العجب اسے  
 یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں العجب اسے



توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں طلسمِ شش جہات  
 ہونہ روشن اس خداوند شیر کی تاریک رات

ابن مریم مرگسب یا زندہ حب وید ہے ؟  
 میں نجاتِ حقِ حق سے جدا یا میں ذات ؟  
 آنے والے کے سیرِ نامہ ہی مقصود ہے  
 یا مجدد جس میں ہوں سندِ مدیم کے نجات ؟  
 ہیں کلامِ اللہ کے انساںِ حادث یا قدیم  
 امتِ موعود کی ہے کس عقیدے میں نجات ؟  
 کیا مسلمان کے لیے کافی نہیں اس دور میں  
 یہ الہیات کے ترشے ہوئے لات و منات ؟  
 تم اسے بیگانہ رکھو عالمِ کردار سے  
 تا بساطِ زندگی میں اس کے سب تمہے ہوں نات !  
 خیر اسی میں ہے قیامت تک رہے مومن غلام  
 چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہانِ شبّات  
 ہے وہی شعر و تصوف اس کے حق میں خوب تر  
 جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تماشا کے حیات !  
 ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں  
 ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات !

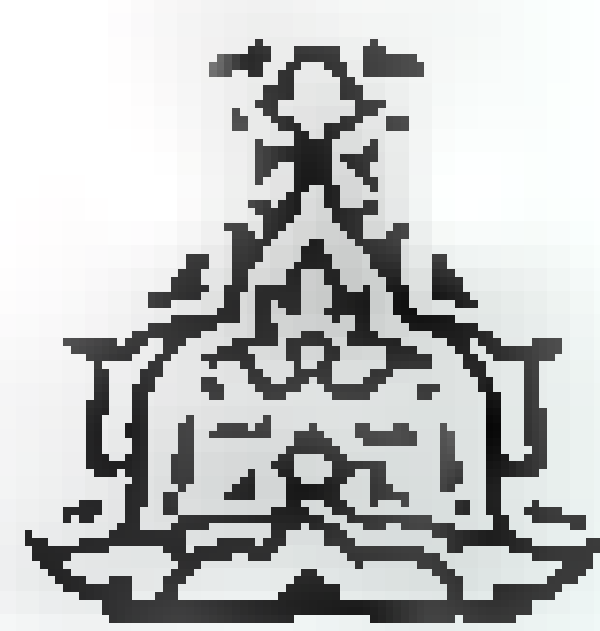
مست رکھو ذر و ذرِ سب جگہ ہی میں اسے  
پنختہ ترکہ دو مزاجِ خانست ہی میں اسے



## بڈھے بلوچ کی نصیحتیں

ہو تیرے بیاباں کی ہوا تجھ کو گوارا  
اس دشت سے بہتر ہے نہ دلی نہ بکٹارا  
جس سمت میں چاہے صفت سیل رواں چل  
وادیِ پیماری ہے وہ صحرایِ بھی ہمارا  
غیرت ہے بڑی پسینہ جہانِ تنگ دو میں  
پہنائی ہے درویش کو تاجِ سردارا  
حاصل کسی کامل سے یہ پوشیدہ ہنر کہ  
کہتے ہیں کہ شیشہ کو بنا سکتے ہیں خارا  
افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی قسمت  
ہر فرد ہے ملت کے مستدرک اشارا

مخدوم ربا دولتِ دریا سے وہ غواص  
 کرتا نہیں جو صحبتِ ساحل سے کنار  
 دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت  
 ہے ایسی تحبِ ارت میں سلساں کا خارا  
 دنیا کو ہے پھر سدا کہ روح و بدن پیش  
 تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اچھا  
 اللہ کو پامردی مومن پہ بھروسہ  
 ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا  
 تقدیرِ الم کیا ہے؟ کوئی کہہ نہیں سکتا  
 مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشار  
 حسنِ عمل مانگ نیا گان کہن سے  
 شاہاں چہ عجب گر بنوا زند گدا را!



# تصویر و مصوّر

## تصویر

کہا تصویر نے تصویر گر سے  
نمائش ہے مری تیرے ہنر سے  
ولیکن کس قدر ناانصافی ہے  
کہ تو پوشیدہ ہو میری نظر سے!

## مُصوّر

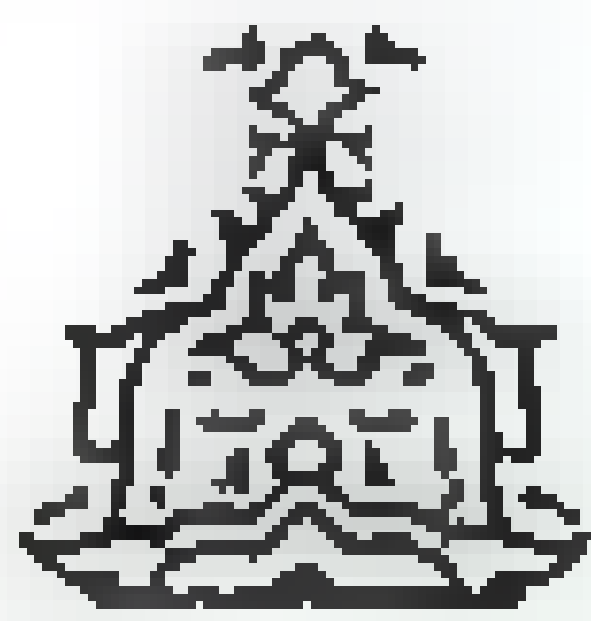
گراں ہے چشمِ بینا دیدہ و ر پر  
جہاں بینی سے کیا گزری شر پر!  
نظر درد و غم و سوز و تب و تاب  
تو اے ناداں قناعت کر خبر پر

## تصویر

خبر عقل و خسرو کی ناتوانی  
نظر دل کی حیات جاودانی  
نہیں ہے اس زمانے کی تگ و تار  
سزاوار حدیثِ لہن ترائی

## مُصَوِّر

تو ہے میرے کمالات ہنر سے  
نہ ہو تو میدا اپنے نقشِ گھر سے  
میرے دیدار کی ہے اک یہی شرط  
کہ تو بنہاں نہ ہو اپنی نظر سے !





# عالمِ برزخ

## مردہ اپنی قبر سے

کیا شے ہے؟ کس امروز کا فردا ہے قیامت؟  
اے میرے شبستانِ کہن! کیا ہے قیامت؟

## قبر

اے مردہ صد سالہ! تجھے کیا نہیں معلوم؟  
ہر موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت!

## مردہ

جس موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت  
اُس موت کے پھندے میں گرفتار نہیں ہیں

ہر چند کہ ہوں مُردہ صد سالہ و لیکن  
ظلمتِ کدہ خاک سے بیزار نہیں میں  
ہو رُوح پیکر اک بار سوار بدنِ زار!  
ایسی ہے قیامت تو خسریدار نہیں میں

### صدائے غیب

نے نصیب مار دکشِ دم نے نصیبِ اُم و دود  
مے فقط محکوم قوموں کے لئے مرگِ ابد!  
بانگِ اسرافیل ان کو زندہ کر سکتی نہیں  
رُوح سے تنہا زندگی میں بھی تھی جن کا جسد  
مر کے جی اٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام  
گرچہ ہر ذی روح کی منزل ہے آغوشِ لحد

### قبر

(اپنے مردے سے)

آہ ظالم! تو جہاں میں بشارتِ محکوم تنہا؟

میں نہ سمجھی تھی کہ ہے کیوں خاک پیری سوزناک  
 تیری میت سے مری تاریکیاں تاریک تر  
 تیرے میت سے زمیں کا پردہ ناموس چاک!  
 الحذر محکوم کی میت سے سو بار الحذر  
 اے سرافیل! اے خارے کائنات! اے جان پاک!

### صدرائے غیب

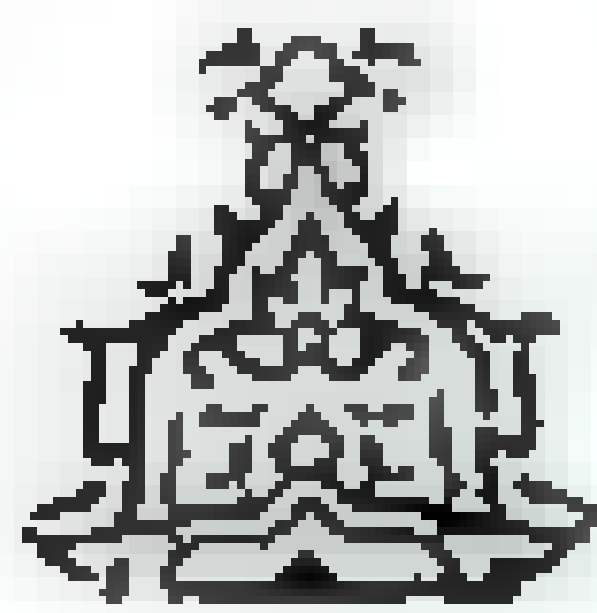
گرچہ برہم ہے قیامت سے نظام ہست و بود  
 ہیں اسی آشوب سے بے پردہ اسرار وجود  
 زلزلے سے کوہ و دریا اڑتے ہیں مانندِ سحاب  
 زلزلے سے وادیوں میں تازہ چشموں کی نمود  
 ہر نئی تعمیر کو لازم ہے تخریب تمام  
 ہے اسی میں مشکلاتِ زندگانی کی کشود

### زمین

آہ یہ مرگِ دوام! آہ یہ رزمِ حیات!

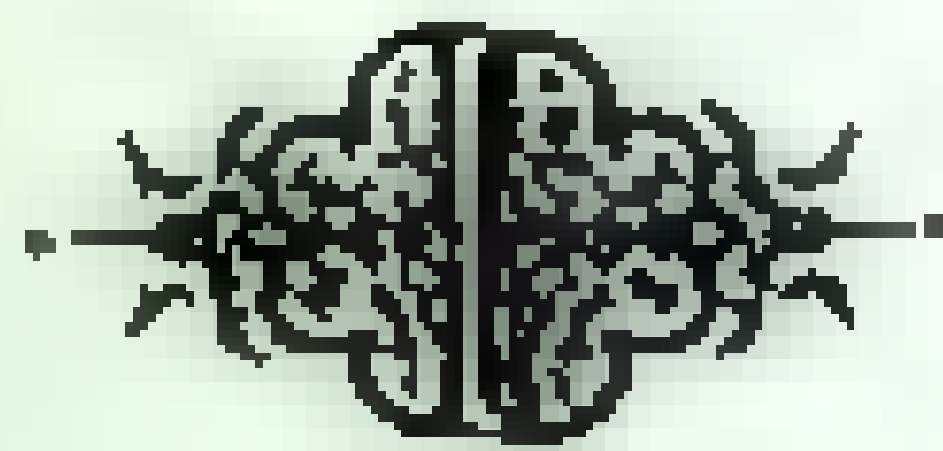


ختم بھی ہوگی کبھی کشمکشِ کائنات !  
 عقل کو ملتی نہیں اپنے بتوں سے نجات !  
 عارف و عامی تمام بندۂ لات و منات !  
 خوار ہوا کس قدر آدمِ یزداں صفات !  
 قلب و نظر پر گراں ایسے جہاں کائنات !  
 کیوں نہیں ہوتی سحر حضرتِ انساں کی رات ؟



## معزول شہنشاہ

ہو مبارک اس شہنشاہِ نکوفنِ جام کو  
 جس کی قربانی سے اسرارِ ملکیت ہیں فاش  
 شاہ ہے برطانوی مندریں اک مٹی کا بُت  
 جس کو کر سکتے ہیں جب چاہیں پجاری پاش پاش  
 ہے یہ مشکِ آمیز افیوں ہم غلاموں کے لئے  
 ساحرِ انگلیس! مارا خواجہ دیگر تراش!



## دوزخی کی مناجات

اس دیر کہن میں ہیں غرض مست و بختاری  
 رنجیدہ بتوں سے ہوں تو کرتے ہیں خراباد!  
 یوجا بھی ہے بے سود نمازیں بھی ہیں بے سود  
 قسمت ہے غریبوں کی وہی مالہ و فریاد!  
 ہیں گرجہ بلندی میں عمارات فلک بوس  
 ہر شہر حقیقت میں ہے ویرانہ آباد!  
 تیشے کی کوئی گردش تقدیر تو دیکھے  
 سیراب ہے پرویز، جگر تشنہ ہے فریاد!  
 یہ حکمت یہ سیاست یہ تجارت  
 جو کچھ ہے وہ ہے فکرِ ملوکانہ کی ایجاد!  
 اللہ! ترا شکر کہ یہ خطہ پر سوز  
 سوداگرِ یورپ کی غلامی سے ہے آزاد!

## مسنود مرحوم

یہ مہر و مر یہ ستارے یہ آسمانِ کبود  
 کسے خبر کہ یہ عالم عدم ہے یا کہ وجود  
 خیالِ جادہ و منزلِ فسانہ و افسوں  
 کہ زندگی ہے سراپا رخیلِ بے مقصود  
 رہی نہ آہ زمانے کے ہاتھ سے باقی  
 وہ یادگارِ کمال است احمد و مسعود  
 زوالِ علم و ہنسِ مرگ ناگہاں اسکی  
 وہ کارِ دہاں کا متاعِ گراں بہا مسعود  
 مجھے رُلائی ہے اہلِ جہاں کی بیدردی  
 فغانِ مرغِ سحرِ خواں کو جاتے ہیں سرود  
 نہ کہہ کہ صبر میں پنہاں ہے چارہ غمِ دوست  
 نہ کہہ کہ صبرِ معتمائے موت کی ہے کشود



دستِ کہ عاشق و صابر بود مگر سنگ است  
ز عشق تا بہ صبور می ہزار فرسنگ است

نہ مجھ سے پوچھ کہ عمر گر نیر یا کیا ہے  
کسے خبر کہ یہ نیرنگ و سیمیا کیا ہے  
ہوا جو خاک سے پیدا وہ خاک میں مستور  
مگر یہ عیبتِ صغرے ہے یا فنا کیا ہے؟  
غبارِ راہ کو بخشا گیا ہے فوقِ جمال  
خبر رو بتا نہیں سکتی کہ مدعا کیا ہے  
دل و نظر بھی اسی آب و گل کے ہیں اعجاز  
نہیں تو حسرتِ انساں کی انتہا کیا ہے؟  
جہاں کی روح رواں لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
سین و سیخ و چلبیا یہ ماجب کیا ہے؟  
قصاصِ خونِ ثمتا کا مانگئے کس سے  
گناہِ گمار ہے کون اور خوں بہا کیا ہے؟

نہیں مشو کہ بہ بیستِ جہاں گرفتار بہم  
طلسمِ ہاشکندراں دے کہ ما واریم!

خودی ہے زندہ تو ہے موت اک مقامِ حیات  
 کہ عشقِ موت سے کرتا ہے امتحانِ ثبات  
 خودی ہے زندہ تو دریا ہے سیکراندہ ترا  
 ترے فراق میں مضطرب ہے موجِ نیلِ فرات  
 خودی ہے مردہ تو مانندِ گاہِ پیشِ نسیم  
 خودی ہے زندہ تو سلطانِ جملہ موجودات  
 نگاہِ ایک تجلی سے ہے اگر محسوس  
 دو صد ہزار تجلی تلافیِ مانات  
 مقامِ بندہ مومن کا ہے دل کے پہر  
 زمیں سے تابِ شریا تمامِ لات و منات  
 حریمِ ذات ہے اس کا نشیمنِ ابدی  
 نہ تیرہ خاکِ لحد ہے نہ جلوہ گاہِ صفات  
 خود آگہاں کہ انہیں خاکِ اں بروں جہند  
 طلسمِ مہر و سپہر و ستارہ بشکستند

## آوازِ غیب!

آتی ہے دمِ صبح صدا عرشِ بریں سے  
 کھویا گیا کس طرح ترا جو ہر اذراک!  
 کس طرح ہوا گند ترا نشترِ تحقیق؟  
 ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک؟  
 تو ظاہر و باطن کی خلافت کا سزاوار  
 کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلامِ خس و خاشاک؟  
 مہر و مہر و انجسم نہیں محکمِ ترے کیوں؟  
 کیوں تیری نگاہوں سے لرزتے نہیں فلاک؟  
 اب تک ہے رواں گرچہ لہو تیری رگوں میں  
 نے گرمی افکار، نہ اندیشہ بیباک!  
 روشن تو وہ ہوتی ہے جہاں میں نہیں ہوتی  
 جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہے نگہ پاک!  
 باقی نہ رہی تیسری وہ آئینہ ضمیری!  
 اے کشتہٴ سلطانی و ملانی و پیری!

## رباعیات

①

مری شاخِ امل کا ہے شرکیا  
تری تقدیر کی مجھ کو خبر کیا  
کلی گل کی ہے محتاجِ کشود آج  
نسیم صبح فردا پر نظر کیا !

②

فراغت دے اسے کارِ جہاں سے  
کہ چھوٹے ہر نفس کے امتحاں سے  
ہوا پیری سے شیطان کہنہ اندیش  
گناہِ تازہ تر لائے کہاں سے !

(۳)

دگرگوں عالمِ شام و سحر کر  
 جہانِ خشک و تر زیرِ دُبر کر  
 رہے تیسری خدائی داغ سے پاک  
 مرے بے ذوق سجدوں سے حذر کر!

(۴)

غریبی میں ہوں محسوسِ امیری  
 کہ غیرت مندر ہے میری فقیری  
 حذر اس فقر و درویشی سے جس نے  
 مسلمان کو سکھادی سربزیری!

(۵)

خرد کی تنگ دامانی سے فریاد  
 تجلی کی منراوانی سے فریاد  
 گوارا ہے اسے لظارۂ غیر  
 نگہ کی نامسمانی سے فریاد

(۶)

کہا اقبال نے شیخِ حرم سے  
تیرے حرابِ مسجد ہو گیا کون ؟  
بندِ مسجد کی دیواروں سے آئی  
فرنگی بٹکرے میں کھو گیا کون ؟

(۷)

کہیں ہنگامہ ہائے آرزو سرد  
کہ ہے مردِ مسلمان کا اہوسرد  
بُتوں کو مسیری لادینی مبارک  
کہ ہے آج آتشِ اللہ ہو سرد !

(۸)

حدیثِ بندہٴ مومن دل آویز  
جگر پر خوں، نفس روشن، نگہ تیز !  
میسر ہو کے دیدار اس کا  
کہ ہے وہ رونقِ محفل کم آمیز !

④

تم سبز خار و گل سے آشکارا  
نسیمِ صبح کی روشن ضمیری!  
حفاظتِ پھول کی ممکن نہیں ہے  
اگر کانٹے میں ہو خویِ حریری!

⑩

نہ کر ذکرِ فراق و آشنائی  
کہ اصلِ زندگی ہے خود نمائی  
نہ دریا کا زیاں ہے لے گھر کا  
دلِ دریا سے گوہر کی جُسدائی!

⑪

ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے؟  
خودی تیری مسماں کیوں نہیں ہے؟  
عبث ہے شکوۂ تقدیرِ نیرواں  
تو خود تقدیرِ نیرواں کیوں نہیں ہے؟

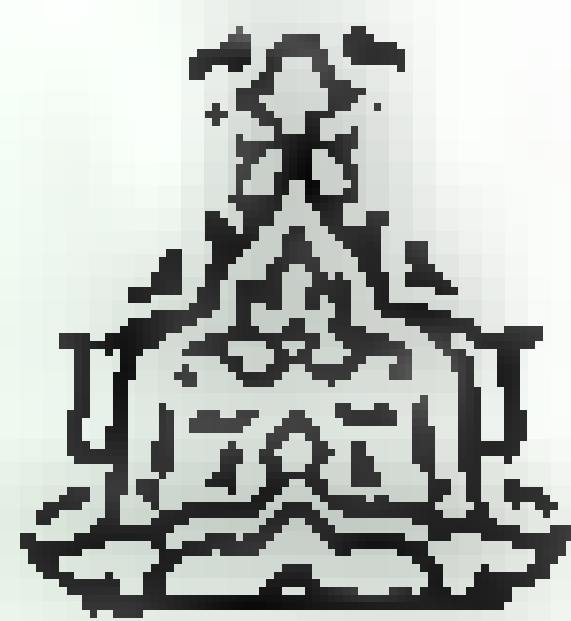


۱۲

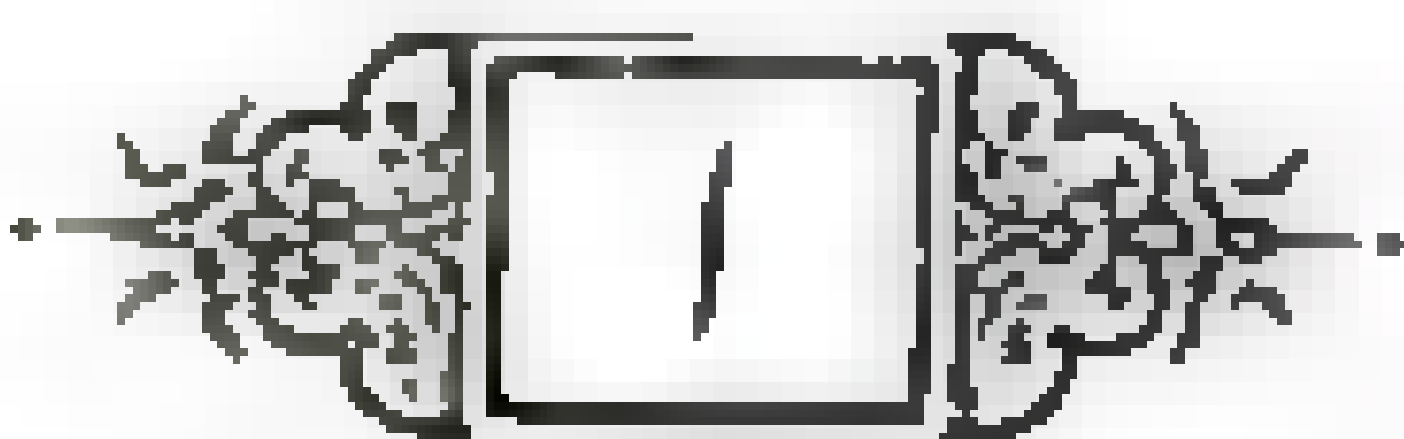
خرد دیکھے اگر دل کی نگہ سے  
جہاں روشن ہے نورِ لآلہ سے  
فقط اک گردشِ شام و سحر ہے  
اگر دیکھیں فسردِ غمِ ہر دم سے!

۱۳

کبھی دریا سے مثلِ موج ابھر کر  
کبھی دریا کے سینے میں اتر کر  
کبھی دریا کے ساحل سے گزر کر  
مقامِ اپنی خوری کا فاشش ترکر!



# مظاہر اودھیم لولابی کشمیری کا بیاض



پانی ترسے چشموں کا تڑپتا ہوا بسماب  
مرغانِ سحر تیری فشاؤں میں ہیں بقیاب  
اے ادنیٰ لولاب!

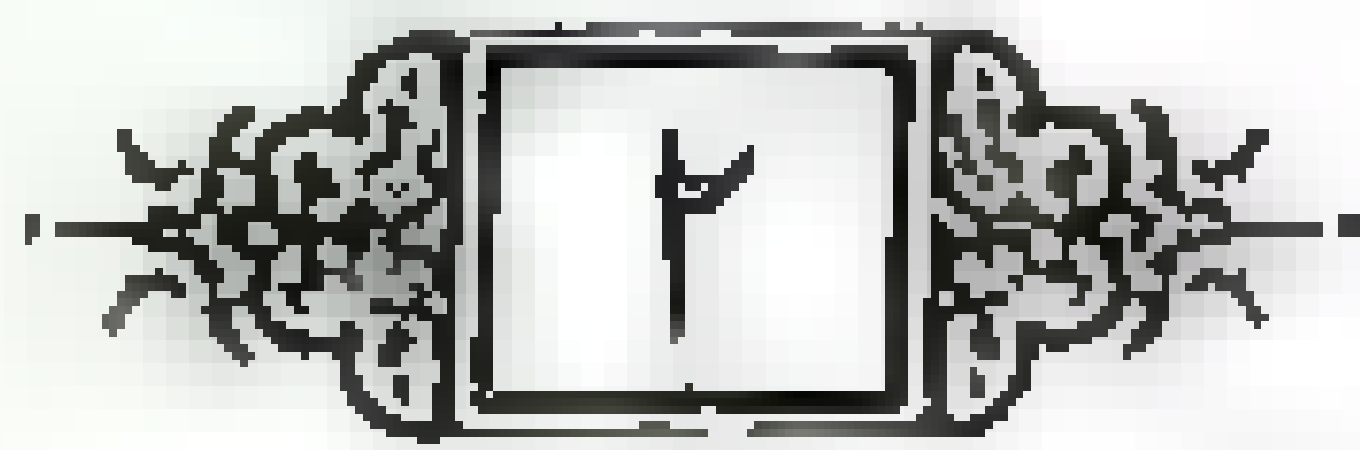
گر خدا صاحبِ ہنر کا مہ نہ ہو نہ سبِ بزمِ محراب  
دیں بندۂ مومن کے لیے موت سے یثوب  
اے ادنیٰ لولاب!

ہیں سارے یہ موقوفِ نوا ہاں سے جگر تو  
ڈھیلے ہوں اترتا تو سبے کا رہے منہ راب  
اے ادنیٰ لولاب!

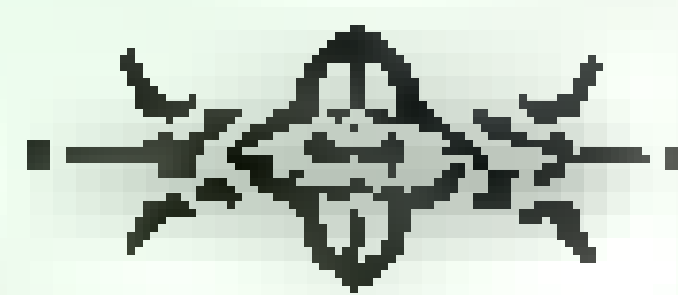
طاکی نطسہ نورِ فراست سے ہے خالی

بے سوز ہے سیمینہ صوفی کی مئے ناب  
اے ادنیٰ لولاب!

بیدار ہوں دل جس کی فغانِ حسدی سے  
اس قوم میں مدت سے درویش ہے نایاب  
اے ادنیٰ لولاب!



موت ہے اک سخت تر جس کا غلامی ہے نام  
مکر و فنِ خوابِ بگی کا شش سمجھتا غلام  
شریع ملوکانہ میں جدتِ احکام دیکھ  
صور کا غوغا حلالِ بشر کی لذتِ حرام  
اے کہ غلامی سے ہے روح تری منہمک  
سیلنہ بے سوز میں ڈھونڈ منہودی کا عتہام



۳۷

آج وہ ضمیر ہے محکوم و مجبور و فستیر  
 کل جسے اہل نفس نہ کہتے تھے پرانے ضمیر  
 سینہ افلاک سے اٹھتی ہے اسوزِ ناک  
 مرد حق ہوتا ہے جب مرعوبِ سلطانِ امیر  
 کہ رہا ہے داستانِ بیدردیِ آیام کی  
 کوہ کے دامن میں وہ غمِ خانہ و ہفتانِ پیر  
 اویہ قومِ نجیب و چربِ دست و تر و داغ  
 ہے کہاں روزِ مکافات لے خدائے برگیر؟

۳۸

گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا ہو  
 تھر تھرا تا ہے جب ان چار سو و رنگ و بو  
 پاک ہوتا ہے ظن و تخیل سے انساں کا ضمیر  
 کرتا ہے سدا راہ کو روشن چرخِ ارزو

وہ پُرانے چاکِ جن کو عقل ہی سکتی نہیں  
عشقِ سیما ہے انھیں بے سوزن و تارِ رُفُو  
ضررِ بتِ پیم سے بوجا تا ہے آخرِ پاشِ پاش  
حاکمیت کا بتِ سنگِ گیں دل و آئینہ رو

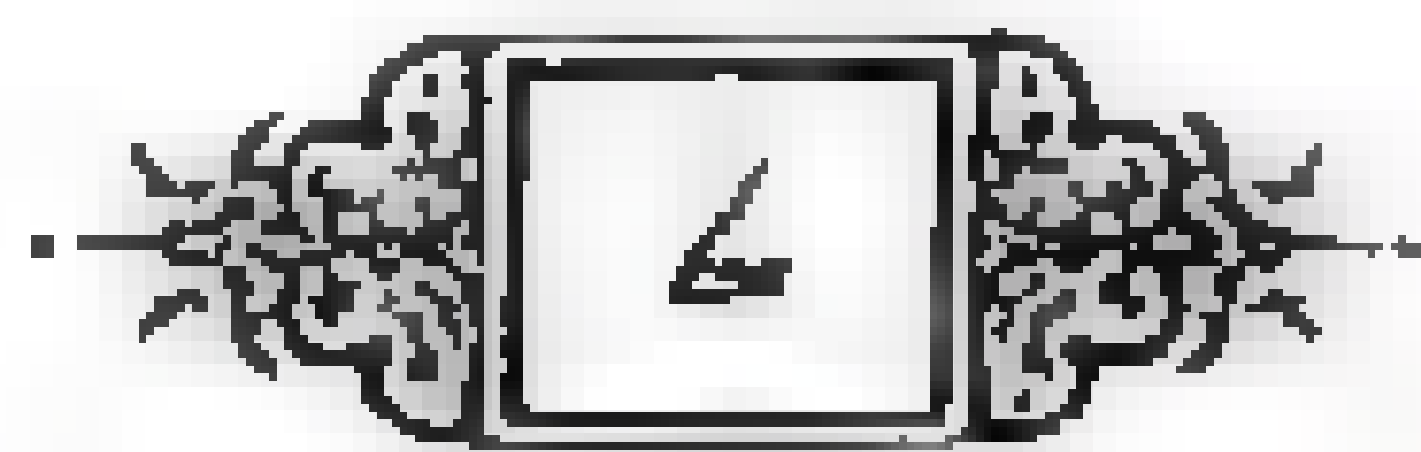
۵

درِاج کی پرواز میں ہے شوکتِ شاہیں  
حیرت میں ہے صیادِ یہ شاہیں ہے کہ درِاج  
ہر قوم کے افکار میں پیدا ہے تھم  
مشرق میں ہے فردائے قیامت کی نمودِ آج  
فطرت کے تقاضوں سے ہوا شتر پہ بچور  
دو مُردہ کہ تھا باناسِ سِرافیل کا محتاج

۶

زندوں کو بھی معلوم ہیں صوفی کے کلمات  
ہر چہند کہ مشہور نہیں ان کے کرامات

خود گیری و خود داری و گلبانگِ انا اتم  
 آزاد ہو سالک تو ہیں یہ اس کے مقامات  
 محکوم ہو سالک تو ہیں اس کا ہول و مست  
 خود مردہ و خود مرستہ و خود مرگِ مشابہات



نکل کر خانقاہوں سے ادا کر سہمِ شہبیری  
 کہ فقرِ خافتہ ہی ہے فقط اندوہ و دلگیری  
 تے دینِ ادب سے آرہی ہے بونے بہانی  
 یہی ہے مرنے والی اُمتوں کا عالمِ پیری  
 شیاطینِ ملکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو  
 کہ خودِ پنچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ شہبیری  
 چہ بے پروا گدشتہ از نوائے صبح گاہِ من  
 کہ پرواں شور وستی از سیہ پشمانِ شہبیری



۸

سمجھا ہو کی بوند اگر تو اسے تو نہیں  
 دل آدمی کا ہے فقط اک جذبہ بے بند  
 گردشِ مہ و ستارہ کی ہے ناوار اسے  
 دل آپ اپنے شام و سحر کا ہے نقشِ بند  
 جس خاک کے ضمیر میں ہے آتشِ چہار  
 ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاکِ زمبند

۹

کھلا جب ہمیں کتنے سنا نہ گل  
 نہ کام آیا ملا کو علمِ ستابی  
 متانت شکن تھی ہوا سے بہاراں  
 غمِ دلخواں ہوا پرکِ اندِ رابی  
 کہا لالہ آتشیں پس ہم نے  
 کہ اسرارِ جاں کی ہوں میں بے حجابی

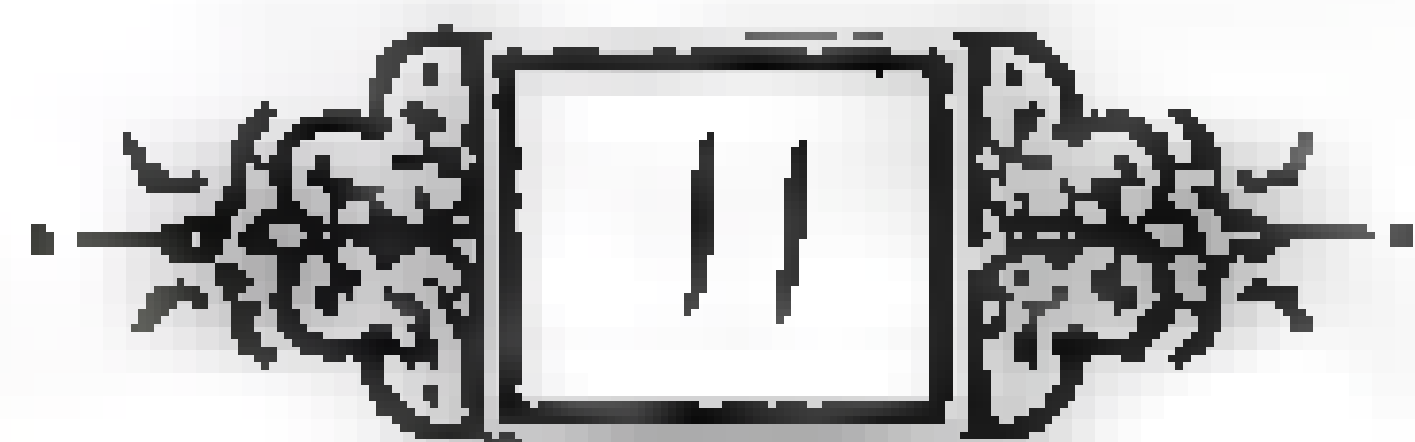


سمجھتا ہے جو موت خوابِ لحد کو  
 نہاں اس کی تعمیر میں ہے خرابی  
 نہیں زندگی سلسلہ روز و شب کا  
 نہیں زندگی مستی و نیم خوابی  
 حیات است در آتشِ خود پسیدن  
 خوش آن دم کہ این نکستہ بازیابی  
 اگر ز آتشِ دل شراستے بگیری  
 توں کرد زیرِ سنگِ آفتابی

۱۵

آزاد کی رگ سخت ہے مانند رگِ سنگ  
 محکم کی رگ نرم ہے مانند رگِ تاک  
 محکم کا دل مردہ و افسردہ و نومید  
 آزاد کا دل زندہ و پُر سوز و طرب ناک  
 آزاد کی دولتِ دل روشن نفسِ گرم  
 محکم کا سرمایہ فقط دیدہ و نماک

محسوم ہے بیگانہ حسدِ اس مروت  
 جبرِ پسند کہ منطق کی دیسلوں میں ہے پلاک  
 ممکن نہیں محسوم ہو آزاد کا ہمد و شش  
 وہ بندۂ افلاک ہے یہ خواجہ افلاک



تسام عارف و عامی خودی سے بیگانہ!  
 کوئی بتائے یہ سب سے یا کہ میخانہ!  
 یہ رازِ ہم سے چھپا یا ہے میسرِ اعظم نے  
 کہ خودِ حسد سے چراغِ حسد کا پروانہ  
 ملامت ہے بے خبری، کافری و دینداری  
 حدیثِ شیخ و برہمن فسون و افسانہ  
 نصیبِ خطہ ہو یارب و برب و درویش  
 کہ جس کے فستدر میں انداز ہوں کلیمانہ  
 چھپے رہیں گے زمانہ کی آنکھ سے کب تک  
 کہ سر ہیں آبِ وِار کے تمام یک دانہ

۱۲

وگروں جہاں ان کے زورِ عمل سے  
 بڑے معرکہ کے زندہ قوموں نے اسے  
 منجستہ کی تقویم فردا سے باطل  
 گرے آسمان سے پرانے ستارے  
 ضمیرِ جہاں اس قدر آشیں ہے  
 کہ دریا کی موجوں سے ٹوٹے ستارے  
 زمیں کو فراغت نہیں زلزلوں سے  
 نمایاں ہیں فطرت کے باریک اشارے  
 ہمارے کپشے ابلتے ہیں کب تک  
 خضرِ موحیت ہے در کے کنارے

۱۳

نشانِ ہی سبے زمانے میں زندہ قوموں کا  
 کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں

کمالِ صدق و مروت ہے زندگی ان کی  
 معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں  
 قلندرانہ ادائیں اسکتے درانہ جلال  
 یہ آستیں ہیں جہاں میں بربتنہ شیریں  
 خودی سے مردِ خود آگاہ کا جمال  
 کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں  
 شکوہ عیسٰی کا منکر نہیں ہوں میں یہ کہن  
 متبولِ حق ہیں فقط مردِ حسرتی بگیریں  
 حکیمِ میسری نواؤں کا راز کیا جانے  
 وراستے عقل ہیں اہل جنوں کی تدبیریں



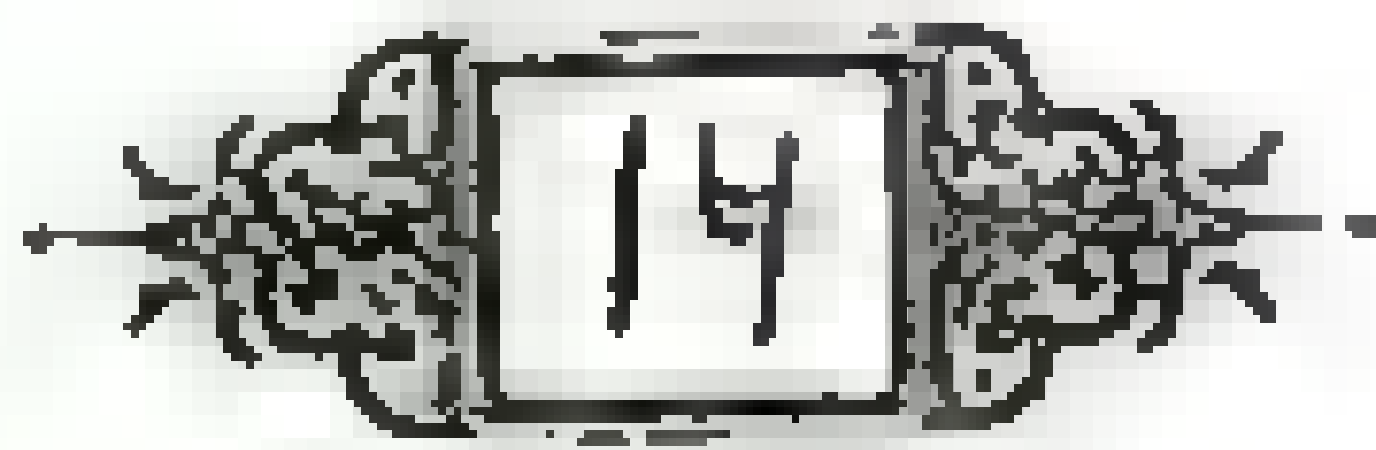
چہ کا فسرانہ قمارِ حیاست می بازی  
 کہ بازمانہ بسازی بخود نمی سازی  
 دگر بگذرے ہائے حسرت می بسیم  
 دلِ جستید و نگاہِ غسالی و رازی

حکیمِ حقّی اٹھنہم کہ فطرتِ ازلیست  
 بینِ مدوہ سداً است کا شربانی  
 حسانِ فقیرِ ازل گفت جبرِ شاہیں را  
 با سحرِ کروی با زہیں نہ پروازی  
 منہ کہ توبہ نہ کردم ز فاشش گوئی ما  
 زہیم این کہ سلطان کنند غمازی  
 بدستِ مانہ سم قسندشے بخارا ایست  
 دغا بگوز فستیراں بہ ترکِ شیرازی

۱۵

ضمیرِ مغرب ہے تاجرانہ، ضمیرِ مشرق ہے اہلبانہ  
 وہاں دگرگوں ہے لفظِ لفظِ یہاں بدلتا نہیں زمانہ  
 کنارِ دریا خضر نے مجھ سے کہا بانڈا ز محسدا  
 سکندری ہو قلندر ہو یہ سب طریقے ہیں سادرا  
 حریف اپنا سمجھ رہے ہیں مجھے خدایانِ خانقاہی  
 انہیں یہ ڈر ہے کہ میرے نالوں سے شوق نہ ہو شاہ آستانہ

غلامِ قوموں کے غم و عرفان کی ہے یہی رمزِ اشکارا  
 زمیں اگر تنگ ہے تو کیا ہے فضا کے گردوں سے بے کرانہ  
 خبر نہیں کیا ہے نامِ اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی؟  
 عمل سے فارغ ہوا مسلمان بنا کے قسمتِ دیر کا ہمانہ  
 مری اسیری پہ شاخِ گل نے یہ کہہ کے عیاد کو درایا  
 کہ ایسے پرمسوز نغمہ خواں کا گراں نہ تھا مجھ پہ آشیانہ



عاجت نہیں اسے خطہ گلِ شرح و بیاں کی  
 تصویر ہمارے دل پر بخوں کی ہے لالہ  
 قسمتِ دیر ہے اک نامِ مکافاتِ عمل کا  
 دیتے ہیں یہ پتہ نامِ خدا یاں مسالہ  
 سرما کی ہواؤں میں ہے عریاں بدن اس کا  
 دیتا ہے ہنر جس کا ایسے دس کو دوشالہ  
 ایسے نہ رکھ دولتِ دنیا سے وفا کی  
 رم اس کی طبیعت میں ہے مانندِ غزالہ

۱۷

خود اکہ ہی نے سکھادی سب سے کون فراموشی  
سرام آئی ہے اس مرد مجاہد پر زرد پوشی

۱۸

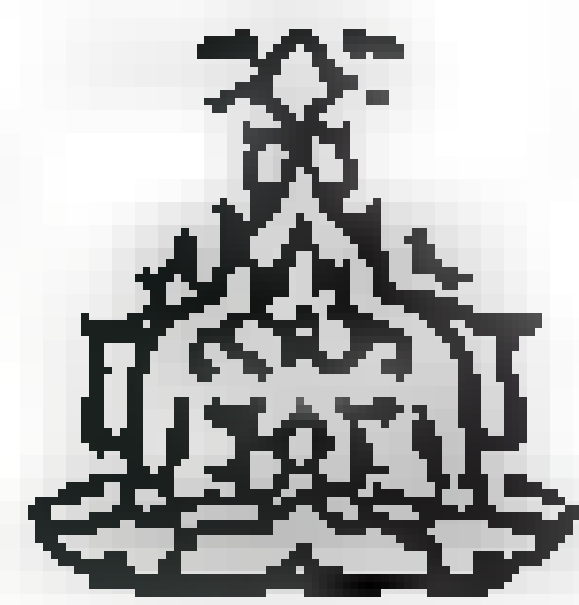
آں غزیم طلبند اور آں سورِ حسد اور  
شمشیرِ پیرِ خوابی بازو سے پیر اور

۱۹

غریبِ شہر ہوں میں سُن تو سے مری فریاد  
کہ تیرے سینے میں کجی ہوں قیامتیں آباد  
مری نوا سے غم آلود ہے متارِ غمزہ  
جہاں میں غم نہیں دولتِ دلِ ناشاء  
گلہ سے مجھ کو زمانے کی کورِ ذوق سے  
سمجھتا ہے مری محنت کو محنتِ فریاد



”صدائے تیشہ کہ برنگ میخورد گراست  
 ز بربیدر کہ آوازِ تیشہ دگر است“

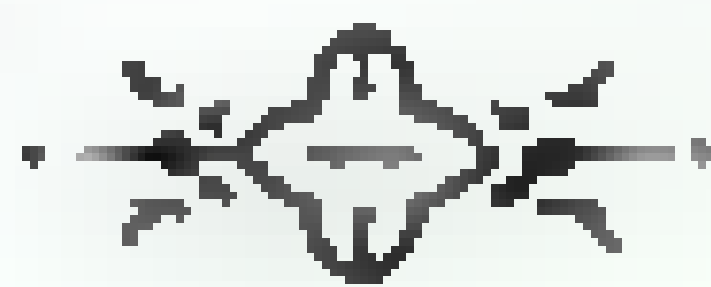


سہ صدائے تیرا خریہ تو مرزا جان خیر طیر از تیر کے مسموم  
 برافش خریطہ جو اہلِ شمس ہے۔

# سکرِ حمیدی صدرِ اعظم حمید آبادی کن کے نام

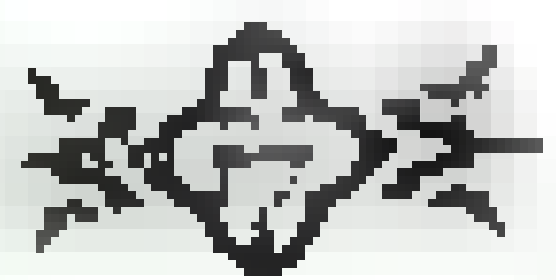
یومِ اقبال کے موقع پر توشہ خانہ خورشیدِ ملت مم کی طرف سے جو صاحبِ صدرِ اعظم کے ماتحت سب سے ایک ہزار روپیہ کا نایاب بطورِ توفیق نمونوں پہنے پر

تھایہ اللہ کا فائدہ ملے کہ شکوہ پر پُر  
دو قلندر کو کہ ہیں اس میں ٹوکا نہ صفات  
مجھ سے فائدہ مایا کہ ہے اور شہنشاہی کر  
حسن تدبیر سے دے آئی وفائی کو ثبات  
میں تو اس بارِ امانت کو اٹھاتا سرِ دوش  
کامِ دردِ شمس میں ہر تلخ سبے مانندِ نبات  
غیرتِ فقر مگر نہ سسکی اس کو قبول  
جب کہا اس نے یہ ہے میری خدائی کی کات



## حسین احمد

عجم هنوز نداند رموزِ دیں در نہ  
 ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بولہی است  
 سرود پر منبرِ سبر کہ عمت از وطن است  
 چہ بے خبر ز ممت ام محمدِ عربی است  
 بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ دوست  
 اگر بہ اوزرِ سعیدی تمام بولہی است



## حضرت انسان

جہاں میں دُش و بیش کی ہے کس درجہ رزائی!  
 کوئی شے چمپ نہیں سکتی کہ یہ عالم ہے نرانی  
 کوئی دیکھے تو ہے باریک فطرت کا حجاب اُتار  
 نمایاں ہیں فرشتوں کے تہمتہ سائے پہنائی  
 یہ دنیا دعوتِ دیدار ہے نذرِ آدمِ نو  
 کہ مسطور کو بخشا گیا ہے فوقِ عیانی  
 یہی فرزندِ آدم ہے کہ جس کے اشکِ ثویں سے  
 کیا ہے حضرتِ یزداں نے دریاؤں کو طوفانی!  
 فلک کو کیا خبر یہ خاکداں کس کا نشیمن ہے  
 غرضِ اہم سے ہے کس کے تہستان کی نگہبانی  
 اگر مقصودِ کل میں ہوں تو مجھ سے ماورا کیا ہے  
 مرے ہر سنگِ مہ ہائے نو بنو کی آہ کیا ہے؟

## اساریہ

(نوٹ: ۱) اشاریہ میں کلیات کے جن صفحات نمبر کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ نمبر برصغیر کے پتے دیے ہوئے ہیں صفحات کے اوپر والے نمبر الگ الگ کتاب کے لیے ہیں۔

شخصیات

۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶	ابن عربی: محی الدین: ۵۰۹	شخصیات
۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲	ابوالحسن: ۲۰۹	گزشتہ سہ ماہی: ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲
۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸	ابو عبد اللہ: ۲۱۱	۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰
۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴	ابو عبد اللہ: ۲۱۱	۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰
۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰	ابو عبد اللہ: ۲۱۱	۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰
۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶	ابو عبد اللہ: ۲۱۱	۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰
۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲	ابو عبد اللہ: ۲۱۱	۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰
۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸	ابو عبد اللہ: ۲۱۱	۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳







میل (سیح) : ۱۹۲۱ء ۱۹۲۲ء ۱۹۲۳ء

۱۹۲۴ء ۱۹۲۵ء

غالبؔ مرزا اسد اللہ خان ۱۸۹۰ء

۱۸۹۱ء ۱۸۹۲ء ۱۸۹۳ء

غزالی : ۲۰۳۱ء ۲۰۳۲ء ۲۰۳۳ء

غلام علی سیح : ج ۱

غلام قادر بیدل : ۲۱۷ء

غوری شہاب الدین : ۳۶۶ء

غزالی : ۲۳۸ء ۲۳۹ء ۲۴۰ء

غلام ربیع جلد ۱ : ۲۱۱ء

فاطمہ الزہراؓ حضرت : ۳۱۵ء

فرانسیس : ۱۹۱ء ۱۹۲ء

فردوسی : ۳۵۲ء

فرمان : ۳۱۷ء ۳۱۸ء ۳۱۹ء

۱۹۲۱ء

فرزاد : ۲۰۹ء ۲۱۰ء ۲۱۱ء

۱۹۲۲ء ۱۹۲۳ء

فضل حسین ایان : ۱۵۵ء

فغفور : ۲۰۴۱ء ۲۰۴۲ء ۲۰۴۳ء

فیصل امیر : ۲۹۱ء

فیض : ۲۲۵ء

قآنی حکیم : ۳۵۶ء

قادرول : ۳۲۳ء

قنی ملک : ۲۳۲ء

قیس دیکھے بھنوں : ۱

قیصر : ۲۴۰ء ۲۴۱ء ۲۴۲ء

۲۴۳ء

کارل مارکس : ۵۹۹ء

کرزن لارڈ : ۲۹۰ء

کسری : ۲۰۰ء ۲۰۱ء ۲۰۲ء

کیرت پرتوی : ۲۱۰ء ۲۱۱ء ۲۱۲ء

۱۵۹ء ۱۶۰ء ۱۶۱ء

۱۶۲ء ۱۶۳ء ۱۶۴ء

۱۶۵ء ۱۶۶ء ۱۶۷ء

۱۶۸ء ۱۶۹ء ۱۷۰ء

۱۷۱ء ۱۷۲ء ۱۷۳ء

۱۷۴ء ۱۷۵ء ۱۷۶ء

۱۷۷ء ۱۷۸ء ۱۷۹ء

۱۸۰ء ۱۸۱ء ۱۸۲ء

۱۸۳ء ۱۸۴ء ۱۸۵ء

۱۸۶ء ۱۸۷ء ۱۸۸ء

۱۸۹ء ۱۹۰ء ۱۹۱ء

کوپر ہیم : ۳۵ء

کے ربادشاہ کا نام : ۲۰۳ء

۵۸۹ء

گوستے : ۲۹۱ء ۲۹۲ء

لائک فیلو : ۵۶ء

لینن : ۳۹۸ء

لیٹی : ۱۰۷۸ء ۱۰۷۹ء ۱۰۸۰ء

۱۲۳ء ۱۲۴ء ۱۲۵ء

۱۸۲ء ۱۸۳ء ۱۸۴ء

۱۸۵ء ۱۸۶ء ۱۸۷ء

۱۸۸ء ۱۸۹ء ۱۹۰ء

ماہر ج : ۲۸۹ء

مجدد الف ثانی : ۳۵۰ء

مجنون : ۲۰۸ء ۲۰۹ء ۲۱۰ء

۱۹۷ء ۱۹۸ء

محراب گل (غنی) : ۶۲۵ء

۶۲۶ء

محمود : ۶۳۹ء

محمد رسول اللہ صلیم : ۳۵۰ء

۱۵۹ء ۱۶۰ء ۱۶۱ء

۱۶۲ء ۱۶۳ء ۱۶۴ء

۱۶۵ء ۱۶۶ء ۱۶۷ء

۱۶۸ء ۱۶۹ء ۱۷۰ء

۱۷۱ء ۱۷۲ء ۱۷۳ء

۱۷۴ء ۱۷۵ء ۱۷۶ء

۱۷۷ء ۱۷۸ء ۱۷۹ء

۱۸۰ء ۱۸۱ء ۱۸۲ء

۱۸۳ء ۱۸۴ء ۱۸۵ء

۱۸۶ء ۱۸۷ء ۱۸۸ء

محمد علی باب : ۵۰۸ء

محمود بخش حبیب : ۶۶۶ء

محمود غزنوی سلطان : ۱۶۵ء

۱۹۷ء ۱۹۸ء ۱۹۹ء

<p>اندلس : ۱۵۹ : ۳۹۰ ۳۹۳</p> <p>۳۹۰</p> <p>انگلستان : ۱۰۹ : ۱۰۳</p> <p>ایران : ۹ : ۱۵۲ : ۱۵۱</p> <p>۱۰۶ : ۳۰۳ : ۱۵۱ : ۱۱۳</p> <p>۱۶۴ : ۵۳۲</p> <p>ایشیا : ۱۳۱ : ۲۵۶ : ۱۰۴</p> <p>۲۵۵ : ۲۴۶ : ۱۳۱ : ۱۳۰</p> <p>۱۵۹۹</p> <p>ایمن (دادی) : ۲۳۳ : ۱۰۲</p> <p>بابل : ۱۵۲</p> <p>بختیاری : ۳۳۴ : ۱۵۱ : ۵۲۲</p> <p>۱۶۵ : ۱۰۹</p> <p>پنجشال : ۱۵۲</p> <p>بندار : ۱۳۳ : ۱۳۵ : ۲۶۲</p> <p>بحرایی : ۴۱۱ : ۴۴۶ : ۳۰۳</p> <p>۱۴۹ : ۵۰۰ : ۱۳۵ : ۴۳۹</p> <p>۱۵۶ : ۵۰۲ : ۱۰۸ : ۶۰۹</p> <p>۱۶۲</p> <p>پنجاب : ۱۰ : ۱۱ : ۴۸ : ۲۳۳</p> <p>۳۳۳ : ۵۵۱ : ۵۵۱ : ۵۸۹</p> <p>۱۵۲۳</p> <p>پیرس : ۱۵۶</p> <p>تبریز : ۲۶۸ : ۱۰۳</p> <p>ترکی (ترک) : ۲۶۸ : ۲۰۰ : ۲۶۳</p>	<p>فرج، حضرت : ۱۰۴</p> <p>نوشیروان : ۳۴۹</p> <p>نیشاد (پوشن) کا مشورہ شاعر فلسفی :</p> <p>۲۳۸ : ۳۵۹ : ۳۳۵</p> <p>سیار احمد شیخ : ۱۰</p> <p>وزیری : ۱۶۳۹</p> <p>بارون : ۳۵۰</p> <p>ہمایون، حبش شادیں : ۲۵۳</p> <p>بیگل : ۳۰۰</p> <p>یا حجت : ۲۰۹</p> <p>یوسف علیہ السلام : ۲۳۲ : ۱۳۲ : ۲۰۵</p>	<p>۳۰۳ : ۳۲۰ : ۳۳۰ : ۱۵۱</p> <p>۱۵۰ : ۱۵۰</p> <p>رستمی : ۲۵۳</p> <p>رفیق حضرت : ۱۰۱ : ۱۵۶</p> <p>۱۰۵ : ۱۰۵ : ۱۵۳</p> <p>مسولین : ۱۰۱ : ۱۰۱</p> <p>مسلم علی کمال پوتا : ۱۰۳ : ۱۰۰</p> <p>مہدی علی بابا : ۱۶۹۹</p> <p>مفتی بادشاہ کا نام : ۳۴۳</p> <p>مشاور : ۱۰۱ : ۱۰۱</p> <p>مہدی : ۱۰۱ : ۱۰۱</p> <p>مہدی بختیاری : ۱۰۹</p> <p>میرزا محمد نظام رسول : ۱۰</p> <p>میرزا حسین : ۱۰۳</p> <p>میر حسن بکری شید : ۱۰۱ : ۱۰۱</p> <p>میک ٹیڈرٹ : ۱۰۲</p> <p>نادر شاہ غازی ایران قناریستان :</p> <p>۱۰۱ : ۱۰۱ : ۱۰۱</p> <p>نایک بابا : ۱۰۱ : ۱۰۱</p> <p>نورین بریا پارت : ۱۰۱ : ۱۰۱</p> <p>نظام کن : ۱۰۱ : ۱۰۱</p> <p>نظامی گنجوی : ۱۰۱</p> <p>نیکلس ڈاکٹر : ۱۰۱</p> <p>نوروز : ۱۰۱ : ۱۰۱ : ۱۰۱</p> <p>۱۰۱</p>
---	---	--





موضوع

1970-1971

[illegible]

1. *Introduction*





تاریخ الفتی : ۳۹۳

تلفظ اعرابین : ۳۹۴

تغویب اسری : ۳۹۵

۱۲۱ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

تفہیم : ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

تقدیر : ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

توحید : ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

تغییب (غریب) : ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

جمیعت اقام شرق : ۳۳۳ ۳۳۳

جمہوریت : ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

بخت او کیے فردوس

چمار (چمار) : ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

چکور : ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

حسین (جنگ) : ۳۳۳ ۳۳۳

نمدا : ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳





۱۶۱'۱۶۵'۱۶۴'۱۶۸

۱۶۹'۱۷۰'۱۷۱'۱۷۲

۱۷۳'۱۷۴'۱۷۵'۱۷۶

۱۷۷'۱۷۸'۱۷۹'۱۸۰

۱۸۱'۱۸۲'۱۸۳'۱۸۴

۱۸۵'۱۸۶'۱۸۷'۱۸۸

۱۸۹'۱۹۰'۱۹۱'۱۹۲

۱۹۳'۱۹۴'۱۹۵'۱۹۶

۱۹۷'۱۹۸'۱۹۹'۲۰۰

۲۰۱'۲۰۲'۲۰۳'۲۰۴

۲۰۵'۲۰۶'۲۰۷'۲۰۸

۲۰۹'۲۱۰'۲۱۱'۲۱۲

۲۱۳'۲۱۴'۲۱۵'۲۱۶

۲۲۱'۲۲۲'۲۲۳'۲۲۴

۲۲۵'۲۲۶'۲۲۷'۲۲۸

۲۲۹'۲۳۰'۲۳۱'۲۳۲

۲۳۳'۲۳۴'۲۳۵'۲۳۶

۲۳۷'۲۳۸'۲۳۹'۲۴۰

۲۴۱'۲۴۲'۲۴۳'۲۴۴

۲۴۵'۲۴۶'۲۴۷'۲۴۸

۲۴۹'۲۵۰'۲۵۱'۲۵۲

۲۵۳'۲۵۴'۲۵۵'۲۵۶

۲۵۷'۲۵۸'۲۵۹'۲۶۰

۲۶۱'۲۶۲'۲۶۳'۲۶۴

۲۶۵'۲۶۶'۲۶۷'۲۶۸

۲۸۸'۲۸۹'۲۹۰'۲۹۱

۲۹۲'۲۹۳'۲۹۴'۲۹۵

۲۹۶'۲۹۷'۲۹۸'۲۹۹

۳۰۰'۳۰۱'۳۰۲'۳۰۳

۳۰۴'۳۰۵'۳۰۶'۳۰۷

۳۰۸'۳۰۹'۳۱۰'۳۱۱

۳۱۲'۳۱۳'۳۱۴'۳۱۵

۳۱۶'۳۱۷'۳۱۸'۳۱۹

۳۲۰'۳۲۱'۳۲۲'۳۲۳

۳۲۴'۳۲۵'۳۲۶'۳۲۷

۳۲۸'۳۲۹'۳۳۰'۳۳۱

۳۳۲'۳۳۳'۳۳۴'۳۳۵

۳۳۶'۳۳۷'۳۳۸'۳۳۹

۳۴۰'۳۴۱'۳۴۲'۳۴۳

۳۴۴'۳۴۵'۳۴۶'۳۴۷

۳۴۸'۳۴۹'۳۵۰'۳۵۱

۳۵۲'۳۵۳'۳۵۴'۳۵۵

۳۵۶'۳۵۷'۳۵۸'۳۵۹

۳۶۰'۳۶۱'۳۶۲'۳۶۳

۳۶۴'۳۶۵'۳۶۶'۳۶۷

۳۶۸'۳۶۹'۳۷۰'۳۷۱

۳۷۲'۳۷۳'۳۷۴'۳۷۵

۳۷۶'۳۷۷'۳۷۸'۳۷۹

۳۸۰'۳۸۱'۳۸۲'۳۸۳

۳۸۴'۳۸۵'۳۸۶'۳۸۷

۳۸۸'۳۸۹'۳۹۰'۳۹۱

روح : ۳۹۱'۳۹۲'۳۹۳'۳۹۴

۳۹۵'۳۹۶'۳۹۷'۳۹۸

۳۹۹'۴۰۰'۴۰۱'۴۰۲

۴۰۳'۴۰۴'۴۰۵'۴۰۶

۴۰۷'۴۰۸'۴۰۹'۴۱۰

۴۱۱'۴۱۲'۴۱۳'۴۱۴

۴۱۵'۴۱۶'۴۱۷'۴۱۸

۴۱۹'۴۲۰'۴۲۱'۴۲۲

۴۲۳'۴۲۴'۴۲۵'۴۲۶

۴۲۷'۴۲۸'۴۲۹'۴۳۰

۴۳۱'۴۳۲'۴۳۳'۴۳۴

۴۳۵'۴۳۶'۴۳۷'۴۳۸

۴۳۹'۴۴۰'۴۴۱'۴۴۲

۴۴۳'۴۴۴'۴۴۵'۴۴۶

۴۴۷'۴۴۸'۴۴۹'۴۵۰

۴۵۱'۴۵۲'۴۵۳'۴۵۴

۴۵۵'۴۵۶'۴۵۷'۴۵۸

۴۵۹'۴۶۰'۴۶۱'۴۶۲

۴۶۳'۴۶۴'۴۶۵'۴۶۶

۴۶۷'۴۶۸'۴۶۹'۴۷۰

۴۷۱'۴۷۲'۴۷۳'۴۷۴

۴۷۵'۴۷۶'۴۷۷'۴۷۸

۴۷۹'۴۸۰'۴۸۱'۴۸۲

۴۸۳'۴۸۴'۴۸۵'۴۸۶

۴۸۷'۴۸۸'۴۸۹'۴۹۰

۴۹۱'۴۹۲'۴۹۳'۴۹۴

یخسان المبدک : ۴۹۵  
روز سے خودی : ۴۹۶







۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵

قوتیت (اقرار) : ۱۶۱ ۶۹۶

۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰

۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴

۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸

۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲

۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶

۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰

۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴

۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸

۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲

۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶

۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰

۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴

۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸

قیامت : ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲

۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶

۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰

۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴

۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸

کافر : ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲

۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶

۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰

کبوتر : ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴

گرس : ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸

کلمات اقبال : ۱۶

کلیسا : ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴

۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸

۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲

۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶

۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰

۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴

۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸

۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲

۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶

۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰

۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴

۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸

۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲

۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶

۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰

۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴

۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸

۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲

۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶

۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰

۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴

۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸

۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲

۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶

مساجد : ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰

۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴

۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸

۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲

۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶

۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰

۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴

۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸

۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲

۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶

۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰

۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴

۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸

۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲

۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶

۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰

۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴

۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸

۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲

۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶

۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰

۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴

۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸

۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲

۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶



۱۰۰'۵۶۳'۵۳۹'۵۰۱

۶۸۱'۶۷۶'۶۷۰

مکن سلطان: ۱۱۳'۱۱۱'۱۱۶

۱۸۲'۱۸۱'۱۸۰'۱۱۹

۲۰۲'۲۰۱'۱۹۹'۱۹۵

۲۱۲'۲۱۱'۲۰۷'۲۰۲

۲۲۲'۲۲۱'۲۱۷'۲۱۳

۲۳۲'۲۳۱'۲۲۷'۲۲۳

۲۴۲'۲۴۱'۲۳۷'۲۴۳

۲۵۲'۲۵۱'۲۴۷'۲۵۳

۲۶۲'۲۶۱'۲۵۷'۲۶۳

۲۷۲'۲۷۱'۲۶۷'۲۷۳

۲۸۲'۲۸۱'۲۷۷'۲۸۳

۲۹۲'۲۹۱'۲۸۷'۲۹۳

۳۰۲'۳۰۱'۲۹۷'۳۰۳

۳۱۲'۳۱۱'۳۰۷'۳۱۳

۳۲۲'۳۲۱'۳۱۷'۳۲۳

۳۳۲'۳۳۱'۳۲۷'۳۳۳

۳۴۲'۳۴۱'۳۳۷'۳۴۳

۳۵۲'۳۵۱'۳۴۷'۳۵۳

۳۶۲'۳۶۱'۳۵۷'۳۶۳

۳۷۲'۳۷۱'۳۶۷'۳۷۳

۳۸۲'۳۸۱'۳۷۷'۳۸۳

۳۹۲'۳۹۱'۳۸۷'۳۹۳

۴۰۲'۴۰۱'۳۹۷'۴۰۳

۴۱۲'۴۱۱'۴۰۷'۴۱۳

۶۸۰'۶۷۰

مرت: ۱۱۳'۱۱۱'۱۱۶

۱۸۲'۱۸۱'۱۸۰'۱۱۹

۲۰۲'۲۰۱'۱۹۹'۱۹۵

۲۱۲'۲۱۱'۲۰۷'۲۰۲

۲۲۲'۲۲۱'۲۱۷'۲۱۳

۲۳۲'۲۳۱'۲۲۷'۲۳۳

۲۴۲'۲۴۱'۲۳۷'۲۴۳

۲۵۲'۲۵۱'۲۴۷'۲۵۳

۲۶۲'۲۶۱'۲۵۷'۲۶۳

۲۷۲'۲۷۱'۲۶۷'۲۷۳

۲۸۲'۲۸۱'۲۷۷'۲۸۳

۲۹۲'۲۹۱'۲۸۷'۲۹۳

۳۰۲'۳۰۱'۲۹۷'۳۰۳

۳۱۲'۳۱۱'۳۰۷'۳۱۳

۳۲۲'۳۲۱'۳۱۷'۳۲۳

۳۳۲'۳۳۱'۳۲۷'۳۳۳

۳۴۲'۳۴۱'۳۳۷'۳۴۳

۳۵۲'۳۵۱'۳۴۷'۳۵۳

۳۶۲'۳۶۱'۳۵۷'۳۶۳

۳۷۲'۳۷۱'۳۶۷'۳۷۳

۳۸۲'۳۸۱'۳۷۷'۳۸۳

۳۹۲'۳۹۱'۳۸۷'۳۹۳

۴۰۲'۴۰۱'۳۹۷'۴۰۳

۴۱۲'۴۱۱'۴۰۷'۴۱۳

۴۲۲'۴۲۱'۴۱۷'۴۲۳

۳۴۹'۳۴۸'۳۴۷'۳۴۶

۳۵۹'۳۵۸'۳۵۷'۳۵۶

۳۶۹'۳۶۸'۳۶۷'۳۶۶

۳۷۹'۳۷۸'۳۷۷'۳۷۶

۳۸۹'۳۸۸'۳۸۷'۳۸۶

۳۹۹'۳۹۸'۳۹۷'۳۹۶

۴۰۹'۴۰۸'۴۰۷'۴۰۶

۴۱۹'۴۱۸'۴۱۷'۴۱۶

۴۲۹'۴۲۸'۴۲۷'۴۲۶

۴۳۹'۴۳۸'۴۳۷'۴۳۶

۴۴۹'۴۴۸'۴۴۷'۴۴۶

۴۵۹'۴۵۸'۴۵۷'۴۵۶

۴۶۹'۴۶۸'۴۶۷'۴۶۶

۴۷۹'۴۷۸'۴۷۷'۴۷۶

۴۸۹'۴۸۸'۴۸۷'۴۸۶

۴۹۹'۴۹۸'۴۹۷'۴۹۶

۵۰۹'۵۰۸'۵۰۷'۵۰۶

۵۱۹'۵۱۸'۵۱۷'۵۱۶

۵۲۹'۵۲۸'۵۲۷'۵۲۶

۵۳۹'۵۳۸'۵۳۷'۵۳۶

۵۴۹'۵۴۸'۵۴۷'۵۴۶

۵۵۹'۵۵۸'۵۵۷'۵۵۶

۵۶۹'۵۶۸'۵۶۷'۵۶۶

۵۷۹'۵۷۸'۵۷۷'۵۷۶

۵۸۹'۵۸۸'۵۸۷'۵۸۶

۵۹۹'۵۹۸'۵۹۷'۵۹۶



۵۰۶' ۵۱۰' ۵۱۲' ۵۱۳' ۵۱۴'

۵۱۵' ۵۱۶' ۵۱۷' ۵۱۸' ۵۱۹'

۵۲۰' ۵۲۱' ۵۲۲' ۵۲۳' ۵۲۴'

۵۲۵' ۵۲۶' ۵۲۷' ۵۲۸' ۵۲۹'

۵۳۰' ۵۳۱' ۵۳۲' ۵۳۳' ۵۳۴'

۵۳۵' ۵۳۶' ۵۳۷' ۵۳۸' ۵۳۹'

۵۴۰' ۵۴۱' ۵۴۲' ۵۴۳' ۵۴۴'

۵۴۵' ۵۴۶' ۵۴۷' ۵۴۸' ۵۴۹'

۶۳۴' ۶۳۵' ۶۳۶' ۶۳۷' ۶۳۸'

۶۳۹' ۶۴۰' ۶۴۱' ۶۴۲' ۶۴۳'

۶۴۴' ۶۴۵' ۶۴۶' ۶۴۷' ۶۴۸'

۶۴۹' ۶۵۰'

ترجمہ: ۲۶۸

وزن و آواز دی ایٹ: ۳۹۳

وطن (وطنیت): ۳۳۳' ۳۳۴'

۳۳۵' ۳۳۶' ۳۳۷' ۳۳۸' ۳۳۹'

۷۱' ۷۲' ۷۳' ۷۴' ۷۵'

۷۶' ۷۷' ۷۸' ۷۹' ۸۰'

۸۱' ۸۲' ۸۳' ۸۴' ۸۵'

۸۶' ۸۷' ۸۸' ۸۹' ۹۰'

۹۱'

ہلالِ اکبر: ۲۲۰

برہمک (جنگ): ۲۳۷

برہم اقبال: ۹۰

## ایجو کیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی کی اہم مطبوعات

شاعری			کبھی رنگ کے سادہ		
دیوان غالب (علی گڑھ ایڈیشن)	اسد اللہ خاں غالب	۷۵/-	صلاح الدین پرویز	۱۵۰/-	کشفیہ
دیوان غالب (پاکت سائز)	اسد اللہ خاں غالب	۶۰/-	صلاح الدین پرویز	۶۰/-	کشفیہ
دیوان غالب (ڈیکس ایڈیشن)	اسد اللہ خاں غالب	(زیر طبع)	صلاح الدین پرویز	۲۰۰/-	آتما کے چتر پر ماتا کے نام
شرح دیوان غالب	جوش ملیح آبادی	۲۰۰/-	داہد سہری	(زیر طبع)	سنہری آنچ
کلیات اقبال (20x30/16)	علامہ اقبال	۹۰/-	داہد سہری	۳۵/-	غالب کی رہنمائی
کلیات اقبال (علی گڑھ ایڈیشن)	(23x36/16) علامہ اقبال	۱۵۰/-	عاشق کاشانی (لندن)	۹۵/-	صراط منزل
کلیات اقبال (مع فرہنگ، ڈبل کلر)	علامہ اقبال	۳۰۰/-	بشیر مسرور (نارائے)	۶۰/-	شارع منور
کلیات اقبال (پاکت سائز)	علامہ اقبال	۵۰/-	بازرغوی (لندن)	۵۰/-	تازہ ہوا
شکوہ جواب شکوہ	علامہ اقبال	۱۵/-	دھرمیندر ناتھ بھنوت سرمست	۶۰/-	نغمہ حیات
کلیات باقیات شعر اقبال	ڈاکٹر صاحب کوکاردی	۱۵۰/-	شاہین	۵۰/-	بے نشان
انتخاب کلیات اقبال	امجد جاوید	۱۰۰/-	جب زمینوں سے ٹھرا گئے ہیں غلی غلی	۶۰/-	
کلیات اختر الایمان (مرتبہ)	سلطان ایمان بیدار بخت	۳۵۰/-	اکبر حیدر آبادی	۷۵/-	ڈردوں سے ستاروں تک
نسخہ ہائے وفا (کلیات)	فیض احمد فیض	۱۱۰/-	عکس جمیل	۱۰۰/-	
کلیات یگانہ	مشفق خواجہ	۳۵۰/-	نامہ اعمال	۱۵۰/-	
کلیات بکر	بکر مراد آبادی	۷۵/-	نقطہ سوہوم	۱۵۰/-	
یادوں کی برسات	جوش ملیح آبادی	۳۲۰/-	آج کا موسم	۱۰۰/-	
کیفیات (کلیات کئی اعظمی)	کئی اعظمی	۳۵۰/-	پتہ دل	۵۰/-	
کلیات شاد تمکنت	شاد تمکنت	۳۵۰/-	فصلہ آوارگی	۶۰/-	
کلیات تکلیل	تکلیل بدایونی	۱۵۰/-	شام بے عمر	۱۵۰/-	
مادہ تمام (کلیات)	پروین شاکر	۲۵۰/-	حر آہنگ	۱۰۰/-	
خوشبو	پروین شاکر	۶۰/-	زخم بھونگت، دھوپ	۲۰۰/-	
سعد برگ	پروین شاکر	۵۵/-	کافور کا آئینہ	۱۲۵/-	
انکار	پروین شاکر	۳۰/-	گیت ہمارے خواب	۱۲۵/-	
خود کلامی	پروین شاکر	۳۰/-	اثبات	۱۵۰/-	
کعب آئینہ	پروین شاکر	۴۵/-	فرید نامہ	۱۵۰/-	
مہر و نیم	انتخاب عارف	۹۵/-	انتقاد و اصلاح	۱۲۵/-	
حرف بار بار	انتخاب عارف	۹۵/-	انتخاب دوا دین	۵۰/-	
صلاح الدین پرویز کے خطوط	صلاح الدین پرویز	۶۰/-	نوائے احساس	۱۰۰/-	
دشہ قہرات	صلاح الدین پرویز	۳۵۰/-	درد کی آنچ	۲۰۰/-	
			تجلیں کے نظیر	۹۰/-	

## مولیٰ اُگے دھان کے کھیت مصنف: بیکل آتاسی

- ترتیب: رضوان الرضا رضوان ۱۲۵/-
- آہنگ اسرار الحق بیاز ۵۰/-
- دیوان داغ نواب مرزا داغ دہلوی ۳۰/-
- جنتا شکار اذھون نے میں نعمان شوق ۷۰/-
- فریزر میں رکھی شام نعمان شوق ۱۰۰/-
- یہ گیت تمہارے لئے (بہار کے لوگ گیت پر مبنی کتاب)
- زیست مسعود زینب ۲۰۰/-
- انسان بنو (چار سو دس رباعیات کا مجموعہ) امیر چند بہار ۲۰۰/-
- حرفِ عطرین مسعود جاوید ہاشمی ۱۰۰/-
- دو آہ (عنوان شباب کی نظمیں) رحمن جامی ۱۰۰/-
- بے خودی (عنوان شباب کی غزلیں) رحمن جامی ۱۰۰/-
- شیشوں کا سیخا (مجموعہ کلام) حامد مجاز ۱۰۰/-
- افکارِ شوریہ رضی الدین حیدر خاں حیدر ۱۰۰/-
- دیوانِ شادِ عظیم آبادی مرتبہ: قیصر خالد ۲۰۰/-
- ذوقِ سودا، ورد، ظفر کی سو مشہور غزلیں امتیاز علی ۳۵/-
- اُجڑے دیار میں (انتخاب کلام بہادر شاہ ظفر)
- امتیاز علی ۳۵/-
- میر، غالب، داغ، موسیٰ کی مشہور ۱۰۰ غزلیں امتیاز علی ۳۵/-
- سو مشہور غزلیں (۱۰۰ مشہور شاعروں کے کلام کا انتخاب)
- امتیاز علی ۳۵/-
- ساحر لدھیانوی غزلیں، نظمیں اور گیت امتیاز علی ۳۵/-
- خوبصورت رومانی اشعار محمد الیاس ۳۰/-
- استاد نصرت فتح علی مرحوم کے خوبصورت گیت اور تو الیاں
- مشاق احمد شیریں ۳۰/-
- خواتین کے پسندیدہ اشعار فرخندہ ہاشمی ۳۰/-
- اس دور کی نئی نظمیں میر۔ شاعرِ غلام ۸۰/-
- لالو کی ریل آئی میر۔ شاعرِ غلام (زیر طبع)
- مسدس حالی الطاف حسین حالی ۳۰/-
- ہم نے کہا کسی سے کے۔ کے۔ ننداشک ۱۰۰/-
- دردِ آشا (غزلیات) انوری بیگم ۱۲۵/-

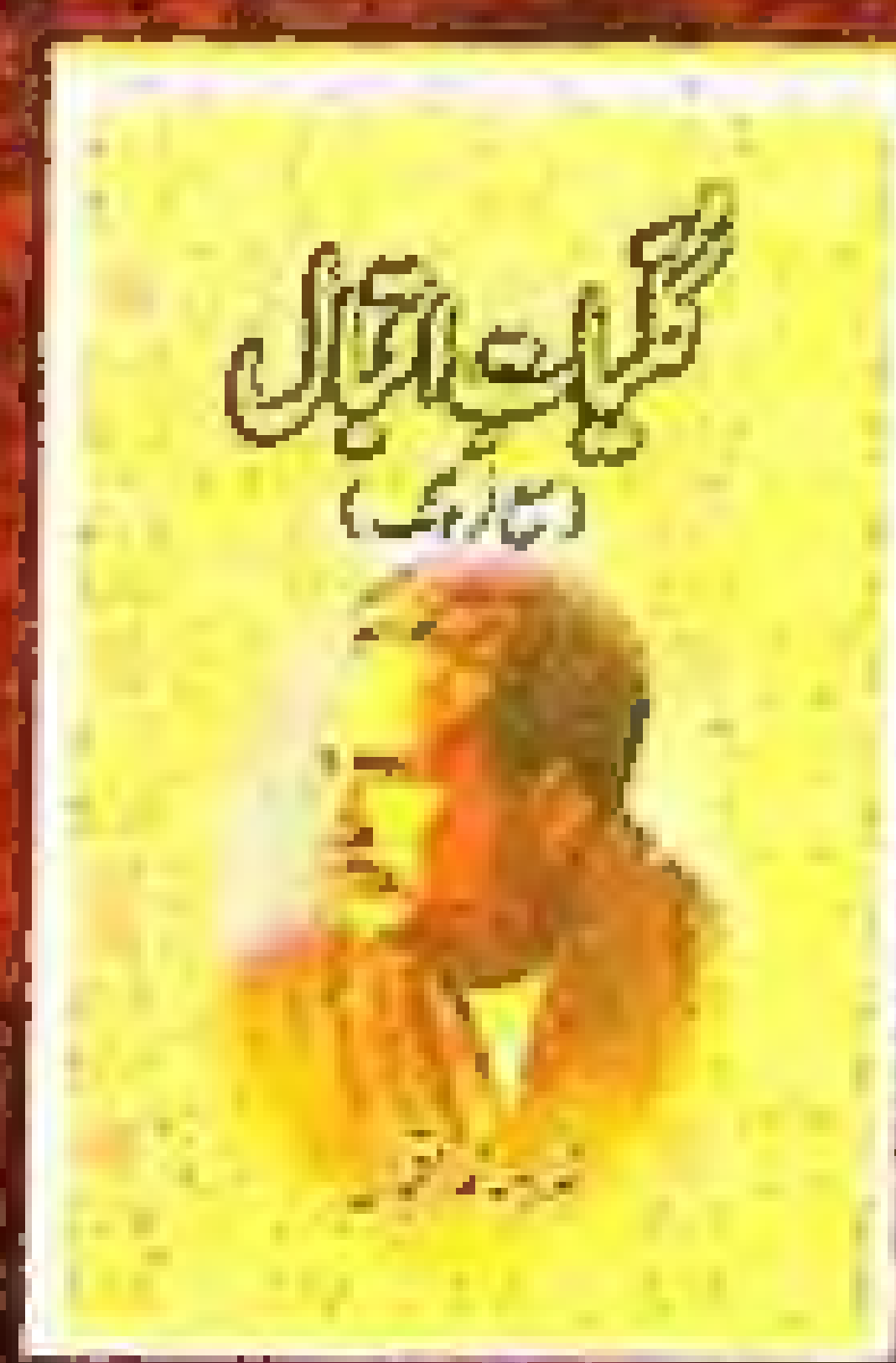
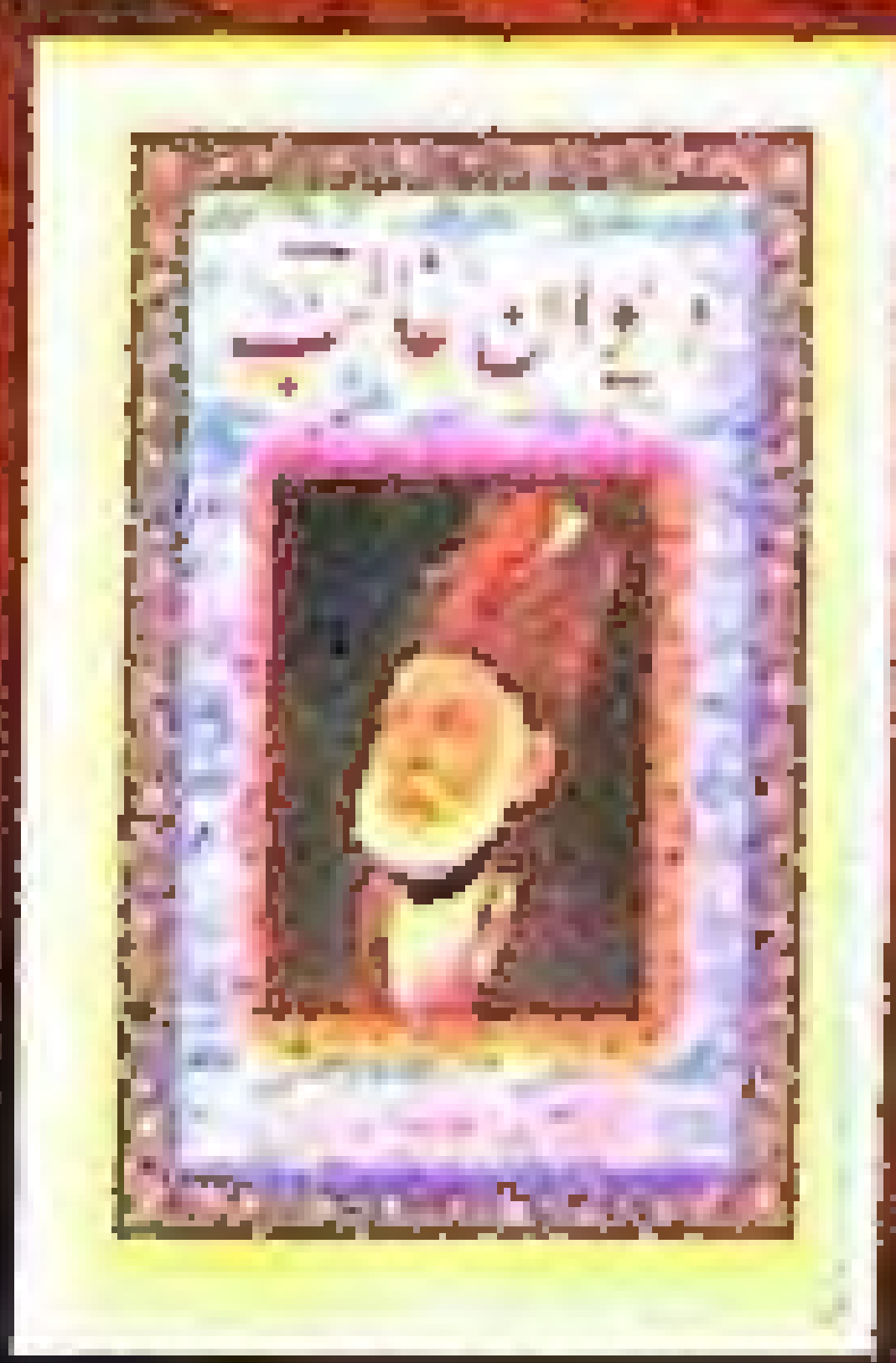
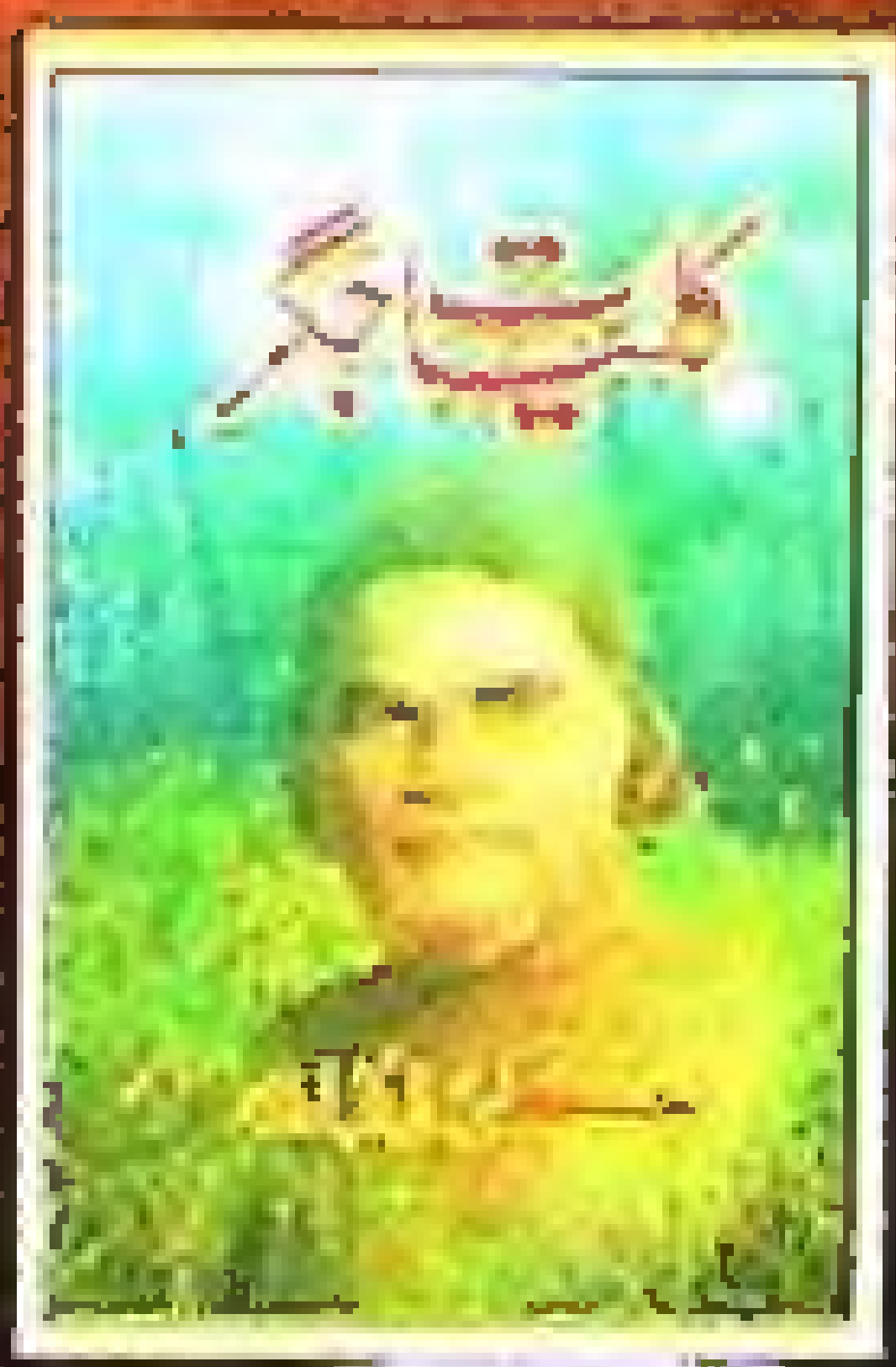
## ناول، افسانے، ڈرامے

- کلیاتِ منٹو (افسانوی مجموعہ، جلد اول) سعادت حسن منٹو ۳۵۰/-
- کلیاتِ منٹو (افسانوی مجموعہ، جلد دوم) سعادت حسن منٹو ۳۵۰/-
- کلیاتِ منٹو (افسانوی مجموعہ، جلد سوم) سعادت حسن منٹو ۳۵۰/-
- کلیاتِ منٹو (منٹو کے خاکے) سعادت حسن منٹو ۲۰۰/-
- کلیاتِ منٹو (منٹو کے مضامین) سعادت حسن منٹو ۳۰۰/-
- کلیاتِ منٹو (منٹو کے ڈرامے) سعادت حسن منٹو ۵۰۰/-
- کلیاتِ منٹو (بغیر عنوان کے ناول) سعادت حسن منٹو ۶۰/-
- دورنگ (آگرہ بازار، شطرنج کے مہرے) حبیب تنویر ۹۵/-
- دیکھ رہے ہیں نین (ڈراما) حبیب تنویر ۷۰/-

## ادبِ تنقید

- تاریخ ادبِ اردو (آغاز سے اٹھارہویں صدی تک)
- (تین جلدوں پر مشتمل) جمیل جالبی ۸۰۰/-
- ارسطو سے ایلٹ تک جمیل جالبی ۳۰۰/-
- نئی تنقید جمیل جالبی ۲۵۰/-
- ادبِ کلچر اور مسائل جمیل جالبی ۲۰۰/-
- محمد قنی میر جمیل جالبی ۱۵۰/-
- جدیدیت کے بعد گوپی چند نارنگ ۳۰۰/-
- اسلوبیاتِ میر گوپی چند نارنگ ۷۵/-
- اقبال کا فن گوپی چند نارنگ ۲۰۰/-
- امیر خسرو کا ہندوی کلام گوپی چند نارنگ ۱۷۵/-
- اردو افسانہ روایت اور مسائل گوپی چند نارنگ ۳۵۰/-
- انیس شای گوپی چند نارنگ ۲۵۰/-
- تاریخ ادبیاتِ عالم (سات جلدوں پر مشتمل)
- دہاب اشرفی ۲۸۰۰/-
- معنی سے مصافحہ (تنقیدی مضامین) دہاب اشرفی ۲۰۰/-
- مابعد جدیدیت مضمرات و ممکنات دہاب اشرفی ۳۵۰/-
- میر اور مثنویاتِ میر دہاب اشرفی ۲۲۵/-
- شاد عظیم آبادی اور ان کی نثر نگاری دہاب اشرفی ۲۰۰/-
- حرفِ آشا دہاب اشرفی ۱۵۰/-
- معنی کی تلاش دہاب اشرفی ۱۰۰/-





**EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE**

3108, YAKIL STREET, KUCHA PANDIT, LAL KUAN, DELHI-6 (INDIA)

PH: 23216162, 23214465 FAX: 011-23211540

E-MAIL: ephdelhi@yahoo.com

